هٰذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ

احسن السوانح

یعنی

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے

حالات، کمالات، افاضۂ علمی، فیضان باطنی۔ اور
خدمات ملی کا جامع مرقع

مرتبہ

یکے از خدام جامعہ اشرفیہ ○ لاہور

شائع کردہ

جامعہ اشرفیہ

مسلم ٹاؤن — لاہور

هٰذَا ذِكْرٌ وَّاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ

احسن السوانح

یعنی

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے

حالات، کمالات۔ افاضۂ علمی، فیضانِ باطنی اور

خدماتِ ملّی کا جامع مرقع!

مرتّبہ

یکے از خدام جامعہ اشرفیہ لاہور

شائع کردہ: جامعہ اشرفیہ لاہور۔ پاکستان
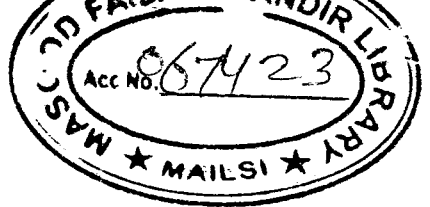
ناشر ـــــــــ جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

طابع ـــــــــ اشرف پریس لاہور

قیمت ـــــــــ روپے

تعداد ـــــــــ ایک ہزار ۱۰۰۰/-

تاریخ اشاعت ـــــــــ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۴ھ

فہرست

سوانح نگاری یا تذکرہ نویسی کا نہ صرف عالم مسلمانوں میں بلکہ علمائے دین اور اہل تقویٰ واحسان میں صدیوں سے چرچا رہا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے اپنے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے خدوخال اور علوم و تعلیمات کو جمع کیا ہے۔ مثلاً "بہجۃ الاسرار" کے نام سے شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف رح نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر الجیلانی قدس سرہٗ کے حالات و ملفوظات مرتب فرمائے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح نے اپنے پیرومرشد حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے احوال وارشادات پر "انوار العیون" کے نام سے ایک کتاب لکھی، پھر خود حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ پر اسی قسم کا کام "لطائف قدسی" کے عنوان سے انجام دیا گیا اور دنیا کے ہر خطہ میں ہر دور میں اس طرح کی خدمات انجام پاتی رہی ہیں۔ بلکہ بعض اکابر نے اپنی حیات کا مرقع خود اپنے ہی قلم سے تیار کر کے اپنی ملت کے ہاتھوں میں پہنچا دیا۔ جیسے امام محمد غزالی قدس سرہٗ کی تصنیف "المنقذ عن الضلال" ہے۔ اس کے علاوہ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ بعض بزرگوں کے حالات و ملفوظات کو ان کے فیض یافتہ لوگوں نے ان کی حیات ہی میں منضبط کر کے شائع کیا، جیسے پچھلوں میں امیر حسن علاء سنجری رح نے اپنے شیخ عالی مقام سلطان الاولیاء محبوب الٰہی حضرت نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ کے مختصر احوال اور جستہ جستہ ملفوظات "فوائد الفواد" کے نام سے جمع کر کے شائع کیے یا اس دور آخر میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوب رح نے اپنے شیخ حکیم الامت مجدد چہاردہم صدی حضرت مولینا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے

مفصل سوانح حیات اور تجدیدی تعلیمات کو سینکڑوں صفحات میں مرتب کر کے "اشرف السوانح" کے زیر عنوان خود شیخ ہی کی حیات میں شائع کیا۔

یہ کام کچھ بعد کی صدیوں کا ہی نہیں ہے بلکہ قرون اولیٰ ہی سے کسی نہ کسی صورت میں ہوتا آرہا ہے، تحفظ احادیث نبویہ کی خاطر ہزاروں صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حالات اسی زمانۂ خیر میں مرتب ہو گئے تھے، یہ کام محدثین نے انجام دیا۔ پھر ارباب سیر اور مورخین اسلام نے اس کام کو اور زیادہ تفصیل کے ساتھ انجام دیا، اور یہ سلسلہ چلتا رہا۔ پہلے پہل حالات نویسی کا نام "تراجم" تھا، تراجم کی ترقی یافتہ شکل "تذکرے" اور تذکروں کی ترقی یافتہ صورت "سوانح" ہوئی، انفرادی سوانح نگاری اور "مجموعہ سوانح" کی تالیف کا کام ساتھ ساتھ چلتا رہا محدثین، فقہاء، متکلمین اور فلاسفہ کے سوانحی مجموعوں کے ساتھ ساتھ صوفیاء ربانی کے تذکرے بھی تیار ہونے لگے۔ مثلاً ابو عبدالرحمٰن السلمی رح نے ۴۱۲ھ میں طبقات الصوفیہ کے نام سے ایک ضخیم مجموعہ تالیف کیا۔ ابو نعیم اصبہانی رح نے ۴۳۰ھ میں "حلیۃ الاولیاء" مرتب کی جو دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔ ابن جوزی رح نے ۵۹۷ھ میں "صفۃ الصفوۃ" کے نام سے چار ضخیم جلدات میں بزرگوں کے حالات جمع کئے۔ اسی طرح "تذکرۃ الاولیاء" (خواجہ فرید الدین عطار رح) نفحات الانس (ملا عبدالرحمٰن جامی رح) سیر الاولیاء (میر خورد کرمانی رح) اخبار الاخیار (شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح) وغیرہ وغیرہ مرتب ہوتے گئے اور یہ سلسلہ دور حاضر میں بھی جاری ہے اور اس دور میں زبان اردو میں "بزم صوفیہ" جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن (اعظم گڑھ) تاریخ مشائخ چشت (پروفیسر نظامی علی گڑھ) اور تاریخ دعوت و عزیمت "مولانا ابوالحسن علی ندوی" معرکہ کی کتابیں نکلی ہیں۔

یہ خدمات تذکرہ نویسوں نے محض اپنے جذبۂ عشق کی تسکین یا احساس نعمت شناسی کی تشفی کے لیے انجام نہیں دیں بلکہ اس میں عام افادیت اور مسلمانوں کی اصلاحی خدمت کے خیال کو خاص دخل رہا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس ملت کو اللہ تعالےٰ نے

ایک کامل و مکمل، جامع و حاوی، ہمہ گیر اور دائمی نمونۂ سیرت محمد عربی (فداہ روحی وابی وامی) کی صورت میں عطا فرمایا اور صرف اسی کی ہو بہو پیروی پر اپنی خوشنودی منحصر فرما دی، اس ملت کے افراد اپنے بڑوں، بزرگوں یا استادوں اور مرشدوں کے سوانح کیوں مرتب کرتے، اور اہل ملت کے سامنے پیش کرتے چلے آرہے ہیں؟ اس سوال کا جواب اور اطمینان بخش جواب زیادہ مشکل نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسوۂ حسنہ یعنی ایسا معیاری نمونۂ سیرت، جس کی تقلید واجب ہو، وہ مسلمانوں کی نگاہ میں کبھی بھی ایک سے زائد رہا ہے نہ اس کا مصداق بجز خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو سمجھا گیا ہے۔ اسی لیے اس حیثیت سے، جزئی جزئی تفصیلات اعمال، افعال واقوال کے احاطہ کے ساتھ کبھی بھی کوئی تذکرہ، سوانح نا ترجمہ یا تعارف گذشتہ چودہ صدی میں کسی اہل کمال امتی کا نہ لکھا گیا نہ آئندہ لکھا جا سکے گا، نہ مسلمان اس کا کبھی تصور بھی کر سکتے ہیں، بلکہ مسلمانوں نے جب بھی کسی باکمال کی سیرت پیش کی ہے تو اسی معیار نظر سے پیش کی ہے کہ صاحب سیرت میں کتنے جلوے اسوۂ محمدیؐ کے آ گئے ہیں۔ اتباعِ سنت کا اہتمام اسمیں کس قدر نمایاں اور ذوق نبوی کو عام کرنے کا جذبہ بات بات میں کس درجہ عیاں ہے۔ البتہ ان تذکروں کی ضرورت یوں رہی کہ ہر دور کا ایک رنگ ہوتا ہے، وقت کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں۔ فکر و نظر کے زاویے بدلتے رہتے ہیں، مزاج و مذاق بدلتا رہتا ہے۔ بلکہ ایک ہی دور میں دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف پایا جاتا ہے یہ نفسیاتی بات ہے کہ ہر دور اور ہر خطہ کے افراد اپنے رنگ و مزاج کے انسان سے زیادہ مانوس اور اس کے انداز تلقین اور طرز تعبیر سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کی رعایت کو بے معنی سمجھنا۔ انسانی نفسیات سے محض لاعلمی اور عالمگیر دین کی وسعت اور لچک سے محض ناواقفیت کی علامت ہے۔ مزاج و مذاق اور انسانی نفسیات کا پاس و لحاظ تو خود ہادیٔ اعظم صلے اللہ علیہ وسلم نے بدرجۂ اتم ملحوظ رکھا ہے، کیا یہ ایک ناقابل

انکار حقیقت نہیں ہے کہ ذاتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات) ہدایت وکمال کی وہ اَن گنت پہلوؤں والی منشور (بلّور) ہے جو خود تو نورِ واحد دکھائی دیتی ہے مگر اسی نور سے جو کرنیں پھوٹتی ہیں وہ رنگارنگ ہو جاتی ہیں۔ اور ہر دیکھنے والی آنکھ ان کی الگ الگ رنگت کو صاف دیکھتی ہے اور پہچانتی ہے مگر چونکہ ان کرنوں کا مبدءِ نور ایک ہی ہے اس لیے ہر کرن اپنے اندر نظر فریبی اور دلربائی کا پورا سامان رکھتی ہے۔ ذاتِ نبوی کے فیضانِ تربیت سے ایک لاکھ سے زائد ہستیاں آئینۂ عکسِ نبوی بن گئیں۔ اور سب نے اپنی اصل سے سندِ کمال بھی پائی (اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم) مگر ذرا دیکھئے تو کہ ان میں سے ہر ایک کا رنگ، مزاج اور مذاق ایک دوسرے سے کتنا مختلف ہے، ادھر صدیق اکبر رضؓ کا ترحم ہے تو ادھر عمر فاروق رضؓ کی شدت، ادھر عثمان غنی رضؓ کا تمول ہے تو ادھر ابوذر غفاری رضؓ کا فقر، کہاں علی مرتضیٰ رضؓ کا تفقہ اور حکیمانہ مزاج اور کہاں کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود۔[1] کا حکم سن کر سفید و سیاہ ڈورے رکھ کر ان کو تاکتے رہنے والے صحابی رضؓ کا بھولا پن اور سادگیٔ طبع، کہاں حسان بن ثابتؓ کا سراسر شاعرانہ مزاج اور کہاں خالد بن ولید کا ولولۂ سیف زنی۔

اس طرف ابودرداء کا زہدِ تمام ہے تو اس طرف سلمان فارسی رضؓ کی توازن پسندی، ایک طرف بلال حبشیؓ کا جوشِ عشق ہے۔ تو دوسری طرف اویس قرنی رضؓ کا تحمل و پاسِ ادب، غرض جس صحابیِ رسول کو دیکھئے، ایک انفرادی شان کا مزاج لیے ہوئے ہیں۔ مگر ہر ایک کامل و مکمل اور رہتی دنیا تک کے لیے ہدایت کا نیرِ تاباں بنے ہوئے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اصحابِ نبوی کی اس بوقلمونی میں قیامت تک پیدا ہونے والے مختلف المذاق مسلمانوں کے لیے اتباعِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی سہولت پیدا ہو گئی ہے کہ ہر شخص اپنی انفرادیت

---

[1] کھاؤ اور پیو جب تک کہ تم پر صبح کا سفید خط سیاہ خط سے نمایاں نہ ہو جائے۔ سورۂ بقرہ ع ۲۳

رکھتے ہوئے بھی کامل درجہ کا متبع رسول ہو سکتا ہے۔ اکثر صحابہ کرامؓ کے یہ رنگارنگ نمونے
نہ ہوتے تو عمر بن عبدالعزیزؒ، صلاح الدین ایوبیؒ اور جنیدؒ و بایزیدؒ یا رومیؒ و غزالیؒ یا
شیخ اکبرؒ اور امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کو اپنے اپنے رنگ میں نبوی پیروی کا اطمینان کیسے میسر آتا
اور ہم بیک وقت ان سب کے معترفِ کمال کس طرح ہو سکتے تھے؟ یہ تو اسی عنایت مذاق
کے مستند نمونوں کے محفوظ و موجود ہونے کا نتیجہ ہے کہ اب ہم بیقین واثق سے کہہ سکتے ہیں کہ
حقیقت واحدہ مختلف رنگوں میں جلوہ گر ہے اور ہر رنگ اپنی اصل میں ایک ہے۔ ؎

ہر شیشہ کہ سرخ بود یا زرد کبود
خورشید بر آں ہم بہماں رنگ نمود

(جامیؒ)

اب ہمارے لیے اپنے شاکلہ یا مزاج واستعداد میں رہتے ہوئے ہی نبی اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم سے اتباع کا تقرب سہل بھی ہو گیا اور یقینی بھی رہا اور چونکہ تربیت کا انحصار صحبت
پر ہے، اس لیے اپنے ہم رنگ اور ہم عصر اہل کمال سے استفادہ آسان ہو گیا، اور اس کے
بہ آسانی میسر نہ آنے کی صورت میں ایسے اہل کمال کی سوانح حیات یا اس کی تعلیمات ناگزیر بدل
ٹھہریں، لہٰذا ہر دور کی پر تاثیر اور صاحب فیض ہستیوں کے حالات کا تحفظ، اور سیرت
نبوی کو علی الاطلاق معیار نظر مانتے ہوئے غلامانِ محمدی کے احوال واقوال کے جمع وترتیب
کی اہمیت میں کوئی شبہ باقی نہ رہا اور دراصل اسی پہلو سے گزشتہ صدیوں میں تذکرہ نویسی
کا کام انجام پاتا رہا ورنہ کس کی مجال ہے کہ اسوۂ محمدی سے صرفِ نظر کر کے اپنے کسی استاذ یا پیر
یا امام کی حیات کو علی الاطلاق سند کے طور پر پیش کرے!

اس موقع پر ایک چشم دید واقعہ یاد آیا، خود ان بزرگ کا جن کے سوانح حیات و تعلیمات
کا مرقع آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے آرہا ہے۔ حضرت مولینا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ
کراچی تشریف لائے تھے، قیام مرحوم ومغفور حاجی نور محمد صاحب بٹ ہی کے مکان کی بالائی منزل

پر تھا۔ سہ پہر کی مجلس عام میں اشرف السوانح پڑھی جا رہی تھی اور جہاں تک یاد ہے مخدومی مولینا محمد حسین کاکوری مدظلہ پڑھ رہے تھے۔ ذکر آیا کہ حضرت تھانوی قدس مولینا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا سے جب گھر تشریف لے جاتے تو پہلے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتے، اندر سے پوچھا جاتا "کون" تو آپ جواب میں فرماتے "اشرف علی"۔ بس اتنی بات پڑھی گئی تھی کہ اہل مجلس میں سے ایک صاحب محض امّی مگر اہل حق کے صحبت یافتہ اور اتباع سنت کے گرویدہ، مضطربانہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور میر مجلس حضرت مفتی صاحب کو مخاطب کر کے بڑی سادگی اور جوش سے کہا کہ "حضرت معاف فرمائیں ہماری طبیعت جلالی ہے ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تو جب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچتے تو پہلے السلام علیکم فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تو صرف کنڈی کھٹکھٹانے کا ذکر ہے، سنت کی تکمیل کہاں ہوئی؟"

اب سننے کی بات یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے جو محبتِ شیخ میں غرق اور فنافی الشیخ کی مثال تھے، "اشرف السوانح" کے اس مقام کی ذرہ برابر تاویل نہیں فرمائی، بلکہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد معترض سے صرف یہ فرمایا۔ ہم کو معاف کر دو جی، آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

یہ بظاہر چھوٹا سا واقعہ کیا اس گہری حقیقت کی غمازی نہیں کر رہا ہے کہ پاکیزہ مشرب اور متبع سنت لوگوں کے ہاں پیر ہو یا مرید یہ بات بالکل اٹل اور طے شدہ ہے کہ معیار و سند صرف اسوۂ نبوی ہے، اس کے بعد جس کسی کا اعتراف ہے وہ اسی کسوٹی پر جانچ اور پرکھ کر ہے۔ مستقلاً ہرگز نہیں!

ان بنیادی باتوں کے اظہار اور ممکنہ اشکال کے ازالہ کے بعد چند باتیں صاحب سوانح اور خود اس تالیف سے متعلق عرض کرنی ضروری ہیں۔

عہ اس اظہار سے یہ تعلیم دینی مقصود تھی کہ جواب میں صاف نام بتا دینا چاہیئے نہ یہ کہ عام طور پر جیسے کہا جاتا ہے کہ "میں ہوں، دروازہ کھول دو"، وغیرہ۔

حکیم الامت مجدد ملت حضرت شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کا دامن فیض بہت وسیع تھا اور ہر رنگ و مزاج کے انسان کو اس میں پناہ مل جاتی تھی۔ اس خوبی کے ساتھ دوسرا امتیاز یہ بھی تھا کہ عصر حاضر کے چوٹی کے علماء سب اسی خوان فیض کے زلہ زبار رہے اور عشق و ادب اور خانقاہیت و مدرسیت کی جامعیت کمال کو لیے ہوئے خانقاہ اشرفیہ سے نکل کر اقطاع ہند و پاکستان میں پھیلے۔ انہیں باکمال جامع شریعت و طریقت خلفاء اشرفیہ میں ایک امتیازی شخصیت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی، حضرت کا قیام قبل پاکستان امرتسر کے لیے باعث فخر رہا اور بعد حصول پاکستان لاہور کے لیے درجہ افتخار بنا رہا۔ ان دونوں مرکزوں سے حضرت کا فیض علمی و روحانی زور و شور سے جاری رہا۔ حضرت کی شان جامعیت کی کھلی نشانیاں اس وقت بھی جامعہ اشرفیہ لاہور کی عظیم الشان درسگاہ اور آپ کے باکمال خلفاء ہیں۔

حضرت مفتی صاحب اعلیٰ مقامہٗ کا سینہ عشق الٰہی کا گنجینہ تھا، ان کی رگ رگ میں ذکر الٰہی کے انوار کی تجلیات کوندتی تھیں۔ مگر اس وفور جذب و عشق کے باوجود وہ ہوشمند بھی ایسے تھے کہ اچھے اچھے عقلاء ان کی اصابت رائے کے معترف رہے، حضرت ایک صوفی صافی بظاہر زاویہ نشین تھے مگر امت محمدیہ کے حالات سے آگاہ اور سیاسی اونچ نیچ تک سے باخبر رہتے تھے اور مسلمانوں کے فلاح کے ہر کام میں امکان بھر معاون و مددگار رہتے تھے، حضرت بڑے صلح جو مرنجاں مرنج انسان تھے مگر حق و باطل کے اظہار میں بڑے باہمت و بیباک تھے، گورنر جنرل غلام محمد مرحوم کے زمانہ میں جو مخالف قادیانیت تحریک اٹھی اور کچل دی گئی، اس سلسلہ میں تحقیقاتی کمیشن نے علماء کے بیانات بھی لیے تھے اس وقت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوری شان جلالی سے یہ فرمادیا تھا کہ قادیانیت کا رد ہمارا مذہبی فریضہ ہے ہم نے قادیانیت کی تردید کی ہے اور ہزار بار کریں گے! حضرت ایک طرف قرآن و حدیث کے بہترین استاد، فلسفہ و کلام کے کامیاب معلم، فقہ اسلامی کے مفتی تھے تو دوسری طرف

مولائے روم رح کے خمخانۂ معرفت کے ساقیٔ باسخا تھے، حضرت کا درسِ مثنوی اپنے قال وحال کی جامعیت کی وجہ سے اس قدر گرہ کشا اور ذاتِ الٰہی کا قرب رسا ہوتا تھا کہ اس راقم عاجز کو اس سے پہلے اور نہ بعد کو کوئی میسر آیا۔ ۱۹۵۲ء کا غالباً ذکر ہے حضرت کراچی تشریف لائے تھے قیام محمد شفیع امرتسری مرحوم کے گھر تھا، ان دنوں درس مثنوی کا سلسلہ جاری تھا ایک روز مثنوی معنوی کے دفتر اول سے عنوان "در بیان آنکہ اختلاف در صورت و روش است نہ در حقیقت" کے تحت "مظہریت ذات باری تعالےٰ" کے مسئلہ کی وضاحت فرمائی تو ہر اہل مجلس پر ربودگی کی ایک کیفیت طاری رہی اور جب مجلس برخاست ہوئی تو ہر ایک نے یوں محسوس کیا کہ وہ کسی پاکیزہ بلندی پر پہنچ گیا تھا، جہاں سے پھر وہ خاکدان زمین پر اتر آیا ہے، خود راقم الحروف کے تاثر کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ باوجود سلیقۂ سخن سنجی سے عاری ہونے کے اس درس پُر تاثیر کے ختم ہوتے ہی بے ساختہ میری زبان سے یہ رباعی نکلی ؎

تو واقف سر و رمز رومی ہستی
وز بادۂ عرفان الٰہی مستی
جرعے ز مئے طہور ارزانی کن
اے تو کہ خیالم بہ فلک پیوستی

غرض حضرت ممدوح کی شخصیت بڑی پہلودار اور بافیض تھی۔ حضرت کے شخصی کمالات اور حضرت کی ملی خدمات دونوں ہی اس شان کی تھیں کہ ان کو قلمبند کر کے محفوظ کر دیا جاتا اور اس نمونۂ حیات کو دورِ رواں کے ان لوگوں تک پہنچایا جاتا جو ان سے فیض صحبت نہ پا سکے تھے۔ حضرات گرامی مولانا مفتی محمد خلیل صاحب (بانی مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ) اور جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب (مقیم سکھر) (زاداللہ فیوضہما) ہم سب کے دلی شکریہ کے مستحق ہیں کہ ان کے مبارک ہاتھوں سے یہ فرض کفایہ خوب ادا ہو گیا۔

یہاں اپنے مخدوم و محسن حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی نور اللہ مرقدہ کی ایک قیمتی

بات یاد آئی، مولانا نے اپنی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" میں حضرت سلطان الاولیاء نظام الدین دہلوی قدس سرہٗ کے ذکر مبارک کے ضمن میں فوائد الفواد سے متعلق فرمایا ہے:

"لوگ اس کتاب کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ کسی نے قصد و ارادہ کے ساتھ تصنیف کے لیے قلم اٹھایا ہو، حالانکہ اپنی مجلس میں آیندہ روندہ کے سامنے مختلف اوقات میں جو آپ (حضرت سلطان الاولیاء) گفتگو فرماتے تھے۔ امیر حسن علاء سنجریؒ نے انہی کو قلمبند کر لیا ہے" (ص ۱۱۴۔ جلد اول)

میرے مخدوم کا منشاء یہ ہے کہ کاش حضرت سلطان جی قدس سرہٗ کے کمالات علمی و احسانی اہتمام اور التزام قصد کے ساتھ جمع کئے گئے ہوتے تو حضرت کی شان کمال اور زیادہ کھل کر دنیا کی نگاہ میں آتی، حضرت گیلانی کی یہ حسرت نہ جانے کتنے اہل کمال کے بارے میں تازہ ہوتی رہتی ہے، مگر ہماری خوش بختی ہے کہ شیخ عارف مفتی محمد حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ضمن میں اس کا موقع باقی نہ رہا۔ "احسن السوانح" جس ہاتھ سے ترتیب پائی ہے اس ہاتھ نے قلم اسی قصد و ارادہ سے سنبھالا ہے اور قلم رانی بھی کی ہے تو حضرت صاحب سوانح رح کے مرکزی خلیفہ کی زیر نگرانی و ہدایت پر جو خود ایک متبحر عالم، مفتی، عارف اور آتش چشتیہ کے مجمر سوزاں ہیں، میری مراد حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب زاد فیضہ، کی ذات سے ہے اور حضرت موصوف کی اعانت، فراہمی مضامین کی صورت میں صاحب سوانح نور اللہ مرقدہٗ کے ایک اور معتمد علیہ خلیفہ امراض جسم و نفس کے یکساں ماہر طبیب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب زاد فیضہٗ نے فرمائی ہے۔ اس طرح "احسن السوانح" بہ احسن وجوہ حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و تعلیمات کا ایک مستند اور پُرتاثیر مرقع بن گئی ہے۔

مشرب صوفیہ میں نفس سے ہجرت سالک کے لیے شرط اولین ہے، اس لیے گروہ صوفیہ کا ہر فرد "از بند خود گسستہ" ہوتا ہے، احسن السوانح کے مؤلف باصفا نے اسی کمال بے نفسی

سے اپنی گراں قدر تالیف کا مسودہ اس ہیچمداں کو محض اس لیے دکھایا کہ اس کو لکھنے لکھانے اور ترتیب و تدوین کا کچھ سلیقہ حاصل ہے۔ احقر نے تعمیل امر میں اس تالیف کو لفظاً لفظاً دیکھا، سوائے اس کے کہ کہیں کچھ لفظی ادل بدل کیا ہو گا۔ اور کچھ کرنے کرانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، ماشاء اللہ اس کی ترتیب بھی خاصی اچھی ہے اور زبان و عبارت بھی سادہ و پراثر جس کو ہر پڑھنے والا انشاء اللہ محسوس کرے گا۔

احسن السوانح میں پہلے حضرت صاحب کے حالات ہیں، پھر خدمات اور پھر افاضات، اس کے بعد آپ کے اخلاقِ عالیہ اور پھر ارشادات و مکتوبات لائے گئے ہیں، بعد ازاں وفات حسرت آیات کا تذکرہ کر کے مبشرات نقل کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد نسبی اور روحانی اولاد کا مختصر تعارف ہے تاکہ درخت کو اس کے پھل سے بھی پہچانا جا سکے، آخر میں اکابر و معاصرین کے تاثرات کو نقل کر کے کتاب ختم کر دی گئی ہے۔ اس طرح کہنے کو یہ سوانح ہے مگر اس میں سوانح کے علاوہ علم و معرفت، درس و عبرت اور نشر فیض کا سارا سامان جمع ہے، اب یہ ابنائے ملت کا کام ہے کہ اس سے رشد و ہدایت حاصل کریں۔ فہل من مدکر؟

غلام محمد

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزمِ رنداں شو
کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

صاف تھے جو چل دیئے صاف اس پاک ۔۔۔ مثلِ تلچھٹ رہ گیا میں زیرِ خاک
جو کہ نوری تھے گئے افلاک پر ۔۔۔ رہ گیا میں سایہ کے جوں خاک پر

(حضرت حاجی صاحبؒ)

اِس ناپائیدار عالمِ آب و گِل میں کون ہے جو جانے کے لیے نہ آیا ہو۔ صبح ہونے کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ شام کچھ زیادہ دور نہیں۔ موسمِ بہار حقیقت میں خزاں ہی کا پیش خیمہ ہے۔ لیکن کچھ صبحیں ایسی بھی تابناک ہوتی ہیں۔ جن کے باعث تیرہ و تار

شائیں بھی روشن ہو گئی ہیں۔ اس اجڑے ہوئے گلشن میں کچھ بہاریں ایسی بھی آئی ہیں جو اپنی مہک سے اپنے بعد آنے والی خزاؤں تک کو معطر کر گئی ہیں۔ اور بلا شک و شبہ کچھ جانے والے ایسے بھی آئے ہیں، جو نظروں سے دور ہو جانے کے بعد بھی دل سے قریب ہیں۔ ہزار کہو، لاکھ سمجھاؤ کہ اب وہ یہاں کہاں۔ لیکن یہ دل نہیں مانتا اور سارے علمی دلائل، منطقی موشگافیوں اور عقلی مباحث کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیتا ہے کہ ذرا انہیں میری آنکھوں سے تو دیکھو۔

یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

آفتابِ رشد و ہدایت، مخدوم الامت، جامع شریعت و طریقت، شیخ الشیوخ حضرت اقدس مولانا و ہادینا الحاج شاہ مفتی محمد حسن صاحب امرتسری نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مقامہ. بانی و مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور، اس اُمّتِ مرحومہ کے اُنہیں گنے چنے افراد میں سے ہیں، جو دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی آج تک دلوں سے نہ جا سکے اور نہ شاید کبھی جا سکیں، کیونکہ ایسے باعظمت، متبع سنّت افراد پر تکمیلِ سنّت کے لیے قدرت کی جانب سے بیک وقت دو موتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ان کے مواعظ و ملفوظات ان کی اولادِ معنوی و حقیقی اور ان کے جاری کئے ہوئے علم و ادب کے شیریں چشمے، اُن کے نامِ نامی کو، ان کی سیرتِ مبارکہ کو، اور ان کے افعال و اقوال کو زندہ رکھتے ہیں۔ جس کے مقدر میں کاتبِ تقدیر نے دو موتیں نہ لکھی ہوں اور جس کی ظاہری موت اس کی قابلِ تقلید حیات کا ایک نیا دور شروع کر رہی ہو، اسے دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی طاقت اپنے سارے قدیم و جدید ہتھیاروں اور حربوں سے لیس ہو کر بھی ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکتی۔ حضرت والا علیہ الرحمۃ بھی بایں معنی اب بھی زندہ ہیں اور انشاء اللہ اس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک ان کی رشد و ہدایت اور ایقان و معرفت کی بہاری کی ہوئی نہریں عالمِ اسلام کی تشنگی کو اپنے آبِ حیات سے سیراب کرتی رہیں گی، اور جب تک ان کے لگائے

ہوئے اور خونِ دل سے سینچے ہوئے علم و عرفان کے گھنے درختوں کے سکون بخش عطر بیز اور رُوح پرور سایہ میں موجودہ جھوٹی اور بناوٹی تہذیب کی چلچلاتی دھوپ سے جھلسے ہوئے لوگ پناہ لیتے رہیں گے۔

یاد نہیں کب کی بات ہے۔ ایک بار ایک کرم فرما نے احقر کو برسبیلِ تذکرہ فرمایا کہ فلاں فلاں سنہ میں جب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ لاہور سے کراچی جاتے ہوئے روہڑی جنکشن سے گزرے تو حضرت والا کے خدام، قرب و جوار کے علماء و طلبہ اور دینی ذوق و شوق رکھنے والے بے شمار حضرات وقتِ مقررہ سے قبل سٹیشن پر جمع ہو چکے تھے۔ گاڑی آئی۔ لوگ حضرتِ والا کی ایک جھلک دیکھنے اور اس بے مثل عالمِ ربانی کی شستہ و پاکیزہ زبان سے انوار و فیوض سے پُر ملفوظات سُننے کے لیے اُن کے ڈبّے کی طرف لپکے۔ حضرتِ والا علیہ الرحمۃ نے اپنے جاں نثار پروانوں کا یہ اشتیاق، یہ اضطراب اور یہ ولولہ دیکھا تو ان کی بڑی بڑی سُرخ ڈوروں والی مسنون السمت آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے چھلک آئے۔

"دین بھی کتنی لذیذ چیز ہے کہ آپ لوگوں نے مجھ ناکارہ کے لیے محض میری دینداری کے "گمان" پر یہاں آنے کی اتنی تکالیف برداشت کیں۔"

حضرت والا نے بھرّائی ہوئی آواز میں اس طرح ارشاد فرمایا گویا انہیں آنے والوں کی تکلیف سے جو عین سعادت تھی، دِلی تکلیف ہو رہی ہو فرمایا:

"آپ لوگوں نے نہ اپنے قیمتی وقت کا خیال کیا اور نہ موسم کی سختی و تندی کا۔ صرف اپنے ظن اور گمان پر۔"

آخری الفاظ ادا کرتے ہوئے حضرت والا کی آنکھیں چمک اُٹھیں فرمانے لگے،

"جس دینِ متین کا گمان ہی اتنا لذیذ ہے کہ اس کے لیے آپ نے اپنے آرام اور چَین کی بھی پرواہ نہ کی تو اس کی حقیقت اگر نصیب ہو جائے تو اس

کی لذت کا کیا پوچھنا۔"

یہ غالباً سب سے پہلا ملفوظ مبارک تھا حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کا۔ جو احقر نے سُنا اور جس کے مفہوم سے ان کی بزرگی، رفعت اور شفقت کا ایک مدھم سا خاکہ ذہن پر مرتسم ہوا۔ اپنے بدّا حول، جہاں شاگردوں اور خادموں کے روبرو غیر مبہم الفاظ میں یہ کہہ دینا کہ مجھے دینا ار سمجھنا محض تم لوگوں کا گمان ہے ورنہ بذاتِ خود میں کیا چیز ہوں، کم از کم موجودہ دور میں معمولی بات نہیں۔ یہ فنائیت کاملہ کا وہ ارفع و اعلیٰ مقام ہے جہاں حق تعالیٰ کی عظمت، ہیبت، اور جلال کے ہمہ وقت استحضار کے باعث سالک عارف اپنے آپ کو لاشئے محسوس کرتا ہے۔

یہی فنائیت اور پستی اس ملفوظ سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو جناب منشی عبدالرحمان خاں صاحب، ملتانی کے ایک سوال کے بارے میں حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا تھا:

"آپ نے بہت اونچے درجہ کی بات کی ہے۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ حقیقت تک پہنچ گئے۔ سب کچھ انہیں کی دی ہوئی توفیق سے ہوتا ہے۔ وہ اگر نہ چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ فی الواقع ہم بے بس اور بے اختیار ہیں۔ ہمارا بس اور اختیار سب انہیں کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔"

(تذکرہ حسن از مولانا وکیل احمد صاحب)

حضرتِ والا کے اس ارشادِ گرامی کو ایک بار پھر غور سے پڑھیئے:

"سب کچھ انہیں کی دی ہوئی توفیق سے ہوتا ہے۔ ہم بے بس اور بے اختیار ہیں۔ بس اور اختیار انہیں کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔"

کیا یہ بے بسی، بے اختیاری اور بے چارگی وہی نہیں ہے جس کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے معرفتِ حق کے حصول کا اظہار فرمایا تھا کہ:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

احقر کے ذہنی خاکہ میں مزید رنگ آمیزی اس وقت ہوئی جب حضرت والا علیہ الرحمۃ کے
خلف الرشید مولٰنا حافظ عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا ایک انتہائی علمی وعظ سننے کا اتفاق
ہوا، جس میں انہوں نے

"وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" (سورۂ انبیاء رکوع ۷) کی تشریح کرتے
ہوئے مختلف عالموں کی وضاحت اور ہر ہر عالم پر حضور پُرنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کی شفقت و رحمت کے ثبوت بحوالہ احادیث مبارکہ بیان فرمائے تھے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا
تھا کہ یہ مضمون طبعزاد نہیں بلکہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی "نشر الطیب" سے
اخذ کردہ ہے۔ یہ وعظ سننے سے قبل احقر کو اس قسم کی خوش فہمی تھی کہ احقر حضرت موصوف
قدس اللہ سرہٗ کی بیشتر تصانیف، مواعظ اور ملفوظات کو خوب اچھی طرح "پڑھ اور سمجھ" چکا ہے
لیکن اب پتہ چلا کہ پڑھنے اور سمجھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ "نشر الطیب" میں جو بات
گنتی کے چند صفحات میں بیان کی گئی تھی۔ اس کو پڑھنا تو یقیناً بے حد آسان تھا لیکن سمجھنے
کے لیے جس عقل، فہم اور بصیرت کی ضرورت تھی، اس کی سعادت کا حصول "تا نہ بخشد خدائے
بخشندہ" کے تحت "بزورِ بازو" ناممکن تھا۔ لیکن مولانا عبدالرحمٰن صاحب نے گنے چنے
صفحات کی باریکیوں اور نکتوں کو تقریباً ڈیڑھ / پونے دو گھنٹے تک بیان فرمایا اور پھر بھی وقت
کی کمی کا گلہ کیا۔ گویا علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک بحرِ ذخار تھا۔ جس کو زبردستی بند باندھ کر
روکا گیا۔ آج احقر کو یہ تسلیم کرتے ہوئے ذرا بھی باک نہیں کہ احقر کے اپنے ہاتھوں سے
تراشے ہوئے علم و ادب کے سارے صنم بت اس ایک ہی وعظ میں چکنا چور ہو گئے
اپنی جہالت اور کم مائگی کے احساس کے ساتھ ساتھ یہ یقین بھی ہو گیا کہ جب ایک کرن میں
طلعت و بصیرت کی یہ آب و تاب ہے تو خود آفتاب یعنی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ
کی کیا شان ہوگی!

اس کے بعد ہی حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ایسا کرم فرمایا کہ حضرت والا علیہ الرحمۃ کے روشن

کئے ہوئے مختلف چراغوں یعنی ان کے خلفاء و عظام مریدین اور طلبہ کو دور و نزدیک سے دیکھنے اور آپ کے ملفوظات وارشادات پڑھنے، سننے اور اپنی استعداد کے مطابق سمجھنے کے مسائل مواقع میسّر آتے رہے اور حضرت والا رح کے بارے میں روز بروز یہ احساس شدید تر ہوتا گیا کہ ؎

آہن کہ بپارس آشنا شُد　　　فی الحال بصورتِ طلا شُد

اِنہیں چراغوں میں سے ایک نورانی چراغ وہ ہیں ــــــــــــ

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگِ گل　　　ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

اس کتاب میں ذکر کردہ مکتوباتِ شریفہ کے شیشہ میں ملاحظہ فرمالیں۔

حضرتِ والا علیہ الرحمۃ کی حیاتِ جاودانی کے ایسے پاکیزہ اثرات و نشانات موجود ہوتے ہوئے اور اس قسم کی باقیاتِ صالحات کے باعث ان کو زندہ نہ کہیں تو کیا کہیں، ایسے جاودانی حیات والے حضرات کی فیوض و برکات سے بھری ہوئی زندگی سے اور ان کے حالات و ارشادات سے کئی مُردہ دل اور بے حس انسان اپنے آپ کو زندہ جاوید بنا لیتے ہیں اور کتنے ہی کفر و شرک اور فسق و فجور سے آلودہ، دل نیکیوں اور مکارم اخلاق سے مزین ہو جاتے ہیں۔ دوزخ میں گرتے گرتے اپنے آپ کو جنت کا والی و وارث بنا لیتے ہیں۔ اس صفحۂ ہستی پر ہزاروں لاکھوں مثالیں ایسی موجود ہیں، کہ گناہوں کی گھناؤنی زندگی والے لوگ ایسے ہی حضرات کی برکات و فیوض سے اعمالِ صالحہ والے اور خشیتِ الٰہی اور خوفِ آخرت سے متقیانہ زندگی والے بن گئے۔

اور چونکہ ایسی برگزیدہ اور باکمال ہستیوں کے ذکرِ خیر سے حق تعالےٰ جل شانہٗ کی رحمت کی بارشیں برستی ہیں اور گمراہوں کے لیے ہدایت کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ اس لیے ناچیز مؤلف کی اس حقیر محنت سے یہی غرض ہے کہ اس گنہگار کا قلم بھی ایک کامل و اکمل اللہ والے

کے پاکیزہ تذکرہ کے طفیل شاید کسی کے لیے ذریعۂ ہدایت بن جائے اور رشد و ہدایت کے اس بیش بہا خزانہ کا کوئی قدر شناس نکل آئے۔ گناہوں سے بھرپور زندگی گزارنے والا نیک اعمال کا خوگر بن کر بہترین جینے والا بن جائے اور شیطانی عادات و اطوار والا فرشتوں کی سیرت کا حقدار اور مالک ہو جائے۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ نیز اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ کے بموجب اس مسکین کی مغفرت کا سامان بھی ہو جائے اور احقر کو حسنِ خاتمہ کی نعمت میسر ہو جائے اور روزِ قیامت ان مبارک حضرات کے قدموں میں اس نالائق و بدکردار کو بھی حشر نصیب ہو۔ آمین ؂

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا

احقر آخر میں اپنی کمزوری اور نااہلی کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہے تاکہ یہ اعترافِ عجز و ناتوانی حق تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ اور وسیلہ بن جائے اور کوئی اہلِ دل اس ناکارہ و آوارہ کے لیے اس کارِ عظیم میں کامیابی کی دعا کر دے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ جیسی بے مثال ہستی پر قلم اٹھاتے ہوئے اگر ایک طرف یہ خوف دامن گیر ہے کہ حق ادا نہ ہو سکے گا تو دوسری طرف یہ تسلی بھی ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کے تربیت دیئے ہوئے کچھ پاکیزہ نفوس قدم قدم پر احقر کی ہدایت و راہنمائی کے لیے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ان کے فیوض و برکات کو قائم و دائم رکھیں۔ نیز مولینا وکیل احمد صاحب، مولینا غلام محمد صاحب اور مولینا عزیز الرحمن صاحب کی پُراز معلومات تحریریں ہیں، جنہیں بیشتر مقامات پر بجنسہٖ نقل کر دیا گیا ہے۔ احقر کی کم نگاہی اور کوتاہ بینی کے باعث جو راستہ بظاہر پُرپیچ اور تاریک نظر آرہا ہے۔ انشاء اللہ ان بابرکت ہستیوں کی راہنمائی میں آسان اور روشن ہوتا چلا جائے گا۔ اگر کوئی خوبی نظر آئے تو اس کے لیے بھی حضرات قابلِ داد ہیں۔ رہیں خامیاں اور کمزوریاں بغیر کسی عذر کے ان سب کی ذمہ داری احقر ہی پر عائد ہوتی ہے، جس کی قابلیت و بلند پردازی کی وضاحت کے لیے یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے ؂

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است، زمین و آسمان او ہماں است

قلم بیشک اٹھالیا ہے اور اس امید پر اٹھالیا ہے کہ شاید راقم عاجز کا اس در فیض کے سائلوں میں شمار ہو جائے۔ وہّاب و کریم سخی داتا کے بے حد و بے حساب اور بے پناہ و بے اندازہ فضل و کرم سے بعید نہیں کہ وہ مجھ حقیر ذلیل نابکار و نالائق شخص کو، جس کے پاس بخدا اپنی نجات و بخشش کے لیے کوئی زادِ راہ نہیں، اس جسارتِ عقیدت مندانہ پر اپنی قبولیت کی نعمتِ عظمیٰ اور رضائے کاملہ کی دولتِ کبریٰ سے سرفراز فرمادے۔ ورنہ اس کا یہی احسان کیا کم ہے کہ اس نے اپنے ایک محبوب بندہ کے متعلق کچھ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی ؎

منّت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی
منّت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

اسی ذاتِ صمدیّت سے بار بار التجا ہے کہ یہ خدمت بجالانے میں اپنی مدد و نصرت کو آخر تک شاملِ حال رکھے۔

نا امیدم بر جود از کریم

احقر یکے از خدام، جامعہ اشرفیہ لاہور

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا

حالات

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کمالِ ضیاءِ علوم

نمودِ سحر پنجاب کے ایک چھوٹے سے غیر معروف گاؤں بل پور شریف ضلع کیمبل پور کی تلیں آبادی میں ایک مختصر سا دیندار گھرانا آباد تھا۔ حضرت مولانا اللہ داد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مختصر سے گھرانے کے سربراہ تھے۔ عالمِ دین اور محدث ہونے کے باوجود شہر کے ہنگاموں، شور و شغب اور بیہودگیوں سے دور اللہ اللہ کرتے، مسئلے مسائل بتاتے اور جمعیتِ قلب اور سکونِ دل کے ساتھ سیدھے سادھے، بھولے بھالے دیہاتیوں کی معیت میں انتہائی گمنامی کے ساتھ اپنے شب و روز گزارتے تھے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ ان کو ان فضول خرافات سے کوئی غرض نہ تھی اور نہ کوئی دلچسپی۔ اگر کوئی فکر تھی

تو صرف یہ تھی کہ ارشادات ربانی۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ (سورہ حشر رکوع ۳) — اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل کے واسطے اس نے کیا بھیجا ہے۔

اور

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (سورہ تحریم رکوع) — تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

کے تحت ان کی اور ان کے اہل و عیال کی ایسی صاف ستھری بے داغ زندگی گزر جائے جو بعد میں باعثِ پشیمانی نہ ہو۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ، مولوی فضل الٰہی صاحب مدظلہ، مولوی معین الدین صاحب مدظلہ، مولوی غلام ربانی صاحب مرحوم اور نور محمد صاحب مرحوم، مولینا اللہ داد صاحب کے صاحبزادگان اور اسی مختصر سے نیک گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ان حضرات نے ایسے پاکیزہ ماحول میں آنکھیں کھولیں، جہاں کا ذرہ ذرہ قال اللہ اور قال الرسول سے منور ہو رہا تھا۔ سنِ شعور تک پہنچنے سے پہلے نیک والدین نے بے جا لاڈ پیار سے بگاڑنے اور بھوتوں چڑیلوں اور پریوں کی سنسنی خیز مافوق الفطرت کہانیاں سنانے کے بجائے معصوم ذہنوں میں یہ بات اچھی طرح بٹھانے کی کوشش کی تھی کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورہ الذاریات رکوع ۳) — اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لیے۔

اور اس طرح گویا آغاز ہی میں زندگی کے اصل مقصد کی طرف واضح راہنمائی فرما دی تھی۔

ابتدائے عشق

مل پور شریف نامی اسی چھوٹی سی بستی میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی پیدائش لگ بھگ سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء کو ہوئی۔ اُسی کی کھلی ہوئی صاف ستھری آب و ہوا میں بچپن گزارا اور یہیں اپنے شفیق والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ کچھ بڑے ہوئے تو انہیں اپنے مشفق والدین، دلکش و دلفریب دیہات

اور چھوٹے سے پاکیزہ و پُرسکون مکان کو چھوڑ کر قرآن مجید اور فارسی کی تعلیم کے لیے محترم جناب قاضی محمد نور صاحب کی خدمتِ بابرکت میں راولپنڈی کے موضع سنگ جانی جانا پڑا۔ گویا لڑکپن ہی میں سب سے پہلا مجاہدہ یہ کرایا گیا کہ کچھ حاصل کرنے والوں کو بہت کچھ چھوڑنا بھی پڑتا ہے۔ نہ صرف چھوڑنا پڑتا ہے بلکہ در بدر کی خاک بھی چھاننی پڑتی ہے۔

اساتذۂ کرام

سنگ جانی سے فراغت ہوئی اور جناب قاضی محمد نور صاحب سے کلام اللہ شریف اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھ چکے تو مولانا قاضی گوہر دین صاحب کھوڑوی کی خدمت میں، ضلع کیمبل پور پہنچے پھر وہاں سے ککڈ شریف گئے۔ یہاں شرح ملا جامیؒ تک تعلیم حاصل کر کے ضلع ہزارہ کے موضع ڈھینڈہ جو ہری پور سے تین میل مغرب کی طرف ہے میں منطق اور فلسفہ پڑھنے کے لیے مولانا مولوی محمد معصوم صاحبؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ پھر ڈھینڈہ ہی سے مولانا ممدوح کی ہمراہی میں بقیہ علوم کی تکمیل کے لیے امرتسر چلے آئے۔ یہ شہر کچھ خود کو پسند آیا اور کچھ اپنے اساتذۂ کرام کے قیمتی مشوروں کی بنا پر مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے مستقل طور پر یہیں کی بود و باش اختیار کر لی۔ اس کے کافی عرصہ بعد حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ارشادِ گرامی پر تجوید کی مشق جناب استاذ القراء قاری کریم بخش صاحب سے امرتسر میں کی، اور دورۂ حدیث کی تجدید کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں دار العلوم دیوبند تشریف لے گئے۔

حضرتِ والا کے اساتذۂ کرام رح کے اس اجمالی تعارف کے بعد بہتر معلوم ہوتا ہے کہ فرداً فرداً بھی ہر ایک کے بارے میں جو مختصر سی معلومات حاصل ہو سکی ہیں ان کا ذکرِ خیر کر دیا جائے۔ اگر کسی صاحب کو ان حضرات کے کچھ اور حالات معلوم ہوں تو ساتھ ملحق کر دیں۔

جناب قاضی محمد نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سنِ شعور کو پہنچے تو آپ کو موضع سنگ جانی ضلع راولپنڈی کے ایک مشہور و معروف بزرگ جناب قاضی محمد نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن پاک کی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

قاضی صاحب ممدوح بہت برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ بچوں کو انتہائی محبت، شفقت اور خلوص کے ساتھ پڑھاتے تھے اور اس میں خصوصی طور پر اطراف و جوانب میں مشہور تھے۔

جناب مولانا قاضی گوہر دین صاحب کھوڑوی رحمۃ اللہ علیہ

جب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو گئے تو آپ کو صرف و نحو کی تکمیل کے لیے جناب مولانا قاضی گوہر دین صاحب کھوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں بھیجدیا گیا۔ جہاں آپ نے صرف و نحو کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ قاضی صاحب اہل اللہ میں سے پہلے حضرات تھے۔ پڑھانے اور سمجھانے کا انداز ایسا دلچسپ و دلکش تھا کہ مشکل سے مشکل مقام دل میں اترتا اور جمتا چلا جاتا تھا۔

اساتذہ مدرسہ عربی ملکھڈ شریف ضلع اٹک

اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی معلوم نہ ہو سکے البتہ صرف و نحو کی بقیہ کتب کی تکمیل مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے شرح ملا جامی رح تک یہیں رہ کر حاصل کی۔

جناب مولانا مولوی محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فلسفہ اور منطق کی کتابیں

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ضلع ہزارہ کے موضع ڈھینڈہ میں جناب مولانا مولوی محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ مولانا موصوف اپنے زمانے کے علماء میں علوم عقلیہ، منطق اور فلسفہ وغیرہ میں ایک خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ کا اس دور کے مشاہیر علماء میں شمار ہوتا تھا نیز عالم و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے بزرگ بھی تھے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو ان کی لحد کھودتے ہوئے ایک سوراخ نمودار ہوا جس میں سے ایسی خوشبو آرہی تھی جس سے تمام قبر اور پورا قبرستان معطر ہو گیا۔

جناب مولانا نور احمد صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا موصوف اپنے زمانہ کے ایک باخدا اور مقدس بزرگ تھے۔ اور حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی علیہ الرحمۃ سے روحانی فیض حاصل کئے ہوئے تھے۔ انتہائی بلند شخصیت ہونے کے باوجود بے حد منکسر المزاج اور متواضع تھے۔ چنانچہ اپنا تمام کام اپنے ہی ہاتھوں سے انجام دینا پسند کرتے تھے اور بازار سے گھر کا سامان وغیرہ خود جا کر خریدتے تھے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو ان سے جو ایک خاص لگاؤ اور تعلق تھا اس کے باعث اپنی مجلسوں میں وقتاً فوقتاً اپنے ان شفیق استاذ کے فضائل و کمالات بیان فرماتے رہتے تھے۔

مولانا ممدوح احناف کی طرف سے عیدین کے امام بھی تھے اور انہوں نے اپنی حیاتِ مقدسہ ہی میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنی جگہ عیدگاہ میں امام مقرر فرما دیا تھا۔

حضرت مولانا عبد الجبار صاحبؒ غزنوی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

مولانا موصوف اپنے زمانے کے بہت بڑے روحانی بزرگ اور حد درجہ نیک اور متقی

علہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ دوران سبق (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انسان تھے۔ انہوں نے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر مسندِ تدریس بچھا رکھی تھی۔ یہ ایک ایسا چشمۂ فیض تھا جس سے دور دراز سے آ آکر لوگ اپنی علمی تشنگی بجھاتے اور مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کرتے تھے۔ ان کے والد مولانا عبداللہ صاحب غزنوی حضرت سید احمد صاحب شہید رحمہ کے متعلقین میں سے تھے اور مولانا محمد داؤد صاحب مرحوم جو مولانا عبدالجبار صاحب کے فرزند ارجمند تھے وہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ (خلیل)

حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء

مولانا اپنے بزرگ چچا حضرت مولانا مفتی پیر غلام رسول صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولانا پیر احمد اللہ شاہ صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی۔

مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسر کے درویش صفت عالم اور اپنے بزرگوں اور اساتذہ کی صحیح یادگار تھے۔ آپ بہت سے دینی رسائل کے مصنف بھی تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ایک طالب علم نے جس کا نام عبدالعلی تھا۔ کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ سے میں ہی اچھا ہوں کہ ان سے زیادہ مجھے حدیثیں یاد ہیں ان کو تو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ اس پر استاذ مولانا عبدالجبار صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ شخص مرتد ہو کر مرے گا۔ اس نے امام صاحب کی بے ادبی کی ہے۔ آج تک امام صاحب کی بے ادبی کرنے والا قہرِ الٰہی سے نہیں بچا یہ تجربہ ہے۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ مرزائی ہو گیا۔ اونچی دو منزلی مسجد میں امام تھا لوگوں نے گھسیٹ کر باہر پھینکا ۱۲ خلیل۔

اور عمر کا اکثر حصہ لوجہ اللہ تعلیم و تدریس میں گزار دیا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دیگر بہت سی کتابوں کے علاوہ کتاب "سراجی" بھی آپ ہی سے پڑھی۔

مولانا صاحب کو مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے ایک خاص محبت تھی چنانچہ جب مولانا صاحب کے صاحبزادے جناب مولانا بہارالحق صاحب قاسمی مدظلہ ایک اچھا سا سکونتی مکان بنوانے لگے تو انہوں نے اپنے والد صاحب سے درخواست کی کہ وہ اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھیں۔ فرمایا:

"بنیاد وہ رکھے، جسے کچھ مدت دنیا میں رہنا ہو۔ میں تو چراغِ سحری ہوں"

اس کے بعد فرمایا:

"مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کو اس کام کے لیے بلوا لو"

چنانچہ جیسا ارشاد فرمایا تھا۔ ویسا ہی ہوا کہ مکان کی بنیاد تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے دستِ مبارک سے رکھوائی اور خود چند دنوں بعد واصل بحق ہوئے (نور اللہ مرقدہ)

استاذ القراء جناب قاری کریم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ سے تجوید کی مشق فرمائی تھی۔ امرتسر میں مدرسہ[1] میں خدمتِ تجوید و حفظ میں اپنے علاقہ میں یکتا قاری تھے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم کے بعد امرتسر سے لاہور تشریف لائے اور یہاں "مدرسہ کریمیہ" میوہ منڈی، لاہور کے ناظمِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو استاذ القراء کے درجہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ چنانچہ اس وقت لاہور کے بڑے بڑے قاری حضرات مثلاً جناب قاری فضل کریم صاحبؒ، جناب قاری شریف احمد صاحب اور جناب قاری محمد اسمٰعیل صاحب آپ ہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

---

[1] چوک فرید میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرتِ اقدس کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کی علمی و عملی حیثیت معلوم کرنا ہو تو ان کے شاگردِ رشید حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہم العالی کی "نفحۃ العنبر" کا مطالعہ بیّن شہادت فراہم کرتا ہے۔ اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے جناب مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ سے سنا ہے کہ حضرت حکیم الامت مولینا تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ شاہ صاحبؒ اسلام کی حقانیت کے ایک بہت بڑے ستون[1] تھے۔ اگر اسلام میں کوئی کمزوری ہوتی تو شاہ صاحبؒ جیسا متبحر جہاں عالم کبھی اسلام پر قائم نہ رہتا۔"

حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مولینا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں وعظ کہتا ہوں تو کسی سے نہیں ڈرتا۔ البتہ جس بیان میں دو آدمی موجود ہوں وہاں مجھ پر بوجھ پڑتا ہے۔ ان میں سے ایک مولینا انور شاہ صاحبؒ ہیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا۔

"آپ کے بعد کوئی تصوف اور علوم میں ماہر نظر نہیں آتا"

فرمایا "نہیں۔ ایسا نہیں۔ حضرت مولینا اشرف علی صاحبؒ تصوف میں اور مولینا انور شاہ صاحب حدیث میں بڑے ماہر ہیں۔"

اور پاکستان کے مایۂ ناز شاعر اقبالؔ کے اس شعر کی شرح لکھنے والے کتنے ہی مطالب کیوں نہ بیان کریں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ جب انہوں نے یہ شعر موزوں کیا، ان کی

---

[1] غالباً حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ و ملفوظات میں ہے کہ "حقانیت اسلام کا معجزہ ہیں" یعنی ستون کی جگہ لفظ معجزہ کا ہے ۱۲ خ

نگاہوں کے سامنے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کی شبیہ مبارک رہی ہوگی ؎

یاد نہیں کہ کیوں شعر مٹا دیا گیا

اسناد فی الدین

اس امت کی ایک خصوصیت اسناد فی الدین یعنی مذہبی معلومات کی سند تلاش کرنا بھی ہے یہ امت جس چیز کو اپنا دین قرار دیتی ہے۔ اس کے اسناد کو بزرگان دین سے اس طرح ملاتی ہے کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے اور ایک نسل دوسری نسل سے روایت کرتی ہوئی قائد الخیر نبی الرحمۃ خاتم النبیین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک، پھر جبرئیل امین علیہ السلام سے ہوتے ہوئے پروردگار عالم خدائے ذوالجلال والاکرام تک پہنچا دیتی ہے۔ تاریخ عالم میں کہیں بھی ایسی عظیم الشان قوم نہیں گزری جو اپنی مذہبی معلومات کی سند رکھتی ہو۔ اسی لیے ہر زمانہ میں اہل علم حضرات نے اس بلند مقصد اور قیمتی ورثہ کو برقرار رکھا اور اس کے لیے پوری محنت کی۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

حق تعالیٰ علیم و خبیر نے سورۂ والنجم کی ابتدا اور سورۂ تکویر میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لیے اصحاب بصیرت اور ارباب عقل کو چاہیئے کہ ان سورتوں کے مضامین و مندرجات پر غور کریں۔

نبی کریم الصادق المصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اپنے فرمان میں اس کی نشان دہی فرمائی ہے کہ:

"اس علم (حدیث) کے حاملین بڑی کثرت سے ہوں گے۔ جو علم حدیث کو جاہلوں کی غلط تاویلات، گمراہوں کی موضوع روایات اور غلو کرنے والوں کی تحریفات سے پاک کردیں گے۔"

یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین اور مقدس و محترم اسلاف نے اسناد کی چھان بین میں بڑی سرگرمی دکھائی، جیسے کوئی انتہائی پیاسا دوپہر کے وقت شدید ترین گرم ریگستانی صحراؤں میں ٹھنڈے اور میٹھے چشمے کی تلاش میں مشرق و مغرب میں بھٹکتا پھرتا ہو۔ ان بابرکت حضرات کی جان گسل کوششوں کے باعث آج ہم ذخیرۂ حدیث کے بے مثل تحفظ اور اس کے اسناد کے ایسے مدعی ہیں کہ علم و تحقیق کی ہر عدالت کا فیصلہ ہمارے ہی حق میں ثابت ہے۔ ان کی یہ انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ انہیں ہر لحاظ سے آخری سند حاصل ہو جائے۔ حتیٰ کہ مدینہ طیبہ (دارالہجرۃ) کے بلند پایہ ـــــــ محدث امام[1] جن کے پاس چار دانگ عالم سے لوگ طلبِ حدیث کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"سَنَدٌ عَالٍ وَبَيْتٌ عَالٍ نِعْمَتَانِ مِنَ اللهِ الْمُتَعَالِ"۔

ہمارے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی ان محدثین میں ایک مثالی حیثیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض سے ہمیں اور ہمارے بعد آنے والی نسلوں کو مستفیض فرماتے رہیں اور ان کو ہمارے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔ آمین۔

شجرۂ اساتذہ

آپ کا شجرۂ اساتذہ یوں ہے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت علامہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری قدس اللہ سرہٗ سے حدیث شریف پڑھی اور آپ نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رح سے۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رح سے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی رح سے۔ انہوں نے حضرت شاہ اسحٰق صاحب دہلوی مہاجر مکی سے۔ انہوں نے حضرت شیخ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد حجۃ اللہ فی الارض حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ سے۔ انہوں نے حضرت شیخ ابو طاہر مدنی رح سے۔ انہوں نے حضرت شیخ ابراہیم کردی رح (والد شیخ ابو طاہر مدنی) سے۔ انہوں

---

[1] امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

نے حضرت شیخ مزاحی رح سے ۔ انہوں نے حضرت شیخ شہاب احمد سبکی رح سے ۔ انہوں نے حضرت شیخ نجم الغیطی رح سے ۔ انہوں نے حضرت شیخ زین الدین زکریا رح سے ۔ انہوں نے شیخ عزیز الدین ، عبدالرحیم رح سے ۔ انہوں نے حضرت شیخ عمر المراغی رح سے ۔ انہوں نے حضرت فخر بن البخاری رح سے ۔ انہوں نے حضرت عمر بن طبرزد البغدادی رح سے اسی طرح سند کی تکمیل انجیر تک کریں ۔

حلیہ مبارکہ بڑی بڑی آنکھیں جن میں سُرخ ڈورے پڑے ہوئے، فراخ اور بلند پیشانی داغ سجود سے دمکتی ہوئی، گھنے ابرو، گندمی رنگ، درمیانہ قد و قامت، دہرا بدن، سادہ سفید لباس، سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز، پروقار مگر شفقت آمیز لہجہ، قول، فعل اور عمل میں اتباعِ سنّت نمایاں، محبتِ رسول (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) اور عقیدتِ شیخ میں سرشار، عبدیت کا نمونۂ کامل، اخلاقِ حمیدہ سے مالامال، خوف و خشیّت میں ڈوبے ہوئے، صاحبِ صحو مگر کبھی کبھی استغراق میں محو، حکمتِ رومیؒ کے قالاً و حالاً ترجمان،

ازدواجی زندگی مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے یکے بعد دیگرے دو نکاح فرمائے، پہلا نکاح اپنے بڑے بھائی کی اہلیہ صاحبہ سے بھائی صاحب کے انتقال کے بعد ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بذاتِ خود حضرتِ والا سے نکاح کی درخواست کی تھی کہ اگر آپ میرے ساتھ نکاح کرلیں تو امید ہے کہ میری اولاد کی تربیت اچھی طرح ہو جائے گی۔ حضرتِ والا میں چونکہ ہمدردی کا مادہ بے حد تھا اس لیے ان کی خواہش پر یتیم بچوں کا خیال فرما کر ان سے عقد کرلیا۔ اس نکاح سے قبل حضرت والا کی نسبت ایک دوسری جگہ ہو چکی تھی اس لیے انہوں نے اجازت کے بعد دوسرا نکاح بھی فرمالیا۔ بیس سال سے زائد عرصہ ہوا کہ پہلی اہلیہ صاحبہ انتقال فرماگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

دوسری اہلیہ محترمہ بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے وجودِ مقدس

کو تادیر بخیر و عافیت دائم و قائم رکھیں۔ آمین ثم آمین۔ یہ بھی ماشاء اللہ حضرتِ والا کی طرح نہایت قانعہ۔ مہمان نواز۔ حد درجہ نیک، عابدہ، زاہدہ، متقیہ، شفیقہ، غریب پرور اور متوکلہ ہیں۔ حضرت والا نے کئی مرتبہ ان کے متعلق مجلس عام میں تعریفی و توصیفی کلمات ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً بڑی خدمت گذار بی بی ہیں۔ گھر کا کام علیحدہ، میری دیکھ بھال علیحدہ، غرضیکہ کئی کام ان کے ذمہ ہیں اور ہمت بھی ماشاء اللہ بہت ہے۔ ماشاء اللہ آپ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ سے بیعت بھی ہیں۔

اولاد حق تعالیٰ نے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو جہاں اور بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا وہاں صالح اور دیندار اولاد سے بھی نوازا ہے اور ماشاء اللہ اولاد بھی کیسی عطا فرمائی جو حضرتِ والا کے نہایت درجہ فرمانبردار، خدمت گزار، سعادت مند، خیر خواہ اور ثم ماشاء اللہ اکثر حافظ قرآن اور عالم دین ہیں۔ بڑا خوش قسمت ہے وہ باپ جس کو حق تعالیٰ ایسی صالح اولاد عطا فرمائیں اور انتہائی خوش قسمت ہے وہ اولاد جس کو حضرتِ والا جیسا باپ ملے۔ اس پر جتنا خوش ہوا جائے اور جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرتِ والا کو سات صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں سے نوازا جن میں سے ایک صاحبزادے مسمی فضل الرحمٰن اور دو صاحبزادیاں حضرتِ والا کی حیات ہی میں حق تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ ان میں سے چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی صاحبہ سلمہم اللہ تعالیٰ بقید حیات ہیں۔ حق تعالیٰ اِن بقیہ صاحبزادگان اور صاحبزادی صاحبہ کی عمر میں برکت اور ان کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائیں اور ان میں سے ہر ایک کو حضرتِ والا علیہ الرحمۃ کا سچا جانشین بنائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔

صاحبزادگان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جناب مولانا حافظ قاری حاجی محمد عبید اللہ صاحب مدظلہ۔ مہتمم مدرسہ جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۔ جناب مولانا حاجی ولی اللہ صاحب زاد مجدہٗ۔

۳۔ جناب مکرم و محترم حافظ محمد عبداللہ صاحب زاد مجدہٗ۔

۴۔ جناب محترم ومکرم مولانا حافظ قاری عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ، نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۵۔ جناب مولوی حافظ حاجی عبدالرحیم صاحب مرحوم۔

۶۔ جناب مولوی حافظ حاجی فضل الرحیم صاحب دام برکاتہم۔

ان صاحبزادگان میں سے بفضلہ تعالیٰ پانچ صاحبزادے حافظِ قرآن ہیں اور چار تو ماشاءاللہ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ عالمِ دین بھی ہیں صاحبزادی صاحبہ کی شادی جناب ڈاکٹر محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جناب ڈاکٹر احمد جلال الدین صاحب کے خلف رشید) سے ہوئی تھی، جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ حضرتِ والا کی اولاد بحمداللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اہلِ علم میں اچھے مقام کی مالک ہے۔

تربیت میں حزم واحتیاط

حضرتِ والا علیہ الرحمۃ نے کبھی اپنی اولاد کے لیے بھی دنیاوی امارت کی خواہش نہیں کی چنانچہ اراکین مدرسہ نے جب متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ کاغذات میں مدرسہ کی عمارت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے نام لکھنی چاہیئے کہ ہمیں ان پر پورا پورا اعتماد ہے کہ وہ جو بھی تصرف فرمائیں سب دین ہی کے لیے ہوگا اور اس میں ان کو پورے پورے اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔ مگر حضرتِ والا نے سختی سے اس تجویز کی مخالفت کی اور اراکین کے اصرار کے باوجود اس کی ہرگز اجازت نہ دی اور فرمایا:

> "میرے بعد اگر میری اولاد کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اس کو اپنی ملکیت بنالیں تو پھر کیا ہوگا۔ یہ عمارت وقف رہے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، محفوظ رہے گی۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ میری اولاد یا اولاد کی اولاد کی نیت میں اس کی وجہ سے ذرہ برابر بھی فتور آئے۔"

چنانچہ اسی شانِ تربیت کا نتیجہ ہے کہ حضرتِ والا کی اولاد دنیاوی دولت وامارت کو انتہائی حقیر شے سمجھتی ہے۔ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

مسلک و مشرب

حضرتِ والا مذہباً حنفی اور مشرباً چشتی صابری تھے اور حضرات علمائے دیوبند کے ہم مشرب تھے۔ مگر مذہبی مخاصمت سے حتی الوسع اجتناب فرماتے تھے۔ اور باہمی تکفیر بازی کے مشغلہ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ اپنی ہی جماعت کے ایک عالم جو اس معاملہ میں تشدد کا پہلو اختیار فرمائے ہوئے ہیں، جب کبھی حضرتِ والا علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرتِ والا ان کے اس رویہ کے متعلق اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ اتنی سختی ہمارے بزرگوں (حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نانوتوی حضرت مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حکیم الامت حضرت مولینا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہم) کے مسلک کے خلاف ہے۔

اگرچہ اہلحدیث حضرات سے مسلکاً اختلاف تھا لیکن ان کو بھی کبھی بُرا نہیں کہا۔ حضرت مولینا محمد داؤد صاحب غزنوی رح آپ کی خدمت میں کثرت سے تشریف لاتے اور حضرتِ والا بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ (البتہ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو حدود سے آگے نکل گئے) اور بریلوی حضرات بھی آپ کے ہاں مسائل دینیہ کی ضرورت کے موقعہ پہ آتے رہتے تھے۔

اشتراکِ عمل

جب کبھی اسلام کے قطعی عقائد کے خلاف کسی گوشہ سے کوئی آواز بلند ہوتی تو آپ بے قرار ہو جاتے اور حتی الوسع خود بھی فتنہ کے انسداد کی کوشش فرماتے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے اپنے مسلک کو محفوظ رکھتے ہوئے مختلف مکاتیبِ فکر کے علماء سے اشتراک فرماتے۔ مسلک کے سلسلہ میں حضرتِ والا اپنے مرشد کی طرح اس بات کے قائل تھے کہ کسی دوسرے مسلک والے کو چھیڑو نہیں اور اپنا مسلک چھوڑو نہیں۔

خدمات

دھری کی اب ہے انجمن تیرہ و تار اے حسن
باعثِ نور تو ہی بن، اوروں کو فکر ہی نہیں
دل میں لگا کے اُن کی لو، کر دے جہاں میں نشر ضو
شمعیں تو جل رہی ہیں سو، بزم میں روشنی نہیں

(خواجہ مجذوب علیہ الرحمۃ)

تدریس و تعلیم

مدرس کی حیثیت سے

تکمیل تعلیم کے بعد مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے سلسلۂ درس و تدریس ہی کو پسند فرمایا کہ محبوبِ حقیقی کی باتیں ہوں گی۔ کچھ کہیں گے، کچھ سنیں گے، کچھ سکھائیں گے اور کچھ سیکھیں گے۔ موجودہ دور کے ماہرین تعلیم پچھلی نصف صدی سے اس "اہم تریں" نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ درس و تدریس کا طریقہ ایک ایسا طریقہ ہے جس میں سکھانے والا خود بھی سیکھتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ میں اس طریقۂ کار کو (TEACHING - LEARNING - PROCESS) کا نام دیا گیا ہے۔ جس کے تحت معلّم سے مختلف جماعتوں کو دس بیس سبق دلوا کر (اوسطاً تین چار سبق فی جماعت) یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ ساری کتابوں کا ماہر ہو گیا۔ کیسی عجیب و غریب بات ہے کہ آج ہم

اس ادھورے اور ناقص طرز کی مدّاحی میں رطب اللّسان ہیں جب کہ تقریباً نوسو سال سے اسلامی نظام تعلیم کے تحت درسِ نظامی کی تکمیل کی شرط یہی رہی ہے کہ جملہ مضامین پر حاوی ہونے کے لیے ہر طالب علم کے لیے اپنے اپنے مضامین کا سبقاً سبقاً باقاعدہ از اوّل تا آخر درس دینے کے قابل اور ذی استعداد ہونا ضروری ہے۔ ہمارے نظام تعلیم میں صرف پڑھ لینا اور سند یافتہ ہو جانا کافی نہ تھا اور نہ اب ہے بلکہ کامیاب وہی ہوتا تھا اور کامیاب وہی ہے جو پڑھی ہوئی کتاب کو پڑھا بھی سکے۔

گویا جس طریقہ کو مغربی اندازِ فکر والے ماہرین تعلیم "جدید ترین تحقیق" کا نام دیتے ہیں، اسلام نہ صرف اسے صدیوں پہلے پیش کر چکا ہے بلکہ ان سے کہیں زیادہ بہتر طور پر اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اپنے گھر کی دولت کو نہ دیکھا اور ادھر ادھر نظریں دوڑاتے رہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جب ہماری اپنی دولت کو دوسرے لوگ چرا کر لے گئے اور اس پر نئے نئے خوش نما اور خوش رنگ لیبل لگا کر اور اس کی اصل خوبیوں کو مسخ کر کے ہمارے سامنے پیش کیا گیا تو ہمارے منہ سے بے اختیارانہ طور پر آفرین، صد آفرین کی صدا نکلی۔ یہ اسی مغربی طرزِ تعلیم کی برکت ہے کہ ہمارا بیشتر پڑھا لکھا طبقہ اپنی مادری زبان اور اس کی اچھائیوں سے محض اس لیے ناواقف ہے کہ ساری زندگی ایک غیر ملکی زبان سیکھنے میں گزر گئی۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ ہم اس غیر ملکی زبان میں اس لیے مہارت حاصل نہ کر سکے کہ وہ بہر صورت دوسرے ملک کی زبان تھی۔

خیر یہ تو ایک جملۂ معترضہ تھا، بات مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے درس و تدریس کی ہو رہی تھی کہ تکمیل علوم کے بعد حضرت والا علیہ الرحمۃ اسی مبارک مشغلہ کو پسند فرما کر مدرسہ نعمانیہ میں بحیثیت مدرس اپنے فرائض کی بجا آوری میں تن من دھن سے مشغول ہو گئے۔

حضرت کیا تشریف لائے مدرسہ کے لوگویا دن ہی پھر گئے۔ مدرسہ کو ایسا شفیق اور محنتی مدرس کہاں ملا تھا۔ ایسی محنت، ایسا لگاؤ۔ ایسی لگن۔ آندھی آئے یا موسلا دھار پانی برسے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا وقتِ مقررہ پر مدرسہ پہنچنا ضروری اور پھر مجال ہے کہ درس کا ناغہ

ہو۔ ساتھیوں سے حسب مراتب ادب محبت خلوص اور عقیدت کا برتاؤ۔ طلبہ پر ایسی شفقت کہ شاید والدین بھی نہ کر سکیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہر طرف مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہی کا طوطی بولنے لگا۔ جسے دیکھو دلدادہ و شیدا۔ جس پر نظر ڈالو وہ عاشق و گرویدہ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صدر مدرس کی جگہ خالی ہوتے ہی مدرسہ کی دو درس انتظامیہ نے باتفاق رائے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا اسم گرامی اس اہم جگہ کے لیے تجویز کر لیا۔

بحیثیت صدر مدرس

اس کے بعد مدرسہ کی حالت ہی بدل گئی۔ کچھ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی پُر خلوص انتھک کوششوں کے نتائج تھے اور کچھ دینِ متین کی برکات تھیں۔ دور دور سے لوگ پروانہ وار کھنچنے لگے۔ حتیٰ کہ جو طلبہ فارغ ہو گئے تھے، وہ بھی مستفیض ہونے کے لیے مختلف درسوں میں شریک ہونے لگے۔ نہ صرف شہر امرتسر میں بلکہ قرب وجوار کے سارے علاقوں میں مدرسہ نعمانیہ کا نام اعلیٰ اور معیاری تعلیم کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہو گیا۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے کم و بیش چالیس سال تک تدریس کی خدمت انجام دی۔ اس دوران میں نزدیک و دور کے صدہا طلبہ نے حضرتِ والا سے علوم فاضلہ حاصل کئے، جن میں سے بہ کثرت باقاعدہ فارغ التحصیل ہو کر جامع معقولات و منقولات ہوئے اور آج ان میں سے اکثر و بیشتر حضرات اپنی اپنی جگہ پر مقتدا کی حیثیت سے دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

طریقہ تعلیم

آج کل عام مدرسین کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی کتاب کو پڑھانے بیٹھتے ہیں تو بجائے اس کے کہ کتاب کی عبارت حل کرنے کی طرف توجہ دیں اور طلبہ کو کتاب کی عبارت کا آسان طریقہ سے مطلب سمجھائیں ساری توجہ خارجی تقریر کی طرف مبذول کر دیتے ہیں، اور تقریر بھی ایسی گنجلک ہوتی ہے، جس سے کتاب کے اصل مطلب میں بھی غلط واقع ہو جاتا ہے مگر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے درس کی کیفیت اس طریق سے بالکل

مختلف تھی۔ حضرتِ والا درس کے دوران ضرورت سے زیادہ کبھی تقریر نہ فرماتے اور اصل توجہ کتاب کے حل کرنے کی طرف ہوتی۔ پھر طلبہ سے وقتاً فوقتاً پوچھتے رہتے کہ بتلاؤ۔ کیا سمجھے۔

اگر کوئی طالب علم کتاب کی عبارت پڑھتے ہوئے اٹکتا تو اسی سے عبارت صحیح کرانے کی کوشش فرماتے۔ عبارت کے صحیح کرنے میں اگر اس کو کچھ دقت محسوس ہوتی تو صرف و نحو کے قواعد جاری کرواتے۔ پھر بھی اس سے عبارت صحیح نہ ہوتی تو دوسرے طالب علم سے فرماتے کہ تم بتلاؤ، یہ عبارت کس طرح ہے۔ غرضیکہ آپ اول وہلہ ہی میں اس کو نہ بتاتے تھے۔ حتی الامکان یہی کوشش ہوتی کہ طالب علم عبارت کو خود ہی صحیح کرلے۔ کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ جس کی صرف و نحو اچھی ہوگی، اس کو کہیں الجھن نہیں ہوسکتی۔

چونکہ حضرتِ والا کو اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی ہر ادا پسند تھی۔ اس لیے ہر چیز میں یہی کوشش فرماتے کہ بعینہٖ مرشد کے طریق پر قائم رہیں۔ حتیٰ کہ درس و تدریس کے وقت بھی اسی کی کوشش ہوتی اور سامنے ہی طلبہ کو اس طرف متوجہ فرماتے رہتے کہ دیکھو! حقیقی علم اس کا نام نہیں جو تم پڑھ رہے ہو۔ یہ تو صرف صورتِ علم ہے۔ حقیقی علم وہ ہے جو انسان کو عمل کرنے کے لیے بے چین کردے۔ نیز فرماتے کہ علم نام ہے اس نور کا، جس کے ذریعہ سے اچھے اور برے کاموں میں امتیاز پیدا ہوجائے اور یہ نور پیدا ہوتا ہے تقویٰ سے۔ لہٰذا تقویٰ پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

ایک عارفِ کامل کی شہادت

حضرت اقدس مولانا الحاج خیر محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"راقم حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے معقول اور منقول کا اس وقت سے بہت زیادہ معتقد ہوگیا جب انہوں نے ایک مرتبہ خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون میں منطق کی مشہور کتاب "حمد اللہ" کا معروف مقام مسئلہ

وجود رابطی اپنے خلف الرشید حافظ عبیداللہ صاحب سلمہ کو میرے سامنے پڑھایا اور اس مقام کو تھوڑے سے وقت میں ایسا حل فرمایا اور عبارت کو منطبق کیا کہ میں حیران رہ گیا۔"

فیض یافتگان

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے کس قدر تشنگانِ علوم نے اپنی پیاس بجھائی۔ اس کی صحیح تعداد تو حق تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مگر ان بے شمار حضرات میں سے جن معدودے چند حضرات کے اسماء گرامی ہم کو معلوم ہو سکے ہیں درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ جناب مولانا الحاج فقیر محمد صاحب مدظلہ، خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت مولینا تھانوی قدس اللہ سرہٗ۔

۲۔ حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ جناب مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی ۔خطیب جامع مسجد جناح کالونی لائلپور۔

۴۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب۔ ناظم جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان۔

۵۔ جناب مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ صدر مجلس جمعیت اہلحدیث پاکستان۔

۶۔ جناب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رح ۔ ناظم مدرسہ سراج العلوم سرگودھا۔

۷۔ جناب مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی۔ حال وارد گوجرانوالہ۔

۸۔ جناب مولانا محمد مسکین صاحب کیمبل پوری حال وارد راولپنڈی۔

۹۔ جناب مولانا عبدالغفور صاحب کلانوری، مقیم حال قصور۔

۱۰۔ جناب مولانا عبدالحمید صاحب، خطیب جامع مسجد دھرم پورہ لاہور۔

۱۱۔ جناب پیرزادہ مولانا بہارالحق صاحب قاسمی ۔خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور۔

۱۲۔ صاحبزادہ حضرت مولانا قاری عبیداللہ صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۳ ۔ صاحبزادہ جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ۔لاہور۔

۱۴ ۔ جناب مولوی محمد سرور صاحب، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۵ ۔ جناب مولینا محمد یعقوب صاحب مردانی نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۶ ۔ جناب مولینا غلام مصطفےٰ صاحب۔ مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۷ ۔ جناب مولینا حافظ قاری منظور الحق صاحب۔ خطیب جامع مسجد، سعدی پارک مزنگ، لاہور۔

۱۸ ۔ جناب صاحبزادہ مولینا حافظ محمد میاں صاحب کاندھلوی ریسرچ آفیسر محکمہ اوقاف۔

۱۹ ۔ جناب مولوی غلام حیدر صاحب کیمبل پوری۔

۲۰ ۔ جناب مولوی شفیق الرحمٰن صاحب ہزاروی۔

۲۱ ۔ جناب مولوی حکیم مظفر حسین صاحب سواتی۔

۲۲ ۔ جناب مولوی محمد رضا صاحب، آزاد قبائل۔

۲۳ ۔ جناب مولوی بحر العلوم صاحب مردانی۔

۲۴ ۔ جناب مولوی مصطفےٰ حسن صاحب کیمبل پوری۔

۲۵ ۔ جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کشمیری۔

۲۶ ۔ جناب مولوی تحسین اللہ صاحب ہزاروی۔

۲۷ ۔ جناب مولوی شیر محمد صاحب کشمیری۔

۲۸ ۔ جناب مولوی سید احمد صاحب الہ آبادی۔

۲۹ ۔ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب ہزاروی۔

۳۰ ۔ جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بلوچستانی۔

۳۱ ۔ جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ہزاروی۔

۳۲ ۔ جناب مولوی شیر محمد صاحب اعوان میانوالی۔

۳۳ - جناب مولوی محمد یوسف صاحب کیمبل پوری -
۳۴ - جناب مولوی منصب خاں صاحب مردانی -
۳۵ - جناب مولوی شائق احمد صاحب برمی -
۳۶ - جناب مولوی عبد الرشید صاحب آسامی -
۳۷ - جناب مولوی عبد الباری صاحب سرگودھوی -
۳۸ - جناب مولوی ابو بکر محمد کمال الدین صاحب نواکھالوی -
۳۹ - جناب مولوی حمید اللہ صاحب، صاحبزادہ حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ -
۴۰ - جناب مولوی محمد یونس صاحب ہزاروی -
۴۱ - جناب مولوی محمد ہاشم صاحب ملائی -
۴۲ - جناب مولوی عبد الدیان صاحب پشاوری -
۴۳ - جناب مولوی عبد الودود صاحب کیمبل پوری -
۴۴ - جناب مولوی شمس الحق خاں صاحب جلال آبادی - مدرس مدرسہ دار العلوم کراچی -
۴۵ - جناب مولوی دین احمد خاں صاحب گجراتی -
۴۶ - جناب مولوی عبد المنان صاحب کیمبل پوری -
۴۷ - جناب مولوی معین صاحب باجوڑی مردانی -
۴۸ - جناب مولوی عبید اللہ صاحب کابلی -
۴۹ - جناب مولوی محمد شریف صاحب مردانی -
۵۰ - جناب مولوی اللہ بخش صاحب سرگودھوی -
۵۱ - جناب مولوی معروف شاہ صاحب ہزاروی -
۵۲ - جناب مولوی عبد الرافع صاحب کیمبل پوری -

۵۳ - جناب مولوی امان اللہ صاحب قندھاری -

۵۴ - جناب مولوی غلام ربانی صاحب کشمیری -

۵۵ - جناب مولوی سید عبدالحق صاحب بدخشانی -

۵۶ - جناب مولوی سلطان احمد صاحب زنگونی -

۵۷ - جناب مولوی نور محمد صاحب کیمبل پوری، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور -

۵۸ - جناب مولوی نور حبیب صاحب پشاوری -

۵۹ - جناب مولوی شاہ ستار صاحب مردانی -

۶۰ - جناب مولوی فیض الرحمٰن صاحب ہزاروی -

۶۱ - جناب مولوی علی بادشاہ صاحب بنوی -

۶۲ - جناب مولوی معین الدین صاحب بنوی -

۶۳ - جناب مولوی محمد یونس صاحب لائل پوری -

۶۴ - جناب مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خانی -

۶۵ - جناب مولوی محمد زمان صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خانی -

۶۶ - جناب مولوی عبدالخالق صاحب کشمیری -

۶۷ - جناب مولوی مسعود الحق صاحب ہزاروی -

۶۸ - جناب مولوی عبدالشکور صاحب مردانی -

۶۹ - جناب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ہزاروی -

فیض یافتگان کی یہ فہرست، جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا گیا نامکمل ہے حضرت والا علیہ الرحمۃ کے جو تلامذہ حیات ہیں ان سے درخواست ہے کہ اپنے نام اور پتہ سے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ اگلی طباعت کے وقت ان کے اسمائے گرامی بھی درج فہرست کئے جاسکیں -

درسِ قرآنِ کریم

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا درسِ قرآنِ کریم آپ کی تدریس و تعلیم اور مواعظ سے نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ تدریس و تعلیم کے مخاطب تو صرف چند طلبہ اور متعلمین ہوتے تھے اور بیان صرف کتابی مضامین تک محدود ہوتا تھا۔ علومِ عربیہ وغیرہ کے قواعد اور ان کے متعلقات، اشکالات اور جوابات بیان ہوتے تھے اور عام مواعظ کبھی کبھی جمعہ اور اجتماعات میں ہوتے بخلاف درسِ قرآنِ کریم کے کہ ہر روز بعد از نمازِ صبح ہوتا تھا اور اس میں علمائے کرام، طلبائے مدارس اسلامیہ اور عوام اہلِ اسلام کا مجمع ہوتا تھا۔ اگرچہ عام مستورات کے لیے تو درس سے فیض حاصل کرنے کا انتظام نہ تھا مگر خاص خاص مستورات بھی خصوصی انتظامات کے ساتھ گاہے گاہے فیض یاب ہوتی تھیں۔

حضرتِ والا علیہ الرحمۃ کے درسِ قرآن کی کیا خصوصیات تھیں، حاضرین کو کیا دولت حاصل ہوتی تھی۔ کیسے کیسے اور کتنے حضرات فیض یاب ہوتے تھے اور کس کس انداز کے اسرار و رموز اور دقائق بیان فرمائے جاتے تھے۔ اندازِ بیان کتنا سلجھا ہوا اور دل آزاری سے پاک اور صاف اور دور از کار اور زائد چیزوں سے خالی ہوتا تھا اور کس خلوص اور قلبِ مبارک کی گہرائی سے نکلے ہوئے الفاظ ہوتے تھے اس کی حقیقت سامعین اور حاضرین ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اور دنیاوی اغراضِ خبیثہ سے دور اور پاک و مقدس ہوتا تھا جس میں شائبہ بھی ایسی چیزوں کا نہ تھا۔ یہ درس پوری پابندی اور استقامت کے ساتھ حضرتِ والا کی آخیر عمر شریف تک چلتا رہا۔ کئی داخلی اور خارجی موانع پیش آئے، مگر حضرتِ والا نے کسی رکاوٹ اور مانع کی پرواہ نہ فرماتے ہوئے جب تک طاقت رہی اپنے محبوب جل شانہٗ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے میں فرق نہ آنے دیا۔

شکر للہ کہ نمردیم و رسیدیم بدوست
آفریں باد بریں ہمتِ مردانۂ ما

ہزار ہا رحمتوں اور عنایاتِ الٰہیہ کی بارشیں ہوں اس روح پاک پر اور اس کے مزار اقدس پر جس نے اپنے محبوب سے کئے ہوئے عہد کو جب تک جان میں جان رہی بارش ہو یا آندھی، سردی ہو یا گرمی، دکھ ہو یا سکھ، دور سے آنا ہو یا نزدیک سے، پورا کر دکھایا۔ اے وہ مقدس ہستی جس نے محبت کا حق ادا کرنے میں اور اپنے محبوب جل شانہٗ کی رضا کی جستجو میں تمام عمر صرف کر دی، اب آپ اپنے محبوب کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ ہم سب دعا گو ہیں کہ آپ کو اجرِ عظیم اور صلاتِ جزیلہ سے نوازا جائے اور تمام درجاتِ قرب نصیب ہوں اور ہم خدام کو بھی آپ کے طفیل موت اور قبر اور قیامت کے خطرات سے نجات ہو۔ آمین ثم آمین۔

تاریخ درسِ قرآن

حضرتِ والا نے سب سے پہلے کٹڑہ مہان سنگھ کی مسجد میں درسِ قرآن مجید بعد از نماز فجر شروع فرمایا۔ معقولات و منقولات کی تدریس و تعلیم بھی مدرسہ نعمانیہ میں ساتھ ہی ساتھ چلتی رہی جس کی اس سے قبل ابتدا فرما چکے تھے۔ کچھ مدت کے بعد تقریباً ۲۵-۱۹۲۴ء مطابق ۴۳-۱۳۴۲ھ کو پرانے جیل خانے والی مسجد میں درسِ قرآنِ کریم منتقل ہو گیا اور ۱۹۳۰ء ۱۳۴۹ھ تک تقریباً پانچ چھ سال اسی جگہ یہ درس جاری رہا۔ اس کے بعد ۱۹۳۰ء ۱۳۴۹ھ سے ۱۹۴۷ء ۱۳۶۶ھ تک مسجد نور، چڑہ منڈی میں سترہ سال تک درس کا یہ فیض جاری رہا۔

پاکستان بن جانے کے بعد جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں نو دس سال تک جب تک طاقت و قوت رہی یہ درسِ قرآنِ کریم جاری رہا۔ جب مکان کے بالائی حصہ سے جس میں آپ کا قیام تھا نیچے اترنے کی طاقت نہ رہی تو احباب اور خدام نے عرض کیا کہ آپ

اوپر ہی تشریف رکھیں ۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ آواز آپ کی نیچے پہنچ جائے گی ۔ ہم اوپر ہی آلۂ مکبر الصوت کا انتظام کردیں گے ۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ سامعین کے سامنے ہونے اور دیکھنے سے مضامین کی آمد ہوتی ہے ۔ صورتوں اور چہروں میں بھی حق تعالیٰ اجل شانہ نے بڑی کشش رکھی ہے ۔ اگر آپ حضرات سامنے تشریف فرما نہ ہوں گے تو درس میں کیا مزہ آئے گا اور درس چل کس طرح سکے گا ۔ یہ ارشاد فرما کر درس بند کردیا اور یہ فیض جو کٹڑہ مہان سنگھ امرتسر سے شروع ہوا تھا اور جس کی کل مدت تقریباً پینتیس سال ہوتی ہے ۔ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا ۔ جامع مسجد نیلا گنبد میں جمعہ کے موقعہ پر جو وعظ مبارک ہوتا تھا اس کو بھی اسی دوران کچھ تھوڑا سا آگے پیچھے بوجہ کمزوری اور ضعف کے مجبوراً بند کرنا پڑا ۔ اب صرف ظہر اور عصر کے درمیان جو ملفوظات مبارکہ کا سلسلہ تھا وہ باقی رہ گیا جو آخیر وقت یعنی وصال شریف تک جاری رہا ۔

انداز بیان

انداز بیان اور طریقۂ تفہیم بے حد دل پسند اور شیریں تھا ۔ بہت آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر ارشاد فرماتے ۔ جس مضمون کے دہرانے کی ضرورت ہوتی دوبارہ سہ بارہ ارشاد فرماتے ۔ عنوان اور الفاظ بھی بہت آسان ہوتے جو سامعین کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ۔ نہ تو جلدی جلدی ارشاد فرمانے کی عادت مبارکہ تھی نہ مشکل الفاظ استعمال فرماتے کہ سمجھنے میں رکاوٹ ہو ۔ نہ طرز بیان غیر مانوس ہوتا تھا کہ حاضرین محظوظ نہ ہوسکیں ۔ مشکل سے مشکل مضامین بھی ایسے طرز سے بیان فرماتے کہ کم استعداد حضرات بھی سمجھ لیتے ۔ آپ کا بیان مبارک مخالفین کی دلآزاری سے بالکل خالی ہوتا ۔ اختلافی مسائل کے بیان میں بھی کسی دوسرے مسلک والے کو شکایت کا موقعہ نہ دیتے ۔ ایک دفعہ فاتحہ خلف الامام کی بحث ایسے انداز سے بیان فرمائی کہ مخالف بھی اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے ۔ بلاضرورت اختلافی مسائل سے اجتناب فرماتے تاکہ بلاوجہ کسی کی دلآزاری نہ ہو ۔ اسی وجہ سے مخالف و موافق سب درس شریف میں شامل ہوتے ۔ بریلوی حضرات کے علاوہ

اہلِ حدیث مسلک والے بھی جن کی امرتسر میں کثرت تھی درس میں شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ اپنے درسِ شریف کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ جب میں تھانہ بھون سے واپس آتا تو اہلحدیث حضرات اور علماء وغیرہ درس میں بہت شامل ہوتے اور کہتے کہ اب یہ بھر ابھر آیا ہے چلو ہم بھی ایسے مضامینِ عالیہ سے فیض یاب ہوں اور اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ رہیں۔ ایک بار ارشاد فرمایا کہ میں ایک مجمع میں بیان کر رہا تھا کہ اللہ جل شانہ کا برتاؤ ہر مسلمان کے ساتھ شفقت اور رحم کا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر ناگوار بھی معلوم ہو۔ اس بیان کے دوران میں نے حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد[ع] مبارک نقل کیا کہ حق تعالیٰ جل شانہ ہر مسلمان میں جو تصرف بھی کریں گو کتنا ہی ناگوار ہو یقین کرنا فرض ہے کہ میری اس میں خیر ہے۔ اس مجمع میں ایک اہلحدیث عالم بھی تھے جو کسی پریشانی میں مبتلا تھے، کہنے لگے:

"مولوی صاحب آپ نے میرے سر سے غم کا پہاڑ اتار دیا ہے۔ اس ارشاد مبارک سے میرا غم تمام دور ہو گیا"

وہ صاحبِ حال تھے۔ ان کو اس کی قدر ہوئی، جس پر یہ حال وارد نہ ہوا اس کو کیا قدر۔ دوا کی قدر مریض کو ہوتی ہے۔ تندرست دوا کی قدر کو کیا جانے۔

اسرار و رموز

درسِ قرآنِ کریم کے دوران ایسے ایسے دقائق اور نکاتِ علمیہ بیان ہوتے کہ غزالی رح اور رازی رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہوتے تو شاید عش عش کرنے لگتے۔ کئی روز تک .... اعوذ باللہ پر بحث ہوئی۔ پورا ایک ہفتہ بسم اللہ شریف پر درس چلتا رہا۔ تین ماہ میں سورۂ فاتحہ شریف ختم ہوئی۔

ع جو یہ اپنے خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لکھا تھا جب کہ انہوں نے اپنے بچے کی بیماری کی اطلاع دے کر دعا چاہی تھی اور یہ خط بچے کے انتقال کے بعد جب جنازہ قبرستان لے جا رہے تھے تو راستہ میں تار آگیا اس وقت ڈاکیہ نے خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا ۱۲ تعلیل

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دوزخ کی آگ ایک ہزار برس جلاکر تیز کی گئی تو رنگت سرخ رہی۔ پھر ہزار برس جلائی گئی تو سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی تو حاصل یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ کو تین ہزار برس جلاکر تیز کیا گیا ہے اور اب اس کی رنگت بالکل سیاہ ہے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ آج کے سائنس دانوں کی بھی یہی تحقیق ہے۔ جو بات جناب نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو برس پہلے ارشاد فرمادی تھی ان لوگوں کی تحقیق اب وہاں تک پہنچ سکی ہے کہ تین ہزار برس لگاتار جلانے سے آگ کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے پہلے ہزار سال کے بعد سرخ، دوسرے ہزار سال کے بعد سفید اور پھر سیاہ۔

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ احقر گوجرانوالہ سے زیارت کے لیے نیلا گنبد جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا۔ اس روز سورۂ بنی اسرائیل کے شروع میں معراج شریف کا بیان ہو رہا تھا۔ دورانِ بیان ارشاد فرمایا کہ یہاں چار علوم کا تعلق ہے اور اس جگہ ان چاروں علموں کے مسائل کی طرف اشارہ ہے۔ ان میں ایک علم کلام ہے۔ اس علم کا مسئلہ یہاں ہے کہ مسجدِ حرام سے لے کر مسجدِ اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لیلۃ المعراج میں تشریف لے جانا، جس کو اسریٰ بولا جاتا ہے یہ قطعی اور یقینی ہے اس کا عقیدہ رکھنا فرض ہے اور منکر اس کا کافر دائرۂ اسلام سے خارج ہے دوسرا علم جس کا یہاں تعلق ہے وہ علم ریاضی ہے اس کا تعلق یہاں ہے کہ قرآن مجید نے "لیلاً" کا کلمہ ارشاد فرمایا ہے جو تنوین تنکیر کے ساتھ ہے جس سے قلت نکلتی ہے یعنی رات کے قلیل حصے کے اندر معراج شریف کا واقعہ ہوا حق تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے تھوڑے سے وقت میں سیر کرائی ہے۔ باقی سیر رات کے وقت میں نہیں ہوئی کیونکہ رات اوپر ختم ہوگئی تھی۔ علم ریاضی کا قاعدہ ہے کہ رات نام ہے زمین کے سایہ کا جو سایہ باون[۵۲] میل اوپر جاکر ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے اوپر رات ہے ہی نہیں تو معراج شریف صرف باون[۵۲] میل تک رات میں ہوا۔ اس سے اوپر کی سیر رات میں نہیں

لہ آج اس کی تصدیق خلانوردوں کے سفر سے بآسانی کی جاسکتی ہے کہ باون میل کی بلندی سے

تھی کیونکہ اس کے اوپر رات نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن کریم نے لفظ "لیلاً" کا ذکر فرما کر یہ بتلا یا کہ اس سیر کا معمولی سا حصہ رات میں ہوا، باقی تمام سیر رات میں نہیں ہوئی۔ رات نیچے ہی ختم ہو گئی تھی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رات کے میدان سے بہت اوپر چلے گئے تھے۔

غالباً اس دن درس شریف صرف اتنے ہی بیان پر ختم ہو گیا تھا۔ افسوس کہ دوسرے دن احقر واپس چلا آیا اور بقایا مضامین اور جمیع مالہ وما علیہ سننے سے محروم رہا۔ احقر کو ویسے بھی درس شریف میں حاضری کا بہت کم موقع ملا ہے۔ افسوس کہ اتنی قدر بھی نہ تھی۔ تمام عمر میں صرف چند مرتبہ درس شریف میں حاضر ہوا ہوں۔"

حضرت موصوف مزید فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے درس کے مضامین حاضرین و سامعین میں سے کسی نے باقاعدہ ضبط نہیں کئے، جنہوں نے قدرے قلیل لکھوں میں سے دو چار ضبط کئے بھی ہیں تو وہ نیچے اور بلند پایہ مضامین ان کے قابو میں نہیں آسکے۔ احقر کو تو یاد نہیں کہ مواد کی کاپیوں سے ایک میں بھی بلند پایہ مضمون اور علمی نکتہ اور باریکی ملی ہو حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درس میں لطائف، دقائق اور نکات کے انبار ہوتے تھے۔ کاش کہ صاحبِ علم حضرات میں سے کوئی باقاعدہ ضبط کرنے کا اہتمام کرتا۔"

خلوص

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے خلوص کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ارشاد فرمایا کہ:

"ایک مرتبہ میں نے حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کی خدمت میں خط لکھا کہ درس کے متعلق وساوس آتے ہیں کہ تیرے درس سے لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے لوگ بہت پسند کرتے ہیں، نکتہ آفرینیوں پر شامل ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ وساوس اور خیالات خلوص اور رضائے حق جل شانہ کے خلاف ہیں، اس سے

(بقیہ حاشیہ) زمین پر کہیں نہ کہیں سورج چمکتا نظر آتا ہے جب سورج نظر آ گئے تو رات کب رہی۔

مجھے کیا فائدہ، درس کو بند کر دینا چاہیئے۔ جب عمل میں اخلاص نہ ہو تو اس کا کرنا نہ کرنا برابر ہے"

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے تھے کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جواب آیا کہ:

"اگر کوئی اور درس دینے اور حق بات بتلانے والا ہوتا تو تمہارا درس بند کر دینا گوارا۔ مگر بریں صورت بند کرنا تو مناسب نہیں۔ تم درس ختم کرنے کے بعد استغفار کر لیا کرو"

اس سے حضرت والا کے اخلاص کا پتہ چلتا ہے کہ کتنا بلند تھا کہ رضائے حق کے خلاف وسوسہ، تصور اور خیال تک کو برداشت نہیں فرمایا۔ سبحان اللہ! کیا شان تھی خلوص نیت کی۔

محترم حکیم محمد علی صاحب امرتسری مقیم گوجرانوالہ نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ حضرت قدس سرہ نے (اس وسوسہ کے باعث) درس بند فرما دیا تھا۔ ہم لوگوں نے تھانہ بھون حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں خط لکھے کہ ہم سامعین درس کے فیض سے محروم ہو گئے ہیں، ہمارے عرض کرنے سے تو درس جاری نہیں فرماتے آپ ارشاد فرما دیں کہ اس فیض کو جاری رکھیں۔ گویا اتنا لمبا واقعہ اخلاص نہ ہونے کے شبہ پر پیش آیا۔ اپنی ذات مبارک کے متعلق احتیاط زیادہ ملحوظ رہی۔ آپ اپنے عزیزوں کو بھی اس کا پابند کرنے کی کوشش فرماتے۔ ایک بار رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں آپ چونکہ تھانہ بھون شریف میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ وہاں سے مولانا قاری عبید اللہ صاحب کو خط لکھا (وہ جامع مسجد خیر الدین میں تراویح میں قرآن مجید سنا رہے تھے اور قرآن مجید رات کو ختم ہوتا تھا) کہ نماز ختم کر کے دعا سے بھی پہلے بغیر اطلاع کئے چلے آنا۔ گمان ہوتا ہے کہ یہ بھی تحریر فرمایا:

"وتر کی نماز بھی وہاں نہ پڑھنا کہ شاید لینے دینے کا سلسلہ چل پڑے اور تمہارے دل میں حرص پیدا ہو اور خلوص میں فرق آ جائے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ والا علیہ الرحمۃ کو کتنا خیال تھا کہ اولاد کا بھی کوئی عمل اخلاص اور للہیت سے خالی نہ ہو چہ جائیکہ اپنا عمل۔ اسی خلوص کی برکت تھی کہ حضرتِ والا علیہ الرحمۃ خود ارشاد فرماتے تھے کہ:

"ہر مسلک کے علماء یہ شہر لحاظ اور قدر کرتے ہیں اور اللہ جل شانہ نے ہر ایک کے دل میں عزت اور احترام ڈال دیا ہے۔ (علمائے کرام کے نام بھی ذکر فرمائے تھے)۔

جو کچھ ارشاد فرماتے پوری دیانت اور خلوص کے ساتھ۔ دوسروں کو بھی اسی کی نصیحت کرتے اور خود بھی کاربند ہوتے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

"واعظ کو یہ نیت کرنا چاہیئے کہ میرے وعظ سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور سامعین کے لیے نافع ہو۔ بس اسی نیت کے ساتھ وعظ کہنا چاہیئے"

(من القول العزیز حصۂ دوم)

ارشاد فرماتے کہ لوگ کہتے ہیں، جلسہ بڑا کامیاب ہوا کہ اتنا چندہ ہوگیا۔ یہ کوئی کامیابی نہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ بڑا کامیاب جلسہ تھا کہ اتنا اتنا مجمع تھا۔ یہ بھی کوئی کامیابی کی بات نہیں اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جلسہ کامیاب تھا کہ لوگ روتے تھے اور وعظ کے بیان پر عش عش کرتے تھے۔ یہ بھی کوئی کامیابی ہے؟ اور لوگ کہتے ہیں کہ جلسہ کامیاب ہوا کہ حکام وقت اور امراء بڑے بڑے شامل تھے وغیرہ وغیرہ۔ اصل کامیابی جو مقصود ہے وہ تو یہ ہے کہ اللہ جل شانہ راضی ہو جائیں۔ واعظ کا اپنا بھی دینی فائدہ ہو اور لوگ بھی آخرت کا فکر اور اپنے دین کی درستی کی دُھن اور جذبہ لے کر جائیں۔

حضرت مولٰنا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ احقر خدمت میں حاضر تھا۔ دو بڑے عالم، مدرس اور واعظ دس گیارہ بجے جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی عمارت میں خدمتِ اقدس میں کرسیوں پر تشریف فرما

تھے۔ حضرت والا علیہ الرحمۃ ان کو سمجھا رہے تھے کہ تم لوگ بہت سے لوگوں کو وعظ کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں صرف ایک کو وعظ کہو کہ وہ سامع تم خود ہو۔ تم خود ٹھیک ہو گئے اور تمہارے اندر اخلاص پیدا ہو گیا اور رضائے الٰہی کے حاصل کرنے کا جذبہ اور تڑپ دل میں گھر کر گئی، تب ہی لوگوں کو تمہارے وعظ سے دینی نفع ہو گا۔ خالی گفتگو میں کیا رکھا ہے، جب تک اخلاص اور رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ دل میں نہ ہو۔"

بات طویل ہو گئی ہے۔ بس ایک واقعہ پیش کر کے اس بیان کو ختم کرتا ہوں۔ آپ اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت والا علیہ الرحمۃ کے قلب مبارک میں کس قدر اخلاص تھا اور رضائے حق تعالیٰ جل شانہ کی کتنی قدر تھی اور اس کے لیے کیسے مرمٹے تھے۔

صاحب "تذکرۂ حسن" حکیم محمد علی صاحب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ پہلی مرتبہ دس سال میں قرآن مجید ختم ہوا۔ ہم نے اس خوشی میں ایک جلسہ کا انتظام کیا دیوبند سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم العالی اور دیگر بہت سے علمائے کرام کو دعوت دی گئی۔ سامعین نے اپنی خوشی سے سینکڑوں روپے جمع کر کے کچھ مٹھائی کا انتظام کیا اور ایک کثیر رقم حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے رکھ لی گئی۔ چنانچہ اختتام جلسہ پر جب وہ رقم پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا "میں نے خوشنودیٔ مولا جل وعلا شانہ کے لیے درس دیا ہے، دنیاوی معاوضہ کی نہ تو میری غرض تھی اور نہ ہی میں لینا چاہتا ہوں اور نہ ہی آپ کو اصرار کرنا چاہیے۔"

آخر وہ رقم مدرسہ نعمانیہ کے غریب طلبہ کے لیے وظائف فنڈ میں داخل کر دی گئی۔ میں نے دراوی نے کئی درس سنے ہیں لیکن جو چاشنی اور لذت حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں دیکھی گئی کسی اور درس میں نظر نہ آئی۔ تقسیم ملک کے بعد مجھے جائیداد کی محرومی کا

اتنا صدمہ نہیں تھا جتنا کہ اس درس سے محرومی کا صدمہ تھا۔ نہ صرف میں بلکہ میرے اور بہت سے احباب بھی اس صدمہ میں میرے ساتھ شریک پائے گئے۔ (انتہی)

پُر از تاثیر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے درس قرآن کریم کا رنگ کیا ہوتا تھا اور سامعین کیا تاثرات لے کر اُٹھتے تھے، اس کو پوری طرح تو وہی حضرات جانتے ہیں، جن کو درس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہو کر درس شریف میں کیسے انوار اور برکات ہوتے تھے اور حاضرین کے دلوں کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ جن کو کبھی حاضری کی توفیق نہیں ہوئی، وہ الفاظ اور بیان سے اس پُر انوار مجلس شریف کا نقشہ ذہن میں نہیں لا سکتے۔ بقولِ شاعر ؎

گر مصوّر صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

مگر بقول قائل مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ کچھ نہ کچھ تو بیان ہونا چاہیئے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے درس میں ہر آدمی یہ خیال کرتا تھا کہ درس میں جو کچھ فرمایا جا رہا ہے گویا سب میرے لیے ہے۔ میرے عیوب پر گرفت ہو رہی ہے۔ اور میرے ہی لیے امراض قلبیہ کے علاج تجویز فرمائے جا رہے ہیں، اور مجھے ہی گناہوں سے توبہ کرنے پر ابھارا جا رہا ہے، اور میرے ہی لیے جنت میں جانے کا سامان ہو رہا ہے۔

اور مجمع پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ حاضرین کی خوفِ الٰہی سے چیخیں نکل جاتیں۔ کتنے ہی تڑپنے لگتے۔ کوئی عذابِ آخرت کی وعیدات سن کر ڈر کی وجہ سے سسکیاں بھر بھر کے روتے اور کئی جنت اور انعاماتِ الٰہیہ کی بشارتیں سن کر خوشی کے باعث ہنس پڑتے۔ الغرض کیا شان ہوگی اس پُر انوار و پُر برکات مجلس کی۔ جن حضرات کو ان مجالس مبارکہ میں حاضری کی توفیق ملی وہ بڑے سعادت مند تھے اور جو محروم رہے، وہ اب سوائے افسوس کے اور کیا کر سکتے ہیں ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب　　　　بوئے گل را از کہ جوئیم جز گلاب

اور سہ

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　　　تہی خم خانہا کردند و رفتند

اب تو بس "آں قدح بشکست وآں ساقی نماند" والی بات ہے کہ نہ ساقی رہا نہ میخوار۔ نہ وہ مے نوشی کی مجلسیں رہیں۔ اب ہزار کوشش سے بھی اس زمانے کو واپس نہیں لایا جا سکتا۔ اور لاکھ منتیں سماجتیں بھی کریں، گزشتہ ایام واپس نہیں آسکتے اور بادِ صرصر کے مٹائے ہوئے نقوش اُبھر نہیں سکتے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہ رات کی گاڑی سے مسجد نور امرتسر میں صبح درس کے وقت پہنچے۔ رمضان المبارک کے ایام تھے۔ اور گرمی کا موسم تھا۔ کچھ بوندا باندی دوران درس ہی شروع ہو گئی تھی۔ درس میں غالباً سورۃ الرحمٰن چل رہی تھی۔ مسجد نور کا باہر کا صحن کھچا کھچ حاضرین سے پُر تھا۔ کچھ مسجد کے اندر بھی تھے۔ جن کو باہر جگہ نہیں مل سکی۔ کچھ لوگ وضو کی ٹونٹیوں پر بیٹھے تھے۔ بارش شروع ہو جانے کے باوجود مجال ہے کہ کوئی اپنی جگہ سے کھسکا ہو۔ بس ہر ایک کو یہی خیال تھا کہ اگر توجہ دوسری طرف ہٹے گی تو کتنی بڑی دولت سے محرومی ہو جائے گی۔ اس مجلس مبارک کا عجیب و غریب نقشہ تھا۔ مولینا موصوف فرماتے ہیں کہ:

"احقر اخیر میں مجلس مبارک میں پہنچا مگر محبوب کی یہ مجلس پُر انوار آج تک نہیں بھولی۔ باوجود دور ہونے کے یہ نقشہ ذہن سے محو نہیں ہو سکا۔ تقریباً پچیس[25] تیس[30] سال پہلے کی یہ بات ہے۔ بقول حکیم محمد علی صاحب امرتسری ہزاروں امرتسر کے مہاجرین اس بات کے گواہ اور شاہد ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ کا درس قرون اولیٰ کے فقہا و علمائے کرام اور صلحا و اولیا۔ متقدمین رحمہم اللہ اجمعین کی مجالس کا نمونہ تھا حق تعالیٰ نے وہ شیرینی اور تاثیر بخشی تھی کہ بقول مولانا روم علیہ الرحمۃ سہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود　　　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

محبوب کے محاسن کہاں تک، کوئی بیان کرے، بس اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اور اس کے بعد حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی قرآن فہمی، اندازِ بیان، نکتہ آفرینی اور پُرتاثیری کے متعلق ملفوظات حاصل ہو سکی ہیں۔ ان میں سے چالیس مثالوں کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ یہ ارشادات وہ ہیں جو دورانِ گفتگو زبانِ فیض ترجمان سے ادا ہوئے اور اسی امر سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب روزمرہ کی عام گفتگو میں ایسے ایسے نکات بیان ہوتے تھے تو درس میں کیا کچھ نہیں ہوتا ہوگا۔ نیز ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ یہ حکمت اور یہ معنی آفرینی بغیر کسی اللہ والے کے سامنے اپنے آپ کو پامال کئے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول لسان العصر اکبر الہ آبادی ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

۱۔ فرمایا۔ "فرعون کے جادوگروں میں ادب پایا جاتا تھا اسی لیے نورِ ایمان سے منور ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بے ادب تھی۔ چنانچہ

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (الآیہ پ سورۂ بقرہ۔ رکوع ۶)

حاصل یہ ہے کہ ہم تمہارا ہرگز اعتبار نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ ہم حق تعالیٰ کو سامنے دیکھ لیں اور وہ فرما دیویں کہ یہ میرے پیغمبر ہیں اور سچ فرماتے ہیں۔ کتنی بے ادبی کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس طرح گستاخی کا کلمہ کہہ دیا اور یہ کہا کہ ہم تمہارا اعتبار نہیں کر سکتے اور پھر لَنْ یعنی تاکید کے ساتھ کہا کہ ہرگز اعتبار نہ کریں گے۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ لام کے ساتھ کہا۔ ہمارے محاورہ میں موزوں ترجمہ یہ ہے کہ جب لام ہو تو اعتبار کا معنیٰ لیا جاوے اور جب با ہو تو جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ (ایمان لایا اللہ پر یعنی یقین کیا) اس وقت یقین کے معنی موزوں اور مناسب ہوتے ہیں۔ قومِ موسیٰؑ کی اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بے ادبی کا ذکر کرتے ہوئے حق تعالیٰ

جل شانہٗ اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ○ (سورۂ مائدہ رکوع ۴)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم عمالقہ سے جہاد کا حکم فرمایا تھا اسے سن کران کی قوم نے کہا کہ جائیے آپ اور آپ کا رب جہاد کریں۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ یہ جو بڑی گستاخی کا جواب ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ کا ان پر یہ عتاب ہوا کہ چالیس سال ان کو تیہ کے میدان میں رکھا۔ اس طرح کہ صبح سے شام تک وہاں سے نکلنے کے لیے چلتے مگر شام کو وہیں کے وہیں پہنچ جاتے۔ راستہ نہ ملتا۔ (من القول العزیز)

۲۔ فرمایا: "اہلِ دنیا کی غفلت اصحاب کہف کی نیند کی طرح ہے۔ جیسے ان کو سوتے ہوئے پتہ نہ چلا کہ کتنا وقت سوتے ہیں گزر گیا ایسے ہی اہلِ دنیا کو غفلت کی وجہ سے پتہ نہیں چل رہا کہ کتنا وقت ضائع جا رہا ہے۔ ہاں اصحاب کہف کی نیند غیر اختیاری تھی اس واسطے ان پر کوئی گرفت نہ ہوگی اور نہ کوئی صدمہ ہوگا بخلاف اہلِ دنیا کے کہ سخت گرفت بھی ہوگی اور ندامت اور افسوس بھی ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہ شعر بھی پڑھا۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

اور اس کی تشریح میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ نقل فرمایا جو تفسیر روح المعانی نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی سلطنت عطا فرمائی تھی کہ اس کی نظیر نہیں۔ چنانچہ جس وقت ان کا دربار ہوتا تو تختِ شاہی اتنا وسیع تھا کہ اس پر تقریباً چھ لاکھ کرسیاں سونے اور چاندی کی بچھی جاتیں۔ جن پر حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس وقت کے حضرات انبیاء علیہم السلام اکے صحابۂ کرام اور علماء و صلحاء اور امراء و وزراء بیٹھتے۔ پھر پرندوں کو حکم ہوتا کہ اس پر اپنے پروں سے سایہ کریں۔ اور ہوا کو جاسوسی کا کام سپرد تھا کہ روئے زمین پر جہاں کہیں ہمارے سے متعلق کوئی بات کہی جاتی ہے۔ اس کو پہنچا دو۔ اور جب تخت

پر دربار منعقد ہوتا تو ہوا کو حکم دیا جاتا کہ اس کو لے کر اڑے، چنانچہ ہوا اسکو لے کر اڑتی ایک بڑی شان وشوکت کے
ساتھ آپ کا تخت رواں جارہا تھا کہ کسی شخص نے دیکھ کر تعجب سے کہا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا اُوْتِیَ آلُ دَاوٗدَ

سبحان اللہ خاندانِ داؤد کو اللہ تعالیٰ نے کیا کچھ دیا ہے۔

ہوا نے فوراً حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس شخص کی یہ بات پہنچا دی۔
آپ نے اس کو بلوایا اور پوچھا۔

"تم نے ہمارے بارے میں کیا کہا؟"

وہ شخص کچھ ڈر گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو تسلی دی۔ اس نے عرض کیا "میں
نے آپ کا ساز وسامان اور شان وشوکت دیکھی اور اس پر یہ کہا "سبحان اللہ ما اوتی
آلِ داؤد"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

"لَتَسْبِیْحَۃٌ وَّاحِدَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا اُوْتِیَ آلُ دَاوٗدَ"

یقیناً ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری تمام سلطنت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

معنی یہ کہ تو نے میری سلطنت اور جاہ وحشم کو تو دیکھا اور اپنے اس کلمہ کو نہ دیکھا جو تیری
زبان سے نکلا یعنی "سبحان اللہ" کہ یہ کلمہ تمام دنیا وما فیہا سے عند اللہ بہتر ہے۔
اب انسان گھڑی لے کر بیٹھ جائے اور دیکھے کہ ایک منٹ میں کتنی بار سبحان اللہ کہہ
سکتا ہے؟ اور جب ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کی یہ قیمت ہے تو انسان اپنا کتنا نقصان
کر رہا ہے۔ اس کا پتہ تو انسان کو مرنے کے بعد چلے گا کہ غفلت میں گزرا ہوا وقت اس
کے لیے کس قدر حسرت کا باعث ہوا۔

(من القول العزیز اول)

۳۔ سورۂ عصر کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ

قسم ہے زمانے کی بے شک سب انسان خسارے میں ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفی خسر کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ "انسان خسارے میں گھرا ہوا ہے" لفی خسر فرمایا۔ لَفِیْہِ یا لَہٗ خُسْرٌ نہیں فرمایا۔ والعصر ان الانسان لفی خسر یعنی "قسم ہے وقت کی" یہ قسم قائم مقام گواہ کے ہے اور فرمایا "خسر" اس خسارے اور نقصان کو کہتے ہیں "جو راس المال میں ہو" یعنی ہم نے تم کو راس المال بتا دیا۔ سرمایہ دیا جو کہ وقت اور زمانہ ہے اور تم نے اسے ضائع کر دیا۔" (من القول العزیز اول)

۴۔ فرمایا: "عالم ارواح میں توحید کا اقرار حق تعالیٰ نے سب سے کرایا جو بعد میں بھول گئے حضرات انبیاء کرام ع نے آکر اس اقرار کو یاد کرایا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسی لیے حکم ہے کہ اس کے کان میں اذان کی آواز پھونکو تاکہ اس کو اقرار شروع میں ہی یاد آجائے۔

(من القول العزیز اول)

۵۔ الحمد للہ کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ لام استغراق کا ہے یعنی کل تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اس کی وضاحت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی کی بھی تعریف ہو وہ در اصل حق تعالیٰ ہی کی تعریف ہے کیونکہ جس میں جو بھی کمال ہے وہ اصل میں حق تعالیٰ کا پرتو ہے۔ (من القول العزیز اول)

۶۔ فرمایا "علم کے حقیقی معنی لوگوں نے نہیں سمجھے۔ ملا حسن وغیرہ نے علم کے معنی بیان کئے ہیں "صورت حاصلہ" بعض نے کہا "علم ان شعاعوں کا نام ہے جو صورت حاصلہ کے بعد ذہن میں آتی ہیں" بعضوں نے علم کی اور بھی تعریف کی ہے۔ لیکن یہ سب ظاہری معنی ہیں۔ بقول حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ "اصل علم نام اس پہچان کا ہے جو عمل کے لیے بے چین کر دے۔ یہ علم حال سے پیدا ہوتا ہے اور حال پیدا ہوتا ہے صحبت اہل اللہ سے، چنانچہ

۱ فَفِرُّوا إِلَى اللّٰہِ	اللہ کی طرف بھاگو۔
۲۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ	نیک کاموں میں سبقت کرو۔
۳۔ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ	دوڑتے ہیں نیک کاموں میں۔

قرآن مجید کے اس طرح کے کلمات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ عمل کے لیے بے چینی ہونی چاہیئے۔ (من القول العزیز اول)

۷۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ۔ (سورۂ بلد)

ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا "حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مشقت سے کیوں گھبراتے ہو۔ فانی عیش کیوں چاہتے ہو۔ ہم نے تو تم کو ابدی عیش دینے کے لیے پیدا ہی مشقت میں کیا ہے تاکہ چند روزہ زندگی میں تھوڑی سی مشقت برداشت کرکے ہمیشہ کا عیش حاصل کرو۔ ع

چند شب گریہ بکن باقی بخند (من القول العزیز اول)

۸۔ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (سورۂ صف۔ رکوع ۱)

(اے مسلمانو) کیوں کہتے ہو ایسی بات جو نہیں کرتے تم۔

کی تفسیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے ترکِ دعویٰ مقصود ہے ترکِ دعوت مقصود نہیں۔ لوگ اس آیت مبارکہ کو اس پر دلیل بناتے ہیں کہ جب خود عمل نہ کرے تو نیکی کی تبلیغ بھی نہ کرے یہ غلط ہے کیونکہ یہ آیت ترکِ دعویٰ کے لیے ہے نہ کہ ترکِ تبلیغ کے لیے۔ (من القول العزیز اول)

۹۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰہِ رِزْقُهَا۔ (سورہ ہود۔ رکوع ۱)

اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اس کی روزی۔

فرمایا "إِلَّا عَلَى اللّٰہِ الرِّزْقُ" نہیں فرمایا یعنی رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا

"ورزق اس کا" یعنی جو اس کے لیے مقدر ہے۔ رزق کو اگر بلا ضمیر فرماتے تو یقینی طور پر رزق دینا لازم ہو جاتا ہے، پھر فاقوں کی نوبت نہ آتی۔ تو اب مفہوم یہ ہوا کہ جو اس کا مقدر رزق ہے چاہے کم ہو چاہے زیادہ، وہ اس کو ضرور دیا کرتا ہے گا۔

(من القول العزیز اوّل)

۱۰۔ ایک دفعہ

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ ملک رکوع ۱)

اللہ نے موت اور حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون بہتر ہے باعتبار عمل کے۔ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ امتحان لینے والے وہ ہیں اور دینے والے ہم ہیں۔ ممتحن کوئی معمولی ہستی نہیں ہے بلکہ

يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ (الحدیث) | وہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔

لہٰذا یہ امتحان کوئی معمولی امتحان نہیں ہے بلکہ بڑا سخت امتحان ہے۔ پھر تیاری بھی اس کے لیے بہت ہی چاہیئے۔

(من القول العزیز اوّل)

۱۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے:۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (سورہ ن رکوع ۱)

آپ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔

تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "سلوک کی تعلیم کا تو دکاندار پیروں کو پتہ نہیں اور اچھے لوگوں میں سے بھی کم ہی کسی کو اس کی صحیح حقیقت معلوم ہے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل سلوک اصلاحِ اخلاق کا نام ہے اور یہ اس قدر بڑی دولت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمائی جا رہی ہے۔ کشف و کرامت اس کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں اور نہ جوش و خروش۔ اور نہ ہاؤ ہو وغیرہ۔ رسمی پیروں نے ایسے ہی سلوک سمجھ لیا ہے"

(من القول العزیز اوّل)

۱۲۔ ایک دفعہ اس آیت کی

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰)

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کر لیں۔ پھر اس کے لیے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے۔

تشریح فرماتے ہوئے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر گریہ کی کیفیت طاری ہو گئی کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ ہم چاہیں تو آپ کے دل پر مہر لگا دیں اور آپ سے ان علوم و معارف کو چھین لیں جو وحی کے ذریعہ ہم نے آپ کو دیئے ہیں۔

بعد میں اس آیت:

وَلَوْلَآ أَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيلًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل ع)

اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچے۔

کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور حق تعالیٰ کے ہیبتِ خطاب کو دیکھیے۔ اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے۔

(من القول العزیز اوّل)

۱۳۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (سورہ زلزال)

جو شخص ذرہ برابر نیک عمل کرے گا اس کو دیکھ لے گا، اور جو شخص ذرہ برابر برا عمل کرے گا اس کو بھی دیکھ لے گا۔

کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ "خَيْرًا يَّرَهٗ" میں یاس کا علاج ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمہاری معمولی نیکی کو بھی محفوظ رکھیں گے اور ضائع نہ کریں گے اور "شَرًّا يَّرَهٗ" میں عُجب اور غرور کا علاج ہے کہ تمہاری تھوڑی شر بھی موجب گرفت ہوگی۔

(من القول العزیز اوّل)

۱۴ - فرمایا کہ فرعون نے ساحروں کو کتنا ڈرایا، دھمکایا۔ ساحروں نے کہہ دیا:
فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ (سورہ طٰہٰ رکوع ۳) کر لو جو تم کو کرنا ہے ۔

یعنی جو سزا دینا چاہو دے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر پڑنے سے کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ایک سیکنڈ میں سجدے میں گرنے سے کفر سے ولایت تک اور منکر نبی سے مقرب نبی تک پہنچ گئے ۔ (من القول العزیز اول)

۱۵ - فرمایا کہ پستی سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ پستی بڑی نعمت ہے ۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سورۂ علق)

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ سجدہ میں چونکہ پستی کا اظہار ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں کہ سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو ۔ (من القول العزیز اول)

۱۶ - فرمایا: "میت کا بھی حق ہے کہ صدمہ سے روئے۔ مگر زبان سے کوئی کلمہ خلافِ ادب نہ نکلے یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اور صبر کرے۔ اسی سے صدمہ ہلکا ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی اس آیت شریفہ کو یاد کرے :

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (سورۂ بقرہ رکوع ۱۹)

بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

اور بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ کی تفسیر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ صابرین کو بشارت دیں یہاں تک کہ ان کے چہرے پر خوشی کے آثار ثواب و بشارت کی وجہ سے نمایاں ہو جائیں کیونکہ "بَشِّر" بُشْرہ سے ہے اور بُشْرہ کے معنی ہیں چہرہ۔ یعنی ایسی خوشخبری انعاماتِ صبر پر سنائیں کہ ان کے چہرے کھل جاویں اور آثار نمایاں ہو جاویں۔
(من القول العزیز اول)

۱۷ - وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰہَ

جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ اور محنت کرتے ہیں، ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیں گے۔

لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ — بے شک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (سورۂ عنکبوت رکوع ۷)

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ ہدایت کے دو معنی ہیں۔ یہاں ہدایت کے یہ معنی ہیں کہ ہاتھ پکڑ کر پہنچانا۔ راستہ بتانے کے معنی یہاں نہیں ہیں۔ اور اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ کا حاصل یہ ہے کہ تم گھبراؤ نہیں۔ جب تم مجاہدہ کروگے۔ ہم تم کو گود میں اٹھا کر پہنچا دیں گے۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم بے فکر رہو۔ ہم تم کو خود لے کر چلیں گے۔ تنہا نہ چھوڑیں گے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ بڑھا کر اس پر بھی تنبیہہ فرمادی کہ ہم ہر مجاہدہ کرنے والے کے ساتھ نہیں ہوتے بلکہ جو جو محسن ہو، ہم اسی کے ہمراہ ہوں گے۔ (من القول العزیز اول)

(اسی آیت کریمہ کی تفصیلی تشریح آگے چل کر آئے گی)

۱۸۔ فرمایا: "اسلام کا مقابلہ کرنے سے آخرت کا عذاب تو ہوگا ہی مگر دنیا میں بھی اہل بصیرت کے نزدیک، یہ بڑا عذاب ہے کہ اسلام لانے کی استعداد اور قابلیت چھین لیتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اسلام کی استعداد تو ہر کافر میں ہوتی ہے۔ مگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو سن کر اس کا مقابلہ کرتا ہے تو اس مقابلہ کا یہ اثر ہے کہ وہ استعداد کمزور ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ بالکل ختم ہو جاتی ہے۔

خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (سورہ بقرہ رکوع ۱) — اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

کے فرمانے کی یہی تفسیر ہے۔" (تفصیل بیان القرآن میں دیکھی جا سکتی ہے)

(من القول العزیز اول)

۱۹۔ فرمایا: اسلام میں ہتھیار بنانے کی غرض قتلِ کفار نہیں بلکہ

تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ۔ (سورہ انفال رکوع ۸) — یعنی کفار پر مسلمان کا رعب جمارہے اس لیے کہ کفار مادی سامان سے ڈرتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے محبوب ہیں اور کفار اللہ تعالیٰ کے دشمن

ہیں تو جو محبوب کا دشمن ہوگا وہ تمہارا بھی دشمن ہے۔ (من القول العزیز اول)

۲۰۔ فرمایا ، "حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابلیس سے ملاقات کی دعا کی چنانچہ ان کی ملاقات ہوگئی تو ابلیس نے ان سے کہا :

"آپ مجھ پر لعنت تو بہت کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (سورہ اعراف۔ رکوع ۱۹)

اور میری رحمت ہر شے کو محیط ہے۔

اور میں بھی "شے" میں داخل ہوں۔ لہذا خدا تعالیٰ کی رحمت مجھ پر بھی ہوگی"

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"میں نے اس کا جواب دیا کہ تیرا یہ استدلال غلط ہے اس لیے کہ اس کے بعد ہی ارشاد ہے ، جس میں قید ہے کہ وہ رحمت صرف متقین کے ساتھ خاص ہے :

فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ (سورۂ اعراف رکوع ۱۹)

میں اپنی رحمت کو متقین کے ساتھ خاص کروں گا۔

ابلیس نے کہا :

"اللہ تعالےٰ کی صفات قیود سے پاک ہیں۔ یہ قیدیں تو آپ کی صفت ہے نہ کہ خدا کی"

اس پر حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش ہو گئے اور وصیت فرمائی کہ کوئی شخص ابلیس سے ملاقات کی ہرگز تمنا نہ کرے۔ اس پر حضرت (حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) نے فرمایا کہ وصیت تو میں بھی یوں کرتا ہوں کہ ابلیس سے ملاقات کی تمنا اور خواہش نہ کرنا چاہیئے۔ مگر یہاں تک ابلیس کی اس بات کے جواب کا تعلق ہے سو وہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی تو بڑی شان ہے ، ہم جو ان کے خدام ہیں سے ہیں دے سکتے ہیں۔

اور بحمداللہ اس کا جواب موجود ہے۔ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اس وقت جواب نہ دے سکے تو اغلب یہ ہے کہ اس نے بطریق مسمریزم ان کے ذہن میں ایسا تصرف کیا کہ وہ اس وقت جواب نہ دے سکے کیونکہ شیطان تو بڑا صاحب تصرف ہے۔

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک منبع ہے اور ایک مورد ہے۔ سو منبع میں تو قید نہیں، مورد میں ہے۔ یعنی جہاں سے اللہ کی رحمت آتی ہے۔ اس میں تو قید نہیں اور جہاں آ کر گرتی ہے۔ اس میں قید ہے کہ جو شخص اس کو حاصل کرے اس کو پہنچتی ہے اور جو نہ کرے اس پر نہیں پہنچتی۔ جیسے ایک مکان میں سو آدمیوں کی گنجائش ہو مگر اس میں صرف پچاس آدمی داخل ہوں تو اس میں مکان کی وسعت کا کیا قصور ہے۔ آنے والوں کا قصور ہے۔ اسی طرح شیطان اور اس سے بڑھ کر متمرد، نافرمان اور سرکش بھی اگر حق تعالیٰ کی رحمت میں آنا چاہیں تو ان کے لیے ہر وقت گنجائش ہے۔ مگر وہ خود ہی نہ آئیں تو ان کی بدنصیبی ہے:

أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَارِهُونَ — کیا ہم تم پر چپکا تے پھریں، حالانکہ تم نہ چاہو۔

(سورہ ہود رکوع ۳)

یا مثلاً بارش برس رہی ہو تو جو شخص اپنا برتن سیدھا کر کے بارش میں رکھے گا۔ اس کا برتن بھرے گا اور جو شخص اپنا برتن الٹا کر کے رکھے گا۔ اس کا برتن نہ بھرے گا۔ تو اس میں بارش کا کیا قصور؟ (من القول العزیز اولی)

۲۱۔ ایک دفعہ مجلس میں فرمایا:

"والدین اپنی اولاد کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ اولاد کی تربیت میں کتنی ہی مرتبہ وہ اولاد کو سزا بھی دیتے ہیں۔ پھر امتحان پر امتحان دلواتے ہیں۔ کیا اولاد امتحان دینے سے انکار کر دے کہ اس کو مشقت اور مصیبت میں کیوں مبتلا کیا جا رہا ہے؟"

پھر باغ کے مالی کی مثال بیان فرمائی:

وہ مالی کس محنت سے باغ میں پھل اور پھول لگاتا ہے۔ ان کی تربیت اور نشوونما کے لیے کبھی قینچی سے انہیں تراشتا ہے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت کیا مالی اپنے ہاتھ سے ان لگائے ہوئے پودوں پر ظلم کرتا ہے؟ یا انہیں تکلیف دینا مقصود ہوتا ہے۔ یہی مثال حق تعالےٰ جل شانہ کی ہے جنہیں اپنی مخلوق والدین سے کروڑوں درجہ پیاری ہے تو پھر بھلا تکالیف شرعیہ کا مکلف بنا کر وہ کب چاہیں گے کہ ان کی مخلوق کسی دنیوی یا دینی تکلیف میں مبتلا ہو بلکہ راحت اور آرام پہنچانا ہی مقصود ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝ (سورہ نساء رکوع ۲۱)

اللہ تعالیٰ تم کو سزا دے کر کیا کریں گے، اگر تم سپاس گزاری کرو اور حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ تم بڑے قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

جو خود ہی احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کر کے عذاب میں مبتلا ہو تو خود اس کی نالائقی ہے جیسے امتحان نہ دینے والا بچہ بعد میں ذلیل اور خوار ہوتا ہے۔ (من القول العزیز لعل)

۲۲۔ فرمایا: حق تعالیٰ کے نزدیک علم اس پہچان کا نام ہے جس کے ذریعہ گناہ سے بچاؤ ہو سکے۔ جب وہ سمجھ گناہ سے روک نہیں سکتی تو پھر اس کو شریعت کی اصطلاح میں علم نہیں کہیں گے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ جاہل ہے گو وہ رسمی عالم ہو۔ مدرس ہو، واعظ ہو ست

فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم — ہندسہ یا رمل یا اعداد شوم
علم رسمی سر بسر قیل است و قال — نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

فضیلت ان علماء کی ہے جن کو حق تعالیٰ عالم سمجھتے ہیں۔ رؤں رؤں، تُن تُن اور سارنگی میں وہ مستی نہیں جو علم مع عمل میں ہے پھر اشعار ارشاد فرمائے:

اَيُّهَا الْقَوْمُ الَّذِيْ فِي الْمَدْرَسَةْ — كُلَّمَا حَصَّلْتُمُوْهُ وَسْوَسَةْ

اور سے

ہے شوقِ ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش — دل مجھ کو، میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے

پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

(پ ۲۸ سورہ جمعہ۔ رکوع ۱)

جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے۔

نیز دوسری مثال ارشاد فرمائی:

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ

(سورۂ اعراف)

(پ ۹ ۔ رکوع ۲۲)

سو ان کی حالت کتے کی سی ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے اور زبان باہر نکالے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے اور زبان باہر لٹکائے۔

(من القول العزیز دوم)

۲۳۔ فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کے جواب میں کہ "ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ" کا کیا مطلب ہے، اگریجویٹ طالب علموں سے فرمایا:

"تم بتاؤ بی اے کے کیا معنی ہیں؟"

انہوں نے کہا:

"بی اے کا کورس پڑھا جائے، اور کامیابی حاصل کی جائے تو بی اے بن جاتا ہے۔"

(حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے) ارشاد فرمایا:

"اسی طرح قرآن پاک کے پڑھنے اور عمل کرنے سے متقین میں سے ہو جاتا ہے۔"

یعنی قرآن شریف پڑھنے اور اس پر عمل کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہو

جاتا ہے۔ یہی کامیاب انسان متقی کہلاتا ہے۔ (من القول العزیز دوم)

۲۴۔ فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورہ آل عمران رکوع ۱۲)

تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام پر تبلیغ فرض ہے بقدر ان کی علمیت کے اپنے دوست و اہل خانہ اور اقربا کو کیونکہ آیت شریفہ میں عام مسلمانوں کو خطاب ہے جیسا کہ دوسری آیت شریفہ میں آیا ہے:

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورہ تحریم رکوع ۱)

تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ ...... الخ (سورہ توبہ رکوع ۱۵)

سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں تاکہ قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈراویں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔

سے صرف علماء پر فرضیت تبلیغ معلوم ہوتی ہے اپنی علمیت و موقع کے مطابق۔ تو ہر فریق کو (یعنی عوام الناس اور علماء کو) اپنا اپنا حق ادا کرنا چاہیے تاکہ کامیابی حاصل ہو۔

(تذکرہ حسینیہ)

۲۵۔ درس قرآن شریف میں فرمایا:

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخواست دیدار پر فرمایا:

لَنْ تَرَانِيْ (سورہ اعراف رکوع ۱۷) آپ مجھے نہیں دیکھ سکتے۔

یہ نہیں فرمایا کہ لَنْ اُریٰ یعنی مجھے دیکھا نہیں جا سکتا۔

یعنی تمہاری آنکھ کی طاقت اس عالم میں اتنی نہیں کہ مجھے دیکھ سکو ورنہ میری طرف سے کوئی رکاوٹ اور بخل نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو لفظ لَنْ اُریٰ سے فرماتے۔ (تذکرہ حسنؒ)

۲۶۔ فرمایا: انسان کو چاہیئے کہ صالح بن جائے تو پھر تمام نمازی ہر نماز میں اس کے لیے دعا کرنے پر شرعاً مجبور ہو جاتے ہیں، ورنہ ان کی نماز ہی درست نہ ہوگی کیونکہ تشہد پڑھنا ان کے لیے واجب ہے اور تشہد میں آتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالےٰ کے نیک اور صالح بندوں پر۔ (تذکرہ حسنؒ)

۲۷۔ فرمایا "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ بھی نصیب فرمایا مگر اس آیت میں احسان جو گنے تو

بِرِسَالٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ (سورہ اعراف ۱۷ع) ہم نے آپ کو رسول بنایا اور آپ سے کلام فرمایا۔

غلبہ کا ذکر نہ فرما کر یہ بتا دیا کہ ان باطنی دولتوں کے سامنے دنیاوی شان و شوکت کی کوئی حقیقت نہیں۔ (تذکرہ حسنؒ)

۲۸۔ فرمایا: "دعا کا طریقہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی بتلایا جیسے

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (سورہ فاتحہ) دکھا دیجئے ہم کو سیدھا راستہ۔

اگر اللہ تعالےٰ نہ بتلاتے تو ہم قیامت تک ایسے الفاظ تیار نہ کر سکتے۔ (تذکرہ حسنؒ)

۲۹۔ فرمایا: "قرآن مجید میں اعمال کے ثمرہ کا نام رحمۃ" رکھا ہے یعنی جو ملے گا رحمت سے ملے گا۔ وہ اعمال کا بدلہ نہیں ہوگا اس لیے کہ اعمال محدود ہیں اور ثمرہ غیر محدود ہوگا اور رحمۃ

بھی غیر محدود ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے اعمال اس قابل ہی نہیں کہ رضا اور جنت جیسے ثمرات ان پر مرتب ہو سکیں بلکہ (جو کچھ ملے گا) محض رحمت ہی سے ملے گا۔ (تذکرۂ حسن)

۳۰۔ قرآن شریف کا نام فرقان اس لیے فرمایا کہ اس کی تعلیم پر عمل کرتے کرتے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسی نورِ قلب سے اچھے اور برے افعال کی اچھائی اور برائی نظر آتی ہے اور ان میں فرق کھلا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک عام معنی تو مشہور ہے ہی کہ حق اور باطل میں فیصلہ کُن ہے۔ (تذکرۂ حسن)

۳۱۔ فرمایا: فضل کا معنی یہ ہے کہ جو کچھ مل رہا ہے یا ملے گا وہ ہماری مہربانی ہے۔ تمہارا حق نہیں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اعمال اگر موثر بھی ہوتے تو بھی ہم عمل کے مطابق نہیں دیتے بلکہ عمل سے بہت فاضل اور زائد عطا فرماتے ہیں اور ایسی ایسی چیزیں دیتے ہیں کہ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ (الحدیث) جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے دل پر کھٹکا گزرا۔ (تذکرۂ حسن)

۳۲۔ فرمایا: "قرآن شریف میں قیامت کا ذکر بار بار آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کی تیاری میں لگ جائیں۔ (تذکرۂ حسن)

۳۳۔ "رَبُّ الْعَالَمِیْنَ" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"رَبّ" کا معنی ہے ایسی تربیت کرنی کہ جس سے رفتہ رفتہ ترقی ہو اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح جسم کی تربیت کے لیے ظاہری غذائیں ہیں، اسی طرح روح کی غذائیں بھی ہیں اور ان کو بھی اللہ تعالےٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ وہ غذائیں احکامِ شریعت اور ذکر و شغل اور اصلاحِ اخلاقِ باطنی ہیں اور جس طرح ظاہری جسم کی بیماریاں ہیں مثلاً بخار۔ کھانسی نزلہ وغیرہ کہ کچھ معمولی اور کچھ مہلک ہوتی ہیں۔ اسی طرح روح کی بیماریاں بھی ہیں جیسے حسد۔ بخل۔ کبر۔ غفلت وغیرہ اور جیسے ظاہری جسم کے حکیم ہیں، روح کے معالج بھی ہیں۔ ان کو پیر اور شیخ کہتے ہیں۔ (تذکرۂ حسن)

۳۴۔ فرمایا: "میاں بیوی کے تعلقات کے لیے قرآن شریف نے دو لفظ فرمائے ہیں۔ مَوَدَّۃ اور رَحْمَۃ۔ اس کا نکتہ یہ ہے کہ ابتداءً جانبین میں جوش ہوتا ہے۔ اس کے مناسب لفظ مودت ہے اور اخیر عمر میں ایک دوسرے سے ہمدردی ہوتی ہے۔ اس کے مناسب رحمت ہے۔ اور یہ حالت بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس میں جانبین کو آپس میں خیر خواہی، ہمدردی اور غمخواری زیادہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب سالک شروع میں ذکر شغل کرتا ہے تو کچھ حالات و کیفیات وارد ہوتے ہیں اور جب یہ ذکر راسخ ہو جاتا ہے تو جوش و خروش کے بجائے سکون اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کو بعض دفعہ سالک یوں سمجھنے لگتا ہے کہ پہلی حالت اچھی تھی اور دوسری ناقص ہے۔ مگر حقیقت میں یہ دوسری حالت بہتر ہے کیونکہ برقرار رہتی ہے اور پہلی آتی جاتی رہتی ہے۔ (تذکرۂ حسن ؒ)

۳۵۔ فرمایا: "عبدیت اس کو کہتے ہیں جو مالک کے حکموں کے سامنے اپنی رائے اور اپنے اختیار کو بالکل فنا کر دے۔ (تذکرۂ حسن ؒ)

۳۶۔ فرمایا: "کفار کو جنت دکھلا کر جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ اور مومنین کو جہنم دکھلا کر جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اس لیے اہل جہنم یعنی کفار کو صدمہ ہوگا، اور اہل جنت کو خوشی ہوگی۔ تو کفر ایسی مصیبت ہے کہ جنت بھی کفار کے لیے مصیبت ہے اور ایمان ایسی نعمت ہے کہ جہنم بھی ذریعۂ خوشی ہوگا۔ (تذکرۂ حسن ؒ)

۳۷۔ جو لوگ حج کو نہیں جا سکتے۔ وہ جب حجاج کو جاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے اور ان کے دلوں میں حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش! ہم بھی ان کے ساتھ جاتے اور حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرتے اور یہ دل پر چوٹ لگنا اور تمنا کرنا بڑی دولت اور خدا تعالے کی بڑی رحمت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہے کہ ایسے لوگوں کو جن کے دل میں کسی کام کے کرنے کی حسرت ہو اور وہ نہ کر سکیں۔ خدا تعالیٰ ان کو کام کرنے والوں کی فہرست میں داخل فرما لیتے ہیں اور وہی ثواب مرحمت

فرماتے ہیں، جو کام کرنے والوں کو ملتا ہے۔ چنانچہ اس قاعدہ کی بنا پر یہ لوگ بھی حاجیوں میں شامل کر لیے جاتے ہیں اور ان کو بھی ثواب ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ کے موقعہ پر ان لوگوں کے متعلق جو بعض اعذار کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے، ارشاد فرمایا کہ ہم جس میدان میں اترتے ہیں یا کسی پہاڑی پر چڑھتے ہیں، یا کوئی وادی قطع کرتے ہیں۔ اس میں مدینہ والے بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ حسرت کرنے والوں کو بھی کام کرنے والوں کا سا اجر مل جاتا ہے۔ اس لیے یہ حسرت بڑی دولت ہے۔ دوسری بات یہ سمجھ لیجئے کہ شریعت کا قانون ہے کہ

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (الحدیث)	یعنی جس قوم کے ساتھ تشبہ اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

(شعار الاسلام فی وجوب الاضحیۃ من الانعام)

۸۳۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ احزاب ع ۶)	(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔

اس سے استدلال کرنے سے قبل ایک مقدمہ سمجھ لیجئے کہ علم نحو کا قاعدہ ہے کہ "لٰکن" کے ماقبل اور مابعد میں تضاد ہوتا ہے۔ اور یہاں "لٰکن" کے ماقبل اور مابعد میں تضاد معلوم نہیں ہوتا، اس لیے کہ باپ نہ ہونے اور رسول ہونے میں کوئی تضاد نہیں۔ حالانکہ تضاد کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول سے

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

یہ شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید آپ ہمارے کسی بھی قسم کے باپ نہ ہوں گے، اس لیے آگے

لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ

ہے، اس کا جواب دیا گیا ہے کہ نسبی باپ تو نہیں مگر دوسری قسم کے باپ ہیں یعنی رسول اللہ ہیں اور روحانی باپ ہیں۔ اور اگر اس مقام کی اس طرح تقریر نہ کی جائے تو کلام میں ربط پیدا نہ ہو گا جو کلام اللہ میں محال ہے۔

(شعار الاسلام فی وجوب الاضحیۃ من الانعام)

۳۹۔ اکثر اذان کے وقت فرمایا کرتے تھے:

"اذان کے کلمات یہ بتا رہے ہیں کہ یہ دین حق ہے۔ ایسے مذہبیہ کلمات اور کسی مذہب میں نہیں۔ نور ہی نور بھرا ہوا ہے" پھر اذان کے بعد دعا سے فارغ ہو کر ارشاد فرماتے یہ ہم کو اس (دعا) کے اندر تعلیم دی گئی ہے کہ تم میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ اگرچہ ہماری دعا کے بغیر بھی حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ درجہ عطا ہو گا مگر ہمیں ہدایت ہے کہ ہم بھی حق تعالیٰ سے دعا کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام وسیلہ عطا فرما۔ اس درخواست کرنے پر انعام کیا ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کو نصیب ہو گی جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا تو گویا بشارت دی گئی ہے اس بات کی کہ جو دعا کرے گا اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا

(تذکرۂ حسن رحؒ)

۴۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم کو یہی ایک فضیلت (قربانی) نہیں ملی بلکہ آپ کے احسانات تو امت پر بے انتہا ہیں۔ آپ کے طفیل ہم کو خدا تعالیٰ ملے ایمان ملا۔ رمضان شریف ملا۔ لیلۃ القدر ملی، اعتکاف ملا۔ مگر یہ سب کچھ جب ہے کہ کسی کو ذوق ہو اور نورِ معرفت نصیب ہو۔ جس کی وجہ سے اطاعت سے گزر کر انسان میں ایک حس پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر اس نور کو حاصل کرنے کے لیے مجاہدہ شرط ہے اور مجاہدہ نفس کشی کا نام ہے۔ اس کے بعد مشاہدہ نصیب ہوتا ہے

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (سورہ عنکبوت رکوع آخر)

یعنی پہلے مجاہدہ کرو پھر مشاہدہ نصیب ہوگا۔ پھر اس مشاہدہ کا ظاہری اثر صاحب حال پر یہ ہوتا ہے کہ اس کو خدا تعالےٰ کی طرف اس قدر دھیان اور توجہ نصیب ہوتی ہے کہ اتنی کشش اور کسی مخلوق کی طرف نہیں رہتی۔ غرضیکہ پہلے مجاہدہ اور کوشش شرط ہے۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کیا بنائیں دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

(اشعار الاسلام فی وجوب الاضحیۃ من الانعام)

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (عنکبوت)

آیہ کریمہ کی تفسیر

اب ایک آیہ کریمہ کی شرح اور تفسیر درج کی جاتی ہے جو بذریعہ مشین ٹیپ ریکارڈ (TAPE RECORDER) ضبط کرلی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہو جائیگا کہ حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا قرآن کریم کے دقائق اور نکات بیان فرمانے میں کتنا بلند مقام تھا۔ یہ مضمون "اشرف المقال" کے عنوان سے رسالہ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع ہوچکا ہے۔

کاش! کہ ایسے بلند پایہ اور مضامین بھی حضرت والا علیہ الرحمۃ کے کسی صاحب نے ضبط کئے ہوتے۔ (جامع)

الحمد للہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولینا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ؕ وان اللہ لمع المحسنین ۔

اصل مقصود بنی آدم کا دنیا کے اندر آنے کا آدمی دل سے سمجھ جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کے درمیان ڈال دے۔ مقصد اس عالم کے اندر آنے کا اس کا صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کسی طرح راضی کر لے۔ اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے جان جائے تو پرواہ نہ کرے۔ مال جائے تو پرواہ نہ کرے۔ وطن دیس جائے تو پرواہ نہ کرے۔ کسی چیز کو خرچ کرنے کا موقع ہو تو دریغ نہ کرے اس دولت کو حاصل کرنے کے لیے یہ بڑی دولت ہے۔ لفظوں میں یہ نہیں آسکتی۔ اس کی عظمت اور اس کی شان الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ الفاظ عاجز ہیں کہ اس حقیقت کو ادا کر سکیں۔ روئے زمین کے الفاظ کو بھی جمع کر کے اس کو کوئی ادا کرنا چاہے تو اس کی اصلیت کو ادا نہیں کر سکتا۔ قاصر ہوگا اور کہے گا کہ میں قاصر ہوں۔ میں ادا نہیں کر سکتا۔ میں بھی ادا نہیں کر رہا ہوں اور نہ ادا کر سکتا ہوں۔ دل میں بس یہی تھوڑی سی حقیقت ہے جیسے بوند کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے۔ جیسے سمندر سے کوئی بوند آئے تو اتنی ہی سی نسبت ہے۔ الفاظ میرے بوند ہوں گے اور مقصد سمندر ہوگا۔ تو الغرض اس کے لیے آسمانوں کو پیدا کیا۔ اس کے لیے زمین کو پیدا کیا۔ اس کے لیے ملائکہ کو پیدا کیا۔ اس کے لیے انبیاء علیہم السلام کو پیدا کیا۔ اس کے لیے کتابیں اتاری گئیں۔ اسی کے لیے صلحاء پیدا کیے گئے اور اسی کے لیے سارے سامان کیے گئے۔

غرض ہر نقل و حرکت سے مقصود یہ ہونا چاہیے۔ کوئی سودا خریدے تو یہ مقصود ہو۔ نکاح پڑھے تو یہ مقصود ہو۔ کوئی تجارت کرے تو یہ مقصود ہو۔ اسی کو مقصود بنا لے کہ یہ تجارت ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ نکاح ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ نقل و حرکت ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ سونا ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ یہ جاگنا ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ ہر کام ذریعہ بنے اللہ کی رضا کا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسا بیان فرمایا کہ کوئی کام ایسا نہیں چھوڑا جو عبادت نہ بنے حدیث شریف کے اندر۔ اَللُّقْمَۃَ فِیْ فَمِ امْرَأَتِہٖ صَدَقَۃٌ اَوْ کَمَا قَالَ (الحدیث)

یہ حدیث ہے اور بخاری کی ہے غالباً۔ یہ جو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لقمہ لے کر اپنی بیوی کے منہ میں رکھنا، اس میں صدقہ کا ثواب ہے تو صاحب فتح الباری کہتے ہیں کہ یا اپنے تلذذ اور خواہش کے لیے۔ اپنے کو خوش کرنے کے لیے۔ فرحت کے لیے۔ خوش طبعی کے لیے لوگ ایسا کرتے ہیں۔ اس میں صدقہ کیسا۔ تو فرمایا حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیوی کا ایک حق یہ بھی ہے۔ اس حق کو ادا کرنے کے لیے لذت یا نفع تو ہو رہا ہے ثواب بھی اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ غرض کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی کہ اس کو ذریعہ ثواب نہ بنایا ہو۔ اصل مقصود تو یہ ہے۔ آگے مقصود کے حاصل کرنے کے راستے ہیں۔

آیت جو پڑھی گئی ہے اس میں یہ الفاظ جو میں عرض کرنے لگا ہوں اگر غلط ہوں گے تو میرے ہوں گے۔ حضرت (تھانوی) قدس اللہ سرہ کے ارشاد میں یہ نہیں۔ وہ یہ ہیں کہ وصول الی اللہ کے طریقے دو ہیں۔ اللہ کی طرف پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ ایک کو اصطلاح اہل اللہ میں جذب کہتے ہیں اور ایک کو سلوک کہتے ہیں۔ ایک طریق ہے سلوک۔ اللہ کی طرف پہنچنے کا۔ اور ایک ہے جذب۔ قرآن شریف میں دونوں کا ذکر ہے۔ ان دونوں میں بھی اصل جذب ہے۔ جذب اور سلوک راستے ہیں اس دولت کی طرف پہنچنے کے۔

بعض دفعہ مبتلا اور طالب پر جذب پہلے آتا ہے اور پھر سلوک ہوتا ہے۔ یعنی اعمال میں لگنا اور اعمال کو محنت سے کرنا۔ یہ بعد میں ہوتا ہے اور جذب پہلے آتا ہے۔ حق تعالیٰ بدون کوشش اور کسی عمل کے اپنی طرف پہلے کھینچتے ہیں اور جذب کی دولت عطا کرنے کے بعد وہ اعمال بھی شروع ہو جاتے ہیں۔ نماز بھی ہے۔ روزہ بھی ہے۔ حج بھی ہے زکوٰۃ بھی ہے ذکر بھی ہے۔ صلہ رحمی بھی ہے۔ خیر خواہی بھی ہے۔ غرض جتنے نیک کام ہیں، دولتِ جذب پہلے آجاتی ہے، پھر وہ شروع ہو جاتے ہیں۔

کلید مثنوی شریف کے دفتر اول کے ابتدائی حصہ میں شاید پہلے یا دوسرے صفحہ میں یہ فرمایا کہ یہ کبھی تو غیبی عطا ہوتی ہے اور کبھی کسی کی صحبت سے یہ دولت نصیب ہو جاتی

ہے۔ کبھی کسی کتاب کے مطالعہ سے۔ کبھی کسی کے وعظ اور نصیحت سے یہ جذب عطا ہو جاتا ہے اور بعد میں سلوک ہوتا ہے۔ اس کو ادا کیا ہے اس آیت کریمہ میں

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۲)

یجتبی الیہ۔ یہ ہے جذب۔ اللہ کھینچتے ہیں اپنی طرف۔ یہ تو جذب ہے اور یہدی الیہ من ینیب۔ اور راستہ بتلاتے ہیں اس کو جو اللہ کی طرف جھک جاتا ہے۔ ینیب کے معنی جھک جانا ہے۔ یہ ہے سلوک۔ البتہ یجتبی الیہ و یہدی الیہ من ینیب میں جذب پہلے ذکر کیا ہے اور سلوک کو بعد میں ذکر کیا۔ تو حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔ جہاں سلوک ہے۔ اس میں بھی جذب ہے۔ کیونکہ یہدی الیہ من ینیب میں یہدی متعلق ہے من ینیب کے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتے ہیں۔ ہدایت کے معنی دو آتے ہیں۔ ایک ہاتھ پکڑ کر مقصد تک پہنچا دینا اور ایک معنی آتے ہیں راستہ بتلا دینا۔ تو مطلق راستہ بتلانا من ینیب کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ من ینیب کے ساتھ جو خاص ہے وہ ہاتھ پکڑ کر مقصد تک پہنچانا ہے تو ہدایت کے معنی یہاں ہیں ہاتھ پکڑ کر مقصد تک لے جانا۔ تو یہدی الیہ من ینیب کے اندر یہدی ہی جذب ہے مگر من ینیب کے بعد ہے۔ انابت اور جھکاؤ پہلے ہوتا ہے تو پھر ہم اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔ تو اس سلوک میں بھی جذب ہوا۔ مگر سلوک پہلے ہے اور یہدی ہاتھ پکڑنا بعد میں آتا ہے۔ اور اللہ یجتبی میں جذب پہلے ذکر کیا ہے تو پتہ دے دیا کہ ہماری طرف کے راستے دو ہیں "جذب" اور "سلوک" اور سلوک میں بھی جب تک جذب نہ ہو۔ وہ سلوک بھی کافی نہیں ہوتا۔ اسی واسطے یہدی الیہ من ینیب سے اللہ یجتبی الیہ من یشاء پہلے آیا ہے۔ تو دو راستے ہو گئے۔ تو اب تو شاید سمجھ میں آ گیا ہو گا کہ اللہ جل شانہ کی طرف پہنچنے کے راستے دو ہیں۔ طریقے دو ہیں۔ یہ تو میں لفظوں میں کہہ رہا ہوں۔ اور مبتلا کو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جذب ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلوک کا راستہ ہے۔ وارد کا جس پر ورود ہوتا ہے اسے محسوس ہو جاتا ہے۔ ایسی کہیں آگ لگی ہو تو جس کو

لگی ہو۔ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ ہے کیا چیز۔ دوسرا آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا۔

حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مثال بیان فرمائی کہ کسی شخص کو عشق کی آگ لگی ہو تو وہ کہے کہ ہائے جل گیا۔ ہائے جل گیا۔ ہائے جل گیا۔ فرمایا یہ لفظوں کے معنی آسان ہیں۔ ہائے ..... جل ..... گیا۔ لفظ آسان ہے لیکن سمجھ میں دوسرے کے نہیں آتا۔ جب تک آگ لگی ہوئی نہ ہو۔ اس مجلس میں ایک شخص ایسا تھا، جس کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا، "ہائے جل گیا" اس کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ "ہائے جل گیا" کیا چیز ہے۔ وہ مبتلا تھا، سمجھ گیا دوسرا نہیں سمجھا۔ تو جس کو جذب عطا ہوتا ہے۔ اس کو محسوس ہو جاتا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ؎

باز آمد شاہِ من در کوئے من

باز آمد آبِ من در جوئے من

میرے کوچہ میں بادشاہ وارد ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تجلّی ہوئی ہے اور پھر اس وقت آنسو نکل جاتے ہیں۔ اس کو ادا کیا ہے کہ ؏

باز آمد آبِ من در جوئے من!

میری ندی میں پھر پانی آگیا۔

غرض یہ ہے کہ راستے اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے دو ہیں اور اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنا ہے اور ساری چیزیں جو بھی ہیں وہ اس کے ذرائع ہیں۔ آسمان ہے تو، زمین ہے تو، پہاڑ ہے تو، انبیاء ہیں تو، نیک کام ہے تو، اصل مقصود یہ ہے کہ کوئی طریقہ ایسا اختیار ہو ایسا راستہ ملے جس سے اللہ کی طرف پہنچ جائے۔

اللہ کی طرف پہنچ جانے کے کیا معنی ہیں؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف پہنچ جائے۔ تو میں اس آیت کے متعلق عرض کرتا ہوں یہ لفظ میں اپنی طرف سے کہنے لگا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے مجھے ..... ہے ٹھیک۔ والذین جاھدوا فینا اتنے حصہ میں سلوک ہے۔ والذین

جاھدوا۔ مجاہدہ کرنا۔ ہماری طرف آنے کی کوشش کرنی یہ تو سلوک ہے۔ آگے لنھدینہم سبلنا یہ لنھدینہم چونکہ جاھدوا کے ساتھ مرتبط ہے یعنی جو ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کو ہم ہدایت کرتے ہیں تو ہدایت جب مجاہدہ کے بعد ہوئی تو یہ ہدایت بمعنی ارائۃ طریق نہیں۔ اس واسطے کہ کافر تو مجاہدہ نہیں کرتے۔ ہدایت بمعنی رستہ دکھانے کے ان کو بھی ہوتی ہے۔ تو یہاں لنھدینھم مرتب ہے مجاہدہ کے بعد۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں ہدایت کے معنی ہیں ہاتھ پکڑ کر لے جانے کے اور ہاتھ پکڑ کر لے جانا یہ ہے جذب۔

تو ہاتھ پکڑ کرلے جانا تو جذب ہوا تو لنھدینہم سبلنا میں جذب آیا اور والذین جاھدوا فینا میں سلوک آیا۔ تو یہ چلنا ہے۔ ہماری طرف آنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کوشش کرنے والے کا ہاتھ پکڑ کر ہم مقصد تک پہنچا دیتے ہیں۔ تو میں یہ تقسیم سمجھا کہ والذین جاھدوا فینا اس حد تک تو ہے سلوک اور لنھدینھم سبلنا اس میں گویا جذب ہے۔ تو سلوک پہلے آیا۔ جذب بعد میں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے ؎

اصل خود جذب است لیک اے خواجہ تاش

کارکن موقوف بر جذبہ مباش

اصل طریق پہنچنے کا یقیناً جذب ہی ہے مگر تو اس انتظار میں نہ رہ کہ جب اللہ تعالیٰ جذب کریں گے کھینچیں گے تب ہی جاؤں گا تجھے تو کام شروع کرنا چاہیئے۔ جذب کے انتظار میں کام کو ترک نہیں کرنا چاہیئے ؎

اصل خود جذب است لیک اے خواجہ تاش

کارکن موقوف بر جذبہ مباش

اور ؎

زاں کہ ترک کار خود نازے بود

ناز کے در خورد جانبازے بود

توجذبہ کے انتظار میں بیٹھا ہے کہ جب جذب کی دولت عطا ہوگی۔ کام شروع کروں گا یہ تو ناز کرنا ہوا۔ اور تو ہے عاشق۔ عاشق کو نیاز چاہیئے۔ ناز نہیں چاہیئے۔

جانباز کو تو نیاز چاہیئے۔ تو اصل جذب ہی ہے، جس طرح بھی عطا ہو جائے۔ خواہ سلوک کے بعد عطا ہو جائے یا پہلے۔ تو والذین جاھدوا فینا یہ تو ہے سلوک۔ ہماری طرف آنے کی کوشش کرنا۔ تو اس کے اندر مشقت برداشت کرتے ہیں۔ پھر لنھدینھم اس کوشش کے بعد ہم ہدایت کرتے ہیں۔ تو ہدایت جو مرتب ہوگی۔ مجاہدہ کے بعد وہ بمعنی ارادۃ طریق نہیں۔ اس واسطے کہ اس کے لیے تو مجاہدہ شرط ہی نہیں۔ یہ تو کافر کو بھی ہو جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ہدایت بمعنی ہاتھ پکڑ کر مطلب تک پہنچانے کے ہے اور یہ ہے جذب کی حقیقت۔ ہاتھ پکڑ کر لے جانا۔ تو اس آیت کے اندر گویا دونوں حصے بیان ہو گئے کہ طریق، وصول الی اللہ کا، جذب بھی ہے اور سلوک بھی۔ تو اس آیت میں سلوک کا پہلے ذکر ہے اور جذب کا بعد میں۔ اور یہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں، میں نہیں کہہ رہا ہوں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ارشاد ہیں۔ تو اس میں سمندر بھرا ہوا ہے۔ لیکن یہ الفاظ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد میں نہیں ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے یہ وعظ فرمایا تھا۔ میں نے سنا تھا چار پانچ جیسے چار چار پانچ پانچ گھنٹے بیان فرماتے رہے۔ مگر یہ الفاظ نہیں تھے جو میں بیان کرتا ہوں۔

تو اب پھر یہ عنوان متعین ہوا کہ والذین جاھدوا فینا اس حد تک تو ہے سلوک اور لنھدینھم سبلنا اس میں ہے جذب۔ کیونکہ ہدایت مجاہدہ پر جو مرتب ہے وہ بمعنی ارادۃ طریق نہیں بلکہ ہاتھ پکڑ کر مقصد تک لے جانے کے ہے۔ تو ہاتھ پکڑ کر مقصد تک لے جانا، یہی جذب کی حقیقت ہے کہ پکڑ لیا اور کھینچ لیا۔ تو آیت کے اندر گویا دو حصے آ گئے۔ سلوک بھی آ گیا اور جذب بھی آ گیا۔ جذب بعد میں ہے اور سلوک پہلے۔ تو نہیں کو

پہلے سلوک طے کراتا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ کھینچیں، اس کو کہتے ہیں سالک مجذوب سلوک پہلے ہے اور جذب بعد میں۔ اور جس کو پہلے کھینچ لیں، اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ جذب پہلے ہوا اور کھینچنا بعد میں۔ پہلے دولتِ جذب عطا فرمائی اور پھر توفیق دی عمل کی۔ تو جو عمل جذب کے بعد ہوتا ہے وہ ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ جیسا سانس لینا آسان ہے۔ اس سے عمل کا کرنا تو آسان ہو جاتا ہے اور ترک مشکل ہو جاتا ہے۔

نماز چھوڑنا اس کے لیئے مشکل ہے اور نماز کا پڑھنا اس کے لیئے آسان ہے۔ جیسا سانس کا لینا آسان ہے۔ عمل تو کرتا ہے مگر آسان اللہ تعالیٰ کر دیتے ہیں۔ اس عمل کو جیسا سانس لینا آسان ہے۔ تو آیت کے اندر یہ عنوان ہوئے۔ یعنی اس حد تک سلوک ہے اور اس حصہ تک جذب۔ والذین جاھدوا فینا یہاں تک تو ایک حصہ ہے۔ لنھدینھم سبلنا دوسرا۔ تو اول میں ذکر ہوا سلوک کا اور بعد میں ذکر ہوا جذب کا۔ تو اس آیت کے اندر سالک مجذوب کا ذکر ہے۔ مجذوب سالک کا ذکر نہیں۔ اور وہ جو آیت دوسری پڑھی تھی۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب وہاں مجذوب سالک کا ذکر ہے۔ جذب پہلے ہے اور سلوک بعد میں۔

اس آیت میں وصول الی اللہ کا ذکر ہے مگر سلوک پہلے ہے اور دولتِ جذب بعد میں۔ پہلے سالک ہوتا ہے۔ پھر جذب آتا ہے۔ والذین جاھدوا پر اتنا بیان حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا جو کئی کئی صفحوں پر ہے۔ کوئی چالیس چالیس پچاس پچاس بلکہ اکثر زائد صفحات کے وعظ ہوں گے۔ مجاہدہ کی حقیقت بیان فرمائی کہ مجاہدہ کہتے کس کو ہیں۔ مجاہدہ ایک تو ہے صوفیوں کی اصطلاح میں۔ ایک مجاہدہ ہے شریعت میں صوفیوں کی اصطلاح میں مجاہدہ نام ہے چار تقلیلوں کا۔

ا۔ تقلیل الطعام

کھانا کم کرنا۔ مگر حضرت کا ارشاد ہے کہ اس زمانہ میں کھانا کم نہ کھائے۔ کیونکہ طبیعتیں کمزور ہیں۔ پہلے ہی کمزور تھا۔ اور

زیادہ کمزور ہو جائے گا۔

۲۔ تقلیل المنام | نیند کم کرنا فرمایا یہ مجاہدہ بھی نہ کرے کہ یہ طب باطنی ہے۔ اس کے لیے مریض کے مزاج کو جاننا چاہیئے۔ تو آج کل لوگوں میں ایسی ہمت نہیں کہ کم کھائے تو اچھا کام کرے، اور کم سوئے تو اچھا کام کرے۔ صحت میں خرابی ہو جائے گی۔

اب صرف دو مجاہدے رہ گئے ہیں۔ (۳) تقلیل کلام اور (۴) تقلیل اختلاط مع الانام لوگوں سے کم ملے۔ بلا ضرورت نہ ملے اور بولے کم۔ اب دو مجاہدے باقی رہتے اور دو مجاہدے جو پہلے تھے اب ان کی اجازت نہیں۔ اس واسطے کہ لوگوں کی حالت اور طبیعتیں کمزور ہو گئی ہیں۔ تو حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یہ فرما رہے تھے کہ رمضان کا مہینہ ہے اور آیت پڑھ کر یہ فرمایا کہ آپ لوگوں کو یہ انتظار ہو گا کہ رمضان کا مہینہ ہے اور پہلا جمعہ ہے رمضان کا اور میں نے شروع کی ہے یہ آیت۔ اور اس میں تو نام و نشان بھی نہیں ہے رمضان کا۔ تو فرمایا حق تعالیٰ نے رمضان میں سارے مجاہدے رکھ دیئے ہیں۔ صوفیوں کے یہاں مجاہدہ ہے کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، کم ملنا۔ تو فرمایا، روزہ مقرر کر دیا ہے کہ کم کھاتا ہو۔ اور کھانا کم کے یہ معنی نہیں کہ روٹیاں تین کھانے تھے۔ اب دو کر دو۔ کم کھانے کے معنی یہ ہیں کہ دو کھانوں میں فصل کر دے۔ دو کھانوں میں فصل ہو گیا۔ گویا صبح صادق سے پہلے کھائے۔ پھر مغرب کے بعد کھائے۔ فصل ہو جائے۔ بس یہی کمی ہے۔ اس کا مکلف نہیں کہ روٹی کم کر دے۔

اس پر بڑے دلائل بیان فرمائے کہ یہ مقصود ہے اور شریعت نے بھی کہیں تو یہ نہیں فرمایا کہ دو روٹی کھانے والا ایک روٹی کھائے۔ بلکہ یقیناً فرمایا کہ

مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ (الحدیث)

غرض جو روزہ دار کو خوب پیٹ بھر کر کھلائے تو اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے سیراب فرما دیں۔ پیٹ بھر کر کھلانا مقصود ہوا۔ کمی مقصود نہیں ہے اتنی کمی کافی ہے کہ دو کھانوں کے درمیان فصل زیادہ کر دے۔ شریعت نے آپ ہی اس کا انتظام کر دیا۔

تو تقلیل طعام کا بھی انتظام ہو گیا۔ تقلیل منام کا بھی ہو گیا۔ تراویح مقرر کر دی ہے بلیس تراویح بڑی لمبی۔ سحر کا جاگنا بھی مقرر کر دیا اور تقلیل اختلاط مع الانام کا بھی انتظام کر دیا۔ اعتکاف مقرر کر دیا۔ اور تقلیل کلام کا بھی انتظام کر دیا کہ تلاوت قرآن زیادہ کر دی۔ تو جو شخص پڑھنے میں مشغول ہو گا۔ وہ بولنے سے محفوظ ہو گا۔ رمضان کے اندر سارے مجاہدے آ گئے۔

اور صوفیوں نے جہاں تک ان کی نظر پہنچی۔ اتنی رعایت وہ نہیں کر سکے جتنی کہ جتنی شریعت نے رعایت کی ہے۔ انہوں نے صرف یہ کہہ دیا کہ بولو کم۔ شریعت نے کہا کہ قرآن شریف پڑھو۔ اس میں کم بولنا آپ ہی آ جائے گا اور ساتھ ہی عمل بھی آ جائے گا۔ گو ندزبان کو نہیں لگائی اور یہ نہیں فرمایا کہ کسی کو نہ ملو۔ اعتکاف میں بیٹھو۔ نیک لوگ ملیں گے تم کو۔ اور جو لوگ قابل پرہیز ہیں۔ وہ نہیں آئیں گے۔ تو شریعت نے جتنے مجاہدے تھے سب کو جمع کر دیا۔ تقلیل کلام بھی ہے تقلیل طعام بھی ہے۔ تقلیل اختلاط مع الانام بھی ہے۔ اور آخر میں تقلیل منام بھی ہے۔ سب مجاہدے جمع کر دیئے شریعت نے۔

اور پھر ایک عیب یہ ہے کہ جو مجاہدہ صوفیوں کا ہے وہ جب کرتے ہیں تو اس میں بعض دفعہ عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ میں ایسے نیک کام کرتا ہوں۔ لوگ ایسا نہیں کرتے۔ اور یہ مجاہدہ ایسا ہے۔ یہ دیکھ کر کہ سارے ہی مسلمان نیک کام کر رہے ہیں۔ عجب پیدا نہیں ہوتا۔ وہ آفتیں جو صوفیوں کے مجاہدوں کے اندر داخل ہو جاتی ہیں۔ اللہ نے ان سے محفوظ رکھا۔ تو والذین جاھدوا فینا کا معنی آ گیا۔

اور اصل لغت میں مجاہدہ کہتے ہیں مشقت کرنے کو۔ لغت عرب میں مجاہدہ کرنے کے معنی ہیں، مشقت کرنا۔ اس سے ایک سبق حاصل ہوتا ہے سالک کو۔ یہ کوشش نہ کرے کہ ساری عبادات آسان ہو جائیں۔ روزہ آسان ہو جائے۔ تہجد آسان ہو جائے۔ لوگ اس کے لیے ترستے ہیں کہ یہ سب کچھ آسان ہو جائے۔ فرمایا کہ یہ اچھا نہیں۔ مجاہدہ اور مشقت بڑی نور کی چیز ہے۔ والذین جاھدوا کے لفظ ہی رکھ کر یہ فرمایا اور پتہ دیا اس بات کا کہ مشقت تو

بڑی دولت کی چیز ہے۔ اس کی طلب نہ کرے کہ مجھے آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ خود اس پر آسان کر دیں تو انعام ہے۔ یہ اس کے منافی نہ ہو گا لیکن خود طلب کرنا اس کے لیے مناسب نہیں۔ نہ کوئی تعویذ پوچھے۔ نہ وظیفہ پوچھے۔ نہ کوئی رائے شیخ سے پوچھے۔

حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) کا پورا ایک وعظ ہے۔ اس کے اندر فرمایا کہ اس کے آسان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے بار بار کرے۔ سننا تب آسان ہو گا کہ بار بار سنے۔ لکھنا تب آسان ہو گا کہ بار بار اسے لکھے۔ بار بار کرنے سے آسان ہو جائے گا جو انعام ہے مگر سالک مشقت کے لیے بھی تیار رہے۔ آسانی کا طالب نہ ہو۔ اس کے آسان کرنے کا طریقہ بس یہ کرنا ہی ہے تو مجاہدہ کا اصل ترجمہ لغت میں مشقت کرنا ہے۔ تو مشقت کے لفظ کو ذکر کر کے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ مشقت سے نہ گھبراؤ۔ دولت بھی تو دیکھو کتنی حاصل ہو گی۔ اس مشقت کے بعد حاصل کیا چیز ہو گی ؎

گو پہنچنے میں کلفت بھی حد درجہ[1] ہو گی — راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

گو پہنچنے میں ہو گی کلفت زیادہ — راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

یہ خواجہ صاحب کا شعر ہے یعنی جنّت ملے گی۔ جنّت جیسی چیز ملے اور پھر آدمی تہجّد سے گھبرائے اور ذکر سے گھبرائے۔ اس سے گھبرائے۔ اُس سے گھبرائے۔ جاھدوا میں مجاہدہ۔ مشقت کے لفظ کو رکھ کر بتلا دیا کہ آدمی آمادہ رہے مشقّت کے لیے۔ اس طلب میں نہ رہے کہ بس بالکل آسان ہو جائے۔ میرے لیے نہ گناہ چھوڑنے میں مشقت ہو، نہ نیک کام کرنے میں مشقت ہو۔

---

[1] اصل اشعار یوں ہیں ؎

رہِ عشق میں ہے تگ و دو ضروری — کہ لیں تا بمنزل رسائی نہ ہو گی

پہنچنے میں حد درجہ ہو گی مشقت — تو راحت بھی کیا انتہائی نہ ہو گی

تو لغت میں معنی مجاہدہ کے ہیں مشقت اور جاھدوا کے معنی جو لوگ مشقت برداشت کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی۔ یہ معنی ہوئے (والذین جاھدوا کے) تو آیت میں تھوڑا سا غور کرنے سے سمجھ میں آیا کہ اس میں تین فرقے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں کہ وہ کام بالکل نہیں کرتے۔ بالکل سست کوئی کام نہیں۔ نہ نماز ہے نہ روزہ ہے۔ نہ ذکر ہے۔ نہ فکر ہے۔ نہ کچھ ہے۔ کوئی کام نہیں کرتے۔ ہیں عقیدہ میں مسلمان۔ مگر کوئی کام نہیں۔ ان کا نام تو میں سست یا غافل رکھتا ہوں۔ ان کو تو جاھدوا میں جگایا گیا کہ یہ حالت اچھی نہیں۔ یعنی غفلت میں رہنا، کوشش نہ کرنا، سست پڑے رہنا۔ آگے جو جانے والے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ جو اللہ کی طرف جانا چاہتے ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ نیک کام کرتے ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی رکھتے ہیں اور یہ بھی کرتے ہیں۔ وہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن مقصد ان کا یہ ہے کہ لوگ ہمیں بزرگ سمجھیں۔ لوگ ہمارے معتقد ہوں کہ ہمیں دنیا کا نفع پہنچائیں۔ جن کو ریاکار کہتے ہیں۔

"فی" کے لفظ کا ترجمہ ایک یہ ہے کہ "فی" بمعنی "لنا" کے ہے۔ "فی" کا ترجمہ عربی میں "لام" کے لیے آتا ہے والذین جاھدوا لنا یہ معنی ہوئے فی بمعنی لام کے آیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہمارے راضی کرنے کے لیے کام کرے۔ لوگوں کے راضی کرنے کے لیے کام نہ کرے۔ آگے جو ثمرہ آنے والا ہے وہ اس عامل اور اس شخص کے لیے ہے کہ جس کے قلب کے اندر کام کرنے سے مقصود ہماری رضا ہو۔ تو ریاکاروں کو نکالا یہاں سے۔ اس میں "فی" بمعنی "لام" کے ہے۔ اس واسطے ریاکاروں کو نکالا کہ ان کو یہ ثمرہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ ہمارے لیے نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کرتا ہے۔

اور ایک "فی" کا ترجمہ "فی طریقنا" بھی ہے۔ (یعنی فی ظرفیت پر ہی رہے مگر ایک مضاف "طریق" محذوف مقدر مانا جائے) والذین جاھدوا فینا یعنی فی طریقنا یعنی ہمارے طریق پر چلے۔ محنت کرے۔ تو اس سے بدعتی کو اور کافر کو نکالا۔ محنت کرتے ہیں۔

لیکن ہمارے طریق پر نہیں کرتے - بدعتی بھی کوشش کرتا ہے - مخلص بھی ہوتا ہے - تعزیہ بناتا ہے - بعض کی نیت نیک ہے - یہ کرتا ہے - وہ کرتا ہے - عرس کرتا ہے - نیت نیک ہوتی ہے لیکن وہ ہمارے طریق پر نہیں ہوتا -

تو "فینا" کا ترجمہ ہوا "فی طریقنا" تو یہاں سے پھر نکلے بدعتی اور کافر - کافر بھی مجاہدے کرتے ہیں - مگر ہمارے طریق پر نہیں ہوتے - ہمارا طریق ایمان اور پیغمبرؐ کی تابعداری کر کے ہمارے تک پہنچنا ہے - تو جماعتوں کو یہاں سے نکالنا - "فی" کا لفظ ایسا رکھا کہ بدعتی بھی نکل گئے کافر بھی نکل گئے ریاکار بھی نکل گئے - جاھدوا کا لفظ ایسا رکھا کہ سستوں کو نکالا - تو سست بھی نہ ہو - بدعتی بھی نہ ہو - ریاکار بھی نہ ہو -

والذین جاھدوا یہاں سے کافر - بدعتی - سست ریاکار کو نکالنا ہے - یعنی عشق میں پوچھ کچھ ان کی نہیں کہ یہاں سرفروشوں کی سرداریاں ہیں "فی" کا معنی "لام" ہوا - ریاکار نکل گئے مخلص آئے - اور "فی" کے بعد حذف مضاف ہوا - یعنی "فی طریقنا" بدعتی نکل گئے - گو مخلص ہو مگر ہو بدعتی - گو مخلص ہو مگر ہو کافر - وہ (مخلص) ہمارے طریق پہ کوشش نہیں کر رہا - مجاہدہ ہمارے لیے نہیں کر رہا - اس واسطے اس کو کچھ فائدہ نہیں -

یہ تین ہی فرقے تھے - ایک تو غافل - ایک چلنے والے - دو یہ ہوئے - پھر چلنے والے دو قسم ہوئے - ایک تو وہ کہ رضائے حق اُن کے پیشِ نظر ہے مگر طریقہ ٹھیک نہیں اور لفظ ایسا رکھا ہے کہ ہر مریض اپنے مرض کا علاج یہاں سے کر لے - اگر ریا کا مرض ہے تو "فی" بمعنی "لام" کے لے کر اپنی ریا کا علاج کر لے - افسوس اس کی قدر نہیں - اگر بدعت ہے اور کفر ہے تو فی کے معنی فی طریقنا لے کر وہ اپنا علاج کروا لے -

پس یہاں تک تو تھا والذین جاھدوا فینا آگے آتا ہے لنھدینھم ایک نفع یہ محسوس ہوتا ہے - یہ بھی میں اپنی طرف سے کہہ رہا ہوں - لوگ کہتے ہیں طاعت کا نفع دنیا میں نہیں ہوتا - مرنے کے بعد ہوتا ہے - حق تعالیٰ نے فرمایا "لنھدینھم" سڑک پر چلا دینا تم کو

سیدھے راستہ پر چلا دینا۔ یہ تو نفع ہے۔ اور دنیا ہی میں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دنیا کے اندر نیک
کام کا نفع ہو رہا ہے۔ یہ بڑا نفع ہے نیک کام کا کہ آدمی راہ پر چل پڑے۔ یہ نفع نہیں کہ ایک
ماہ بھولا ہوا چلا جا رہا ہے اور پتہ نہیں کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ ڈانواں ڈول ہے۔ اور ایک کو یقین
ہے کہ میں راستہ پر جا رہا ہوں۔ تو لنهدينهم سبلنا مجاہدہ کے بعد حق تعالیٰ کا ان کو اپنی طرف
کھینچ لینا اور چلا دینا یہ نفع ہے اور ہے دنیا ہی کے اندر۔ (یہ چلا دینا اور عمل کرنا ہی مقصد
ہے تو چلا دینا پہنچا دینا ہوا۔ لہٰذا تضاد اور تناقض کا خدشہ نہ کریں۔ ذکر الشیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بلسانہ المطہر بعینہٖ ہٰذا صورت الخدشہ وجوابہ۔ ۱۲) تو معلوم ہوا کہ نیک کام کا نفع دنیا کے اندر
ہے اور اتنا بڑا نفع ہے کہ اس کے برابر دنیا میں کوئی نفع ہے ہی نہیں۔ یعنی ایمان اور عمل صالح
اور اتباعِ سنت۔ یہ بڑی دولت ہے لنهدينهم سبلنا کے اندر۔ اصل لطف تو پڑھنے میں
کتاب اللہ کے ان لوگوں کو آتا ہے جنہوں نے علم پڑھا ہوا ہے۔ عربی پڑھی ہو۔ لنهدينهم
سبلنا اس کلام کا زور آدمی نہیں سمجھ سکتا جب تک عربی پڑھی نہ ہو۔ "لام" بھی تاکید کے لیے
اور لنهدينهم کا "نون" بھی تاکید کے لیے۔ تو دو تاکیدیں ہیں۔ [illegible] تاکید ہے
کما سیاتی (۱۲) تو معنی اردو میں اگر کوئی کرے تو شاید یہ لفظ ہوں کہ ضرور ضرور ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر
پہنچا دیں گے۔ قائل ہوں اللہ تعالیٰ کلام کریں۔ اللہ تعالیٰ اور اتنی تاکیدوں کے ساتھ کلام کریں
تو پھر اب سمجھ جائیے کہ کس درجہ کی یہ نعمت ہے۔ لنهدينهم سبلنا ایک تو اس واسطے کہ
ہدایت یعنی ہاتھ پکڑ کر لے جانے کے ہے۔ اس واسطے کہ مجاہدہ کے بعد ہے۔ اور مطلق ہدایت
ارادۃ طریق، راستہ دکھلا دینا۔ وہ تو کافر کو بھی ہے اور یہ ہدایت ہے مجاہدہ کے بعد
تو معنی ہاتھ پکڑ لینے کے ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدينهم سبلنا۔ دوسرے عربی کے قاعدہ کے
اعتبار سے لنهدينهم سبلنا میں دو مفعول ہیں۔ پہلا "هم" ہے دوسرا "سبلنا" ہے
تو عربی قانون کے اندر جب ہدایت کے بعد دونوں مفعول بلا واسطہ ہوں تو اس جگہ ایصال ہوتا ہے

سبیلا - کہتے ہیں ہاتھ پکڑ کر لے جانے کو۔ اگر یوں ہوتا کہ لنهدینهم "الی سبلنا" یا "لسبلنا"
لام یا الی کو بڑھاتے تو پھر معنی ہوتے رستہ تبلانا۔ اور لام اور الی کو اللہ تعالیٰ نے گرا دیا
تو بتلا دیا کہ یہ ہدایت بمعنی ہاتھ پکڑ کر لے جانے کے ہے۔ جہاں بمعنی ارارۃ کے ہوتا ہے
عموماً وہاں ہدایت کے بعد لام آتا ہے یا الی آتا ہے۔ یہاں یہ نہیں تو دو قرینے ہوئے کہ
یہاں ہدایت بمعنی ہاتھ پکڑنے کے ہے۔ ایک یہ کہ ہدایت مرتب ہے مجاہدہ پر۔ اگر
ہدایت بمعنی ارارۃ ہو تو اسے مجاہدہ کی ضرورت نہیں۔ وہ کافر کو راستہ تبلاتے ہیں۔ اور
دوسرے یہ کہ ہدایت کا مفعول دوسرا بلا واسطہ حرفِ جار ذکر کیا۔ الی سبلنا یا لسبلنا
نہیں فرمایا۔ جہاں الی اور لام کو گرا دیتے ہیں۔ تو وہاں ہدایت کے معنی ہاتھ پکڑ کر لے جانے
کے ہیں ؎

ہاں نہ پنداری کہ تنہا می روی

تجھے پچھ رہا ہے تو، ذکر کر رہا ہے تو، قرآن شریف پڑھ رہا ہے تو، تو نہیں کر رہا۔ ہم
کرا رہے تجھ سے۔ ہاتھ ہم نے پکڑا ہوا ہے۔ اس واسطے تو چل رہا ہے۔

اور سنیے۔ لنهدینهم سبلنا پر بڑا ہی ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ یہاں ہدایت
کے معنی ہوئے مطلب تک پہنچانے کے اور اس پر قرینے دو ہیں۔ ایک یہ کہ لنهدینهم
مرتب ہے مجاہدہ کے بعد اور ہدایت بمعنی ہاتھ پکڑ کر مطلب تک پہنچانا، وہ مجاہدہ پر
موقوف ہے۔ یہ شخص ہماری طرف آنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کوشش کرنے والے
کو جو ہدایت ہوگی وہ ہاتھ پکڑ کر لے جانے کی ہوگی۔ دوسرے یہ کہ واسطہ حرفِ جار کا نہیں
ہے۔ مگر مقصود آگے سُبُل ذکر کیا کہ رستہ مقصود ہے۔ مقصود تو تھا حق تعالیٰ کا قرب
اور اس کو ذکر نہیں کیا۔ سُبُل کو ذکر کیا۔ مقصود کا نام رکھا سُبُل۔ تو ایک تو پتہ یہ دے دیا کہ
ہمارے ہاں راستہ خود مقصود ہے۔ یہ دنیا کے رستوں کی طرح نہیں کہ مقصود تو مدرسہ
تک پہنچنا ہے اور یہ سڑک صرف ذریعہ ہے۔ ہمارے یہاں جو ذریعہ ہے وہ خود مقصود

بھی ہے۔

یہ شاید سمجھ میں نہیں آرہا کہ جو ذریعہ ہے وہ خود مقصود بھی ہے۔ نماز پڑھنا خود مقصود ہے۔ روزہ رکھنا خود مقصود ہے۔ اسے مقصود سمجھو۔ نام اس کا سُبُل رکھا اور صاف تبلا دیا کہ یہ مقصود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس راستہ میں خود طریقہ بھی مقصود ہے ؎

دل کوشش ہے آرزو بحرِ محبت کے کنارے کی

بس اس میں ڈوب مرنا ہی ہے اے دل پار ہو جانا

اس رستہ میں ڈوب جانا ہی مقصود ہے۔ دوسرا پتہ دیا کہ جو سبیل ہے وہ سُبُل ہے جس راستہ پر تو چل رہا ہے۔ اس کے مراتب مختلف ہیں جو درجہ تو پہلے طے کر چکا ہے اس کی نسبت یہ درجہ جس میں تو اب پہنچا ہے مقصود ہے۔ اور اس سے اونچے جو مراتب آئیں گے۔ ان کے لیے یہ رستہ ہے۔ یہ راستہ بھی ہے مقصود بھی ہے۔ اپنے ماتحت کی نسبت یہ مقصود ہے اور اپنے مافوق کی نسبت یہ راستہ ہے۔ اس میں دو حیثیتیں ہیں۔ اور بھی راز ہے شاید اھدنا الصراط المستقیم میں بار بار ہدایت مانگنے کا کہ شبہ یہ ہے کہ جب ہدایت ان کو حاصل ہے تو روزمرہ اہدنا۔ اہدنا۔ اہدنا۔ یا اللہ ہدایت دے۔ تو ہدایت تو ہے جو نماز کو کھڑا ہوا ہے۔ تو ہدایت تو ہے کہ تو نماز پڑھ رہا ہے۔ پھر بھی اہدنا۔ اہدنا۔ پھر دوسری رکعت میں اہدنا۔ تیسری میں اہدنا۔ چوتھی رکعت میں اہدنا۔ پھر ہر نماز میں اہدنا۔ اہدنا۔ اہدنا۔ تو ہدایت تو تجھے حاصل ہے۔ جو چیز حاصل ہے اس کو پھر مانگ رہا ہے؟ شبہ یہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ ہدایت کے بیشمار درجے ہیں۔ ایک درجہ حاصل ہو چکا ہے اس کے بعد دوسرا درجہ طلب کرتا ہے تو وہ جو دوسرا درجہ ہے وہ پہلے درجہ کی نسبت مقصود ہے اور وہ دوسرے کی نسبت یہ رستہ ہے۔ تو ہدایت کے مراتب عالیہ مختلف اوپر کی نسبت راستہ ہیں اور نیچے کی نسبت مقصود کہ جو ہدایت تجھے پہلے ہو چکی ہے اس سے

لے اصل شعر: عبث ہے آرزو بحرِ محبت کے کنارے کی ۔ بس اس میں ڈوب مرنا ہی ہے اے دل پار ہو جانا۔

اونچا درجہ ہدایت کا میں طلب کرتا ہوں سہ

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

تو اس واسطے نام اس کا رکھا سُبل۔ پھر یہ بھی پتہ دیا کہ رستے ہماری طرف آنے کے مختلف ہیں۔ ایک گھاس کھود رہا ہے۔ اس نیت سے کہ بچوں کا حق ہے۔ بیوی کا حق ہے۔ یہ گھاس کھود کر پہنچ رہا ہے۔

ایک تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ مقدمات کے فیصلہ کر رہا ہے۔ عدل کر رہا ہے۔ یہ تخت پر بیٹھ کر پہنچ رہا ہے۔

ایک تسبیح ہاتھ میں لیے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے۔ یہ اس طرح پہنچ رہا ہے۔

ایک کے ہاتھ کے اندر ترازو ہے۔ عدل کرتا ہے (یعنی صحیح طریقہ پر تولتا ہے ۱۲)

اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچ رہا ہے۔ تو اس کی طرف پہنچنے کے اتنا لیں میں لکھا ہے کہ جتنے مخلوق کے سانس ہیں اتنے راستے پہنچنے کے ہا سکتے ہیں۔ طُرُقُ الوُصُولِ اِلَى اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ۔

خود اسلام کے اندر۔ اسلام کے سوا تو کوئی راستہ ہی نہیں۔

اسلام کے اندر ہو کر اتنے راستے ہیں جتنے مخلوقات کے سانس ہیں۔

(نیز) سُبُل جمع فرمایا کہ تم جس راستہ پر چل رہے ہو، دوسرے کی ہوس نہ کرو۔ تمہارے لیے یہی مناسب تھا تم اسی راستہ پر چلو۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں سبل کو "نا" کی طرف منسوب کیا کہ ہمارا تجویز کیا ہوا راستہ ہو۔ تم خود اپنا راستہ تجویز نہ کرو۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ یہ شبہ کا جواب ہے۔ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ ثمرہ ہے۔ مجاہدہ کیا۔ ہماری طرف آنے کی کوشش کی۔ ہم نے راستہ کھول دیا۔ ہاتھ پکڑ لیا، پہنچا دیا ثمرہ ہے۔ حالانکہ و ان اللہ لمع المحسنین ثمرہ نہیں ہے۔ ثمرہ تو جب ہوتا کہ فان اللہ ہوتا۔ ثمرہ پر

فا آتی ہے۔ یہاں واؤ ہے۔ یہ ثمرہ نہیں بلکہ یہ ایک شبہ کا جواب ہے۔ شبہ یہ ہے کہ یا اللہ راستے تیری طرف پہنچنے کے اتنے دراز ہیں کہ کئی عمریں ملتیں پھر چلتے رہتے۔ پھر بھی پہنچنا مشکل ہوتا۔ یہ بہت دور کا راستہ ہے۔ وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ یہ تو خیال کر کے بعض دفعہ آدمی کمزور ہو جاتا ہے۔ گھبرا جاتا ہے۔ تو اس شبہ کے جواب میں فرمایا۔ تو یہ خیال نہ کر کہ مشکل نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ہم تیرے ساتھ ہیں۔

اب یہ ساتھ ہونا ہدایت پر مرتب نہیں کیا۔ وان اللہ لمع المحسنین واؤ کے ساتھ ہے۔ تو یہ ثمرہ نہیں ہے۔ یہ طریق کے اندر چلنے کے وقت کا پتہ دیا کہ ہم ساتھ ہو جاتے ہیں۔ ہم ہاتھ پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ تو ہم جس مسافر کے ساتھ ہو جائیں اور اسے چلا کر لے جائیں، اسے کیا مشکل ہے۔ تو یہ پہنچنا تیری طرف سے نہیں ہوگا۔ ہماری مہربانی، ہماری عنایت، ہماری مدد سے ہوگا۔ وان اللہ لمع المحسنین کے یہ معنی ہیں۔ اصل لطف تو عربی خوان ہی کو آتا ہے۔

وان اللہ لمع المحسنین میں تاکیدوں کا زور دیکھئے۔ ان تاکیدوں کے معنی ہیں، ضرور ضرور، ضرور۔ لام تاکید کا ہے۔ جملہ تاکید کا ہے۔ "ان" حرف تاکید کا ہے۔

حق تعالیٰ جل شانہ نیک کام کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ ذاکرین دوازدہ تسبیح کا ذکر کرتے ہیں تو وہ وسط ذکر میں کہتے ہیں:

اللہ حاضری۔ اللہ ناظری۔ اللہ معی۔ اللہ حاضر ہیں۔ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ میرے ساتھ ہیں۔

تو ان اللہ لمع المحسنین کے معنی یہ ہوں گے کہ رستہ لمبا ہے اور تیرے قطع کرنے سے یہ قطع نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمارے قطع کرانے سے یہ طے ہوتا ہے۔ لیکن تو ارادہ کر اور اپنی ہمت کو استعمال کر۔ پھر ہم پکڑ کر آگے تجھے پہنچا دیں گے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ وان اللہ لمع المکثرین۔ اللہ نے

نہیں فرمایا۔ یعنی جو بہت عبادت کرتے ہیں، ان کے ساتھ ہم ہوتے ہیں۔ ان اللہ لمع المحسنین فرمایا کہ جو عبادت کو بنا کر کرتے ہیں، ان کے ساتھ ہم ہوتے ہیں۔

احسان کے معنی ہیں خوبصورت کام کرنا۔ کام کو حسن والا کرنا۔ تو عبادت کو بہت کرنا اور چیز ہے۔ ایک آدمی بیس رکعتیں پڑھتا ہے۔ مگر نہ رکوع ٹھیک کرتا ہے۔ نہ سجدہ ٹھیک کرتا ہے نہ توجہ ہے، نہ خشوع ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ اور ایک آدمی دو رکعتیں پڑھتا ہے مگر حق ادا کرتا ہے تو اللہ کو پسند وہ ہے کہ تھوڑی پڑھے مگر حق ادا کر کے پڑھے۔ تھوڑی پڑھے تو لفظ مناسب نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی پڑھے، اس کا حق ادا کرے۔

تو ان اللہ لمع المحسنین فرمایا کہ عبادت کو حسن والی بناتے ہیں۔ خوب خوبصورت کر کے ادا کرتے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بہت کرتے ہیں اور کرتے ہیں خراب۔ وہ نہیں پسند۔ تھوڑی کرے لیکن حق ادا کرے وہ پسند ہے۔

اور پھر یہ احسان کا ترجمہ یعنی خوبصورت بنا کر کرنا عبادت کو۔ یہ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی کی شکل میں۔ چند سوال کئے۔ ایک سوال یہ کیا ما الاحسان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کس کو کہتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول! احسان کی حقیقت کیا ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ صرف عربی جاننے سے آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا؛ کیونکہ احسان کا لفظ عربی کا ہے۔ وہ سائل عربی داں ہے اور پوچھ رہا ہے احسان کی حقیقت کو۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم عربی داں ہیں مگر وہ نہ سمجھے تھے۔ تو احسان کا ترجمہ پوچھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا مراد ہے تاکہ حاضرین سمجھ جائیں۔

اسی طرح صلوٰۃ کا ترجمہ جو قرآن میں ہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تبلائیں پتہ نہیں چلتا۔ زکوٰۃ کا ترجمہ جو قرآن میں ہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ بتلائیں تو پتہ نہیں چلتا۔ تو شریعت کے احکام اور ارشادات موقوف ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلانے پر۔

توسوال کیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے:

"ما الاحسان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

یہ جو فرمایا، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو اس احسان سے کیا مراد ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا اور اس کا ترجمہ جو بعض شراحِ حدیث بیان کرتے ہیں، وہ صحیح نہیں کرتے۔ میں نام نہیں لیتا کیونکہ محدثین کی شان اور ادب کے خلاف ہے۔

حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں جب بھوپال گیا تو وہاں اہلِ حدیث کا بڑا چرچا تھا۔ ریاست تھی ان لوگوں کی۔ اہلِ حدیث کی بڑی شد و مد تھی۔ تو ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ احسان کے معنی کیا ہیں؟ میں نے کہا۔ عبادت کے دو حال ہیں۔ ایک یہ کہ عبادت کرے اللہ تعالیٰ کی بن دیکھے۔ اللہ کو دیکھا نہیں۔ تو اللہ کی عبادت کرے اور ایک یہ کہ اللہ کو دیکھ کر عبادت کرے۔ عبادت کے دو درجے ہوئے۔ دیکھ کر عبادت کرنا اللہ کو اور بن دیکھے عبادت کرنا۔ تو پیغمبر علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کر جیسا تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کرتا۔ اللہ کو دیکھ کر تو عبادت کرتا تو اس عبادت کو تو کیسا کرتا۔ کیسا بناتا۔ تو اس کا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کرتا۔ تو اب تو اللہ کو اس عالم میں دیکھ نہیں رہا۔ لیکن نماز پڑھنے میں حق ادا کر۔ نماز کو اس طرح پڑھ جیسے اللہ کو ان آنکھوں سے دیکھ کر پڑھتا۔ عبادت بن دیکھے مشابہ ہو اس عبادت کے کہ جس کو دیکھ کر تو کرتا۔ ایسا بنا اس کو اور یہ بن دیکھے عبادت یہ مشبہ ہے اور دیکھ کر عبادت کرنا مشبہ بہ ہے۔ عبادت بن دیکھے مشبہ اور عبادت دیکھ کر کرنا مشبہ بہ۔ اور وجہ شبہ کی احسان۔ خوبصورت بنانا۔ تو خوبصورت بنانے میں یہ دونوں برابر ہیں۔ اس کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ دونوں شکلوں میں عبادت خوبصورت بنا کر۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ ہے۔

سائل نے پوچھا:

"ما الاحسان یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ، احسان کی حقیقت کیا ہے ؟ جس حقیقت پر اللہ نے فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں - میں ان کو دوست رکھتا ہوں کہیں یحب المحسنین فرمایا کہیں مع المحسنین فرمایا - میری دوستی ہوتی ہے ان لوگوں کے ساتھ - کبھی فرمایا کہ میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں - تو جن لوگوں کے ساتھ میری دوستی ہے ، جس احسان کے کرنے والے کے ساتھ میری محبت ہے ، اس احسان کی حقیقت کیا ہے ؟ "

یہ تو نہیں فرمایا کہ بھلا کرنا کسی کو پیسے دے دینا - کسی کو کپڑا پہنا دینا - فرمایا ،

"احسان کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت کو ایسا بنا کر جیسا تو اللہ کو دیکھ کر عبادت کرتا"

تو عبادت بن جائے ہشکل ہو اس عبادت کے جس کو دیکھ کر تو کرتا - یہ کانک کا لفظ اس کو چاہتا ہے - کانک تشبیہ کے لیے ہے تو اس میں مشبہ بہ بھی ہونا چاہیئے وہ جو حدیث کی شرح لکھی ہوئی ہے اور جو عموماً شراح حدیث بیان کرتے ہیں - لفظ کے خلاف ہے -

حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ بھوپال میں مجھ سے لوگوں نے پوچھا تو میں نے یہ بیان کیا - انہوں نے کہا کہ کہاں لکھا ہے - میں نے کہا کہ میں نے کہیں نہیں دیکھا لکھا ہوا - فرمایا تھا کہ تھانہ بھون نہ تھا ، بھوپال تھا - تھانہ بھون ہوتا تو جواب اور دیتا - فرمایا کہ اگر پوچھتے کہ یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائے ہیں ان الفاظ سے منطبق کیسے ہیں ، اس کے دلائل کیا ہیں - یہ تھا عالمانہ سوال - اور یہ کہنا بھی کہ کہاں لکھا ہوا ہے اور پھر یہ پوچھنا کہ اس نے کہاں سے لکھا ہے ، وہ کہے گا کہ میں نے فلاں جگہ سے لکھا ہے - آخیر کو جو اس پر بوجھ گا کہ الفاظ حدیث کے اس مقصد کو ادا کرتے ہیں یا نہیں کرتے -

تو احسان کا ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت کو ایسا بنا کر تا بن دیکھے

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کرتا۔ آگے اس کے شبہ یہ ہوتا کہ یہ تو تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کو ہم دیکھ سکتے اور اس عالم میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے نہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں دوسرے عالم میں دیکھا۔ اس جگہ نہیں دیکھا۔ یہ تو تب ہوتا کہ اس عالم میں دیکھ سکتے تو کہتے کہ جیسے دیکھ کر کرتا۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ، فَاِنَّہٗ یَرَاکَ اگر تو نہیں دیکھ سکتا۔ اللہ تعالیٰ تو تجھے دیکھ رہے ہیں۔ اگر مالک چھت پر ہے اور مزدور کے سر پر اینٹیں اور گارا ہے۔ تو کہتا ہے مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو کام اچھا کرے گا۔ اور مزدور مالک کو دیکھ رہا ہو اور مالک کی اس کی طرف پشت ہو تو پھر مزدور حق ادا نہیں کرے گا۔

تو معلوم ہوا کہ اصل کام کے بنا کر کرنے کا سبب اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہے۔ مالک کا دیکھنا ہے۔ اس کا دیکھنا نہیں فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تعالیٰ تو تجھے دیکھ رہے ہیں اور عبادت کو بنا کر کرنے کا منشا مالک کا دیکھنا ہے۔ مزدور کا دیکھنا نہیں۔

پس یہ شبہ کہ تو اس عالم میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا یہ جواب دیا کہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنی اگر تو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ تو صورتیں تین ہیں گویا کام کرنے کی۔ ایک یہ کہ مزدور مالک کو دیکھ رہا ہے اور مالک مزدور کو دیکھ رہا ہے تو کام ٹھیک کرے گا۔ ایک یہ کہ مالک مزدور کو دیکھ رہا ہے۔ مزدور مالک کو نہیں دیکھ رہا اور اسے پتہ ہے کہ مالک مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کے سر پر تو اینٹیں یا گارا ہے اور مالک چھت کے اوپر ہے اور یہ جانتا ہے کہ مالک مجھے دیکھ رہا ہے تو کام اچھا کرے گا۔ اور تیسرے یہ کہ یہ مالک کو دیکھ رہا ہے اور مالک اسے نہیں دیکھ رہا۔ مالک کی اس کی طرف پیٹھ ہے اور اس کے سر پر گارا ہے اور یہ دیکھ رہا ہے مالک کو۔ تو اب حق ادا

نہیں کرے گا اس واسطے کہ مالک اس کو دیکھ نہیں رہا ہے۔

تو اصل میں کام کو بنا کر کرنے کا منشا ر مالک کا دیکھنا ہے مزدور کو مزدور کا دیکھنا نہیں فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ اس شبہ کا جواب دیا کہ کام کو بنا کر کرنے کا منشا تیرا دیکھنا ان کو نہیں۔ احسان کا دیکھنا ہے۔ وہ تو تجھے دیکھ رہے ہیں۔ خواہ تو انہیں دیکھے یا نہ دیکھے جب وہ دیکھ رہے ہیں تو عبادت کو اس طرح کر۔

تو معلوم ہوا کہ مطلق عبادت اللہ تعالیٰ جل شانہ کو پسند نہیں، جس کے اندر صفت احسان کی نہ ہو۔ احسان کا لفظی ترجمہ، حسن والا بنانا عبادت کو۔ اچھا سنوار کر کرنا۔ سنوار کر بنانا۔ درجہ عبادت میں تین قسمیں ہیں۔ احسان کا لفظ بظاہر تینوں کو ظاہر کرتا ہے۔

ایک یہ کہ قلب سے توجہ اللہ جل شانہ کی طرف ہو۔ قلب متوجہ رہے اللہ جل شانہ کی طرف۔ خشوع کی حقیقت حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجیب فرمائی۔ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ حضرت کا ارشاد تھا:

"خشوع کی حقیقت جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ اور التفات کو باقی رکھے۔ اگر یہ توجہ اور التفات ہٹ جائے تو پھر تازہ کرے۔ توجہ رکھی تھی مگر سامان ایسے ہو گئے کہ توجہ ہٹ گئی غفلت ہو گئی تو پھر توجہ کو تازہ کرے۔ پھر ہٹ جائے۔ پھر تازہ کرے۔ پھر ہٹ جائے۔ پھر تازہ کرے۔"

کام کرنے والوں کو یہ درجہ نصیب ہو جاتا ہے کہ مشکل سے توجہ ہٹتی ہے۔ مگر مبتدی کو یہ درجہ نصیب نہیں ہوتا۔ مبتدی کو تو توجہ باقی رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اگر ہٹ جائے تو پھر تازہ کرلے۔ پھر ہٹ جائے۔ پھر تازہ کرلے۔ جس شخص کی توجہ ہٹانے ہی پر شروع سے کمر باندھ لی۔ حق تعالیٰ کی طرف بالکل توجہ رہی نہیں لوٹی

ﷺ اور جس کی بار بار ٹوٹی - پھر تازہ کرلی - اس کو اور اس کو ثواب ایک جیسا ملے گا کیونکہ اس کی قدرت میں یا تناہی تھا - اور یہ کہ توجہ ہٹنے نہ ، لبتہ رہے یہ اختیار میں نہیں -

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا :

"یہ کاوش نہ کرے کہ میری توجہ ایسی بستہ رہے کہ کہ ٹوٹے نہیں کیونکہ اس پر یہ قادر نہیں ہوگا اور سمجھے گا کہ میں اس کا مکلف نہیں اور جتنا کر سکتا ہے وہ بھی چھوڑ دے گا - کاوش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جتنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرسکتا ہے اتنی بھی نہیں کرے گا - کہے گا کہ میری قدرت میں ہی نہیں تو کوشش کو بھی چھوڑ دے گا - تو پھر یہ حال ہوگا ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی"

فرمایا (حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے) کہ خشوع کا ترجمہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایسی محویت اور ایسا استغراق ہو کہ آدمی کو ہوش ہی کسی چیز کا نہ ہو - یہ محویت اور استغراق غیر اختیاری چیزیں ہیں اور سوائے نبوت کے کوئی غیر اختیاری چیز قرب کو نہیں بڑھاتی - قرب کا ذریعہ ہمیشہ اختیاری چیز ہوگی -

ثواب میں سو دفعہ درود شریف پڑھیں - سو دفعہ سورۂ یٰسین پڑھیں برابر ثواب نہیں ہوگا کیونکہ اختیاری نہیں ہے - کوئی غیر اختیاری چیز قرب کو نہیں بڑھاتی - اور خشوع ذریعہ ہے قرب کا - تو معلوم ہوا خشوع نام ہے اس عمل کا - جس کو یہ اپنے اختیار سے کر سکتا ہے - محویت اور استغراق کا طاری ہو جانا ، وہ اختیاری چیز نہیں ہے - معلوم ہوا کہ خشوع کے معنی ایسے ہیں جو آدمی اپنی قدرت اور اختیار سے کر سکے - عطا کیا ہے کہ توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف رکھنا اور اس کے مختلف راستے ہیں - یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہے ہیں یا یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کو قرآن شریف سنا رہا ہوں یا یہ کہ میں کعبہ کے سامنے کھڑا ہوں - کسی نے کہا کہ حضرت ، اگر کوئی شخص ایک طریقہ اختیار کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو قرآن شریف

سنا رہا ہوں اور پھر توجہ ہٹ جائے اور دوسری طرف ہو جائے۔ فرمایا کہ خشوع کے اندر ہے یہ۔ فرمایا کہ کہنے کی چیز تو نہیں کیونکہ لوگ غلطی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ کسی فقہی مسئلہ میں توجہ کرتا ہے عالم اور نماز کے اندر ہے۔ یہ بھی خشوع کے منافی نہیں ہے اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ میں نماز میں ہوتا ہوں اور لشکر کا انتظام کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوا کہ لشکر کا انتظام کرنا نماز میں خشوع کے منافی نہیں۔ ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز بلا خشوع ہوتی۔ تو معلوم ہوا کہ دین کی کوئی شے بھی خشوع کے منافی نہیں۔ اصل چیز تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کو بستہ رکھنا ہے۔ مگر دوسری طرف بھی اگر توجہ ہو جائے مثلاً مسائل کی طرف تو وہ بھی خشوع کے منافی نہیں۔ اور دلیل سا تفریہ بیان کر رہے ہیں کہ خشوع کا ترجمہ کیا ہے کہ اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ کی طرف توجہ رکھے۔ مگر اس میں دوام نہ ہو۔ ٹوٹ جائے توجہ تو تازہ کرلے۔ پھر ٹوٹ جائے، پھر تازہ کرلے۔ دس دفعہ ٹوٹے۔ دس دفعہ تازہ کرلے۔

نماز اگر ایسی پڑھی کہ شروع سے لے کر اخیر تک توجہ بستہ رہی۔ مشق سے ایسی ہو جاتی ہے۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق سنا ہے کہ فرماتے تھے اگر کوئی (توجہ) توڑتا چاہے تو مشکل سے ٹوٹتی ہے مگر اس توجہ کے ٹوٹنے والے کو اتنا ہی ملے گا جتنا اس کو ملا ہے، جس نے شروع سے لے کر اخیر تک توجہ بستہ رکھی۔

میں تھانہ بھون جا رہا تھا۔ راستہ میں چند ہندو دیکھے۔ وہ تھے تو مذہبی۔ اللہ کا نام لینے والے۔ ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا کہ نام تو ایسا جپنا چاہیئے جیسا کہ شربت کا قوام منضبط ہوتا ہے کہ وہ تار ٹوٹتی ہی نہیں۔ ایسی توجہ چاہیئے پرمیشور کی طرف کہ وہ تار نہ ٹوٹے۔

تو جن لوگوں کو مشق کی وجہ سے ایسی توجہ نصیب ہو کر شروع سے اخیر تک بستہ رہے

اور نہ ٹوٹے، اس کی اور جس کی بار بار ٹوٹے اور پھر تازہ کرے۔ بار بار ٹوٹے اور پھر تازہ کرے دونوں کے ثواب کے اندر کوئی فرق نہیں کیونکہ اس کی قدرت میں اتنا ہی تھا۔ یہ اتنا ہی کر سکتا تھا۔ خشوع کی حقیقت ہے اور یہ فرمایا کہ فرمایا کہ خشوع کا ترجمہ استغراق یا محویت بالکل غلط ہے کیونکہ وہ غیر اختیاری چیزیں ہیں، جس کا انسان مکلف ہی نہیں اور نہ ہی اس سے قرب حاصل ہوتا ہے اور خشوع کا مکلف ہے اور اس سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اختیار میں داخل ہے۔

اور ایک اخلاص ہے عبادت کے اندر، جس کا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم میں لام پتہ دے رہا ہے، کہ ہمارے لیے مجاہدہ کرے تو عبادت کے اندر ایک اخلاص ہونا چاہیئے اور ایک یہ کہ وہ عبادت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے مطابق ہو۔ اخلاص بھی ضروری ہے۔ خشوع بھی ضروری ہے۔ اتباع طریق بھی ضروری ہے اور احسان کا لفظ بظاہر سب کو شامل ہے۔

اس واسطے فرمایا کہ عبادت کو تو خوبصورت کر۔ خوبصورت تب ہوگی کہ اللہ کے لیے ہو۔ شریعت کے قانون کے مطابق ہو اور شان ایسی ہو کہ بن دیکھے ایسی بنا کرے جیسی ان کو دیکھ کر بنا کر کرتا۔ اس پر فرمایا کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ ہوتے ہیں اور پھر ان لوگوں کے ساتھ ہونا ایک تو عقیدہ کے درجہ میں ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ۔ ایک حال ہوتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے صاحب وجدان کو کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ کا کلام میرے کان تو نہیں سنتے میرا دل سنتا ہے۔ اب یہ کر۔ اب یہ کر۔ اب یہ کر۔

مثنوی دفتر ہشتم میں ہے غالباً۔ ایک قصہ مولانا نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص بغداد کا تھا اور بڑا مالدار تھا۔ مال اسے میراث میں ملا تھا۔ خوب دستر خوان پر دس دس بیس بیس کھانے چنتا تھا اور یار لوگ کھانے کو جمع ہو جاتے تھے۔ تو اسے خواب آیا کہ مصر میں فلاں نمبر کا

گھر، فلاں گلی اور فلاں مکان میں خزانہ ہے۔ خواب کی بنا پر وہاں گیا اور وہاں تھا مارشل لاء پکڑا گیا۔ پولیس نے پکڑ کر دے مار، دے مار، دے مار۔ اتنے میں افسر آیا تو پولیس نے کہا۔
"ڈاکو پکڑا گیا ہے"
تو اس (افسر) نے اس سے پوچھا "بھئی تو کون ہے؟"
اس نے کہا "حضور میں ڈاکو کیا ہوتا۔ میں تو بغداد سے آیا ہوں۔ اس خواب کی بنا پر آیا تھا"
اس (افسر) نے کہا "تو آدمی تو نیک معلوم ہوتا ہے مگر تو احمق بھی ہے۔ خواب کی بنا پر بغداد کو چھوڑا۔ مصر میں آیا کہ فلاں گلی فلاں مکان میں مجھے خزانہ مل جائے گا۔ تو احمق ہے"
لہٰذا اس افسر نے (مزید) کہا "میں نے خواب میں کئی دفعہ دیکھا ہے کہ بغداد میں فلاں گلی فلاں مکان نمبر میں خزانہ ہے (لیکن) میں نہیں گیا"
یہ بغدادی سمجھ گیا "اوہ! یہ تو میرا ہی گھر ہے"
اب اس (افسر) کے خواب کی بنا پر واپس آیا اور مکان کو کھودا تو واقعی مکان کے اندر سے خزانہ نکلا۔
یہ قصہ نقل فرما کر مولانا (روم) فرماتے ہیں کہ محبوب تو پاس ہی ہے مگر چوٹیں کھا کر ملتا ہے یعنی خزانہ اس بغدادی کے گھر میں ہی تھا۔ مگر وہاں مصر جا کر مجاہدہ کی مشقتیں اٹھائیں۔ چوٹیں کھائیں۔ مار پیٹ ہوئی تو پھر نصیب ہوا۔ تو فرمایا کہ خزانہ یعنی اللہ تعالیٰ کی معیت تو ساتھ ہے مگر اس کا احساس جب ہوتا ہے جب مجاہدہ کرے۔ جیسے نابالغ بچے کو یہ معلوم نہیں کہ میرے قبضہ میں لاکھ روپیہ ہے۔ ملک میں ہے اور پتہ نہیں۔ اور بخلاف بالغ کے کہ اس کو پتہ ہے کہ میری ملک میں ہے۔ میرے قبضہ میں ہے۔
(ان اللہ لمع المحسنین) اللہ تعالیٰ ساتھ ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہو جاتا بڑی چیز

ہے۔ جس کو محسوس ہو جائے کہ اللہ تعالے میرے ساتھ ہیں، بس اس کی خوشی کا اندازہ لگا لیجئے کہ کیا ہو گی۔ اللہ تعالے لاسجانل نصیب فرمائے۔ حرف قال سے تو آدمی نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور نہ کسی کو سمجھا سکتا ہے۔ اور صاحب حال خود تو سمجھ جاتا ہے مگر سمجھا نہیں سکتا۔ تو اس میں نتھن بنہم سبلنا ہم ان کو راستہ پر چلاتے ہیں تو اس کو مقصود بھی بتایا اور اس کو راستہ بھی بتایا۔

عبادت کے اندر ایک دفعہ الحمد للہ کہہ کر۔ دوسری دفعہ جب الحمد للہ کہنے کی توفیق ہو تو مبتلا کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو ثمرہ نقد مل گیا ہے۔ اس الحمد للہ کہنے کے بعد اگر خزانہ مل جاتا تو وہ بہتر تھا یا دوسری دفعہ الحمد للہ کہنے کی توفیق مل جانی بہتر ہے یعنی یہ سوال کرے اپنے ہی دل سے کہ ایک دفعہ الحمد للہ کا ثواب اتنا ہے کہ فرمایا زمین و آسمان کے درمیان جتنی جگہ ہے یہ بھر دی جاتی ہے ثواب سے۔ جب ایک دفعہ الحمد للہ کہتا ہے تو ایک دفعہ الحمد للہ کہنے کے بعد جب دوسری دفعہ الحمد للہ کہنے کی توفیق ہوئی یہ جو ثمرہ ملا ہے کہ توفیق ہو گئی دوبارہ الحمد للہ کہنے کی۔ یہ الحمد للہ کا ثمرہ ہے۔ ہم نے تجھے نقد ثمرہ دیا ہے۔ لیکن تجھے احساس نہیں۔ اس کا احساس تو تجھے جب ہو گا جب تجھے موت آئے گی اور صاحب حال کو اب بھی احساس ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ الحمد للہ کہنے کے بعد ثمرہ یہ ملا کہ دوسری دفعہ الحمد للہ کہنے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسری دفعہ الحمد للہ کہنے کا یہ ثمرہ ملا کہ تیسری دفعہ کہنے کی توفیق ملی اور دوسری دفعہ جب الحمد للہ کہے گا تو پہلی دفعہ کے بعد الحمد للہ سے وہ زیادہ اچھا ہو گا۔ اس میں عبادت کا ذوق و شوق ہو گا۔ دوسری عبادت پہلی عبادت سے اچھی ہوتی ہے۔ پھر تیسری اچھی دوسری سے۔ پھر چوتھی اچھی۔

تو معلوم ہوا وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ (سورۃ الضحیٰ)۔ اس کا ترجمہ یہ فرمایا مفسرین نے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر پچھلی گھڑی ہر پہلی گھڑی سے اچھی ہے۔

آپؐ کی ہر پچھلی عبادت پہلی عبادت سے اچھی ہے۔ تو پہلی دفعہ الحمد للہ جس کیف سے کہا تھا جب دوسری دفعہ ذرا توجہ سے کہے گا، اس کا کیف اس سے زیادہ ہوگا۔ اس کی توفیق اس پہلے الحمد للہ کے کہنے سے ہوگئی۔ اس میں ترقی۔ ذوق اور خشوع اسی پہلے الحمد للہ کا ثمرہ ہے۔ مشاہدہ یہ کرتا ہے کہ ہر عمل کا ثمرہ ساتھ ساتھ ملتا چلا جاتا ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ ادھار ہے اور یہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ نقد ہے۔ پوری طرح اگر اپنے دل کو ٹٹولے کہ پہلے الحمد للہ کہنے کے بعد دوسری دفعہ کہنے کی جو توفیق ہوگئی تو یہ ثمرہ جو ملا ہے وہ بہتر ہے یا مجھے روئے زمین کی دولت مل جاتی وہ بہتر ہوتی۔ اگر واللہ ذرا بھی حس ہوگی قلب کے اندر تو ذوق اس کا کہے گا کہ یہ بہتر ہے۔ میں چاٹوں گا سلطنتوں کو۔ میں مال و دولت کو چاٹوں گا۔ کیا کروں گا۔ جس الحمد للہ کہنے پر اللہ راضی ہوں اور ثواب اتنا مل گیا یہ بہتر ہے یا مجھے لاکھ روپیہ مل گیا۔ کوئی مل مل گئی یا کوئی کارخانہ مل گیا۔ دل سے پوچھے۔ ایمان اگر ہے اور ایمان کی صحت اگر ہے تو اندر سے جواب آئے گا کہ لاکھوں سلطنتیں اس پر قربان۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ "لَتَسْبِيْحَةٌ وَّاحِدَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا اُوْتِيَ اٰلُ دَاوٗدَ" روح المعانی، پارہ ۱۹۔ سورۂ نمل میں ہے۔ اور روح المعانی کا رنگ تو یہ ہے کہ وہ حدثنا۔ حدثنا۔ کہہ کر ہم بیٹھے ہیں، سند سے بولتے ہیں۔ تو وہ نقل کرتے ہیں کہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کو کہا کہ تیرا ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا میری ساری سلطنت سے بہتر ہے۔ اور جس شخص کو یہ مشاہدہ ہوتا ہو کہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کے بعد دوبارہ دفعہ سبحان اللہ کہنے کی توفیق ہوگئی۔ یہ جو ثمرہ ملا ہے۔ یہ کیا کم ہے جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرمائیں کہ میری سلطنت تجھے مل جاتی تو اتنی مفید نہیں جتنا ایک دفعہ تو نے سبحان اللہ کہہ دیا۔ لتسبیحة واحدة خیر مما اوتی ال داؤد ... تو جس کو یہ مشاہدہ ہو ایک دفعہ سبحان اللہ کہنے کا یہ ثمرہ ہے کہ دوسری دفعہ سبحان اللہ کہنے

کی توفیق عطا فرمائی۔ دوسری دفعہ الحمد للہ کہنے پر تیسری دفعہ الحمد للہ کہنے کی توفیق عطا فرمائی اور دوسرا پہلے سے ذرا اونچا ہوگا۔ تو جتنا جتنا بڑھتا چلا جائے گا اس کی برکت سے ذوق اور شوق اور احساس بڑھتا چلا جائے گا۔ تو معلوم ہوگا کہ پچھلی عبادت پہلی عبادت کا ثمرہ ہے۔ وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ۔ تیری ہر پچھلی عبادت ہر پہلی عبادت سے اونچی ہے۔

یہی وجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار کیا کرتے تھے۔ ہر نماز کے بعد۔ یعنی آپ جس درجہ پہ پہنچے ہیں اور اس درجہ پر پہنچ کر عبادت کا رنگ ہے عبادت کا۔ اس کو دیکھتے ہیں اور جو پہلے پہنچے ہیں۔ اس میں وہ کیف نہیں تھا تو اس کمی کی وجہ سے تدارک کرتے ہیں استغفار سے۔ تو کمی کا تدارک شریعت نے استغفار سے کیا ہے۔ گناہ کے لیے یہاں استغفار نہیں بلکہ کمی کے تدارک کے لیے استغفار ہے۔ تو ہر پچھلی عبادت پہلی عبادت سے کامل ہوتی ہے۔ تو پہلی اس کے کمال کا ذریعہ بنی۔ دوسری تیسری کے کمال کا ذریعہ بنی اور تیسری چوتھی کے کمال کا ذریعہ بنی ؂

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

اور اب اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے معنی بھی پوری طرح سمجھ میں آگئے ہوں گے۔ یعنی ہدایت تو اس کو حاصل ہے۔ پھر ہدایت اور مانگتا ہے۔ اہدنا۔ اہدنا۔ پہلی رکعت میں مانگا۔ دوسری رکعت میں بھی مانگا۔ تو معلوم ہوا کہ پہلا درجہ جو ہدایت کا حاصل تھا اس سے اونچا مانگتا ہے۔ دوسرا جب حاصل ہو گیا تو اس سے اونچا اور ہے اور اس کے درجے کہیں ختم نہیں ہوتے ؂

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

دراصل یہ قیل وقال ہے۔ میں نے کہہ دیا اور آپ لوگوں نے سن لیا۔ یہ کہنا اور سننا کافی نہیں ہے بلکہ دل میں رچ جائے اور یہ ذریعہ بنے قدم اٹھانے کا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد تھا کہ علم نام ہے اس معرفت کا کہ اس کے بعد آدمی عمل کے لیے بے چین ہو جائے۔ اور دانستن جو لغت والے کہتے ہیں یہ علم کا معنی نہیں۔ نہ وہ جو منطقی کہتے ہیں۔ بلکہ علم اس پہچان کا نام ہے کہ اس کے بعد آدمی عمل کے لیے بے چین ہو جائے نیک کام کو ایسے ڈھونڈے جیسا پیاسا بلکہ سخت پیاسا پانی کو ڈھونڈتا ہے اور عمل سے ایسا سکون آئے جیسا پیاسے کو پانی سے ہوتا ہے۔ اس کو علم کہتے ہیں۔ اس کو سمجھداری کہتے ہیں۔

بس اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے عمل کرنے کی۔ آمین ثم آمین۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است
خم و خمخانہ با مہر و نشان است

دورِ جدید کے تقاضے

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک رات شیطان نے تاحدِ نظر بصورتِ نور ظاہر ہو کر کہا:

"اے عبدالقادرؒ! ہم تمہاری عبادت و ریاضت سے بہت خوش ہوئے اور اس خوشی میں تم پر آئندہ فرائض و واجبات کی ادائگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے معاف کرتے ہیں۔ جاؤ خلقِ خدا کی خدمت انجام دو!"

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شیطان کے اس فریب پر مسکرا اٹھے۔ جو نماز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاف نہ ہوئی وہ بھلا ان کے لیے کیوں معاف ہونے لگی۔ سمجھ گئے کہ نور کے پردہ میں ظلمت ہے۔ زور سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا۔ لاحول پڑھتے ہی سارا نور غائب۔ لیکن جاتے جاتے شیطان ایک وار اور کرتا گیا۔

"عبدالقادرؒ۔ تمہیں تمہارے علم نے بچا لیا!"

حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برجستہ فرمایا:

"اب میں کیا اور میرا علم کیا؟ مجھے کبر اور غرور کی تعلیم دیتا ہے۔ بچانے
والا تو میرا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔"

شیطان کی ایسی ہی کسی شعبدہ بازی نے ہمارے ہاں کے ایک شخص کو علم و عقل کا فریب
دے کر اپنے ہونہار چیلوں میں شامل کیا اور اس کے "کارناموں" سے متاثر ہو کر مسیلمہ کذاب
ثانی کی باقاعدہ سند عطا کر دی۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو جتنا نقصان اس خود ساختہ
نبی کے فتنہ سے پہنچا۔ مجموعی طور پر اتنا نقصان نہ مرہٹے اور سکھ پہنچا سکے اور نہ ہندو اور
انگریز۔ خود احقر راقم الحروف کا گھرانا بھی اس فتنہ کا شکار رہا اور کس طرح شکار ہوا، بہتر ہے
کہ اس کا بھی ذکر کر دیا جائے تاکہ پتہ چل سکے کہ اس دجل کی بنیاد آغاز ہی سے جھوٹ اور
مکر و فریب پر رکھی گئی ہے۔

آج سے تقریباً نصف صدی قبل ایک قریبی عزیز نے اپنے لڑکے کے لیے احقر
کی بہن کا رشتہ مانگا۔ مرحوم و مغفور والد صاحب نے حسب دستور دیگر عزیزوں سے مشورہ
کیا۔ دیوبند سے عم محترم شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے جواباً تحریر فرمایا:

"لڑکے کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ قادیان جاتا رہتا ہے۔ پہلے اس
کے عقائد کی خوب اچھی طرح چھان بین کر لیں۔ اگر عقائد درست ہوں تو
عزیزوں میں اس سے اچھا رشتہ اور کون مل سکتا ہے۔"

والد صاحب مرحوم نے یہی خط ان رشتہ مانگنے والے عزیز کے حوالہ کر دیا۔ شام کو
مغرب کی نماز میں وہ صاحب اپنے صاحبزادے کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور
اور نماز کے فوراً بعد سارے نمازیوں کی موجودگی میں ان کے صاحبزادے نے قرآن پاک
ہاتھ میں لے کر قادیانیت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے قسم کھائی:

"میں قادیانی نہیں ہوں۔ وہ ایک بار تجارت کے سلسلے میں البتہ قادیان کا آنا جانا رہا۔ اور اب تو کئی سال سے یہ آمد و رفت بھی بند ہے"

خدا کے گھر میں، خدا کا کلام ہاتھ میں لے کر بے شمار نمازیوں کو اس بات کا گواہ بنانا کہ وہ صاحب قادیانی نہیں ہیں۔ کوئی ایسی معمولی بات نہیں تھی جس پر مسلمان اعتبار نہ کریں۔ یہ تو تقریباً پچاس سال قبل کی بات ہے جب کہ عموماً لوگ اتنے سیدھے سادے ہوتے تھے کہ قسم کے بغیر ہی ہر ایک کی بات کا اعتبار کر لیا کرتے تھے۔ اس بگڑے ہوئے "ترقی یافتہ" دور میں بھی شاید ہی کوئی ایسا بدبخت مسلمان ہو جو اتنی بڑی قسم کا اعتبار نہ کرے چنانچہ یہ رشتہ ہو گیا۔

شادی کے پہلے پانچ سال بڑے سکون سے گزرے۔ پھر وقتاً فوقتاً بہن کو ایسی کتابیں دی جانے لگیں جن میں مرزائیت کا زہر گھلا ہوا تھا۔ ابھی ماتھا ٹھنکا ہی تھا کہ ایک روز اچانک کہا گیا کہ قادیان میں سالانہ جلسہ ہونے والا ہے۔ کل روانگی ہے۔ کسی سے کہے سنے بغیر خاموشی سے میرے ساتھ قادیان چلو اور بیعت ہو جاؤ۔"

درمیان میں صرف رات باقی تھی۔ پتہ نہیں، بیچاری بہن کے دل پر کیا گزر گئی۔ تین چار بجے رات کو بیدار ہوئیں۔ چھوٹے چھوٹے تین بچوں کو سنبھالا اور گرتی پڑتی رات کی تاریکی اور تنہائی میں لرزتی اور کانپتی، اپنے ایمان کو سینے سے لگائے ہوئے بغیر کسی سواری کے میکے پہنچ گئیں۔

پھر کئی سال تک مقدمہ بازی ہوئی۔ اسی دوران میں بہن کو دق ہو گئی۔ گھر پر پڑی پڑی کھانستی رہتیں اور خون تھوکا کرتیں۔ طبیعت کچھ بحال ہوتی تو والدہ صاحبہ مرحومہ اور ہم چھوٹے بھائیوں کو بہشتی زیور پڑھ پڑھ کر سناتیں۔ بچھ سات سال کے بعد دین اور ایمان کی دولت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کو سینے سے لگائے ہوئے باقاعدہ ذکر کرتی ہوئی اپنے معبود حقیقی کے ہاں پہنچ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسی مبارک موت تھی کہ گھر کئی روز تک عجیب عجیب خوشبو سے

سے مسکتا رہا۔

ان صاحبزادے سے جب یہ کہا گیا ابھی حیات ہیں اور مغربی پاکستان میں ایک بڑے سرکاری عہدے سے کچھ ہی عرصہ قبل ریٹائرڈ ہوئے ہیں) کہ تم نے نواللہ کے گھر میں قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی تھی کہ قادیانی نہیں ہو۔ تو بڑی سادگی سے فرمانے لگے:

"قادیانی کا مطلب تو ہے قادیان میں پیدا ہونے والا۔ قادیان کا باشندہ میں وہاں کا باشندہ تھوڑا ہوں۔ ایسی ہزار قسمیں تو میں آج بھی کھا سکتا ہوں"

بس یہ ہے ان کا مذہب۔ ساری کی ساری عمارت اسی قسم کے جھوٹ، دھوکے اور فریب کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے۔ اب تو بفضلہٖ تعالیٰ مسلمان ان ہتھکنڈوں کو بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری علیہ الرحمۃ کے دور میں انگریزوں کی شہ پر اور انہیں کی حفاظت میں یہ لوگ ہر جہار جانب اپنے جال پھیلانے میں مصروف تھے۔ بلکہ اس لحاظ سے انگریزوں کے منظور نظر بھی تھے کہ ان کے نبی نے جہاد کو یکسر حرام قرار دیا تھا اور انگریز اس حقیقت سے واقف تھے کہ جب تک مسلمانوں میں جہاد باقی ہے، نہ صرف ان کے قدم بلکہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے قدم بھی مسلمانوں کے سامنے جم نہیں سکتے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ تھی کہ بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کے دجل اور فریب سے اچھی طرح واقف کرایا جائے۔ علماء کرام نے بروقت اپنے فرض کو پہچانا اور تن من دھن سے اس کی بجا آوری میں لگ گئے۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء ۱۳۵۲ھ کی سب سے پہلی کل ہند احرار کانفرنس قادیان ہی میں منعقد کی گئی تاکہ ہر سال باطل کے منہ در منہ حق کو واضح کیا جا سکے اور دنیا کو بتایا جا سکے کہ یہ بیچارہ نبی اور اس کے بیچارے حواری اس قدر بیچارے ہیں کہ ان میں مناظرہ کی جرأت ہے اور نہ مباہلہ کی۔ اس عظیم الشان کانفرنس کی پوری تفصیل تحریک تحفظ نبوت کی تاریخ میں موجود ہے کہ کس طرح اپنے فرنگی "متھراؤں" کے ذریعہ راستے میں روڑے

اٹھائے گئے۔ شرکار جلسہ کو کس کس طرح زبانی اور تحریری طور پر دھمکیاں دی گئیں اور کس طرح غیر مسلم ہم وطنوں کی خوشامدیں کر کے کوشش کی گئی کہ یہ کانفرنس نہ ہونے پائے۔ لیکن نہ صرف اس کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا بلکہ آئندہ بھی اسی طرح کی سالانہ کانفرنسیں ٹھنکے کی چوٹ پر قادیان کے قرب و جوار ہی میں ہوتی رہیں۔ (فرحت اقبال)

قادیان کا سفر

حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی انہیں سرفروشوں میں سے تھے جنہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد پر لبیک کہی، دامے درمے، سخنے اور قدمے ہر ممکن مدد کے لیے تیار ہو گئے اور اس قلق کے ساتھ کہ کاش آج ان کی ہزار جانیں ہوتیں تو وہ بھی ناموس رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نچھاور کر کے ہی سمجھتے اور بجا طور پر سمجھتے کہ حق ادا نہ ہو سکا، خود بھی قادیان پہنچ گئے۔ اور وہاں بغیر کسی جھجک کے، بغیر کسی خوف اور خطرے کے اپنی مدلّل اور موجّہ تقریر میں ببانگِ دہل یہ اعلان فرمایا کہ اس خود ساختہ نبی کو جو لوگ نبی مانتے ہیں یا مجدّد سمجھتے ہیں یا کسی بھی طور پر اس کے افعال و اقوال کی تائید کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب صریح کفر میں مبتلا ہیں۔ اگر تجدید ایمان کیے بغیر مر گئے تو کوئی بھی طاقت انہیں نارِ جہنم سے نہیں بچا سکتی۔ اس نارِ جہنم سے جو چند روزہ نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے۔"

اس کانفرنس کے انعقاد نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں۔ جو لوگ اس فتنہ کا شکار ہو چکے تھے، وہ عذابِ الٰہی کا انتظار کرتے رہے (اور غالباً آج تک اس انتظار میں ہیں کہ عذابِ الٰہی ان مُتَّحِرِّخ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں کیوں نہیں لیتا۔) البتہ جو لوگ کشمکش و مذبذب میں مبتلا تھے۔ حق و باطل میں تمیز نہ کر سکتے تھے۔ اور اس جال میں پھنسنے ہی والے تھے۔ ان میں سے بیشتر اپنا دامن بچا لے گئے۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ یہ جرأت، یہ بے باکی اور یہ صاف گوئی حق ہی میں ہو سکتی ہے۔ پیٹھ کے پیچھے سے خنجر گھونپنا اور جھوٹ اور فریب سے اپنا کام نکالنا باطل ہی کو زیب دیتا ہے۔ آخر یہ اتنے بہت سے علماء جو یہاں جمع ہوئے ہیں اور

باطل کے سینے پر مونگ دل رہے ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں، قرآن اور حدیث کے حوالوں سے کہہ رہے ہیں۔ خواہ مخواہ محض تفنن طبع اور تفریح کے لیے تو آتش نمرود میں نہیں کود رہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کبھی زہر ہلاہل کو قند نہیں کہا۔ پھر انہیں کوئی لالچ بھی نہیں۔ کوئی ٹیکس، کوئی ہدیہ، کوئی نذرانہ بھی نہیں چاہیے جب کہ خود ساختہ نبی کو اپنی آمدنی کا دس فی صدی حصّہ بھی دینے کا مطالبہ ہے تاکہ اس کے لیے محل بنائے جا سکیں، اور نئے نئے ماڈل کی کاریں خریدی جا سکیں۔ سمجھنے والے سمجھ گئے، اور تاڑنے والے تاڑ گئے کہ طمع کدھر ہے اور للہیت کہاں ہے۔ اس پہلی ہی کانفرنس نے دنیا کو بتا دیا کہ عزت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مر مٹنے کا جذبہ آج بھی اتنا ہی تر و تازہ ہے جتنا آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے تھا اور یہی جذبہ آج عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کشاں کشاں قادیان میں لے آیا ہے۔ ان کے معصوم چہروں کے انوار بتا رہے ہیں کہ یہ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (سورہ فتح رکوع ۴) کی تعریف پر پورے اترتے ہیں۔ انہیں موت سے کوئی ڈر نہیں۔ موت تو آنا ہی ہے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر مٹ جائیں۔ یقیناً یہ سب کے سب سچے ہیں۔ مختصر ترین الفاظ میں اس مقدس کانفرنس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ درحقیقت جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ (بنی اسرائیل) کی ایک جیتی جاگتی عملی تفسیر تھی۔

اس کے بعد اگرچہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنے پائے مبارک، کی شدید ترین تکلیف کے باعث اگلے سالانہ جلسوں میں شریک نہ ہو سکے۔ تاہم دیوبند اور دیگر مقام سے سرفروش علماء کی جو جماعتیں قادیان کے لیے روانہ ہوتیں، آتے جاتے وقت ایک دو روز کے لیے امرتسر ٹھہرتیں اور علماء کے قیام و طعام کا انتظام بغیر کسی تکلف کے اپنی انتہائی خوش نصیبی سمجھتے ہوئے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہی کیا کرتے۔

پنج کٹھار کا سفر

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس طرح دوسرا اہم ترین سفر پنج کٹھار کا کیا۔ یہاں خاکسار تحریک کے غلط عقائد کے بیج بوئے جا رہے تھے۔ دینی حمیت و غیرت کو للکارا جا رہا تھا۔ ڈر تھا کہ یہ فتنہ پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے۔ چنانچہ اس کی بیخ کنی کی بھی ضرورت تھی۔ کیسا شاندار برکت والا سفر تھا کہ حضرتِ والا علیہ الرحمۃ مختلف علماء دین کے سربراہ کی حیثیت سے نفی و اثبات لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اس علاقہ کے مختلف دیہاتوں میں پیدل پہنچے اور وہاں ایک ایک شخص کے عقائد درست کرائے۔ بیچارے معصوم صفت دیہاتیوں کو بتایا کہ جس دینِ اسلام کے تم نام لیوا ہو، وہ حقیقت میں ہے کیا اور اس میں عقائد کی صحت و درستی کتنی ضروری ہے۔ یہ سفر بھی بروقت ہوا اور انتہائی کامیاب رہا۔ دینِ متین کے دشمنوں کو یہاں بھی منہ کی کھانی پڑی۔

کراچی کا سفر

قیام پاکستان کے بعد کچھ مغرب نواز حضرات اپنے ان خیالات کی ترویج و اشاعت میں مصروف تھے کہ اول تو اسلام میں سرے سے کوئی دستورِ مملکت ہی نہیں ہے اور "بفرضِ محال" ہو بھی تو مختلف فرقوں کے علماء کسی ایک دستور پر ہرگز متفق نہیں ہو سکتے۔ عام طور پر ایسے حضرات کی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ عوام الناس سے پوچھا جاتا تھا کہ بلاشک و شبہ اسلام برحق ہے۔ لیکن آپ کون سا اسلام چاہتے ہیں۔ دیوبند کا؟ اہلحدیث کا؟ بریلویوں کا؟ یا شیعوں کا؟ گویا بالفاظِ دیگر صاف الفاظ میں یہ کہا جاتا تھا کہ پاکستان جس کا مقصد یعنی لا الٰہ الا اللہ کے لیے معرضِ وجود میں آیا، اس پر عمل پیرا ہونا قطعی ناممکن ہے۔ اور گویا ملک کے اتحاد اور اتفاق کا تقاضا یہ ہے کہ انگریز آقاؤں کی غلامی کا زنجیر سے جوں کا توں اپنے دستور کو جکڑا رہنے دیا جائے۔

خطیبِ پاکستان مخدوم جناب مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہم نے نہ صرف اس پھیلتے ہوئے زہر کے مہلک اثرات کو محسوس کیا بلکہ اس کا تریاق بھی ڈھونڈ نکالا۔ انہوں

نے مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو کراچی مدعو کیا تاکہ ایک ایسا دستورِ مملکت تیار کیا جاسکے جس پر علمائے کرام کا ہر فرقہ متفق ہو۔ اور تین چار دن کے مختصر ترین عرصہ میں بنیادی اصولوں کی تکمیل کے بعد اُسے شائع کرکے یہ بتادیا جائے کہ الحمد للہ۔ آپس کے اختلافات کے باوجود آج بھی اسلام کے نام لیوا اسی نظامِ حکومت کو ترجیح دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اس کے پیارے محبوب حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضی کے مطابق ہو۔ اس متبرک اجلاس میں حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو بھی مدعو کیا گیا اور دوسرے بزرگوں کے ساتھ ساتھ اُن کی رائے کو بھی بے حد قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، کیونکہ وہ ہمیشہ سے اس بات کے قائل تھے کہ نظریات و خیالات میں اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اس اختلاف کی بنا پر کسی پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔ تاوقتیکہ کفر و شرک کھل کر سامنے نہ آجائے۔

اس اجلاس میں جن مقدس و بزرگ ہستیوں نے شرکت کی۔ ان کے اسمائے گرامی صاحبِ تذکرہ حسن رح کی تحریر کردہ تفصیل کے مطابق مندرجہ ذیل ہیں۔ احقر نے ان میں اتنی تبدیلی البتہ کی ہے کہ نام حروفِ تہجی کے مطابق تحریر کئے ہیں تاکہ جس مقصد کے تحت اس اجلاس کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ یعنی اتحاد و اتفاق اس کا اظہار ان بزرگ حضرات کے اسمائے گرامی سے بھی اس طرح ہو کہ کسی کو بھی ایک دوسرے بزرگ پر فوقیت محسوس نہ ہوسکے۔

۱۔ محترم جناب احتشام الحق صاحب تھانوی۔ بانی مبانی مجلس ہذا۔
۲۔ محترم جناب احمد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ امیر انجمن خدام الدین۔ لاہور
۳۔ محترم جناب سید ابو جعفر محمد صالح صاحب۔ امیر جمعیۃ حزب اللہ مشرقی پاکستان
۴۔ محترم جناب اطہر علی صاحب۔ مشرقی پاکستان۔
۵۔ محترم جناب مفتی جعفر حسین صاحب۔ مجتہد۔
۶۔ محترم جناب حبیب الرحمٰن صاحب۔ نائب صدر جمعیۃ المدرسین مشرقی پاکستان۔

۷۔ محترم جناب حبیب اللہ صاحب۔ جامعہ دینیہ۔ دار الہدیٰ۔ ٹھیری۔ خیر پور۔
۸۔ محترم جناب خیر محمد صاحبؒ۔ مہتمم و بانی خیر المدارس۔ ملتان۔
۹۔ محترم جناب راغب احسن صاحب۔ نائب صدر۔ جمعیۃ علمائے اسلام مشرقی پاکستان۔
۱۰۔ محترم جناب سید محمد سلیمان صاحب ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ صدر مجلس ہذا۔
۱۱۔ محترم جناب سید محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ صدر جمعیت اہلحدیث۔ پاکستان۔
۱۲۔ محترم جناب سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب۔ امیر جماعت اسلامی۔ پاکستان۔
۱۳۔ محترم جناب شمس الحق صاحب۔ فرید پوری۔ مہتمم مدرسہ اشرف العلوم۔ ڈھاکہ۔
۱۴۔ محترم جناب شمس الحق صاحب افغانی۔ سابق وزیر معارف۔ قلات۔
۱۵۔ محترم جناب عبد الحامد صاحب بدایونیؒ۔ کراچی۔
۱۶۔ محترم جناب قاضی عبد الصمد صاحب۔ سربازی۔
۱۷۔ محترم جناب عبد الخالق صاحب۔ سابق رکن بورڈ آف تعلیمات اسلام۔ مجلس دستور ساز۔ پاکستان۔
۱۸۔ محترم جناب حافظ کفایت حسین صاحبؒ۔
۱۹۔ محترم جناب مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی۔ مہتمم و بانی دار العلوم۔ کراچی۔
۲۰۔ محترم جناب محمد یوسف صاحب بنوری۔ مہتمم و بانی مدرسہ دار العلوم اسلامیہ نیو ٹاؤن۔ کراچی۔
۲۱۔ محترم جناب محمد ادریس صاحب کاندھلوی۔ شیخ الحدیث والتفسیر۔ جامعہ اشرفیہ۔ لاہور۔
۲۲۔ محترم جناب محمد بدر عالم صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۳- محترم جناب محمد امین الحسنات صاحب۔ مانکی شریف۔

۲۴- محترم جناب محمد امین صاحب۔

۲۵- محترم جناب محمد علی صاحب جالندھریؒ۔ صدر مجلس احرار اسلام۔ پاکستان۔

۲۶- محترم جناب محمد اسمٰعیل صاحب۔ نائب صدر۔ جمعیت اہلحدیث پاکستان۔ (گوجرانوالہ)

۲۷- محترم جناب محمد صادق صاحب۔ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم۔ کھڈہ۔ کراچی۔

۲۸- محترم جناب مفتی محمد صاحبداد صاحب۔

۲۹- محترم جناب محمد ظفر احمد صاحب انصاری۔

۳۰- محترم جناب محمد ہاشم صاحب مجدّدی۔ پیر صاحب۔ ٹنڈو سائیں داد۔

۳۱- محترم جناب مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بانی و مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

بنیادی اصولِ اسلام کے لیے کراچی کا دوسرا سفر

اس اجلاس کے کچھ دنوں کے بعد ۱۹۵۳ء ۱۳۷۲ھ میں بنیادی اصول اسلام۔ مملکتِ پاکستان پر دوبارہ غور و خوض اور ضروری ترمیم و اضافہ کرنے کے لیے مذکورہ بالا علمائے کرام کا ایک اور اجتماع کراچی میں ہوا۔ جس میں دو مزید علماء نے شرکت فرمائی۔ بحث و تمحیص اور غور و فکر کے بعد کچھ اصولوں کی وضاحت کی گئی۔ پھر اس اجتماع کی بھی پوری تفصیل شائع کر کے باتفاق رائے یہ ثابت کر دیا گیا کہ اسلامی اصولوں کے مطابق پاکستان میں حکومت کا قیام ناممکن نہیں۔ نیز یہ کہ ہر مکتبِ فکر کے علماء کی یہ متفقہ رائے ہے کہ پاکستان کی فلاح و بہبود کے لیے اسلام کے بنیادی اصولوں پر عمل پیرا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنی مرنجان مرنج طبیعت۔ درویشانہ صفت اور بے تعصبی

کے باعث حسبِ سابق اس اجتماع میں بھی روحِ رواں کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی ہر رائے کو انتہائی قیمتی اور وزنی تصوّر کیا جاتا تھا اور اس پر ہر طبقہ کے علماء سنجیدگی کے ساتھ غور وفکر فرمایا کرتے تھے۔

دستوری مسائل کے لیے کراچی کا تیسرا سفر

نومبر ۱۹۵۲ء
۱۳۷۲ھ میں

پاکستان کے اس دور کے وزیر اعظم الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم کی جانب سے دستوری مسائل پر غور وفکر کرنے کے لیے پاکستان کے جن علماء کو مدعو کیا گیا، ان میں سرِ فہرست حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا بھی اسم گرامی تھا۔ حضرتِ والا نے پاؤں کی شدید تکلیف سرد ترین موسم کے باوجود تیسری بار کراچی کا سفر کیا۔ خطیبِ پاکستان محترم جناب مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی سرکردگی میں علماء کرام کا یہ مختصر سا قافلہ وزیر اعظم کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ وزیر اعظم نے بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ اپنی کوٹھی سے باہر نکل کر سب کا استقبال کیا۔ مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہم نے فرداً فرداً سب کا تعارف کرایا۔

اس مشورہ کمیٹی میں جو علماء اور وزراء شریک ہوئے۔ ان کے اسمائے گرامی صاحبِ تذکرۂ حسن رحؒ ہی کی فہرست اور ترتیب کے مطابق حسب ذیل ہیں:

علمائے کرام

۱۔ حضرتِ اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
۲۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۳۔ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہم العالی۔
۴۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہم العالی۔

۵ - حضرت مولینا مفتی محمد اشفاق الرحمن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
۶ - حضرت مولینا اطہر علی صاحب مدظلہم العالی (مشرقی پاکستان)
۷ - حضرت مولینا شمس الحق صاحب فریدپوری مدظلہم العالی (مشرقی پاکستان)
۸ - حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدظلہم العالی - اکوڑہ خٹک -
۹ - حضرت مولینا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ -

وزرائے عظام

۱ - جناب الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب مرحوم - وزیر اعظم پاکستان -
۲ - جناب سردار عبد الرب صاحب نشتر مرحوم - مرکزی وزیر -
۳ - جناب مولوی تمیز الدین صاحب مرحوم - مرکزی وزیر -

اس کے علاوہ بعض دیگر وزراء بھی مع اپنے اپنے سکرٹریوں کے اس مجلس میں شریک ہوئے -

اس اجتماع کے بارے میں مولینا وکیل احمد صاحب رقمطراز ہیں :

" پھر ایک خاص کمرے میں اس طرح نشست ہوئی کہ درمیان میں ایک لمبی میز - ایک جانب کی قطار میں علمائے کرام ومشائخ عظام - دوسری جانب وزراء عظام -

مجلس کی کاروائی شروع ہوئی - وزیر اعظم نے قرآن وسنّت پر مبنی دستور پر بعض اشکالات پیش کئے اور ان کا حل چاہا - وزیر اعظم کی طرف سے اکثر جناب سردار عبد الرب صاحب نشتر مرحوم اور جناب مولوی تمیز الدین صاحب مرحوم ترجمانی فرماتے تھے - علماء کی طرف سے مدلل جوابات پیش ہوتے رہے - اور ان کی توضیح وترجمانی کے فرائض اکثر مولینا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہ ادا فرماتے رہے - آخیر میں علماء کرام نے شرعی دستور

کے مرتب کرنے پر بہت زور دیا اور اس کے سیاسی وملکی وملّی فوائد بیان کئے ۔ جن سے وزرائے کرام بہت متاثر ہوئے اور علمائے عظام بھی بہت قوی امید لے کر فارغ ہوئے ۔ آخیر میں چائے سے تواضع ہوئی ۔ یہ گفتگو تقریباً ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی ۔

اس اجتماع کا یقیناً خاطر خواہ نتیجہ نکلتا اور پاکستانیوں کی دیرینہ خواہشات پوری ہوتیں ۔ لیکن افسوس کچھ ہی دنوں بعد کرسیوں اور عہدوں کے لالچ میں سیاسی اکھاڑ پچھاڑ شروع ہوگئی ۔ جو لوگ نااہل تھے وہی اسلامی نظام سے سب سے زیادہ خائف تھے اور اس سیاسی اتار چڑھاؤ میں انہوں نے ہی بھرپور حصہ لیا ۔

وحدتِ اسلامی جمعیۃ علمائے اسلام

مخدوم العلماء والفضلاء شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد جمعیۃ علمائے اسلام کا شیرازہ بکھر گیا ۔ ایک کے بجائے کئی جمعیتیں وجود میں آگئیں ۔ جمعیت حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ ۔ جمعیت مولینا احتشام الحق صاحب مدظلہ ، اور جمعیت مولینا اطہر علی صاحب مدظلہ (مشرقی پاکستان) باہمی متحد العقائد علماء کا یہ اختلاف اہلِ علم اور ہم مشرب حضرات کے لیے بہت تکلیف دہ تھا ۔ اس لیے حضرت مولینا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریک سے باہمی اتحاد کی صورت پر غور کیا گیا ۔ اس سلسلہ میں مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولینا خیر محمد صاحب جالندھری رح کا نام گرامی تجویز ہوا ۔ لہٰذا ۱۶ دسمبر ۱۹۵۴ء ۱۳۷۳ھ کو حضرت مولینا موصوف رح اور حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ اور محترم جناب مولینا احتشام الحق صاحب تھانوی مدظلہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ حضرت مولینا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری (علیہ الرحمۃ) مہتمم ثانی جامعہ اشرفیہ ، لاہور ہر سہ جمعیت علمائے اسلام کے ذمہ داران حضرات کو دعوت دے کر کراچی میں جمع کریں پھر آپ لوگ اتحاد کی صورت پیدا کریں ۔ چنانچہ اس مرحلہ کے طے ہونے کے بعد

حضرت مولینا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری مدظلہ، صدر مرکزی جمعیت علمائے اسلام کی دعوت پر ۱۸ فروری ۱۹۵۵ء مطابق ۱۳۷۴ھ کو حضرت مولینا خیر محمد صاحب جالندھری رح. اور مہتمم صاحب مدرسہ قاسم العلوم، ملتان کی ہمراہی میں دوبارہ کراچی تشریف لے گئے۔ جمعیات ثلاثہ کے دیگر نمائندے بھی وہاں موجود تھے۔

شرکاء حضرات کے اسمائے گرامی

۱۔ حضرت مولینا اطہر علی صاحب مدظلہ۔

۲۔ حضرت مولینا صلاح الدین صاحب مدظلہ۔

۳۔ جناب مولینا چودھری اشرف الدین صاحب مدظلہ۔

۴۔ حضرت مولینا ظفر احمد صاحب مدظلہ، نمائندہ مشرقی پاکستان۔

۵۔ حضرت مولینا محمد منین صاحب مدظلہ۔

۶۔ حضرت مولینا پیر غلام مجدّد صاحب مدظلہ۔ مرکز کراچی۔

۷۔ حضرت مولینا غازی دلدار علی صاحب مدظلہ

۸۔ حضرت مولینا سید محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۹۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ۔

کافی بحث وتمحیص کے بعد طے ہوا کہ جمعیت علمائے اسلام کے صدر حضرت والا مولینا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری (علیہ الرحمۃ) ہوں گے۔ حضرت والا کے مرتبہ اور شان کو دیکھتے ہوئے سب حضرات متفق ہو گئے اور اس فیصلہ کے ساتھ ہی سابق جمعیتیں ختم کر دی گئیں۔

فتویٰ نویسی درس وتدریس کے علاوہ فتویٰ نویسی بھی حضرت والا کا ایک مستقل شغل تھا۔ اس سلسلہ میں ملک کے تقریباً ہر حصہ سے آپ کی خدمت میں

استفتاء آتے۔ جن کے محققانہ جوابات تحریر فرماتے۔ اگر آپ کے فتاویٰ کو جمع کیا جاتا تو ایک ضخیم دفتر ہو جاتا۔ مگر افسوس، صد افسوس کسی نے بھی تو اس طرف توجہ نہ دی۔ جب تک حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی صحت اجازت دیتی رہی، اس وقت تک آپ یہ کام انجام دیتے رہے۔ جب آپ کی صحت نے جواب دے دیا۔ تو پھر یہ کام دوسروں کے سپرد فرما دیا۔

قیام پاکستان میں حصّہ

اس کے علاوہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی قائد اعظم اور ان کے نصب العین در قیام پاکستان سے دلچسپی کی بنا پر حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی اس تحریک سے دلچسپی رکھتے تھے۔ امرتسر اور اس کے قرب و جوار کے الیکشنوں میں بیشمار مسلمانوں نے حضرتِ والا کے میلان کے باعث مسلم لیگ کو ووٹ دے کر بھاری اکثریت سے کامیاب کرایا۔ اور اس طرح حضرتِ والا نے قیام پاکستان میں بھی حصّہ لیا لیکن چونکہ ان کا اصل مقصد سیاست کے بجائے کچھ اور تھا اس لیے باقاعدہ کسی سیاسی رہنما کی حیثیت سے اسٹیج پر آنا نہ خود انہوں نے پسند فرمایا اور نہ یہ ان کا منصب تھا۔

درس گاہِ علمِ دیں ایں جامعہ — اشرفیہ از معارف لامعہ
یادگارِ مولوی معنوی — مولوی اشرف علی تھانویؒ
اے خدا ایں جامعہ قائم بدار
فیضِ او جاری بود لیل و نہار (مولانا ادریس کاندھلوی)

کئی سال پہلے مشرقِ وسطیٰ کے ایک عرب ملک کے ماہرِ تعلیم کا مضمون پڑھا تھا جس میں بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا گیا تھا کہ اس عرب ملک کے دینی مدارس کے گلوں پر کس خوبصورتی کے ساتھ چھری چلائی گئی۔ گو تفصیل تو یاد نہیں تاہم اجمالی طور پر اس مضمون کا بنیادی خیال ابھی تک ذہن پر نقش ہے۔ جسے احقر اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہے کہ انگریزوں نے اس عرب ملک میں قدم جمانے کے فوراً بعد ملک کے سارے دینی مدارس کو ایک گشتی مراسلے کے ذریعہ معقول اور بے غرض "مالی امداد" کی پیشکش کی اور ساتھ ہی ساتھ درخواست کی کہ آپ لوگ اس امداد کے عوض ریاضی کی تعلیم دینا شروع کردیں۔ گنے چنے دو تین مدرسوں کے علاوہ ملک کے ہر مدرسہ نے اس "پرخلوص پیشکش" کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنے "بہی خواہوں" کے اس اقدام کو بے حد سراہا۔

دو تین سال کے بعد انہیں بہی خواہوں کی جانب سے مالی امداد میں مزید اضافہ کرتے ہوئے ایک نئی "ہمدردانہ اور مخلصانہ" درخواست کی گئی کہ انگریزی ادب کے لئے ایک گھنٹہ زائد دے کر ملک کے ہونہار نوجوانوں کو تیزی کے ساتھ ترقی کرتی ہوئی قوموں کے

شانہ بشانہ کھڑا ہونے کے مواقع مہیا کیے جائیں۔

"روزانہ ایک سے ایک بڑھ کر اہم ایجادات ہو رہی ہیں۔" چند سال کے بعد تیسری گشتی عرضی ارسال کی گئی "یہ دور سائنس کا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہونہار نوجوان طلبہ سائنس کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے کر ملک اور قوم کی ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ چنانچہ آپ کے مدرسہ کے لیے خصوصی سالانہ امداد منظور کی گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ سال رواں سے ایک گھنٹہ اس اہم مضمون کی تعلیم کے لیے اور ایک گھنٹہ اس کے تجربات کے لیے ضرور وقف کر دیں گے۔ آپ کی آسانی اور مدد کی خاطر ہمارے ماہرین وقتاً فوقتاً آپ کی کارکردگی کا جائزہ لینے اور مفید مشورے دینے کے لیے آپ کے مدرسہ میں آتے رہیں گے۔"

اس آخری گشتی مراسلہ تک امداد لینے والے سارے مدارس ننانوے کے پھیر میں اس بری طرح پھنس چکے تھے کہ اب باہر آنا غیر ممکن تھا۔ البتہ دین سے اتنا تعلق اب بھی باقی تھا کہ دن بھر میں ایک گھنٹہ کچھ مسئلے مسائل بھی پڑھا دیئے جاتے تھے۔ معائنہ کے لیے آنے والی سفید فاموں کی ٹیم نے انتہائی "غیر جانبداری" کا ثبوت دیتے ہوئے اس مضمون کے علاوہ باقی سارے مضامین کا جائزہ لیا اور آیندہ کی مالی امداد کی کمی بیشی ماہرین کی رپورٹ پر منحصر کر دی گئی۔

اس طرح علم دین کی اہمیت اور وقعت آہستہ آہستہ ختم ہوتی گئی۔ لیکن سفید فام آقا اب بھی مطمئن نہیں تھے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد ایک گشتی مراسلہ پھر بھیجا گیا لیکن اب کی بار اس مراسلہ کی حیثیت "درخواست" والی نہ تھی بلکہ حکم نامہ میں تبدیل ہو چکی تھی۔

"سال رواں سے دینیات کو اختیاری مضمون میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس پر فوری عمل ہو۔"

میں چاہتا ہوں کہ اس تلخ حقیقت کا تھوڑا سا تذکرہ اور کیا جائے، جس سے اس بات

کا بخوبی اندازہ ہو سکے کہ ہمارے اکابرین نے اپنی خداداد عقل وفہم کے باعث بروقت ایسے مدارس قائم کرکے جو ہر قسم کی غیر ملکی، سرکاری یا نیم سرکاری امداد سے پاک ہوں، دین کی کیسی اہم ترین خدمت انجام دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو آج شاید ہمارا حال بھی کچھ اچھا نہ ہوتا۔

"بجنگ آمد" نامی کتاب میں کرنل محمد خاں صاحب صفحات ۱۱۰ اور ۱۱۱ پر اپنے مخصوص شگفتہ انداز میں ایک عرب ملک کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ بظاہر تھی نماز ہی۔ لیکن عجیب فری سٹائل (FREE STYLE) کی عبادت تھی۔ عید کا دن تھا اور برادرِ عزیز اصغر مصر ہوئے کہ...... مسجد میں جا کر نمازِ عید ادا کریں۔ پہلی مسجد کے دروازے پر پہنچے تو قفل پڑا تھا۔ خانۂ خدا اور مقفل ؟ چلو۔ کوئی مصلحت ہو گی۔ دوسری مسجد میں گئے۔ خیر سے کھلی تھی۔ وضو کر کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ نمازِ عید باجماعت نہیں بلکہ فرداً فرداً پڑھی جا رہی ہے۔ حیران ہوئے لیکن کہا یہ چلو اس میں بھی کوئی مصلحت ہو گی۔" یہ دیکھ کر البتہ خوشی ہوئی کہ مردوں کے علاوہ عورتیں بھی شریکِ نماز تھیں۔ لیکن اس کے بعد ہم نے جو کچھ ہوتے دیکھا۔ اور اسے دیکھ کر ہماری خوشی پہلے حیرت اور پھر دحشت میں بدلنے لگی۔

ابھی ہم نے نماز شروع نہ کی تھی کہ ساتھ کے نمازی عین نماز کے درمیان سر پھیر کر نہایت بے تکلفی سے ہمیں تکنے لگے۔ کبھی مجھے دیکھنے اور کبھی اصغر کو۔ اور ساتھ ہی نماز بھی پڑھتے جا رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ہم سے خیریت اور مزاج بھی پوچھنے ہیں۔ لیکن شاید آمین تک پہنچ گئے تھے۔ اچانک منہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے رکوع میں چلے گئے۔ میں ابھی اس صدمہ سے سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اصغر بولے "ادھر دیکھنا!"

اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بوڑھی سی خاتون نے جو التحیات میں ہیں، دائیں
ہاتھ کی انگلیوں میں ایک سلگتا سگریٹ تھام رکھا ہے اور وقتاً فوقتاً نہایت
تسلی بخش سا کش لگا لیتی ہیں اور خانۂ خدا میں نیلے دھوئیں کے مرغولے
اور محرابیں تعمیر کر رہی ہیں۔ حیران تھے لیکن کیا کہہ سکتے تھے سوائے
اس کے کہ ع

یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہو تو کر

نماز پڑھی اور باہر آ گئے۔"

اسی طرح پاکستان سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشکیل کردہ تبلیغی جماعت کا ایک وفد مشرق کے ایک عرب ملک میں گیا۔ ملک کی ترقی کا حال یہ تھا کہ لڑکیاں بال کٹائے ہوئے، گھٹنوں تک کے قمیص پہنے۔ بغیر دوپٹہ یا چادر کے بازاروں میں گھوم رہی تھیں۔ عام باشندوں کا یہ عالم تھا کہ وہ تبلیغی جماعت والوں کو ان کی شرعی داڑھیوں کے باعث یہودی سمجھ رہے تھے۔ اسی دوران میں مسجد کے امام صاحب کوٹ پتلون پہنے، نکٹائی لگائے ہوئے تشریف لائے۔ مسجد کے پیشاب گھر میں کھڑے ہو کر پیشاب کیا اور استنجا کرنے کی تکلیف گوارا کئے بغیر ننگے سر آ کر نماز پڑھانا شروع کر دی۔

اگرچہ آج تک دل ان باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن ذمہ دار حضرات کی باتیں رد بھی نہیں کی جا سکتیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدفیوضہم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت حاجی نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی عرب ممالک کے سفر کی واپسی پر اسی قسم کے واقعات بیان فرماتے تھے۔

یہ خصوصیات کسی ایک خاص ملک کی نہیں بلکہ کہیں زیادہ تباہی ہوئی اور کہیں کم تباہی بہر حال ہوئی اور اس سبز قدم قوم نے مسلمانوں کو مٹانے اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے

میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اپنی زندگی کا اولین مقصد یہی سمجھا کہ جس طرح بھی ہو سکے مسلمانوں کو ان کے مذہب سے اتنا دور کر دیا جائے کہ وہ خود یا ان کی آنے والی نسلیں آسانی کے ساتھ عیسائیت کے اثرات کو قبول کر سکیں۔

فراستِ مومن غیر منقسم ہندوستان کے علمائے کرام نے اپنی فہم و فراست سے انگریزوں کے غاصبانہ تسلط کے فوراً بعد یہ محسوس کر لیا تھا کہ اب بالواسطہ اور بلاواسطہ اسلام کی بیخ کنی کی کوشش کی جائے گی۔ اس بیاس نازک ترین وقت میں اس دین حنیف کو ان بھیڑیوں کے خونریز پنجوں سے بچانے کی اور آنے والی نسلوں کو دین سے قریب رکھنے کی یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ ایسے دینی مدارس قائم کئے جائیں جو آنے والے پُرفتن دور میں مسلمانوں کے لیے ڈھال کا کام انجام دے سکیں۔ چنانچہ سب سے پہلے دیوبند جیسی غیر معروف بستی ہیں۔ جہاں تقریباً ایک ڈیڑھ صدی قبل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے جنت کے باغوں کی خوشبو محسوس کی تھی۔ دارالعلوم کے نام سے محض توکل علی اللہ پر ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ حکومتِ انگلشیہ نے اس مدرسہ کی مالی امداد کے لیے بے انتہا کوشش کی لیکن فراستِ مومن کے سامنے اچھے اچھے وائسرائے اور ماہرین تعلیمات اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ لالچ سے کام نہ چلا تو دھمکیوں سے مطلب برآری کی کوشش کی گئی۔ قید و بند کی اذیتوں میں مبتلا کیا گیا۔ عبور دریائے شور کی سزا سنائی گئی۔ بغاوت کے الزامات عائد کئے گئے۔ جب اس طرح بھی کامیابی نہ ہوئی تو کچھ لوگوں کو خرید کر "کفر" کے الزامات لگوائے گئے۔ اور کچھ "سر" اور "خان بہادر" جیسے بااثر افراد سے یہ پروپیگنڈا کرایا گیا کہ ان "ناعاقبت اندیش" لوگوں کی تعلیم نہ دین کا رکھے گی اور نہ دنیا کا۔ لیکن آنے والے وقت نے بتادیا کہ دنیا دین کے انہیں نام لیواؤں کے جوتوں سے لگی لگی پھرے گی جب کہ ہزاروں، لاکھوں ایم اے اور بی اے دنیا کے پیچھے پیچھے

بھاگیں گے اور وہ نامراد انہیں منہ تک نہیں لگائے گی۔ آج تک کوئی ایک بھی مثال ایسی پیش نہ کی جاسکی اور نہ انشاءاللہ آئندہ پیش کی جاسکے گی کہ دین کی تعلیم حاصل کرکے اس پر صحیح عمل کرنے والا ایک شخص بھی ننگا، بھوکا اور محتاج ہو۔ جب کہ ایک میٹرک پاس کی آسامی کے لیے ہزاروں گریجویٹوں اور پوسٹ گریجویٹوں کی درخواستیں کسی بھی دفتر اور کسی بھی محکمہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اکابرین کے اقوال کے مطابق دین کی تو وہ برکات ہیں کہ اس کے سب سے آسان شعبہ یعنی اذان ہی جس کو سیکھنے اور یاد کرنے کے لیے ایک دن کا عرصہ بھی زائد ہے۔ موذن کو تنخواہ کے علاوہ اتنا مل جاتا ہے کہ اس کا گھر انواع و اقسام کے کھانوں اور بہترین کپڑوں سے بھرا رہتا ہے۔

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنی حیاتِ مبارکہ کو بچپن ہی سے دین کے لیے وقف کر چکے تھے۔ انہوں نے قدم قدم پر اس کے انوار اور برکات کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کسی کو دین کا ایک مسئلہ بتادینا ہزاروں لاکھوں روپیہ کے صدقہ سے بہتر ہے۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ آج کی دنیا جس ذہنی سکون اور آرام کی تلاش میں مدّت سے سرگرداں ہے، دین کی مبارک آغوش میں وہ اس نعمت بے بہا کو پاسکتی ہے۔ بذاتِ خود حضرتِ والا کی اپنی زندگی اس حقیقت کا جیتا جاگتا ثبوت تھی کہ اگر اس دنیا میں کوئی جنّت مل سکتی ہے تو وہ دین کے بابرکت اور پُر رحمت دامن سے وابستہ ہوجانے پر مل سکتی ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمین است و ہمین است و ہمین است

بقول حضرتِ اقدس ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی، جب مؤذن نے "حیّ علی الفلاح" کہا تو بتادیا کہ دین اور دنیا کی فلاح کا کوئی راستہ ہے تو وہ نماز میں ہے۔ اب فلاح کا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ لیکن بدبخت انسان اس عام اعلانِ دعوت کے باوجود اپنی

فلاح دوسرے راستوں اور دوسرے ذرائع سے ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے لاہور سے کوئی شخص پشاور جانے والی گاڑی میں بیٹھ جائے اور راستہ بھر اپنی بدقسمتی کا ماتم کرتا رہے کہ کراچی نہیں آتا۔

اگست ۱۹۴۷ء ۱۳۶۶ھ میں پاکستان وجود میں آیا۔ اور حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مشرقی پنجاب کے بے گنتی مہاجروں کی طرح اپنا گھر اپنا سارا مال و متاع چھوڑ کر لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور پہنچ کر سب سے پہلی جو بات ان کے ذہن میں آئی وہ یہ نہیں تھی کہ اپنے لیے اور اپنے رشتہ داروں کے لیے کون کون سی کوٹھیاں الاٹ کرائی جائیں، لائسنس حاصل کرنے کے لیے کون کون سے ذرائع اختیار کیے جائیں۔ اور جھوٹے سچے کلیم بھر کر کون کون سی زمینیں اور دکانیں حاصل کی جائیں۔ انہوں نے اگر سوچا تو بس یہی سوچا (اور اس کے علاوہ وہ کچھ اور سوچ بھی کیا سکتے تھے) کہ دین کی خدمت کے لیے کیا کیا جائے۔ بالآخر قیام پاکستان کے بعد محض سوا مہینے کے اندر اندر نیلا گنبد کے علاقہ میں مول چند بلڈنگ کا ایک حصّہ مدرسہ کے لیے حاصل کر کے اواخرِ ستمبر میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے دینی تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ جسے عنداللہ اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ گنے چنے چند ہی برسوں میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اساتذہ و طلبہ کے بیٹھنے تک کی گنجائش نہ رہی۔ چنانچہ ایک مخصوص اجلاس میں اس صورتِ حال پر غور کر کے مادّی وسائل نہ ہونے کے باوجود یہ طے کر لیا گیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے، جامعہ کی ایک ایسی وسیع و عریض عمارت تعمیر کی جائے جو نہ صرف شہر لاہور اور اس کے ملحقہ علاقوں کے لیے کافی ہو بلکہ پورے پاکستان کی تعلیمی ضروریات کو پورا کر سکے۔

یہ عام مشاہدہ بار بار ہوتا رہتا ہے کہ جس نیک کام کی تکمیل کے لیے اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا جائے، وہ کام اس خوبی اور نفاست کے ساتھ انجام پاتا ہے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے۔ فرق صرف نظر کا ہے۔ دنیا دار

حیرت کرتے ہیں کہ اتنا عظیم منصوبہ بغیر مادی وسائل کے اتنے قلیل عرصہ میں کس طرح پایۂ تکمیل تک پہنچا اور اہل اللہ حضرات حق تعالیٰ جل شانہ کی عظیم الشان قدرت کا تصور کر کے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں کہ اللہ اللہ لاکھوں کروڑوں میں سے اپنے ایک بندے کو چن کر اس کے ہاتھوں بغیر مادی ذرائع کے ایسا شاندار کارنامہ انجام دلوا دیا۔ جس کی مثال دور دور نہیں ملتی۔

توکل علی اللہ پر پختگی دیکھئے کہ اس مخصوص اجلاس کے تھوڑے ہی دنوں بعد فیروز پور روڈ پر۔ نہر کے کنارے ایک سو کینال زمین خرید کر لی گئی۔ جس کی قیمت تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار روپے تھی اور یہ وعدہ کیا گیا کہ ایک ماہ کی قلیل ترین مدت میں ساری رقم ادا کر دی جائے گی۔ جب کہ جامعہ کے پاس اس وقت دو تین ہزار سے زائد روپے نہ تھے۔

"چونکہ من جانب اللہ تعالیٰ جل شانہ لاہور کی سرزمین پر اس جامعہ اشرفیہ کا بننا مقدر ہو چکا تھا۔ اس لیے غیب سے اس کثیر رقم کی فراہمی کے سامان پیدا ہوئے۔ کراچی کے ایک بہت بڑے تاجر اور مدرسہ کے مخلص خادم جناب الحاج محمد شفیع صاحب مرحوم و مغفور..... نے فرمایا" گھبرانے کی ضرورت نہیں، جتنا انتظام ہو سکتا ہو کر لیں، بقیہ میں دے دوں گا۔"

(تذکرۂ حسنؒ)

الحاج محمد شفیع صاحب مرحوم کے اس اخلاص کے باعث اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انہیں صرف روئی کے کاروبار سے اسی سال دو کروڑ روپیہ نفع اور بچت کا عطا فرمایا لیکن قبل اس کے کہ حاجی صاحب موصوف زمین کی خرید کے لیے روپیہ مرحمت فرماتے حق تعالیٰ جل شانہ نے ایک ہفتہ کے اندر اندر بقول حضرت نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "لاکھ (روپیہ) سے زائد کا انتظام کرا دیا۔ پانچ سات ہزار میاں شفیع صاحب مرحوم نے

ادا فرمایا۔"

اس طرح تیس دن سے پہلے ہی پہلے اتنی کثیر رقم کی ادائیگی کرکے زمین کی رجسٹری کرالی گئی۔ اس ادائیگی کے فوراً بعد کئی لاکھ کے سرمایہ سے جامعہ کی تعمیر کا کام اسی توکل علی اللہ کے بل بوتے پر شروع کردیا گیا۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ:

"ادھر کوئی ضرورت سامنے آئی اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے اس کا کوئی انتظام کردیا۔ اسی سلسلہ میں ایک دفعہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ جل شانہ کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ ہمیں دینی کاموں کے لیے ایک خاص مقدار میں سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے وافر میسر آجاتا ہے۔"

چنانچہ ایک دفعہ اسی تعمیر کے سلسلہ میں لوہا نہیں ملتا تھا۔ تعمیر کمیٹی نے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ بندوبست فرمائے گا۔"

اسی دن یا اس سے اگلے دن حضرتِ والا کی مجلس میں ایک صاحب آئے اور مدرسہ کی تعمیرات کے متعلق استفسارات کرنے لگے۔ حضرتِ والا نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"جتنا کام ہمارے اختیار میں ہے، اتنا ہم کئے جا رہے ہیں۔ اب چونکہ لوہا نہیں مل رہا۔ اس لیے تعمیری کام بھی آج کل بند ہے۔"

اسی وقت انھوں نے پچاس ہزار روپے کا لوہا مہیا کرنے کا ذمہ لے لیا۔"

(تذکرۂ حسن)

اس طرح غیبی امداد کے ذریعہ انتہائی قلیل مدت میں پاکستان کے سب سے بڑے دینی دارالعلوم کی تعمیر بحسن وخوبی اختتام پر پہنچی۔ جس کے لیے سرکاری یا نیم سرکاری امداد سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا گیا۔ بس خود بخود اسلام کا درد رکھنے والے حضرات کھنچے چلے آتے تھے اور خدمات پیش کرتے تھے کہ اُن سے روپیہ یا سامان لے کر کارِ خیر میں صرف کیا جائے۔ جب کہ اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی طرح حضرتِ والا مفتی صاحب کے استغناء کا بھی یہ عالم تھا کہ صرف اس شخص کی امداد قبول کی جائے گی جو یہ سمجھ کر مدد کرے کہ ہم اس کا روپیہ لے کر اس پر احسان کر رہے ہیں۔ کوئی ہم سے رسمی شکرگزاری کی بھی امید نہ رکھے بلکہ اسے تو ہمارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ ہم نے اس کی رقم کو ایک ایسے کارِ خیر میں صرف کیا جس سے وہ ہمیشہ مستفیض ہوتا رہے گا۔

جامعہ اشرفیہ کا سنگِ بنیاد رکھتے وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بہت سے اہل اللہ حضرات اور دین کی تڑپ رکھنے والے بے شمار مخلصین کو جمع فرما دیا تھا۔ ۱۴ رشعبان المعظم ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء بروز جمعہ بعد نماز عصر اس کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اس پُر آشوب دَور میں بھی عوام کی عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ کوئی خاص اعلان نہ ہونے کے باوجود لوگ دور دور سے کھنچے چلے آئے اور تھوڑی سی دیر میں فیروز پور روڈ پر ایسا جمِ غفیر ہو گیا کہ تا حدِ نظر ہر طرف لوگوں کے سر ہی سر نظر آتے تھے۔

سنگِ بنیاد رکھنے کے موقع پر جامعہ اشرفیہ کے منتظمین، اساتذہ، طلبہ اور دیگر حضرات کے علاوہ حکیم الامت مجدد الملت، محی السنۃ حضرت شاہ

محمد اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ کے چند خلفائے عظام اجن
یں سے

۱۔ مخدوم الاُمّت، بانی مبانی مدرسہ ہذا۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۲۔ حکیم الاسلام، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم (مہتمم مدرسہ دارالعلوم، دیوبند)۔

۳۔ رئیس الاُمّت، حضرت مولانا حافظ جلیل احمد صاحب علی گڑھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۴۔ مسیح الاُمّت حضرت مولینا شاہ محمد مسیح اللہ خاں صاحب مدظلہم۔ مہتمم مدرسہ عربی، مفتاح العلوم، جلال آباد۔ ضلع مظفر نگر (بھارت)

۵۔ مخدوم العلماء والفضلاء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رح، مہتمم مدرسہ عربی، خیر المدارس، ملتان۔

۶۔ شیخ المحدثین والمفسرین، استاذ العلماء حضرت مولینا محمد رسول خاں صاحب رح استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۷۔ مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی، مدظلہم۔ مہتمم مدرسہ دارالعلوم، کراچی شامل تھے۔

اور ان حضرات کے علاوہ:

۸۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہم، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۹۔ مخدوم العلماء محترم جناب مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہم۔ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

۱۰۔ حضرت مولانا سیّد محمد داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۱۱۔ جناب سردار عبدالرب صاحب نشتر مرحوم و مغفور۔ سابق گورنر پنجاب۔
اور دیگر علماء و طلبہ و معززین شہر نے سنگِ بنیاد رکھنے کے موقعہ پر
شرکت فرمائی۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

(تذکرۂ حسن)

یہاں پر اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ سب سے پہلے سنگِ بنیاد مسجد کا رکھا گیا۔ تعین جگہ سے قبل ممبران مدرسہ کے اندر اختلاف تھا۔ کسی کی رائے یہ تھی کہ مسجد سڑک کے قریب بنے، اور کوئی کہتا تھا کہ موجودہ درس گاہوں کے نزدیک رہے۔ ایک صاحب کو (جو اپنے اسم گرامی کا اظہار کرنا پسند نہیں فرماتے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے ایک خاص جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مسجد یہاں تعمیر ہونی چاہیئے۔

چنانچہ اب یہ مسجد بعینہٖ اسی جگہ ہے جہاں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس طرح یہ معمولی سا اختلاف بھی ختم ہو گیا۔

تاریخہائے سنگِ بنیاد

بنائے مسجد تاسس علے التقویٰ
۱۳۷۴ھ

تاسیس طیب مسجد جامعہ اشرفیہ
۱۳۷۴ھ

عظیم الشان مسجد در لاہور
۱۹۵۵ء

جامعہ اشرفیہ بنائے اشرف ہے
۱۳۷۴ھ

گو مکرر کہ مسجدِ اشرف — اشرفیہ مسجد پاکیزہ بابرکات

۱۳۷۴ = ۶۸۸×۲ — ۱۳ھ ۷۴

بگفتم شام وضع سنگِ بنیاد

۱۳ھ ۷۴

روحانیات

بہت کچھ ان کو جو سمجھے ہیں، وہ بھی کیا سمجھتے ہیں
کوئی ان کو سمجھ سکتا نہیں، اتنا سمجھتے ہیں
(خواجہ مجذوب علیہ الرحمۃ)

دردِ دل کا درماں

دیکھا جائے تو اترسر ہی میں بحیثیت صدر مدرس، مدرسہ نعمانیہ حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی ان ساری تکلیفوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کا سدِ باب ہو چکا تھا جن کا انہیں آٹھ نو سال کی کم عمری سے مسلسل دربدر کی ٹھوکریں کھا کھا کر سامنا کرنا پڑا تھا۔ اگرچہ علوم ظاہری اور درس و تدریس سے اپنی پیاس بجھا کر تکمیل کی دولتِ کبریٰ حاصل فرما چکے تھے لیکن پھر بھی ان کے پُر انوار و پُر شوکت چہرے مُہرے سے کچھ عجیب سی بے اطمینانی اور بے چینی کا اظہار ہوتا تھا۔ رات کو سوتے سوتے اچانک بیدار ہو جاتے اور باقی رات انتہائی کرب کے ساتھ کروٹیں بدل بدل کر گزار دیتے دن دیتے دیتے ایک بے خودی سی طاری ہو جاتی، سینۂ مبارک سے ایک گرم آہ نکلتی اور بڑی بڑی آنکھیں ڈبڈبا آتیں۔ خالی الذہن ہو کر میں دیر تک خلاء کی طرف نظریں جمائے رہتے اور زبانِ حال سے گویا بار بار یہ ارشاد فرماتے ؏

جو ترے نہ ہوئے سو وہ کچھ نہ ہوئے، جنہیں تو نہ ملا انہیں کچھ نہ ملا

جس دور کا یہ ذکر ہو رہا ہے، وہ ایسا دور تھا کہ ہندوستان میں انگریزی لعنت، کے بڑھتے ہوئے اثرات کے باعث انکارِ حدیث کا فتنہ سر اٹھا چکا تھا۔ قرآن مجید کی من مانی تفاسیر لکھی جا رہی تھیں۔ نادان خدا پرست اور دانا دنیا دار کے مباحث عام تھے تحقیق تجسس اور تنقید کے لیبل لگا کر اپنے اکابرین کی شان میں گستاخیاں کی جا رہی تھیں۔ ایک طوفان تھا جو چاروں طرف امنڈ پڑا تھا۔ اچھے اچھے اس سیلاب کی رو میں بہہ گئے۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" کو فراموش کر کے بڑے بڑے رہنما اسلام کی "اصلاح" کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیرہ سو سالہ پرانی باتیں ناقابلِ عمل سمجھی جانے لگیں کسی نے سود کے جواز میں فتویٰ دیا۔ کسی نے مسلمانوں کی تباہی کا باعث پردہ کو قرار دیا۔ لکھنؤ کی ایک کانفرنس میں مسلمانوں کی بدحالی اور پریشانی کا سبب "اسلام" کو بتایا گیا۔ مصلحت اور معذرت کے دو الفاظ کا سہارا لے کر جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز بنانے کی کوشش کی جانے لگی۔

الحاد و بے دینی کو فروغ دینے والے اس نام نہاد ترقی کے دور میں ہر قسم کے خطروں اور لالچوں سے بے نیازی، صوبہ یو۔ پی کے ایک چھوٹے سے قصبہ تھانہ بھون سے پُر جلال، پُر وقار اور پُر ہیبت، دلوں میں گھر کر جانے والی ایک آواز البتہ آ رہی تھی:

> "شریعت نے ہم کو ایسی تعلیم دی ہے جس میں تمام مصلحتوں اور معذرتوں کی رعایت ہے۔ اس لیے ہمیں تجربہ کرنے، ٹھوکریں کھا کے مصلحتیں اور معذرتیں معلوم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت کی تعلیم حاصل کریں۔ پھر ہمیں تہذیب و تمدن میں کسی قوم کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سب مصلحتوں اور معذرتوں کی رعایت

فرما کر ایسی جامع اور نافع تعلیم ہم کو فرمائی ہے جس میں مضرت کا نام و نشان نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے۔"

(انفاس عیسیٰ)

دل کی گہرائیوں سے یہ نکلا ہوا مخلصانہ مشورہ حکیم الامت، مجددِ دوراں حضرتِ اقدس مولانا مولوی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ و نوّر اللہ مرقدہٗ کا مشورہ تھا۔ جس کو سن کر تباہی و بربادی کی طرف بڑھتے ہوئے بے شمار قدم ٹھٹک گئے۔ سینکڑوں فتنوں، ہزاروں برائیوں اور لاکھوں ہرزہ سرائیوں کا مقابلہ کرنے والی بلا شک و شبہ ہندوستان کی گنی چنی شخصیتوں میں سے یہ بھی ایک عظیم ہستی تھی جو کبھی اپنے مواعظ و ملفوظات کے ذریعہ اور کبھی اپنی تالیفات و تصانیف سے بغیر کسی دنیاوی غرض اور طمع کے رات دن برابر بانگِ دہل یہ اعلان کر رہی تھی:

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (سورۂ حدید۔ رکوع ۲)

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اللہ کے خوف سے مسلمانوں کے دل لرز جائیں۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترانۂ کعبہ کے حج کے متعلق اعلان حضرت حق تعالےٰ جل شانہ نے ہر متنفس تک پہنچا دیا تھا تائیدِ ایزدی اور نصرتِ خداوندی سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کا یہ اعلان بھی ہندوستان کے ایک ایک کونے میں پہنچ گیا۔ مدراس ہو یا پنجاب، بنگال ہو یا دکن، سرحد کا پہاڑی علاقہ ہو یا سندھ کا ریگستانی میدان۔ ہر جگہ یہ پیغام سنا گیا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اتمامِ حجت کے لیے یہ پیغام بہت سے بیرونی ممالک میں بھی سنوایا گیا۔ چنانچہ اطرافِ ہند اور بیرونِ ہند سے جوق در جوق لوگ تھانہ بھون کی طرف رُخ کرنے لگے۔ بڑے بڑے مقررین وہاں پہنچے اور اس طرح واپس آئے گویا کبھی منہ میں زبان ہی نہ تھی۔ کیسے کیسے عظیم عالم و دانا پہنچے اور یہ کہتے ہوئے لوٹے کہ جسے علم کہتے ہیں، اُسے تو یہ بڑے میاں اپنے سینے میں لیے

بیٹھے ہیں۔ جو اکڑتے ہوئے گئے۔ روتے ہوئے آئے۔ جو روتے ہوئے گئے، ہنستے اور مسکراتے ہوئے آئے۔ کون سا اہم مسئلہ یا گتھی تھی، کون سا جدید یا قدیم علم اور فن تھا، اور کون سی موٹی سے موٹی اور باریک سے باریک بات تھی، جس پر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی نظر نہ تھی۔ بقول مورخِ اسلام حضرت علامہ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

"اصلاحِ امت کی کوشش میں علمی و عملی زندگی کے ہر گوشہ پر ان کی نظر تھی۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک۔ عورتوں سے لے کر مردوں تک۔ جاہلوں سے لے کر عالموں تک۔ فاسقوں سے لے کر صوفیوں۔ درویشوں اور زاہدوں تک۔ غریبوں سے لے کر امیروں۔ استادوں اور مدرسوں تک۔ غرض ہر صنفِ امت اور ہر جماعت کے کاموں تک ان کی نظر دوڑی۔ پیدائش شادی۔ بیاہ۔ غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نگاہ پڑی اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا اور کھوٹا الگ کیا اور رسوم و بدعات اور مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو صراطِ مستقیم سے ہٹا دیا۔ تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، معاملات، اخلاق، عبادات اور عقائد میں دینِ خالص کی نظر میں جہاں کوتاہی نظر آئی، اس کی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی زندگی کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق بھی اپنے جاننے کا پورا سامان کر دیا۔"

(مقدمہ جامع المجددین ص ۲۷)

اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"(حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی) صحبتِ بابرکت کی ایک خاص برکت یہ تھی کہ اپنی کوتاہیاں۔ اپنے عیوب۔ اپنے گناہ مشاہدہ میں آجاتے

تھے۔ اور بغیر اس کے کہ مولینا خطاب خاص سے مخاطب فرمائیں۔ یا صراحۃً کسی کو اس کے کسی عیب کی طرف توجہ دلائیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے غفلت کے پردے نگاہوں سے از خود ہٹتے جاتے ہیں اور عمر بھر کی عادتیں بے نقاب نظر آنے لگتی تھیں .... خانقاہِ اشرفی کے متعلق دوسروں کا تجربہ جو کچھ بھی ہو، اپنا تجربہ تو یہ ہوا کہ مریض کو مرض کا احساس برابر ہو جاتا اور جہل خواہ باقی رہ جائے لیکن جہل مرکب سے نجات بہرحال مل جاتی۔ مریض کو اپنے تندرست ہونے کا زعم و پندار باقی نہ رہ جاتا اور جہاں تک ذاتی زندگی کا تعلق ہے۔ دین اور دینداری کا ہر شعبہ بیدار ہو جاتا ۔"

(حکیم الامت ص ۱۰۶-۱۰۵)

اسی لیے تو دربارِ اشرفیہ کے خسرو حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکیم الامت، قدس اللہ سرہٗ کے بارے میں انتہائی مختصر الفاظ میں انتہائی جامع ارشاد ہے ؎

کہیں نہ دیکھا، کہیں نہ پایا، جمال ایسا، کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ، جمال ایسا، کمال ایسا

مشہور نعت گو شاعر جناب محسنؔ کاکوروی کے خلف الرشید جناب مولینا انوار الحسن صاحب کاکوروی اس ضمن میں اپنا ایک خواب بیان فرماتے ہیں:

"میں نے سفرِ حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت مولینا تھانوی مدظلہٗ کے متعلق ایک خواب دیکھا۔ حالانکہ اس زمانے میں مجھ کو حضرت مولانا سے کوئی عقیدت بھی نہ تھی۔ اور میرا خاندان بھی علمائے حق کا کچھ زیادہ معتقد نہ تھا غرض حضرت مولینا کا مجھ کو مدینہ طیبہ میں کوئی بعید سے بعید خیال بھی نہ تھا کہ ایک شب خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چارپائی

پر بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ اور حضرت مولانا تھانوی تیمارداری فرما رہے ہیں۔
آنکھ کھلتے پر فوراً میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تو کیا بیمار ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت بیمار رہی ہے اور حضرت
مولانا اس کی تیمارداری یعنی اصلاح فرما رہے ہیں۔"

(سیرتِ اشرف ج ۲ ص ۴۲۳)

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی ان گونا گون بیشمار خوبیوں سے ناواقف نہ تھے۔ دوسری جانب قرآن وحدیث کے گہرے مطالعہ نے ان پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح کر دی تھی کہ اس دنیا میں ہماری آمد کا واحد مقصد یہی ہے کہ معبودِ حقیقی کی رضا و خوشنودی حاصل کرلیں۔ اور بس ایک غمِ آخرت کو اپنا غم بنا کر باقی سارے فضول اور بیکار غموں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پا جائیں۔ چونکہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ عالم دین تھے۔ اس لیے انہوں نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے اصلاحِ ظاہر و باطن کے متعلق ایک ایک فرمان کو قرآن اور حدیث کی کسوٹی پر کس کر دیکھا تھا اور اُسے سو فی صدی کھرا پایا تھا۔ اب وہ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ ان کے بے چین اور مضطرب دل کو اگر کہیں سے دولتِ سکون حاصل ہو سکتی ہے تو وہ تھانہ بھون کی مقدس خانقاہ ہے۔ ان کے نزدیک تصوّف کسی من گھڑت کہانی کا نام نہیں رہا تھا بلکہ تعمیرِ ظاہر و باطن کا نام اور حصولِ رضائے حق تعالیٰ کا ذریعہ تھا۔ چنانچہ حضرتِ والا نے ایک شام کو خاموشی سے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ رختِ سفر باندھ لیا۔ اور لرزتے ہوئے قدموں سے امرتسر کے ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔

شیطان نے کیسے کیسے جال نہ بچھائے ہوں گے۔ کیسے کیسے دلفریب لالچ نہ دیئے ہوں گے؟ کہا ہو گا۔ کہاں جاتے ہو۔ ابھی دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ ابھی تو کھیلنے

کمانے اور ہنسنے ہنسانے کے دن ہیں۔ طویل ترین زندگی پڑی ہے۔ آخری وقت میں گڑگڑا کے توبہ کرلینا۔ رند کے رند بہ ہو گے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ جائے گی۔ نفس نے خوب خوب سر پٹکا ہو گا کہ بچپن سے اب تک مسلسل گھلاتے ہی رہے۔ آج تک چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ تمہاری صدر مدرسی سے کچھ پہننے اور پھولنے پھلنے کا موقعہ ہاتھ آیا تھا تو اسے بھی غارت کئے دے رہے ہو۔ کیا میرا کوئی حق نہیں؟ دنیا اپنی ساری دلفریبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آوازیں دے رہی ہوگی کہ ادھر آؤ۔ میں تمہارے لیے زندہ باد کے نعرے لگواؤں گی۔ عزت، دولت اور شہرت کو تمہاری زر خرید لونڈیاں بنا دوں گی لوگ تو نبی اور پیغمبر، مجددؒ اور مہدی تک بن گئے۔ تم کم از کم علامہ اور مناظر اور مبلّغ ہی بن کر اپنے علم و دانش کے ذریعہ دولت و عزت اور عیش و عشرت کے خزانے لوٹ لو۔ کچھ تو حاصل کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔

لیکن آگے اُٹھے ہوئے قدم رک نہ سکے۔ نگاہوں نے پیچھے پلٹ کر نہ دیکھا بڑی سے بڑی رعنائی اور دلکشی بھی اپنی طرف مائل نہ کر سکی۔ دل کے گوشہ میں کوئی چھپا بیٹھا تھا جو بار بار کہہ رہا تھا۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ (سورہ شمس)

تھانہ بھون کی خانقاہ شریف میں پہنچے۔ حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ کی ملاقات کا شرف پایا۔ اور گویا اس حدیث شریف کا مصداق نگاہ کے سامنے آگیا۔

اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ۔

مزید ہمت افزائی ایک خواب کے ذریعہ فرمائی گئی، جس کے بارے میں حضرتِ والا بذاتِ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"احقر (یعنی حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) جب اوّل بار حضرتِ اقدس (حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) کی خانقاہ میں حاضر ہوا تو

۱۳۴۲ھ ۱۹۲۳ء تھا۔ حاضر ہوتے ہی اوّل رات یا دوسری رات میں نے خواب دیکھا کہ خانقاہ شریف کی مسجد کے صحن میں وسط کے قریب ایک قبر ہے جو پوری کھُدی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس کا صرف اوپر کا حصّہ کھدا ہوا ہے۔ اور وہ بھی پورا کھُدا ہوا نہیں۔ تھوڑا ہی گہرا ہے۔ اور اس قبر کے اوپر ایک مختصر سا خیمہ بھی نصب ہے۔ اس قبر میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی قدس اللہ سرّہٗ العزیز لیٹے ہوئے ہیں اور بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے پانی طلب فرمایا تو پانی ایک نہایت ہی خوبصورت صراحی میں لایا گیا، جس کی گردن اور ٹونٹی دونوں بہت بلند اور حسین تھیں، اور وہ صراحی مٹّی کی نہ تھی بلکہ کسی ایسے نفیس جوہر کی تھی کہ بہت ہی دلکش معلوم ہوتی تھی۔

ایسی نفیس صراحی میں نے عمر بھر نہ دیکھی تھی۔ حضرتؒ اٹھ کر بیٹھ گئے اور چونکہ قبر کی گہرائی کم تھی، اس لیے بیٹھنے کے بعد سرِ مبارک اور گردنِ مبارک باہر نظر آنے لگے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت قوی معلوم ہونے لگے۔ پھر اعلیٰ حضرتؒ نے پانی پیا۔ اس وقت جو میں نے دیکھا تو قبر شریف کی مشرقی دیوار پر ایسے موٹے حروف میں جیسے کہ بازو موٹا ہوتا ہے یہ لکھا ہوا ہے۔

"سگِ دربارِ گیلاں شو چو خواہی قربِ ربّانی"

لفظ "گیلاں" میں کسی قدر شبہ ہے۔ غالب گمان تو یہی ہے کہ گیلاں تھا لیکن یہ بھی خیال ہے کہ شاید بجائے گیلاں کے لفظ ایشاں ہو۔ بہرصورت احقر کو خواب میں یہی معلوم ہوا کہ دربار سے حضرت والا دامت برکاتہم ہی کا دربار، دُربار مراد ہے اور اسی دربار کی ملازمت کا حکم ہو رہا ہے۔ پھر اسی

خواب کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا کہ مسجد کے اندرونی حصہ سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہما باہر تشریف لا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی گردن جھکا کر بطور سرگوشی کے چپکے چپکے آپس میں بحوالہ حضرتِ والا (تھانویؒ) مدظلہم العالی یہ ذکر رہے ہیں کہ:

"تحریکِ خلافت کے متعلق ان کی رائے نہایت ہی صحیح ہے"

یعنی حضرتِ والا کی (رائے)۔ پھر ان دونوں حضرات میں سے ایک صاحب تو مسجد میں تشریف لے گئے اور دوسرے صاحب باہر تشریف لے گئے۔"

(اشرف السوانح ص ۱۴-۱۵ ج ۲)

پھر اس قیام میں وہی بیتی جو اس سے قبل حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ پر اس وقت بیتی تھی جب انہیں حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرفِ بیعت حاصل ہوا تھا اور ایک صاحب کے استفسار پر بے ساختہ کہہ اٹھے تھے:

"پھر تو مر ہی مٹا۔"

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی حقیقت میں مر ہی مٹے۔ "عجیب ہیں حضرت تھانوی بھی۔ عجیب ہیں۔ عجیب ہیں۔" ان کے دل نے بار بار کہا۔ پھر دل کی یہی بات زبان پر بھی آگئی۔ یہاں تک کہ مرتے دم تک یہی ارشاد فرماتے رہے۔ "عجیب تھے حضرت تھانوی بھی۔ عجیب تھے۔ عجیب و غریب تھے۔"

اس "عجیب شخصیت" کا پہلا ہی ارشاد ایک چوٹ تھی جو طالب صادق کے دل پر لگائی گئی اور اس نے "ضرب الحبیب زبیب[۱]" کی لذت اندوزی کے ساتھ اس کو سہہ لیا۔ بقول حضرتِ اقدس الحاج ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہم:

---

[۱] محبوب کی مار منقے کی طرح میٹھی ہوتی ہے۔

"غالباً سب سے پہلے جو امتحان ہوا وہ یہ تھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب علم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے دو گھر ہیں تو فرمایا کہ مجھے اطمینان کراؤ کہ دونوں گھر آپ سے خوش ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اس پر چھ ماہ صرف ہوئے۔ کبھی ایک گھر سے اور ان کے متعلقین سے لکھوا کر لے جاتا تھا، کبھی دوسرے گھر سے کہ "ہم ان سے خوش ہیں" تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے کہ ابھی میری تسلّی نہیں ہوئی۔ چھ ماہ بعد اس آزمائش میں کامیابی ہوئی۔"

اس کامیابی کے بعد مزید آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔

کہا گیا "آپ کا عربی لہجہ درست نہیں ہے۔ کسی قاری کے پاس جا کر قرآن کی مشق کیجئے۔"

کسی عالم اور فاضل اور ایک مشہور دینی مدرسہ کے صدر مدّرس سے ایسی چبھتی ہوئی بات کہہ دینا، دراصل اس کی "انا" پر زبردست تازیانہ رسید کرنا ہے۔ لیکن یہاں "انا" تھا ہی کہاں! وہ سر جس میں خود پسندی اور خود رائی کا کچھ سودا ہو سکتا تھا اپنے لڑکپن ہی میں موضع ل پورہ، سوف میں اس وقت چھوڑ آئے تھے، جب دینی تعلیم کے حصول کے لیے اپنا چین، آرام اور سکون مٹا کر نکلے تھے۔ چنانچہ آپ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے ارشاد گرامی پر فوراً سرِ تسلیم خم کر دیا۔

اس آزمائش کے بعد ایک اور امتحان لیا گیا۔ اور وہ یہ قید تھی کہ:

"حنفی مسلک کے کسی عالم سے دوبارہ حدیث پڑھیئے۔"

گویا اب تک جو کچھ پڑھا، بچپن سے اب تک جو جدوجہد کی، جو حاصل کیا، سب ناتمام ٹھہرا دیا گیا۔ ایسا بھرپور وار تھا جسے حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے طالب صادق

ہی سمجھ سکتے تھے۔ اس وقت یہ کون جانتا تھا کہ ہر ہر وار پر نہ صرف طالب کا امتحان لیا جا رہا ہے بلکہ ساتھ ہی ساتھ دروازے بھی کھولے جا رہے ہیں۔

بے چون و چرا کئے ہوئے دوسری شرط بھی مان لی اور اس امتحان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اب آزمائش وفا کی ایک آخری سخت ترین شرط یہ لگا دی:

"مجھ سے اصلاح کی درخواست بعد میں کریں، پہلے مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے مکاتبت کریں۔ جب کم از کم پچیس مرتبہ خط و کتابت ہو چکے تو سارے خطوط مجھے دکھائیں تاکہ صلاحیت اور مناسبت کا اندازہ لگایا جا سکے۔"

یہ بھی کیسا عجیب و غریب وار تھا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سچ ہی تو فرماتے تھے:

"حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی عجیب تھے۔ عجیب و غریب تھے۔"

ایسی جان لیوا شرط۔ امرتسر سے یہاں تک بس ایک ہی آرزو لے کر آئے۔ دل تو تعلیم امامت میں تھا لیکن حکم ہوا کہ نہیں، ابھی نہیں۔ پہلے ہمارے چاہنے والوں کو چاہو۔ لیکن مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اف تک نہ کی۔ انتہائی خندہ پیشانی سے اسے بھی قبول فرما لیا۔ بقول مخدومی و مکرمی حضرت رزمی مدظلہم العالی، ؎

نہ دیکھا جائے گا خونِ تمنّا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لیے جانِ تمنّا یہ بھی دیکھیں گے

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے شیخ کی تینوں شرائط کو بحسن و خوبی انجام تک پہنچایا۔ تجوید کی مشق کے لیے استاذ القراء قاری کریم بخش صاحب کو منتخب فرما کر باقاعدہ ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور اس فن میں ایسی مشق بہم پہنچائی کہ نہ صرف اس کی باریکیوں سے ماحقہٗ واقف ہو گئے بلکہ حضرتِ والا کی قراءت سننے والے حضرات

بتاتے ہیں کہ اتنے صاف، صحیح اور سادہ لہجہ میں قرآن مجید پڑھتے تھے کہ دل چاہتا تھا کہ بس ؎

وہ پڑھیں اور سنا کرے کوئی

دوبارہ دورۂ حدیث کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے متبحر حنفی المسلک محدث کی خدمت اقدس میں تشریف لے گئے اور اس ذوق وشوق سے حدیث کی تکمیل کی کہ راتوں کی نیند حرام کر لی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ بقول حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ:

"مولانا انور شاہ صاحبؒ کا علم اسلام کی حقانیت کا معجزہ ہے۔ اگر اسلام میں کوئی چھوٹی سے چھوٹی خامی بھی ہوتی تو ان جیسا عالم ہرگز ہرگز اسلام پر قائم نہ رہتا"

حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے غواص نے علم کے اس گہرے اور وسیع وعریض سمندر سے علم وحکمت کے بے شمار قیمتی موتی حاصل کئے۔ یہاں تک کہ پورے پنجاب میں ان کی علمیت وفضیلت کو تسلیم کیا جانے لگا۔

تیسری شرط مسلسل دو سال تک مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں خطوط ارسال کر کے پوری کی۔ حضرت ممدوح حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ان خلفاء میں سے تھے، جن کے علم اور تقویٰ اور طبابت کا جواب نہ تھا۔ عربی ادب اور معقولات کے بڑے ماہر تھے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے مواعظ کے نوٹ عربی میں بطور مختصر نویس لکھ کر بعد میں اردو میں پھیلا دیتے تھے۔ بہت سی مشہور تصانیف قلمبند فرمائیں۔ تقویٰ کا اتنا اہتمام تھا کہ حج کے موقعہ پر ٹیکسی ڈرائیور سے موٹر روکنے کے لیے کہا۔ اس نے نہ روکی تو موٹر سے کودنے کیلئے

تیار ہو گئے۔ مگر موٹر میں کوئی نقص واقع ہو گیا۔ جس کی وجہ سے موٹر خود بخود رک گئی اور انہوں نے بروقت نماز باجماعت پڑھائی۔ نماز کے تھوڑی ہی دیر بعد موٹر کی خرابی بھی دور ہو گئی۔

طبابت میں کشش تحریر سے اخلاق و مزاج کی کیفیت معلوم کر لیتے تھے اور قارورہ دیکھتے ہی بتلا دیتے تھے کہ یہ فاسق کا ہے یا متقی کا۔

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے تیسری شرط کی تکمیل کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں پچیس خطوط پیش کئے اور ایک بار پھر اصلاح کی درخواست کی تو حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے کسی مزید پس و پیش کے بغیر قبول فرمالی۔ ان ڈھائی تین سالوں میں کیا کیا گھاٹیاں پیش آئیں۔ کیسے کیسے تیروں سے بسمل کیا گیا۔ کون کون سے لطف و کرم سے بھرپور عتاب و خطاب عطا فرمائے گئے۔ کس کس طرح سرزنش۔ ڈانٹ۔ آفرین اور شاباش سے نوازا گیا۔ نوازنے والا یا نوازا جانے والا جانے۔ پورا علم تو سوائے عالم الغیب کے کسی کو بھی نہیں معلوم۔ تاہم دو ایک باتیں جو معلوم ہو سکی ہیں وہ درج کی جاتی ہیں:

ایک دفعہ سخت ضرورت کی بنا پر حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دوست سے دو سو روپیہ بطور قرض لیا، اسی اثناء میں رمضان المبارک کا زمانہ آگیا۔ حضرتِ والا کا معمول تھا کہ ہر سال رمضان کا پورا مہینہ تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں گزارتے۔ قرضہ کی وجہ سے طبیعت پر بے حد اثر تھا۔ اِدھر قرضہ کی ادائیگی کا فکر اُدھر وہاں کی حاضری کا شوق۔ بہرحال شوق غالب آیا اور حضرتِ والا تھانہ بھون پہنچ گئے خانقاہ شریف میں حسبِ معمول حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ سے مصافحہ ہوا۔ مصافحہ کے لیے حضرت کے دستِ مبارک میں اپنا دست مبارک دینا تھا کہ حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ نے قدرے بلند لہجہ میں تین بار یہ محبت بھرے جملے ارشاد فرمائے:

"دو سو روپیہ بھی کوئی چیز ہے۔ علماء کی جوتیوں کی گرد ہے۔"

باقی داستان تو کسی مناسب جگہ پر آئے گی کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے غیب سے اس قرض کی ادائیگی کا سامان کس طرح فرمایا۔ یہاں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ حکیم الامت حضرت، تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے قلب مبارک میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے لیے کتنی جگہ تھی کہ ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف، اور ان کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے تھے۔ یہ بات تو حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ نے کئی بار مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی شان میں ارشاد فرمائی:

"جب یہ آجاتے ہیں تو خانقاہ میں نور ہی نور معلوم ہوتا ہے۔"

"ایک بار حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اسی زمانۂ اصلاح کا ایک بڑا دلچسپ قصہ ارشاد فرمایا:

"فرمایا کہ حاضری تھانہ بھون کے دوران، پاؤں کی تکلیف کی وجہ سے میری رعایت کی جاتی تھی۔ چنانچہ مجلسِ خاص کی اطلاع کے وقت خلیفہ جی پہلے مجھے اطلاع کرتے کہ مجلس کی اجازت ہو گئی ہے۔ اس لیے عام طور پر میں سب سے پہلے پہنچ جاتا تھا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ جس وقت میں پہنچا تو کوئی نہ تھا۔ میں جاکر اپنی جگہ بیٹھ گیا۔ حضرت (تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) تسبیح پڑھ رہے تھے اور دانے کھٹ کھٹ گر رہے تھے کہ میں نے کہنا شروع کیا:

"حضرت! ہمیں اگر ایک کروڑ سال کی عمر ملے اور ہم اس کو سجدہ میں پڑ کر شکر میں گزار دیں۔ تب بھی اس ایک نعمت کا شکر ادا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خانقاہ سے تعلق نصیب فرمایا۔"

یہ سن کر مجھ کو میری طرف توجہ فرمائی اور (اپنی مخصوص) گرجدار آواز میں فرمایا:

"آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے۔"

مطلب یہ کہ میرے ساتھ تعلق کوئی معمولی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے" (من القول العزیز۔ اوّل)

اسی زمانے میں حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دو خواب بھی دیکھے، جنہیں انہیں کے مبارک الفاظ میں "اشرف السوانح" سے نقل کیا جاتا ہے۔

پہلا خواب

"احقر نے خانقاہ شریف کے حمام کی دیوار پر جو دھوئیں سے سیاہ ہو رہی تھی بہت روشن حروف میں چونہ یا اور کسی نہایت ہی سفید روشنائی سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ:

"اس جگہ دل جوئی بھی ہوتی ہے اور دل شوئی بھی"

دوسرا خواب

"خانقاہ شریف کی مسجد کے وسط میں بیت اللہ شریف اور حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ پاک کو دیکھا کہ دونوں بالکل قریب ہیں اور بیت اللہ شریف غالباً حضرتِ والا (حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی سہ دری کی طرف ہے۔ بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک دونوں پر اس قدر سبز اور خوبصورت غلاف ہیں کہ دنیا میں ان کی نظیر نہ ہوگی۔ اور دونوں پر شعاعیں اور انوار معلوم ہوتے ہیں۔ حضرتِ والا (حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ)، بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہوئے ہیں اور اس قدر خوش ہیں کہ ایسا ہشاش بشاش میں نے حضرتِ والا کو کبھی نہیں دیکھا۔ نیز ایک کھجور کی ٹہنی بطور جھاڑو کے دستِ مبارک میں لیے ہیں۔ جس کی ڈنڈی میں دستہ

چھوڑ کر ادھر اُدھر تشانعیں نکلی ہوئی ہیں۔ اور یہ ارادہ فرما رہے ہیں کہ بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک کے گرداگرد جو غبار ہے، اس کو دور فرمائیں "

(انتہی)

جب کبھی مولانا وکیل احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے والد محترم حضرت مولانا حافظ جلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اکثر ارشاد فرماتے:

"مولانا! آپ کے سامنے تو بولتے ہوئے بھی شرم معلوم ہوتی ہے، معاف فرمایئے، آپ نے تو حضرت (تھانوی قدس اللہ سرہٗ) کو تو خوب دیکھا ہے"

(تذکرۂ حسن)

اس ملفوظِ مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی مجالس میں ان کے چہرۂ اقدس کو دیکھتے رہتے تھے اور ہمہ تن گوش ہو کر علم و عرفان کی باتیں سنتے رہتے تھے۔ اور پھر بھی اخیر وقت تک یہی افسوس رہا کہ چہرۂ اقدس کا دل بھر کر دیدار نہ فرما سکے۔[1]

پہلی بیعت

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے کس ترتیب سے سلوک طے کیا اور راہِ طریقت طے کرنے میں کیسے کیسے دلربا اور دلخراش حالات سے گزرے۔ کون کون

---

[1] مجذوب صاحبؒ بھی اسی کیفیت کے شکار تھے۔ فرماتے ہیں ؎

خود کو بھی ترے عشق میں ہم غیر ہی سمجھے
جی بھر کے نہ دیکھا کہ لگا دیں نہ نظر ہم

سے مناظر نظروں کے سامنے آئے اور کس کس دشوار گزار گھاٹی سے گزر ہوا۔ البتہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے اس بات کا اچھی طرح سے اطمینان کر لینے کے بعد کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو طریق سے مناسبت ہو گئی ہے۔ ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۶ء میں آپ کو بذریعہ خط چاروں سلسلوں یعنی نقشبندیہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ اور قادریہ میں بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس کے بعد سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے آپ کو ہمہ تن

"مردہ بدستِ زندہ"

کے مصداق حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے سپرد کر دیا اور محض اسی پر قناعت نہ کی بلکہ آگے ترقی کر کے اپنے آپ کو "فنا فی الشیخ" کے درجہ تک پہنچا دیا۔

دوسری بیعت

جلال آباد کے خاندان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جبہ مبارک صدیوں سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ جبہ شریف کے محافظین دور دور تک اس کی زیارت کروانے کے لیے سفر کیا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ لوگ تھانہ بھون بھی آئے۔ اور حوض والی مسجد میں جو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی چھوٹی اہلیہ محترمہ کے دولت خانہ سے متصل تھی، قیام کیا، ایک روز حضرت حکیم الامت نے اپنے چند مخصوص اہل ارادت کے ساتھ اس کی زیارت کی۔ حضرت کے ذوق ادب کا یہ حال تھا کہ جتنے دنوں تک جبہ مبارک تھانہ بھون میں رہتا کبھی اس مکان کی سمت پاؤں پھیلا کر بیٹھ یا لیٹ نہیں سکتے تھے اور اس احتیاط کا خیال اس حد تک ذہن پر چھایا رہتا کہ اس معاملہ میں کبھی سہو تک نہ ہونے پاتا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عین جبہ شریف کی زیارت کے وقت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ پر حب نبوی اور نسبتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی کیا کیا کرشمہ سازیاں رہی ہوں گی۔ بہر کیف ان خصوصی انوار و تجلیات کو لیے ہوئے جب حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ

باہر آئے تو حوض والی مسجد میں تشریف لاکر چند خوش بختوں کو بیعت فرمانے بیٹھ گئے باطن تخصیص نے جن میں حضرات مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ اور مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم وغیرہ کے علاوہ حضرت والا مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ بھی شامل تھے، حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ سے تجدید بیعت کی تمنا ظاہر کی۔ حضرت نے منظور فرمالی اور اس طرح سب نے مکرر بیعت کا شرف پایا۔ یہ واقعہ ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۹۳۹ء کا ہے۔

خلافت

جب حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی خداداد فہم وفراست سے یہ معلوم کر لیا کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اب درجۂ تکمیل کو پہنچ گئے ہیں اور ان کے اندر اصلاح خلق کی پوری پوری اہلیت اور صلاحیت پیدا ہو چکی ہے تو آپ کو بیعت وتلقین کی اجازت سے مشرف فرمایا۔ وہ تحریر اور الفاظ مبارکہ دستیاب نہیں ہو سکے جو اجازت کے وقت ارقام فرمائے تھے۔

عموماً حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ جب کسی کو بیعت وتلقین کی اجازت مرحمت فرماتے تو اکثر اس قسم کے الفاظ تحریر فرماتے :

"میرے قلب پر بار بار اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں آپ کو توکلاً علی اللہ تعالیٰ بیعت وتلقین کی اجازت دوں۔ اگر کوئی طالب حق درخواست کرے، انکار نہ کریں اور اپنے خاص دوستوں کو اس کی اطلاع کر دیں اور مجھ کو اپنا پتہ جس سے ڈاک پہنچ سکے، لکھ بھیجیں۔ میں اپنی یادداشت میں درج کر لوں گا۔ فقط"

چونکہ حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے سارے اہم خطوط و کاغذات وغیرہ تقسیم ہند کے ہنگاموں کی نذر ہو چکے تھے۔ اجازت والا یہ خط بھی غالباً انہیں میں ضائع ہو گیا ہے، اس

لیے غالب قیاس یہ ہے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے انہیں بھی ان متذکرہ مبارک کلمات سے سرفراز فرمایا ہوگا۔ جس کی تائید حضرت مولینا شاہ حافظ جلیل احمد صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولینا فقیر محمد صاحب مدظلہم کے پاس آئے ہوئے خطوط سے ہوتی ہے۔ خلافت کی تاریخ کا حتمی طور پر تعین مشکل ہے البتہ حضرت مولینا الحاج خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کے فرمانے سے اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو سنہ ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء سے قبل بیعت وتلقین کی اجازت ملی ہے کیونکہ حضرت مولینا موصوف رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھ سے پہلے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اجازت ہوئی ہے اور مجھ کو سنہ ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء میں اجازت ملی ہے۔"

عجیب واقعہ

اجازت سے مشرف کئے جانے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کبھی کبھی انتہائی وجد میں ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"اجازت ملنے سے قبل ایک دن مجھ سے ایک غلطی ہو چکی تھی، جس کی وجہ سے میں بڑا خائف اور لرزاں تھا۔ اگلے دن خانقاہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت (تھانوی قدس اللہ سرہ) کے خادم نیاز خاں صاحب اپنی مخصوص چال میں دوڑتے ہوئے آئے اور حضرتِ والا کا گرامی نامہ مجھ کو دیا۔ میں یہ سمجھا، بس اب خانقاہ سے نکل جانے کا حکم صادر ہو گیا ہے۔ مگر جب کھول کر پڑھا تو اس میں بیعت وتلقین کی اجازت کا مضمون نکلا۔"

سچ ہے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عجیب تھے۔ عجیب تھے۔ عجیب تھے۔

عجیب و غریب تھے ۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی اسی عجیب و غریب ادا کو ایک شعر میں اس طرح بیان فرمایا ہے ؎

منبعِ صد کرم ترا زہر بھرا عتاب تھا
سارے تعلقات کا وہ ہی تو فتحِ باب تھا

مقامِ شیخ

ضرورت واہمیت فنِ سلوک میں ضرورتِ شیخ انتہائی اہم اور لازمی ہے۔ لیکن کچھ حضرات نے اس سلسلہ میں بہت ہی زیادہ افراط اور تفریط سے کام لیا ہے۔ بعض کے نزدیک شیخ کی نہ کوئی ضرورت ہے اور نہ کوئی حیثیت جب کہ دوسری طرف ایسے بھی انتہاپسند لوگ ہیں جو شیخ کی عقیدت اور محبت کے ڈانڈے کفر اور شرک تک سے ملا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق حدِ اعتدال سے تجاوز کر چکے ہیں۔ پہلا فریق اس قوم کا اتباع کرتا ہوا نظر آتا ہے جس نے کھلی ہوئی آیات اور نشانیوں کے باوجود اپنے پیغمبروں کا نہ صرف انکار کیا بلکہ انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اور شہید کرنے سے بھی باز نہ آئے۔ دوسرا فریق اس قوم کا متبع معلوم ہوتا ہے، جس نے اپنے نبیوں کو خدا اور خدا کے بیٹے بنا کر ان کی پرستش شروع کر دی۔ حالانکہ سرآمدِ صوفیا، حضرت شیخِ اکبر (محی الدین ابن العربی) قدس اللہ سرہ کے حسبِ ارشاد ؎

العبد عبدٌ وان ترقیٰ

والرب ربٌ وان تنزل

(بندہ خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے بندہ ہی رہتا ہے۔ اور خدا چاہے جتنا تنزل فرمائے وہ خدا ہی رہتا ہے)۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ؎

مردانِ خدا، خدا نہ باشند

لیکن ز خدا، جدا نہ باشند

یہ کاملین، خدا نہیں ہیں جن سے مرادیں مانگی جائیں۔ جو روزی اور بیٹا بیٹی تقسیم کر سکیں یا کسی کی حیات اور موت کے ذمّہ دار ہوں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ضرور ہیں جنہیں اصلاح، رشد و ہدایت کا کام سونپا گیا ہے۔ جن کے بارے میں عارف کامل، ولی بے مماثل حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ العزیز اپنے متعلقین اور متبعین کو بایں الفاظ مشورہ دیتے ہیں:

"ان کی محبت اپنے اوپر لازم کر لو۔ ان کا قرب حاصل کرو۔ ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہو گی۔ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔"

(بنیان المشید)

شیخ العجم و العرب حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "ضیاء القلوب" میں ضرورتِ شیخ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"کامیابی اور فوز مرام بغیر کسی مرشد کامل کی درگاہ کی جبہ سائی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔"

نیز آگے چل کر اسی کتاب میں ان دو آیاتِ کریمہ۔

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ○ (سورہ توبہ، رکوع ۱۵)

اور سچوں کے ساتھ رہو۔

اور

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (سورہ لقمان، رکوع ۲)

جس کا میلان میری طرف ہو، اس کی اتباع کرو۔

کا حوالہ دیتے ہوئے استدلال فرماتے ہیں کہ:

"ان دونوں آیتوں میں صیغۂ امر مستعمل ہونے سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہ حکم وجوبی حکم ہے۔"

(ضیاء القلوب)

حضرت مولینا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ذیل کی آیت پاک اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے کئے ہوئے ترجمہ پر وجد فرمایا کرتے تھے:

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا (سورہ فرقان رکوع ۵)

رحمٰن کی شان کو کسی باخبر سے پوچھو

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ شیخ کی اہمیت وضرورت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل بکمل ہوا ہے۔ موٹی بات ہے کہ بڑھئی کے پاس بیٹھے بغیر کوئی بڑھئی نہیں بن سکتا۔ حتیٰ کہ بسولہ بھی بطور خود ہاتھ میں لے کر اٹھائے گا تو وہ بھی قاعدہ سے نہ اٹھایا جائے گا۔ بلا درزی کے پاس بیٹھے، سوئی پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔ بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش دیکھے ہرگز کوئی خوشنویس نہیں ہوسکتا۔ غرض بدون کامل کی صحبت کے کوئی کامل نہیں بن سکتا۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

("تصوف وسلوک")

حضرت مولینا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عام مشاہدہ کی مثال سے اس کی توضیح یوں فرماتے ہیں:

"کسی جگہ پر دو شخص گفتگو کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کو پہچانتا نہیں

ہے۔ ایک تیسرا شخص آتا ہے وہ دونوں میں تعارف کرا دیتا ہے۔ اب یہ دونوں اس جان پہچان کے بعد یک بیک کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو سینے سے لگا لیتے ہیں اور ان دونوں میں جس درجہ کا تعلق ہوتا ہے اُسی درجہ محبت کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔

اس تعارف کرانے والے کو معرّف کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں میں جان پہچان کرانے کے لیے انبیاء علیہم السّلام معرّف بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ پھر ان کے پیچھے متبعین اور نائبین سے یہی کام حق تعالیٰ لیتے ہیں۔"

(معرفتِ الٰہیہ)

عقیدتِ شیخ

ظاہر ہے کہ کون ایسا احسان فراموش ہوگا جو اس معرّف یعنی اپنے مرشد کی اس عظیم نوازش کی بنا پر اس کی ایک ایک ادا پر مر نہ مٹے۔ جس کی مقدس جوتیوں کے صدقہ میں اسے معرفتِ الٰہیہ جیسی نعمتِ کبریٰ حاصل ہوئی اور وہ واصل الی المقصود ہوا۔ اس کے مبارک قدموں میں اپنی جان بھی دے دے۔ تب بھی ادائیگی حق کا دعویٰ نہ کر سکے۔ شیخ کی عقیدت اور محبّت میں، بقول حضرت اقدس ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہٗ:

"مقامات" کے رسوخ کے ساتھ ساتھ روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے اسی محبت، خلوص اور عقیدت کو فنافی الشیخ ہو جانا بھی کہا جاتا ہے۔ ہمارے اکابرین نے اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو نور سے معمور کر دے۔ بار بار اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔"

حضرت مفتی صاحبؒ کا مقام

حضرتِ والا اپنی مرضی اور اپنی رائے کو تو اسی روز فنا کر چکے تھے جب پہلی بار تھانہ بھون تشریف لے گئے تھے۔ اگر کچھ رہی سہی کسر تھی تو وہ پے در پے

آزمائشوں، امتحانوں اور مجاہدوں کی بھٹی کی نذر ہوگئی، یہاں تک کہ حضرتِ والا کی حیثیت خالص کندن جیسی ہوگئی۔ اس کے بعد تو "محمد حسن" نام کی گویا کوئی ہستی ہی اس روئے زمین پر نہ رہی۔ سرتاپا "حضرت تھانویؒ" میں فنا ہوگئے ؎

کچھ بھی نہ رہا ان کی محبت کے سوا یاد

کے مصداق کچھ فرماتے تو ان الفاظ کے ساتھ کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کوئی کام انجام دیتے تو بتاتے۔ حضرت تھانویؒ اس کام کو یوں کیا کرتے تھے۔ کسی کو کوئی مشورہ دیتے تو یہ کہہ کر کہ حضرت تھانویؒ کا اس سلسلہ میں یہ خیال تھا۔

ملفوظاتِ طیّبات تو زبانی یاد تھے۔ اور اس طرح یاد تھے کہ مجال ہے کہ ایک لفظ بھی ادھر سے ادھر ہوجائے۔ فرماتے تھے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں حق تعالیٰ جل شانہ نے بڑی برکت رکھی ہے اور ڈرتے تھے کہ الفاظ کی تبدیلی یا اُلٹ پھیر سے وہ برکت زائل نہ ہوجائے۔ بلکہ مواعظ کے سائز بھی وہی پسند فرماتے، جس سائز پر حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے زمانے میں طبع ہوئے تھے۔ چھوٹا سائز جو اب رائج ہوا پسند نہ تھا۔ مزید برآں تمام زندگی کا یہی معمول رہا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رہ کے ملفوظاتِ طیّبات اور مواعظِ حسنہ پڑھتے پڑھاتے رہے اور اس معمول کا اتنا اہتمام رکھا کہ وصال سے ایک روز قبل بھی یہی ارشاد فرمایا:

"آج حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات پڑھنے چاہئیں۔ (اور جب ملفوظات پڑھے گئے تو) درمیان میں حضرتِ والا (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) تشریحات فرماتے جاتے تھے۔ ماشاء اللہ اسی قوت سے بیان کرتے تھے کہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ گردائے قسمت، کس کو یہ معلوم تھا کہ آنے والی کل کو یہ شمع ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہوجانے والی

ہے یہ بھی فرماتے کہ مرنے کے بعد نماز کے کیف کا اور ملفوظات کے نہ سن سکنے کا صدمہ رہے گا۔ (خلیل)

("سفرِ آخرت" از حضرت الحاج نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی مدظلہم العالی نے، جو بذاتِ خود حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے عشّاق اور خلفائے کرام میں سے ہیں، ایک نجی مجلس میں حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی اسی والہانہ عقیدتِ شیخ کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ:

"حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ اکثر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات بیان فرماتے ہیں۔ گو ہر دو حضرات کی اس سے قبل تھانہ بھون میں ملاقات ہو چکی تھی۔ لیکن شمع کی موجودگی میں ان پروانوں کو اپنا ہی ہوش کب تھا کہ دوسری طرف توجہ مبذول کرتے۔ بقول حضرت مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ؎

بیگانۂ احباب جو ہم ہیں تو گلہ کیا
ہم وہ ہیں کہ رکھتے نہیں اپنی بھی خبر ہم

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ملفوظاتِ مرشد کے بارے میں راوی کی بات سن کر انتہائی بے چینی کے ساتھ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم سے اپنی ملاقات کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ جب حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہم حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے تو وہ انہیں دیکھتے ہی پہچان گئے اور سینے سے لگا کر بے اختیارانہ طور پر سلام و دعا کے بعد پہلی بات جو کی تو یہ کی:

حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ملفوظ سنایئے۔"

اور یہ بات تو ایک بار نہیں، بلکہ بارہا کئی مجالس میں ارشاد فرمائی:

"(تھانہ بھون میں) میرا تو یہ حال تھا کہ یوں سمجھتا ہوں ہر ایک کا یہی حال ہوگا کہ (ہم لوگ) اگر حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھے ہوں اور کوئی کہے کہ پیچھے دروازہ ہے، اس میں سے جنت میں داخل ہو جاؤ یا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے رہو تو میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس چھوڑ کر جنت میں نہیں جائے گا۔ حضرتؒ ہی کے پاس رہے گا۔" (تذکرہ حسنؒ)

اسی طرح جب کچھ جاں نثاروں (حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور محترم جناب محمد عرفان صاحب مدظلہم العالی وغیرہما) نے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ملفوظاتِ مبارک قلمبند کرنے کی اجازت چاہی تو یہ کہہ کر انکار فرما دیا:

"حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات بہت کافی ہیں۔"

بالآخر بصد منت و سماجت کے بعد بادلِ ناخواستہ اپنے ملفوظات لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

(بروایت حضرت اقدس ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہم)

حضرت مولانا مولوی عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم "القول العزیز" میں "معمولات اور کمالات" کے عنوان سے حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے والہانہ جذبۂ عشق کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ وہ:

"حضرت مرشدنا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم و معارف کا خزانہ تھے۔ جو بات فرماتے تھے حضرت تھانویؒ کے حوالہ سے فرماتے۔ اپنے مرشد کے ساتھ "فنا فی الشیخ" کا تعلق تھا۔ اور شیخ المشائخ حضرت

تھانوی کی محبت عشق کے درجہ میں تھی۔ اپنے شیخ کے حالات و کمالات بیان کرتے وقت آپ پر ایک عجیب و غریب کیفیت ہوتی۔ اس وقت حضرت کی بشاشت اور قلبی کیفیت قابل دید ہوتی تھی اور ان کے ذکر میں آپ کو خاص لطف آتا۔ ان کے علوم کو اس خوبی سے بیان فرماتے کہ باید و شاید۔ احقر جامع ملفوظات (مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم) سے ایک دفعہ خانقاہ تھانہ بھون میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ حضرت تھانوی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا سے اپنے جانے کا کوئی غم اور فکر نہیں جب کہ میرے بعد یہ دو ہیں۔ احقر نے عرض کیا "یہ دو کون ہیں؟"

فرمایا "ایک تو مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری ہیں"۔

دوسرے پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ غالباً دوسرے سے مراد حضرت خواجہ صاحب ہی ہوں۔ واللہ اعلم۔"

(من القول العزیز حصہ اول)

محترم جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدفیوضہم ایک طویل نظم میں حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی اسی صفت عاشقانہ کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جو بات بھی فرماتے خود شیخ کی فرماتے ملفوظ تھے مجلس میں خود شیخ کے فرمودہ
کیا کیف و اثر لب پر، کیا فیض کی ارزانی مجلس میں نظارہ تھا، خود شیخ کی مجلس کا
منظورِ نظر آخر تھے شیخ مجدد کے بس تھانہ بھون کا رنگ ہر بات میں تھا پیدا

بذات خود حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کی محبت کا بھی حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ ان سے ملتا جلتا ہی حال تھا ؎

الفت کا جب مزہ ہے کہ ہوں وہ بھی بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تھانہ بھون پہنچتے تو حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے دل کی کلی کھل جاتی۔ ایسا محسوس ہوتا گویا انہیں کوئی بہت ہی قیمتی شے بالکل غیر متوقع طور پر مل گئی ہو۔ ایک بار مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اس حال میں پہنچے کہ دو سو روپے کے مقروض تھے۔

در سلام کے ساتھ مصافحہ کیا تو حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے ان کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تین مرتبہ جوش سے فرمایا:

"دو سو روپیہ بھی کوئی چیز ہے علماء کی جوتیوں کی گرد ہے"

(حیات اشرف از مولانا غلام محمد صاحب مدظلہ)

یہ بات اگرچہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کی کرامات کے عنوان سے تحریر فرمائی گئی ہے۔ لیکن اس کے ایک ایک لفظ سے جس خلوص محبت اور یگانگت کا احساس ہوتا ہے، اسے صاحب ذوق ہی سمجھ سکتے ہیں ؎

لطف این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی

کئی چشم دید گواہ آج بھی موجود ہیں (اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو جاری و ساری رکھیں) کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی غیبت میں کئی بار تقریباً ان مبارک الفاظ کے ساتھ ان کے بے نظیر اور بے مثال درجات کا اظہار فرمایا:

"جب یہ آجاتے ہیں تو خانقاہ میں نور ہی نور معلوم ہوتا ہے"

(بروایت حضرت اقدس ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ درجاتہم)

ل تفصیلی واقعہ "انعامات الٰہیہ" کے تحت درج کیا جا رہا ہے۔

دربارِ اشرفی کے خسرو۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی فنائیت فی الشیخ سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے وصال کے بعد ایک بار انہوں نے اپنی ایک غزل سناتے ہوئے مفتی صاحبؒ کو مخاطب کر کے فرمایا یہ دو شعر تو میں نے آپ ہی کو خطاب کر کے کہے ہیں ؎

دہر کی اب ہے انجمن تیرہ و تار اے حسن ۔۔۔ باعثِ نور تو ہی ہو۔ اوروں کو فکر ہی نہیں
واں ہیں لگا کے اُن کی لو کر دے جہاں میں نشر ضو ۔۔۔ شمعیں تو جل رہی ہیں سو۔ بزم میں روشنی نہیں

(من القول العزیز اوّل)

اور اسی عقیدت، محبت اور اتباعِ شیخ کی عملی مثال سے متاثر ہو کر مفتی پاکستان حضرت مولٰنا محمد شفیع صاحب دیوبندی دامت برکاتہم و فیضانہم بھی بے اختیارانہ طور پر یہ کہہ اٹھے تھے ؎

یہ اعجوبہ بفیض و فضلِ مولانا حسنؒ دیکھا
کہ امرتسر میں ہم نے آج اک تھانہ بھون دیکھا

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے حقیقت میں اپنے پاک مرشد کے ایک ایک ارشاد کو حرزِ جان بنا کر اور ہر حکم پر چون و چرا کئے بغیر اپنا سرِ تسلیم خم کر کے بتا دیا کہ دیکھو محبوب کے سامنے اپنی حقیقت اور حیثیت کو فنا کرنے کے انداز یہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ صرف مفتی پاکستان، حضرت مولٰنا محمد شفیع صاحب مدفیوضہم کو بلکہ دیگر کئی صاحب فہم و ادراک حضرات کو بھی امرتسر ہی میں تھانہ بھون نظر آنے لگا تھا۔

"اُن کو دیکھ کر تھانہ بھون کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔"

(حضرت اقدس مخدوم العلماء مولٰنا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ)

"آج تو سارا تھانہ بھون اکٹھا ہو رہا ہے۔"

(حضرت حکیم الاسلام مولٰنا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم)

• دربارِ اشرفیہ کے اسرار و رموز اور علوم و معارف جاننے والے اس محقق عالم اور مردِ درویش (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) کا دربار، دربارِ اشرفیہ ہی کا نمونہ پیش کرتا ہے۔"

(محترم جناب منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ملتانی مدظلہم)

• ع: بس تھانہ بھون کا رنگ ہر بات میں تھا پیدا"

(محترم جناب مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم)

غرضیکہ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی عقیدتِ شیخ کی امثال کی ایک طویل فہرست ہے۔ مگر بقول مولانا غلام محمد صاحب زید مجدہٗ، ذیل کا صرف یہی ایک واقعہ فوزِ محبت کی انتہا کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ:

"حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ پان عادتاً استعمال نہ فرماتے تھے۔ اگر کبھی کھاتے بھی تو پان کا پتّہ پہلے منہ میں رکھ لیتے۔ پھر چونا اور پھر کتھا چاٹ لیتے تھے۔ یہ ترکیب اہلِ ذوق کے مذاق پر یقیناً گراں ہوگی اور ویسے بھی اس میں حُسنِ ذوق کا پہلو نکالنا مشکل ہی ہوگا۔ پاسِ ادب سے اگر کوئی کچھ نہ کہہ سکے تو اس کو کم از کم قابلِ ذکر نہ سمجھے گا۔ مگر دیکھئے کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی نگاہِ محبت یہاں بھی حُسن و خوبی کا پہلو کس انداز سے پیدا کر رہی ہے۔ غور سے سنیئے فرماتے تھے اور جھوم جھوم کر مستانہ انداز میں بیان فرماتے تھے:

"ہمارے حضرتؒ جب پان کھاتے تو پہلے صرف پان کھا لیتے۔ پھر چونا اور پھر کتھا چاٹ لیتے تھے۔ پھر چھالیہ منہ میں رکھتے تھے۔ سبحان اللہ۔ قدرت کی ایک ایک نعمت سے الگ الگ لطف اندوز ہوتے تھے۔ عجیب شان تھی۔" (حیاتِ حسنؒ از مولانا غلام محمد صاحب مدظلہٗ)

کیا عالم ہے عشق و محبت کا۔

عشق و محبت کا یہ عالم جسم کے ایک ایک روئیں میں ایسا سرایت کر گیا تھا کہ ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم، فراموش کردہ ایم
الّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

خود ہی فرماتے تھے:

"جب محبت ہوتی ہے تو محبوب کے کوچہ سے، اس کے کتّے سے، اس کی دیواروں سے بھی محبت ہوتی ہے۔"

(من القول العزیز اوّل)

حضرت کی شان بیان کرتے ہوئے انتہائی جوش اور جذبہ کے ساتھ انتہائی بیخودی کے ساتھ اپنے مرشد کے کمالات اظہار کرتے ہوئے فرماتے کہ انہوں نے

"عمر بھر لاٹھی کے اس سرے کو جو زمین پر لگتا ہے۔ قبلہ کی جانب نہیں کیا۔ اور عمر بھر روپے اور جوتے کو ایک ہاتھ میں اکٹھا نہیں لیا۔ اور عمر بھر روپیہ کسی کی طرف پھینکا نہیں بلکہ دیتے وقت اس کے سامنے رکھ دیا اور عمر بھر ایسا نہیں کیا کہ خود سرہانے بیٹھیں اور کھانا پائینتی کی طرف رکھیں۔ چنانچہ مرشد شریف میں یہ بھی فرماتے کہ حضرت (تھانوی علیہ الرحمۃ) فرماتے تھے کہ عمر بھر غیر محرم عورت کے چہرے پر میری نظر نہیں پڑی۔ اس پر میو ہسپتال کا واقعہ بھی اس کی تائید کے لیے بیان فرماتے۔ الخ"

(من القول العزیز اوّل)

ایک دفعہ دوران کلام میں فرمایا:

"میں تو حضرت والا (تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی کتابوں کے سوا کسی اور کی کتاب دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتا۔" (من القول العزیز اوّل)

حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:
"جب حضرتِ والا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح کے الفاظ لانے مشکل ہیں تو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح الفاظ لانے اور بولنے تو بہت ہی مشکل ہیں۔ احادیث کے الفاظ بتاتے ہیں کہ حضرت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم بول رہے ہیں۔"

(من القول العزیز اوّل)

"کمالِ محبت ہی کی ایک نشانی" مولانا غلام محمد صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں:
"یہ بھی ہے کہ محبوب کی تلخی میں بھی قند کی مٹھاس ملتی رہے۔ چنانچہ یہ بھی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں پورے کمال کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے اپنے خادم میاں سلیمان صاحب کو امرتسر بھیجا۔ ان کا قیام ظاہر ہے کہ مفتی صاحب ہی کے ہاں رہا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان کی خوب خاطر مدارات کی اور اعزاز و اکرام کے ساتھ رکھا۔ گویا خود ان کے خادم بنے رہے۔ تین چار روز رہ کر جب میاں صاحب حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پہنچے تو حکیم الامت نے ان سے پوچھا:
"مولوی محمد حسن صاحب نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟"
خادم نے عرض کیا "مخدوم بنا کر رکھا۔"
حضرت حکیم الامت کو یقین تھا کہ یہی معاملہ ہوا ہو گا۔ وہ حضرت مفتی صاحب کے والہانہ رنگ سے خوب واقف تھے۔ فوراً ایک خط حضرت مفتی صاحب کو لکھا:
"میری برسوں کی محنت اور تربیت کو تین روز میں آپ نے برباد کر

ڈالا۔ اب میاں سلیمان کو اپنے متعلق خیال ہو گیا ہو گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔"
ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں معافی ہی چاہی گئی ہو گی۔ مگر دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ بھری مجلس میں بار بار حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اس واقعہ کو خصوصًا حضرت شیخ رح کے زجر کے الفاظ ایسے مزے لے لے کر سناتے تھے کہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کی زندہ تعبیر نگاہوں کے سامنے آجاتی تھی ؎

بدم گفتی و خرسندم۔ عفاک اللہ نکو گفتی
جوابِ تلخ می زیبد۔ لبِ لعلِ شکر خارا

اتباعِ سنّت

اتّباع کی اہمیت

جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ (سورہ آل عمران) (رکوع ۴)

(اے حبیبؐ) کہہ دیجئے اگر تم حق تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ خود حق تعالیٰ تم کو دوست رکھنے لگے گا۔

گویا بقول حضرت مولینا پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس میں ایک تعلیم یہ بھی دی کہ:

"اگر کوئی شخص کسی ایک عمل میں بھی سنّت کے خلاف اپنی ایجاد کردہ اختراعی راہ و رسم کا پابند اور غلام ہے تو وہ باوجود صد کشف و کرامت اور رقص و استغراق کے نامقبول ہے۔ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بننا چاہتے ہو۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ تو تم لوگ میری اتباع کرو میری اتباع کے صدقہ میں حق تعالیٰ تمہیں محبوب بنالیں گے۔ کیونکہ میری شانِ عبدیت اور میرا طرزِ بندگی حق تعالیٰ کے نزدیک تمام خلائق کی عبدیت سے احب اور افضل ہے۔" (معرفتِ الٰہیہ ص ۲۹۲)

حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کئی برس خدمت میں رہنے کے بعد مایوس ہوکر واپس جانے لگا۔ انھوں نے وجہ دریافت فرمائی۔ عرض کیا "اس عرصہ میں آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔"

حضرت جُنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"کیا اس عرصہ میں کوئی فعل خلافِ سنّت ہوتے دیکھا؟"

کہا "نہیں"

فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہو سکتی ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے ایک بندہ کو اس کے ہر قول، فعل اور عمل میں اپنے محبوبؐ کے اتباع کی توفیق عطا فرمائی"

حضرتِ جُنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ارشاد اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ حق تعا جل شانہ کے نزدیک اتّباعِ سنّت ہی پسندیدہ اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ شادی اور غمی پیدائش اور موت اور ظاہر اور باطن، غرضیکہ زندگی کے ہر عمل، ہر موڑ اور ہر اُتار چڑھاؤ پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُسوہ حسنہ کو اپنے سامنے رکھنا عین اس کے مطابق عمل کرنا حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ بعض جُہلاء اور بد دینوں نے اپنے طور پر جو باتیں دین میں شامل کر رکھی ہیں، وہ سب نامقبول ہیں۔ اس مختصر سی زندگی میں ہمارا اصل مقصود حصولِ رضائے حق تعالیٰ جل شانہ ہے اور رضائے حق منحصر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع میں۔ حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اسی بات کی توضیح اس طرح فرماتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (سورہ نٓ)

آپؐ اخلاقِ حسنہ کے اعلیٰ مقام پر ہیں۔

(تشریح کرتے ہوئے) فرمایا:

"سلوک کی تعلیم کا تو دکاندار پیروں کو پتہ نہیں اور اچھے لوگوں میں سے بھی کم ہی کسی کو اس کی تعریف معلوم ہے" (من القول العزیز افاع)

گویا غیر مبہم اور واضح ترین الفاظ میں اصل معیار بتادیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے اخلاقِ حسنہ جس شخص میں ہوں گے۔ اسے اتنے ہی عند اللہ مقبولیت اور قرب کے درجات حاصل ہوں گے۔ اور یہ اخلاقِ حسنہ صرف اسی شخص میں ہوں گے جو اپنے کسی بھی کام میں کوئی قدم بھی اتباعِ سنّت کے بغیر نہ اٹھائے۔ نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر۔ اس ضمن میں مفتیٔ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی زادت فیوضہم کا ارشادِ گرامی یاد آتا ہے کہ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری کے وقت ایسا محسوس ہوا گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرما رہے ہوں:

"ہمارا قرب ہماری اتباع میں ہے۔ یہاں آنے میں نہیں ہے،
جتنی اتباع کروگے، اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوگا"

(مفہوم بروایت حضرت اقدس ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب دامت برکاتہم)

اُسوۂ حسنہ معلوم کرنے کا طریقہ ۵

تو گرفتار سحر ہے کوئی بتلائے اُسے
دل کسی شخص پہ آجائے تو کیا کرتے ہیں

(سید احمد سحر شاہجہانپوری)

"اگر مسلمان اپنے ہر قول اور ہر فعل میں، اپنی ہر خوشی اور ہر غمی میں پیدائش سے لے کر موت تک کی تمام رسموں میں اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر کیا حکم فرمایا ہے۔ اس سوال پر علماءِ حق سے جو جواب ان کو ملے، اُس پر عمل کرلیں اور خاندان اور برادری سے بے خوف ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں تو انشاء اللہ تمام گمراہیوں سے اور جاہلانہ رسومات سے محفوظ ہو جائیں۔ اردو میں ایسی

کتابیں بھی علمائے ربانیین کی موجود ہیں، جن کو دیکھ کر ہر عمل میں سنّت کا طریقہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ ان کتابوں میں بہشتی زیور۔ تعلیم الدین۔ فروع الایمان اغلاط العوام۔ حیاۃ المسلمین۔ اصلاح الرسوم۔ قصد السبیل۔ یہ چند کتابیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے سے وہ سچا دین ملتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضؓ اور تابعینؒ کے اندر موجود تھا۔ بعد کو جاہل فقیروں نے دین کے اندر جو بے سند جاہلانہ رسمیں داخل کر دی ہیں۔ ان کے متعلق صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ یہ فعل سنّت کے مطابق ہے اور یہ فعل بالکل بے سند اور بے ثبوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جوں جوں زمانۂ نبوّت سے بُعد ہوتا جاوے گا۔ دین کے اندر نئی نئی باتیں لوگ داخل کرلیں گے۔ اس لیے شریعت کے جتنے احکامِ ظاہری ہیں ان کا علم حاصل کر کے اپنے ظاہری افعال اور ظاہری صورت اور وضع کو درست کریں اور جتنے احکامِ باطنی ہیں مثل تواضع، شکر، رضا بالقضا، صبر، اخلاص وغیرہ ان کو کسی اللہ والے مخلص بندے سے حاصل کریں۔

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا۔ رحمٰن کی شان کو کسی باخبر سے پوچھو۔
جو دین کی حقیقی روح یعنی اخلاص فی العمل کا طریقہ سکھائیں گے ؎

شیخ نورانی زرہ آگاہ کند
نور را با لفظہا ہمراہ کند

(معرفتِ الٰہیہ ص ۳۶۳)

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی شان

"بعد عصر حاضری ہوئی اور (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے) دیر تک حکمت و

معرفت کے کلمات اور اچھی اچھی باتیں سننے میں آتی رہیں۔ بزرگی صورت سے ظاہر ہے اور تواضع و حسنِ اخلاق تو شاید انہی کا حصّہ ہے۔"

(سفرنامہ پاکستان از مولینا عبد الماجد صاحب مدظلہٗ دریا بادی)

"قطبِ زماں، شیخِ دوراں، رئیس الخلفاءِ دربارِ اشرفیہ حضرت مولینا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری۔ اُن نفوسِ قدسیہ میں سے ہیں جو نظامِ تکوینی کے سلسلہ میں مامور من اللہ ہوتے ہیں۔"

(حیاتِ اشرف از مولینا منشی عبد الرحمٰن صاحب مدظلہٗ)

"(روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر) احقر نے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا سلام عرض کیا تو اس پر ایسا معلوم ہوا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وعلیکم السلام" یا یوں فرمایا "وعلیہ السلام"۔

(تذکرۂ حسنؒ ص ۱۷۵ مکتوب حضرتِ اقدس ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہم)

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اتباعِ سنّت کا اس قدر دھیان تھا کہ کبھی غیر اختیاری طور پر بھی اس کے خلاف کرنے کا مہونہ ہوتا تھا۔ اور اس قدر دُھن تھی کہ سینکڑوں بے راہوں کو راہ پر لگا دیا۔ اور اپنی تبلیغ و تلقین سے ہر طبقہ اور ہر سطح کے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر کے سچا متبعِ سنّت بنا دیا۔ ہر آنے والے شخص کو سنّت کے اتباع کی تاکید فرماتے رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ ایک بار:

"ایک صاحب نے ایک دوست کا نام لیا اور کہا کہ اس شخص کو چند برس پہلے خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ .... اس سعادت کو کئی برس ہو چکے ہیں اس خواب سے اس شخص پر جو کیفیت طاری ہوئی، اس لطف و کرم سے

پھر اُسے سرفراز نہیں فرمایا گیا۔ آپ اس کی مدد فرمایئے۔ کیا اس کی طبیعت کا سوزوگداز اور اضطراب ختم ہو سکتا ہے؟ (اس پر حضرتِ والا نے جو جواب ارشاد فرمایا۔ وہ ان کے صاحبِ حال ہونے کا غماز ہے۔ ایک ایک لفظ حُبِّ رسولؐ میں ڈوبا ہوا ہے۔ ۱۲ جامع) فرمایا:

"آپ کے دوست اگر اس سوزوگداز کو ختم کرنے کے متمنّی ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ وہ بڑے بدنصیب ہیں۔ انہیں تو یہ تمنا کرنی چاہیئے کہ یہی تشنہ آرزو اُن کی زندگی میں ناسور بن جائے۔ بعض اوقات اضطراب ہی کیفیت کا باعث بنتا ہے۔ خدا کرے، وہ اسی طرح تڑپتے رہیں۔ انہیں اس سعادت پر فخر کرنا چاہیئے۔ یہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی قیمتی یاد ہے۔"

(تذکرۂ حسن ؒ صـ ۷۹)

ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بارے میں فرمایا:

"جب انسان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی سمجھتا ہے تو پھر حکمت و فلسفہ کی تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر حکمت کی تلاش کرتا ہے تو پھر عقل کا غلام ہوا۔ نبی کا غلام تو نہ ہوا۔"

(تذکرۂ حسن ؒ صـ ۸۰)

ایک صاحب نے اپنا حال تحریر کرتے ہوئے عرض کیا:

"کیفیت یہ ہے کہ بندہ معمولات ادا کرتا ہے اور اکثر اعمال' نماز وغیرہ کی طرف جب خیال کرتا ہے تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو کسی کام کے نہیں حق تعالیٰ کے حضور میں پیش کرنے کے لائق نہیں۔"

حضرتِ والا نے جواب میں نہ صرف ان صاحب کی تسلّی فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت فرمادیا

کہ ان کے پاس سالکین کے احوال و کیفیات اور واردات و مشاہدات کو کسنے اور پرکھنے کی ایک ہی کسوٹی ہے، جسے اتباعِ سنّت کہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

"گویا مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ ۔ کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔
الحمد للہ علی ذالک" (تذکرۂ حسن رح ص ۹۶)

ایک صاحب نے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوٹو کھینچ لیا اور اسے اپنے ہاں برسرِعام بیٹھک میں لٹکا دیا۔ جب حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضرتِ والا نے انہیں ایک گرامی نامہ ارسال فرمایا۔ "تذکرۂ حسن رح" سے اس کی بعینہٖ نقل درج کی جاتی ہے:

۱۸ ذیقعد ۱۳۷۶ھ

برخوردار..... صاحب سلمہ اللہ۔ السلام علیکم

آپ کا ہدیہ (شربت سنگترہ اور چائے) اور محبت نامہ ملا۔ مل کر دل خوش ہوا۔ اور ایک شکایت بھی سنی ہے۔ جس سے بہت صدمہ ہے خدا کرے کہ غلط ہو۔ وہ یہ ہے کہ احقر کا فوٹو آپ کے پاس کسی طرح پہنچا ہے۔ اگر ہو تو فوراً اس کو دفن کر دو۔ حق تعالیٰ آپ سے بہت خوش ہوں گے۔

اور احقر بھی بہت خوش اور ممنون ہو گا۔ اور رضائے حق تعالےٰ دولتِ عظیم ہے۔ احقر دعا بھی کرے گا۔

فقط
محمد حسن

ایک اور صاحب کے متعلق کچھ کوتاہیوں کا علم ہوا۔ انہیں مختلف اوقات میں دو

ے ہم نے آپ کی عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔

خطوط بھیج کر اتباعِ شریعت کی تعلیم دی ۔ یہ خطوط بھی تذکرۂ حسنؒ ہی سے بعینہ درج کیے جاتے ہیں :

پہلا خط

برخوردار مولوی ...... صاحب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ سے صرف یہی عرض ہے کہ اللہ کے واسطے آپ نماز روزہ میں سستی نہ کریں ۔ قرآن شریف کی بھی تلاوت کریں ۔ قیامت میں اور قبر میں بہت تکلیف ہوگی ۔

دوسرا خط

برخوردار مولوی ...... صاحب ۔ السلام علیکم

آپ کی طرف خط لکھنے کو خود بخود دل چاہتا تھا اور پھر جب تمہارے بھی دو خط ملے تو پھر زیادہ خیال لکھنے کا ہوا ۔ ایک وجہ لکھنے کی یہ ہے کہ آپ کی دینی حالت بہت قابلِ افسوس ہے ۔ زمین رہن[1] لینا جو سود ہے ، جس پر سخت عذاب کی وعید ہے ۔ تم اس سے باز نہیں آتے ۔ پھر موت کے بعد کیا ہوگا ؟ جب سوئی کے سر کے برابر چنگاری دنیا کی برداشت نہیں تو وہاں کی آگ سے قبر میں کون نجات دلائے گا ۔ دل مُردہ ہو جائے تو مردہ کو سمجھانا بالکل بے سود ہے ۔ گو دنیا کا بھی نقصان ہے ۔ لیکن وہ قابلِ لحاظ نہیں

---

[1] ایسے رہن لینا کہ اس کی آمدنی خود کھائیں مالک کو نہ دیں حرام ہے ۔ سود ہے ۔ جس کا عام دستور ہو رہا ہے ۔ لیکن اگر آمدنی مالک کو دیا کریں یا اس کے قرضہ میں کاٹتے رہیں تو جائز ہے ۱۲ منہ

افسوس ہزار افسوس کہ جن لوگوں سے تم رہن لیتے ہو، وہ اس روپیہ سے بیع لیتے ہیں اور زمین کی ترقی (کے بعد) قیمت سے نفع بھی زیادہ (ہوتا ہے) موت کا خیال کرو۔ ایک دن مرنا ہے۔ گور کی راتیں بہت مشکل ہیں۔ بہت مشکل ہیں بہت مشکل ہیں۔ اولاد و اقارب سب چھوڑ دیں گے۔

"محمد حسن"

اتباعِ سنّت کے باعث بذاتِ خود حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربارِ اقدس میں کیا حیثیت تھی: اس کا پتہ محترم جناب حاجی محمد ظفر الدین صاحب دارالخیر ایبٹ آباد کی صاحبزادی صاحبہ کے ایک خواب سے پتہ چلتا ہے۔ یہ صاحبزادی صاحبہ بڑی نیک اور مستجابۃ الدعا ہیں۔ محترم حاجی صاحب اپنے طویل خط[1] میں تحریر فرماتے ہیں کہ خواب میں....

"(میری بچّی سے) کسی نے کہا کہ حضرت (مفتی صاحبؒ) بیمار ہیں... تو خواب ہی میں (میری بچّی کو) بڑا فکر ہوا کہ میں ابھی بیعت نہیں کر سکی۔ اس پریشانی میں خواب ہی میں چل پڑی تو آگے آنحضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم آتے نظر آئے۔ وہ آسمان کی طرف دیکھتے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں فرما رہے تھے:

"یا اللہ ابھی اس انسان کی (یعنی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی) دنیا میں بڑی ضرورت ہے۔ اُن کو ابھی دنیا ہی میں رہنے دے۔"

---

[1] پورا گرامی نامہ آگے مبشرات کے باب میں درج کیا جا رہا ہے۔

کارِ پاکاں روشنی و گرمی است
کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی است

مکارمِ اخلاق

ایمانِ کامل اور تقویٰ کامل حاصل کرنا فرض ہے اور یہ دونوں بغیر اصلاحِ باطن کے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اصلاحِ باطن نام ہے اخلاقِ حمیدہ کے حاصل کرنے اور اخلاقِ ذمیمہ کے دور کرنے کا: حمیدہ اخلاق کے حاصل کرنے کو تحلیہ کہتے ہیں اور ذمیمہ کے دور کرنے کو تخلیہ کہتے ہیں۔

اور اسی تحلیہ اور تخلیہ کا نام تصوّف ہے اور ان اخلاق کے درست کر لینے کا نام مجاہدۂ تفصیلی یا ریاضتِ تفصیلی ہے۔

ریاضتِ اجمالی اور مجاہدۂ اجمالی کے اصول صرف چار امر ہیں:

۱۔ قلتِ الکلام۔ ۲۔ قلتِ الطعام۔
۳۔ قلتِ المنام۔ ۴۔ قلتِ الاختلاط مع الانام

ان میں غلو اور افراط نہ کرے۔ حقوقِ نفس کو جن سے قوامِ حیات اور بقائے زندگی ہے باقی رکھے اور حظوظِ نفس کو جو ان حقوق کے علاوہ ہیں اور جن پر قوامِ بدن اور بقائے زندگی موقوف نہیں، فنا کر دے۔ بس اس سے زائد غلو ہے۔

مجاہدۂ تفصیلی اوصافِ حمیدہ کے پیدا کرنے اور ذمیمہ کے زائل کرنے کا نام ہے

مکارمِ اوصاف یوں تو بہت ہیں مگر ان کے اصول معدودے چند ہیں۔

اب ہم ان اوصافِ حمیدہ کے چند اخلاق ذکر کریں گے۔ پہلے ان کی حقیقت بیان ہو گی، پھر حصول کا طریق۔ اس کے بعد حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی شان بیان کی جائے گی کہ اس خُلق میں آپ کتنے اونچے مقام پر تھے جس کی بلندی کا اندازہ آپ کے ملفوظات طیبات سے کسی حد تک ہو سکتا ہے۔

۱۔ نیّت و ارادہ

ارشادِ خداوندی

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورہ انعام) رکوع

اور مت دھتکارو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جو اپنے رب کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں، خاص ذاتِ باری تعالیٰ کو چاہتے ہیں۔

ارشادِ نبویؐ

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (متفق علیہ)

اعمال کا اعتبار نیت ہی پر ہے۔

حقیقتِ نیّت نیک عمل میں نیت تین طرح کی ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ فعل قصداً اور اختیاراً کیا جاوے لیکن اس میں نہ غایتِ محمودہ کا تصوّر ہو نہ غایتِ مذمومہ کا۔ دوسرے یہ کہ غایتِ محمودہ کا قصد ہو مثلاً میں نماز اس لیے پڑھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ غایتِ مذمومہ کا ارادہ ہو۔ مثلاً نماز اس لیے پڑھے کہ مخلوق کے نزدیک بڑا بنے۔ پس ان تین صورتوں سے ریا، مذموم اخیر کی صورت

ہے۔ اور صورتِ اولیٰ و ثانیہ اخلاص میں داخل ہے۔

(دعواتِ عبدیت از حکیم الامتؒ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ جب آدمی کوئی کام شروع کرتا ہے تو پہلے اس کے نتیجے کا خیال ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کو لکھ کر گلے میں لٹکا کر رکھنا چاہیئے کہ تمام آسمانی کتابوں کے نزول سے مقصد رضائے حق تعالیٰ ہے۔ چنانچہ ہر کام سے مقصد رضائے حق ہونا چاہیئے۔ کان کے استعمال سے مقصد رضائے حق۔ آنکھ کے استعمال سے مقصد رضائے حق وغیرہ وغیرہ۔ (ملفوظ مبارک[1] نمبر ۱۱۵)

۲۔ فرمایا: ہیولیٰ بری نہیں۔ اس کا اتباع برا ہے۔ شیخ برا نہیں، اس کی اطاعت بُری ہے دل میں تقاضائے شہوت برا نہیں۔ اس پر عمل کرنا بُرا ہے۔ کیونکہ تقاضا غیر اختیاری امر ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۵۵)

۳۔ فرمایا: یہ مراقبہ کرنا چاہیئے کہ میرے تمام اعمال کو میرے اعضاء میں جذب کیا جا رہا ہے۔ یعنی جس عضو کا جو عمل ہے اس عضو میں وہ عمل جذب کیا جا رہا ہے۔ جیسے گراموفون ریکارڈ بنایا جاتا ہے۔ اور قیامت میں جب اللہ تعالےٰ کے حکم کی سوئی اس پر لگے گی تو پھر بولنے لگے گا۔ آنکھ کہے گی میں نے بدنیتی سے دیکھا تھا۔ کان ناک وغیرہ کہیں گے کہ ہم نے بدنیتی سے سُنا اور سونگھا تھا۔ اسی طرح تمام اعضاء سے آواز نکلے گی۔ پھر اس کو کوئی نہیں بند کر سکتا۔ اس مراقبہ سے عمل صالح میں چستی اور گناہوں سے بچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مگر یہ کرنے کے کام ہیں۔

---

[1] جہاں صرف ملفوظات کے نمبر درج ہوں گے وہاں یہ سمجھا جائے کہ یہ القول العزیز اول سے منقول ہیں۔

نرے دعویٰ سے کچھ نہیں ہوتا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲۱۶)

۲۔ اخلاص

ارشادِ خداوندی

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (سورہ بیّنہ)

اور ان کو حکم نہیں ہوا مگر اس بات کا کہ عبادت کریں اللہ کی، خالص کرنے والے ہوں اس کے واسطے دین۔ اور طرف سے منہ پھیرے ہوئے ہوں۔

ارشادِ نبوی ؐ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى نِيَّاتِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (الحدیث)

حق تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نظر نہیں فرماتے۔ لیکن تمہاری نیتوں اور اعمال پر نظر فرماتے ہیں۔

حقیقتِ اخلاص

اپنی طرف سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرّب و رضا کا قصد رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی و رضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو ملنے نہ دینا۔ (تعلیم الدین از حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: نماز میں حق تعالیٰ سے باتیں کرنی ہوتی ہیں۔ اور ان سے ہمکلام ہونا ہوتا ہے خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونا کتنی بڑی دولت ہے۔ مجنوں کو لیلےٰ سے ہمکلام ہونے کا موقعہ ملتا تو کبھی نہ کہتا کہ میں آپ سے ہمکلام تو ہوتا ہوں لیکن یہ بتائیں کہ آپ

مجھ کو کیا انعام دیں گی؟ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۴)

۲۔ فرمایا: لوگ خدا تعالیٰ کے در کو چھوڑ کر لوگوں کے در پر ذلیل ہوتے ہیں ع

یک در گیر و محکم گیر

(ایک در کو خوب مضبوطی سے پکڑ لو)

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۱)

۳۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان پر نظر کی جائے تو اندر سے آواز آتی ہے۔ اور تقاضا ہوتا ہے کہ "اللہ اکبر" کہا جائے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۰۱)

۳۔ اُنس

ارشادِ خداوندی

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورہ فتح۔ رکوع ۱)

وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تسکین اور اطمینان مومنین کے دلوں میں اتارتا ہے۔

ارشادِ نبویؐ

لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا حَفَّتْہُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْہُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْہِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَہُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ۔ (رواہ مسلم)

لوگ نہیں بیٹھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں مگر فرشتے ان پر گھر آتے ہیں اور ان کو رحمتِ خداوندی ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر تسکین اور اطمینان اترتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو ان میں جو اس کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) یاد کرتا ہے۔

حقیقت اُنس جو چیز من وجہ ظاہر اور معلوم ہو اور من وجہ مخفی و مجہول ہو، اگر وجہِ معلومہ پر نظر واقع ہو کر اس پر فرح و سرور ہو۔ اس کو اُنس کہتے ہیں۔
(تعلیم الدین از حضرت حکیم الامت رح)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: محبت کا دعویٰ کر کے پھر موت کو اچھا نہ سمجھنا اور حق تعالےٰ سے ملاقات کرنے اور ان کی طرف جانے کو کڑوا سمجھنا اچھا نہیں۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۸۷)

۲۔ ایک حدیث شریف کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جب انسان سجدہ کرتا ہے تو اس کی پیشانی اور ناک اللہ تعالےٰ کے پاؤں پر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے پاؤں کی تجلّی عرش پر ہوتی ہے۔ اس لیے انسان اس وقت عرش پر ہوتا ہے ؎

تصوّر عرش پر ہے وقفِ سجدہ ہی جبیں میری
میرا اب پوچھنا کیا، آسماں میرا زمیں میری

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۸۳)

۳۔ فرمایا: نیک عمل سے دنیا میں بھی جزا ملتی ہے کہ ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی کی توفیق ہو جاتی ہے۔ گناہ کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے کہ ایک گناہ کے بعد دوسرے گناہ کی جرأت ہو جاتی ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۸۲)

۴۔ تبلیغ

ارشادِ خداوندی

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (آل عمران ع)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے کہ (اور لوگوں کو بھی) خیر کی طرف بلایا کریں اور

نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔

ارشادِ نبویؐ

مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (ابنِ ماجہ)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہو۔

حقیقتِ تبلیغ امر بالمعروف یقیناً واجب ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور حکم سب کو عام ہے۔ مگر اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خطابِ خاص۔ دوسرا خطابِ عام۔ تبلیغ خاص تو ہر جگہ اور ہر شخص پر ہے۔ یہ کسی فرد بشر سے ساقط نہیں ہوتی اور امر بالمعروف عام یعنی وعظ کہنا یہ سب کے ذمہ فرض نہیں بلکہ یہ صرف علماء پر واجب ہے (مگر عوام مسلمین کے ذمہ سفر خرچ و دیگر اسباب کا مہیا کرنا) اور امر بالمعروف کا مدار قدرت پر ہے۔ یعنی جس کسی پر جتنی قدرت ہے اس کے ذمہ واجب ہے کہ امر بالمعروف کرے۔ غرض ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے ماتحتوں کو امورِ خیر کا حکم کرے اور خلاف شرع باتوں سے روکے۔

(آداب التبلیغ از حضرت حکیم الامتؒ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ وعظ و تقریر کے سلسلے میں ایک صاحب سے فرمایا: واعظ کی نیت یہ ہو کہ سامعین کے اندر دین آجائے۔ ان مساکین سامعین کے قلوب تمہارے سامنے بچھے ہوئے ہیں۔ (من القول العزیز دوم)

۲۔ فرمایا: قلب کو نقش و نگار یعنی کیفیات سے بھی خالی ہونا چاہیئے۔ اسی ضمن میں فرمایا: تبلیغ کے لیے بھی عقل و فکر کی بہت ضرورت ہے کہ دوسرے کو حقیر نہ

سمجھے کیونکہ عاصی پہلے ہی سے قابلِ رحم ہے۔ (من القول العزیز دوم)

۴۔ فرمایا: فجر کی دو سنتیں دنیا وما فیہا سے بہتر ہیں۔ میں نے ایک دفعہ عیدگاہ، امرتسر میں دورانِ وعظ کہا کہ اگر مسلمان کو کہا جائے کہ ساری دنیا کی حکومت لے لو اور صبح کی سنّت ترک کر دو۔ فلاں بھی لے لو۔ فلاں بھی لے لو۔ لیکن سنّت صرف چھوڑ دو۔ جو مسلمان ہوگا وہ کبھی یہ پسند نہیں کرے گا، دولت و ملک لینا چھوڑ دے گا۔ سنّت فجر ترک نہ کرے گا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۹)

۵۔ تفکّر

ارشادِ خداوندی

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورہ ابراہیم۔ رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، شاید وہ کچھ فکر کریں۔

ارشادِ نبوی ﷺ

فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى (رواہ احمد)

پس باقی (رہنے والی) چیزوں کو فانی چیزوں پر اختیار کرو

حقیقتِ تفکّر

دو معلوم چیزوں کا ذہن میں حاضر کرنا، جس سے تیسری بات ذہن میں آجائے مثلاً ایک یہ بات جاننا ہے "آخرت باقی ہے" دوسری یہ جاننا ہے: "باقی قابلِ ترجیح کے ہے" ان دونوں سے تیسری یہ بات معلوم ہوئی "آخرت قابلِ ترجیح کے ہے"

(تعلیم الدین از حکیم الامت تھانوی رح)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: مصائب میں حق تعالیٰ کا تو کوئی فائدہ نہیں۔ اس میں فائدہ بندہ ہی کا ہے۔ اگر مصائب بھیجنے میں بندے کا فائدہ نہیں تو فعلِ عبث ہوا اور عبث کام اللہ تعالیٰ نہیں کرتے۔ پھر اہلِ مصیبت کے لیے آخرت میں جو درجات اور منافع ہیں، وہ بیان فرمائے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سردارِ انبیاء علیہم السلام ہیں لیکن مکہ معظّمہ سے نکالے گئے۔ پتھر مارے گئے۔ زہر دیئے گئے۔ وغیرہ
(ملفوظ مبارک نمبر ۱۲۰)

۲۔ "پیدا کرنے کے بعد بھی تم ہر لحظہ ہماری تربیّت کے محتاج ہو۔ یوں نہیں کہ پیدا ہونے کے بعد خود چل رہے ہو بلکہ قلم بدستِ کاتب کی طرح ہو اور محتاج ہو جو جس کو ملتا ہے وہ ہم ہی دیتے ہیں کہ دل ہمارے قبضے میں ہے اور ہاتھ محرّک ہے ہمارے دینے کی کہ زید اور عمر کے ہاتھ سے دِلا دیا۔" اس بات کے سوچنے سے قدرتِ حق کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۴۹)

۳۔ فرمایا: انسان جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیؐ سمجھتا ہے تو پھر حکمت اور فلسفہ کی تلاش نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر حکمت کی تلاش کرتا ہے تو پھر عقل کا غلام ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام تو نہ ہوا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۸۰)

۶۔ تفویض

ارشادِ خداوندی

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۔ (سورہ مؤمن رکوع ۵)

ارشادِ نبویؐ

إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ

جب صبح ہو تو شام کے متعلق اپنے دل میں خیال نہ لاؤ اور شام ہو تو صبح کے متعلق خیال نہ لاؤ۔

حقیقتِ تفویض

اپنے کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دینا کہ جو وہ چاہیں، اُس میں تصرف کریں اور اپنی طرف سے کوئی حالت یا نظام تجویز نہ کرنا تفویض ہے جو تمام حالات کو شامل ہے۔ (انفاسِ عیسیٰ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: انسان کو عام طور پر تکالیف دعوائے استحقاق سے پیدا ہوتی ہیں۔ دعوائے استحقاق سے قلب میں شکایت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تکلیف کا منشا تو تو ہر وقت اپنے اندر لیے پھرتا ہے۔ بندہ کے فرائض میں سے ہے کہ اپنے تمام امور کو معبود کے سپرد کر دے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲)

۲۔ فرمایا: جب روپیہ نہ دیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ نہ دینا بھی عطا ہے اور دینا بھی عطا ہے۔ جس طرح صحت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے ایسے ہی مرض بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۲۴)

۳۔ فرمایا: ایک "تجویز" ہے اور ایک "تفویض" ہے۔ دل میں یہ سوچ لینا کہ یہ بات اس طرح ہونی چاہیئے اور یہ کام اس طرح ہونا چاہیئے یہ "تجویز" ہے اور ہر کام کو خدا کے سپرد کر دینا کہ جب اور جو وہ کریں گے، وہی بہتر ہوگا۔ یہ "تفویض" ہے۔ پہلی صورت میں اگر کام "تجویز" کے مطابق نہ ہوا تو اس کے نہ ہونے پر

صدمہ ہوتا ہے۔ اسی لیے حضراتِ صوفیائے کرام "تجویز" کو فنا کرنے اور "تفویض" کو اختیار کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ پھر "تفویض" بھی اپنی راحت ولذت کے لیے نہ ہو بلکہ اظہارِ عبدیت کے لیے ہو کہ دل میں یہ بات جاگزیں ہو کہ یہ میرا فرضِ منصبی ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲)

۷۔ تقویٰ

ارشادِ خداوندی

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ۔ (سورہ توبہ رکوع ۱۵)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ارشادِ نبویؐ

اَلَا اِنَّ التَّقْوٰى هٰهُنَا وَاَشَارَ اِلَى الصَّدْرِ۔ (مسلم)

آگاہ رہو کہ تقویٰ اس جگہ ہے اور آپؐ نے قلب کی طرف اشارہ کیا۔

حقیقتِ تقویٰ

تقویٰ کا امر اور فضل قرآن مجید میں جس قدر ہے، غالباً کسی چیز کا اتنا نہیں۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ تقویٰ کا استعمال شریعت میں دو معنی میں ہوتا ہے ایک "ڈرنا" دوسرے "بچنا"۔ اور تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود تو معاصی سے بچنا ہی ہے مگر سبب اس کا ڈرنا ہے۔

(الکمال فی الدین از حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ جان کندن بھی آنے والی ہے اور قبر بھی آنے والی ہے ــــــــــ

تو لمبے راستے کا مسافر ہے۔ بڑا سفر کرنا ہے۔ بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔
(اقتباس از ملفوظات مبارک نمبر ۱۶)

۲۔ فرمایا: توبہ بیشک تریاق ہے۔ مگر اس سے گناہ کی ہمت نہ ہونی چاہیئے۔ جیسے تریاق اگر ہاتھ آجائے تو سانپ سے چھیڑ کرنا بے وقوفی ہے۔ اسی طرح توبہ کے بھروسے پر گناہ کرنا سخت غلطی ہے۔ نفس کو اگر گناہ کی چاٹ لگ جائے تو پھر اس کو روکنا بہت مشکل ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲۴)

۳۔ فرمایا: کھانے میں اگر زہر کا علم ہو تو اس کھانے کو نہیں کھایا جاتا کیونکہ پتہ ہوتا ہے کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ خواہ کیسا ہی اچھا کھانا ہو۔ اسی طرح اگر کسی کو یہ علم ہو کہ اس فعل کا یہ ضرر و نقصان ہے تو پھر وہ فعل نہیں کرنا چاہیئے۔
(ملفوظ مبارک نمبر ۱۲۵)

۸۔ تواضع

ارشاد خداوندی

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا ۔ (سورہ فرقان رکوع ۶)

اور رحمٰن یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ ۔ (الحدیث)

جو اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرتا ہے۔

حقیقتِ تواضع

حقیقت میں اپنے کو لاشے سمجھے اور ہیچ سمجھ کر تواضع کرے اپنے کو رفعت کا اہل نہ سمجھے اور ہیچ پر ہیچ اپنے کو مٹانے کا قصد کرے۔
(انفاسِ عیسیٰ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: پستی (تواضع) بڑی دولت ہے۔ مگر پستی کو اس لیے اختیار نہ کرے کہ بلندی ملے۔ پھر وہ پستی نہیں۔ وہ تدبیر ہے بلند بننے کی۔
(ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۱)

۲۔ فرمایا: تواضع کرنے کو اپنا حق اور منصب سمجھے اور تواضع سے بے خبر ہو کر تواضع کرے۔ متواضع اگر اپنی تواضع سے خبردار رہے گا تو وہ صورتِ تواضع ہو گی۔ حقیقی تواضع نہ رہے گی۔ جیسے نیند والا اگر اپنی حالت نیند سے خبردار رہے تو وہ صحیح نیند نہ کہلائے گی۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۴۳)

۳۔ فرمایا: حضرتِ والا (حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) فرمایا کرتے تھے کہ اس طریق میں اوّل قدم بھی پستی ہے اور آخر بھی پستی ہے۔ بغیر اس کے ورد وظائف کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۲)

۹۔ توبہ

ارشادِ خداوندی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا (سورہ تحریم رکوع ۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو۔

ارشادِ نبویؐ

یٰاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللہِ (مسلم)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو

حقیقتِ توبہ خطا کو یاد کر کے دل کا دکھ جانا۔ اور اس کے لیے لازم ہے گناہ کا ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب (یہ خطا) نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔

(تبلیغِ دین از حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: ماضی کا تدارک توبہ سے کرے۔ اور مستقبل کا ہمت سے کرے۔ پھر گناہ ہو جاوے تو اسی طرح کرتا رہے۔ شریف طبیعت کا تقاضا ہے کہ آئندہ گناہ نہ کرے گا۔ جیسے خبیث طبیعت والوں کا تقاضا ہے کہ ہر گناہ میں ملوث ہو جاتا ہے۔ (منقول از تذکرہ محسن رح)

۲۔ فرمایا: معاصی سے توبہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ اعتراف گناہ اس قدر ہو جتنا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو تھا کہ اپنے کو خطا کار سمجھتے ہوئے ستونوں سے باندھ دیا تھا۔ تو توبہ اس اعتراف سے کی جائے۔

(من القول العزیز دوم۔ ملفوظ مبارک نمبر ۳۵)

۳۔ ایک صاحب نے سوال کیا: حضرت! جب آدمی سمجھتا ہے کہ میں گناہ سے بچ نہیں سکوں گا، اس کی توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟ فرمایا: فائدہ یہ ہے کہ اپنی بے بسی کمزوری اور بیچارگی کا اظہار ہے۔ اور تضرع وزاری ہے اور نیازمندی کا اظہار

بڑی نعمت ہے۔ نہ بچنے کا تصوّر بھی کمزوری اور بے لبسی کی دلیل ہے کہ اے اللہ میری ہمّت نہیں ہے کہ میں اس گناہ سے بچ سکوں۔ آپ کی امداد اور دستگیری کا محتاج ہوں۔ تو گویا عرض کر رہا ہے کہ یا اللہ۔ گزشتہ گناہ معاف فرما اور تو ہی محض اپنے فضل وکرم سے آیندہ گناہوں سے حفاظت فرما۔ علاوہ ازیں تجربہ سے ثابت ہے کہ اس لفظی اور صوری توبہ کی برکت سے حقیقی توبہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔ بہرحال توبہ ترک ہرگز نہ کرے۔ حقیقت نہ سہی تو صورت ہی سہی۔ انشاءاللہ تعالیٰ کسی دن حقیقت بھی نصیب ہو جائے گی۔

(من القول العزیز دوم ملفوظ مبارک نمبر ۳۶)

۱۰۔ توحید

ارشادِ خداوندی

وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ صافات رکوع ۳)

اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو اور تمہارے عملوں کو پیدا کیا

ارشادِ نبویؐ

وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰٓی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ لَمْ یَنْفَعُوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰٓی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ عَلَیْکَ (احمد، ترمذی)

جان لو اگر سب متفق ہو جائیں اس پر کہ تم کو کچھ نفع پہنچائیں، ہرگز نفع نہ پہنچائیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے، اور اگر سب متفق ہو جائیں کہ تم کو ضرر پہنچائیں ہرگز ضرر نہ پہنچائیں گے مگر اس چیز کا جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے۔

حقیقتِ توحید یہ یقین کر لینا کہ بدون ارادۂ خداوندی کوئی کچھ نہیں کر سکتا توحید ہے۔

(تعلیم الدین از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو دل میں گاڑ دو۔ اگر فرشتے دل کو پھاڑ کر بھی دیکھیں تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اندر گڑا ہوا ہو۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۶۲)

۲۔ فرمایا: مخلوق اللہ تعالیٰ کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ ظاہر ہیں۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۲۸)

۳۔ فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجّال کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ (بحوالہ حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرمایا کہ دجّال اللہ تعالیٰ کی صفتِ اضلال کا طواف کر رہا تھا کہ وہ صفتِ اضلال کا مظہر ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۴۶)

۱۱۔ توکّل

ارشادِ خداوندی

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورۃ تغابن رکوع ۲)

اور چاہیے کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ پر توکّل کریں۔

ارشادِ نبویؐ

وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ (الترمذی واحمد)

اور جب کچھ مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو اور جب مدد چاہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہو۔

حقیقتِ توکّل
صرف وکیل یعنی کارساز پر قلب کا اعتماد کرنا توکل ہے۔

(وعظ تقویٰ از حکیم الامت قدس اللہ سرہ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: توکل کے یہ معنی ہیں کہ اسباب کو جمع کر کے نظر اللہ تعالےٰ پر رکھے۔ اسباب کی حقیقت ریل کی جھنڈی کی طرح ہے کہ سبز جھنڈی علامت ہے ریل کے چلنے کی اور سرخ جھنڈی علامت ہے ٹھہرنے کی۔ مگر ان جھنڈیوں میں ذاتی قوت نہیں۔ وہ قوت تو انجن ڈرائیور میں ہے کہ روکے یا نہ روکے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۲۱۲)

۲۔ فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب علیہ الرحمۃ سے ان کے نوجوان صاحبزادہ کے انتقال پر جو کچھ ارشاد فرمایا وہ تعویذ بنا کر رکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر تصرف جو حق تعالےٰ کسی مسلمان میں فرماویں گو وہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو، مسلمان کے ذمہ یقین کرنا فرض ہے کہ اس میں میرا نفع ہے۔

(من القول العزیز والانامہ نمبر ۷)

۳۔ فرمایا: (حق تعالےٰ نے) اِلَّا عَلَى اللّٰهِ الرِّزْقُ نہیں فرمایا یعنی رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے بلکہ فرمایا اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ "رزق اس کا" یعنی جو اس کے بلے مقدر ہے۔ تو اب مفہوم یہ ہوا کہ جو اس کا مقدر رزق ہے، چاہے کم ہو چاہے زیادہ۔ وہ اس کو ضرور مل کر رہے گا۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۸۴)

۱۲۔ خشوع

ارشاد خداوندی

هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ (سورہ مومنون رکوع ۱)

وہ نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

ارشاد نبوی

فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ مُقْبِلًا عَلَیْهِمَا بِقَلْبِهٖ وَوَجْهِهٖ (مسلم)

پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ اپنے دل اور چہرہ سے اس کی طرف متوجہ رہے۔

حقیقت خشوع کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہونا اور قلب کا التفات بطور تخیل بھی کسی جانب نہ ہونا خشوع ہے۔ (الکلام الحسن از حکیم الامت قدس اللہ سرہ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: عین کام کے وقت کام کی مزدوری پر دھیان نہیں کرنا چاہیئے کہ میرا عمل مقبول ہوگا یا نہیں۔ تو اگر کام میں لگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں گے اور کام کو آسان کردیں گے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۹۷)

۲۔ فرمایا: تصوّف اخلاق پر قابو پانے کا نام ہے۔ وساوس قلب کے اندر نہیں ہوتے۔ شیطان بابِ قلب سے اندر کی طرف وساوس پھونکتا ہے۔ قلب کے اندر کی چیز کو صدمہ نہیں ہوتا۔ وساوس بجلی کی تاریں ہیں۔ ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ

نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ نکالنے کی کوشش کرے اور نہ لانے کی۔ شیطان سرکاری کتا ہے۔ بھونکتا ہے تو بھونکنے دیں ؎

آں خداوندان کہ رہ طے کردہ اند   گوش با بانگ سگاں کے کردہ اند

(جن حضرات نے اس راہ کو طے کیا ہے، انہوں نے کتوں کی آواز پر کب کان دھرا)

۳۔ لَا صَلوٰۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ   کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: جس درجہ کا احضار ہوگا، اسی درجہ کا حضور ہوگا۔ حضور احضار کے تابع ہے۔ خشوع نام محویت اور استغراق کا نہیں ہے۔ بلکہ توجہ الی اللہ کا نام ہے۔ اگر محویت اور استغراق کا نام خشوع ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھیان بچہ کے رونے کی طرف نہ جاتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز کی حالت میں جب میرے کان میں بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو جی میں آتا ہے نماز مختصر کردوں۔ معلوم ہوا کہ خشوع نام استغراق کا نہیں ہے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۵۶)

۱۳۔ خوف

ارشادِ خداوندی

وَاخْشَوْنِیْ   (سورہ بقرہ۔ رکوع ۱۸)

اور مجھ سے ڈرو

ارشادِ نبوی ؐ

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰہِ غَالِیَۃٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَۃَ

جو ڈرتا ہے رات ہی سے چلتا ہے اور جو رات سے چلتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ سن لو۔

اللّٰہِ الْجَنَّۃُ۔ (ترمذی)

اللہ تعالے کا سودا گراں ہے آگاہ رہو اللہ تعالے کا سودا جنت ہے۔

حقیقتِ خوف

خوف کی حقیقت احتمالِ عذاب ہے کہ انسان کو اپنے متعلق احتمال ہو کہ شاید مجھے عذاب ہو اور یہ احتمال مسلمانوں میں سے ہر ایک کو ہے۔ ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ تقاضائے معصیت کے وقت وعید اور عذاب خداوندی کو یاد کر کے سوچ سوچ کے گناہوں سے بچا جائے۔ اور ایک درجہ خوف کا یہ ہے کہ مراقبات واشغال سے آیاتِ وعید اور عظمت وجلالِ حق کو ہر دم مستحضر اور پیشِ نظر رکھا جائے۔ (اشرف المسائل از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: دنیا بڑی آزمائش کی جگہ ہے بڑی آزمائش کی جگہ ہے۔ اللہ تعالی حفاظت فرمادیں۔ بڑی آزمائش کی جگہ ہے۔ اللہ تعالے ایمان سے رکھیں۔ بس یہی ایک فکر ہونی چاہیئے۔ (من القول العزیز دوم۔ ملفوظ مبارک نمبر ۴۲)

۲۔ ایک دفعہ اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا۔ (سورہ بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۰)

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب سلب کرلیں پھر اس کے لیے آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمائتی بھی نہ ملے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ پر گریہ کی کیفیت طاری ہوگئی کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ ہم چاہیں تو آپ کے دل پر مہر لگادیں اور آپ سے ان علوم ومعارف کو چھین لیں جو وحی کے ذریعہ ہم نے آپ کو دیئے۔ حضور اکرم ؐ

کی عظمتِ شان اور حق تعالےٰ کے ہیبتِ خطاب کو دیکھئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۳۱)

۴۔ حضرت والا (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) کو خاتمہ بالخیر کی اس قدر فکر تھی کہ تقریباً ہر مجلس میں اس کی اہمیت اور فکر کو ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جناب قاری خدا بخش صاحب مدظلہم عیادت کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے۔ تنہائی تھی۔ اور حضرتِ والا کی طبیعت کئی روز سے ناساز تھی۔ ابتدائی گفتگو کے بعد ہی ارشاد ہوا "بس سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔"

اور یہ فرماتے ہوئے بڑی فکر سے ارشاد ہوا "حافظ جی! اگر مرتے وقت خدانخواستہ، خدانخواستہ ایمان نہ ملا تو؟" یہ فرما کر آواز متغیّر ہو گئی اور آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

قاری صاحب نے فرمایا "حضرت! خدا کا شکر ہے، ایمان حاصل ہے، اور انشاء اللہ وہ اپنے فضل سے مرتے وقت بھی اس نعمت سے محروم نہیں فرمائیں گے۔"

فرمایا "بیشک، اس وقت تو یہ دولت حاصل ہے۔ مگر کیا ذمّہ داری ہے کہ مرتے وقت بھی ایمان ملے گا۔ اگر نہ ملا تو۔؟"

یہ فرما کر مزید رقّت اور گریہ طاری ہو گیا اور اپنے کو سنبھال کر باآوازِ بلند کئی مرتبہ فرمایا:

"یا اللہ ایمان! یا اللہ ایمان! یا اللہ ایمان!!!"

(ملفوظ مبارک نمبر ۴)

۱۴۔ دُعاء

ارشادِ خداوندی

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورہ مومن رکوع ۶)

اور تمہارے پروردگار نے فرمادیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

ارشادِ نبویؐ

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (الحدیث)

دُعاء عبادت کا مغز ہے

حقیقتِ دُعاء اس کی حقیقت نیاز مندی ہے۔ آیت و حدیث دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعاء عین عبادت ہے۔ خواہ کسی قسم کی ہو۔ دینی ہو یا دنیوی۔ مگر ناجائز امر کے لیے نہ ہو۔

(مہمات الدعاء از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: جب کوئی صاحب اپنے لیے دعاء کرنے کو کہتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ گویا انہوں نے بڑا احسان کیا کہ خدائے تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا موقع دیا۔ خدائے تعالیٰ سے ہمکلام ہونا بڑی چیز ہے۔

(اقتباس از ملفوظ نمبر ۵)

۲۔ فرمایا: نمک بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔ سلطنت بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

جوتے کا تسمہ بھی اللہ تعالےٰ سے مانگو۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۱۷)

۳۔ حضرت پیرجی صاحب (حضرت عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا ارشاد ہے کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بار بار ارشاد فرماتے تھے:

"ایمان کی حفاظت کریں کہ کوئی دعا اس سے خالی نہ جاوے کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔ اگر یہ دولت مل گئی، پھر خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور اگر خدانخواستہ اس دولت سے حرمان ہوا تو لاکھ روپیہ ایصالِ ثواب پر خرچ کرو۔ بیکار ہے۔ لاکھ قرآن شریف ختم کراؤ کچھ نفع نہ ہوگا۔ بس یہی درخواست ہے اللہ تعالیٰ سے کہ خاتمہ ایمان پر ہوجاوے اور یہی دعا کیا کریں۔

(من القول العزیز دوم ملفوظ نمبر ۲۸)

۱۵۔ رجا

ارشادِ خداوندی

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط (سورۂ زمر رکوع ۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو

ارشادِ نبوی ؐ

لَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ بِمَا عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ اَحَدٌ (متفق علیہ)

اگر کافر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حال جانے تو اس کی جنّت سے ناامید نہ ہو۔

حقیقتِ رجا: محبوب چیزوں یعنی فضل و مغفرت اور نعمت و جنّت کے انتظار

یں تلب کو راحت پیدا ہونا اور ان چیزوں کے حاصل کرنے کی تدبیر اور کوشش کرنا رہتا ہے۔ (تعلیم الدین از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: ایمان اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور سخی بادشاہ عطیہ دے کر واپس نہیں لیا کرتے، اس لیے انشاء اللہ ایمان کے ساتھ دنیا سے جائیں گے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۴)

۲۔ فرمایا: معصیت کرنے سے انسان اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں کہ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ انسان کے اوپر خفا ہونے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پائی جاتی ہے اور رحمت کی سوچ و فکر سے محبّت پیدا ہوتی ہے۔ اور محبّت سے عمل کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور عمل سے قرب و رضائے حق تعالیٰ جیسی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲۳)

۳۔ فرمایا: لوگ کہتے ہیں کہ دنیا نقد ہے اور آخرت اُدھار ہے۔ یہ اس کو نہیں دیکھتے کہ دنیا میں بھی اُدھار کا معاملہ ہے مثلاً زراعت کو دیکھیں کہ کتنی مشقت اور انتظار کے بعد غلّہ آتا ہے۔ اسی طرح نوکری دیکھیں۔ تجارت، اور دکانداری کے حالات کو دیکھیں۔ کیا یہ نقد ہیں؟ پھر دنیا میں جو کچھ کچھ عرصہ کے بعد ملتا ہے وہ احتمالی ہوتا ہے اور غیر یقینی۔ اور آخرت میں جو ملے گا، وہ یقینی ہے ؎

این قدر گفتیم باقی فکر کن فکر اگر جامد بود رو ذکر کن

(اتنا ہم نے کہہ دیا باقی فکر کرو اور اگر فکر ناکارہ ہوجائے تو ذکر کرو)

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۳)

۱۶۔ رضا

ارشادِ خداوندی

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (سورہ بینہ)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔

ارشادِ نبویؐ

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ۔ (احمد و ترمذی)

آدمی کی سعادت سے ہے راضی رہنا اس پر جو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقدر کردیا ہو۔

حقیقتِ رضا رضا کی حقیقت " ترک الاعتراض علی القضاء " یعنی قضا پر اعتراض نہ کرنا ہے۔ نہ زبان سے، نہ دل سے۔

(انفاسِ عیسیٰ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: کبھی مال دے کر امتحان کرتے ہیں۔ کبھی مال چھین کر۔ پہلی صورت میں شکر کا مطالبہ ہے اور دوسری صورت میں صبر کا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۳)

۲۔ فرمایا: ساری کوشش اللہ میاں کو راضی کرنے کی ہونی چاہیئے۔ اگر وہ راضی ہو گئے تو سب کام بن جائے گا۔ اصل چیز تو یہی ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲۲۹)

۳۔ فرمایا: جب روپیہ نہ دیں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور دینا بھی عطا ہے جس طرح صحت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، ایسے ہی مرض بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۲۴)

۱۷۔ زُہد

ارشادِ خداوندی

لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ (سورہ حدید رکوع ۳)

تاکہ فوت شدہ چیز پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو دیا ہے، اُس پر خوشی سے اترا نہ جاؤ۔

ارشادِ نبوی ؐ

اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ (بیہقی)

اول بہتری اس امت کی یقین اور زُہد ہے۔

حقیقتِ زُہد کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا زُہد ہے۔ (التکشف حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: یہاں کی زندگی کچھ بھی نہیں۔ سب بازار میں پھر رہے ہیں۔ آخر سب کو ایک جگہ جمع ہو جانا ہے۔ کسی کو بازار سے پہلے واپس آجانا ہے۔ کسی کو کچھ دیر ٹھہر کر۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۵۶)

۲۔ فرمایا: عقل کی دو قسمیں ہیں ایک عقلِ معاش یعنی دنیا کمانے کی عقل، یہ تو عام ہے انسان اور حیوان دونوں میں پائی جاتی ہے۔ دوسری عقلِ معاد یعنی آخرت کی عقل یہ صرف جن اور انسان کو عطا ہوئی۔ تو انسانیت یہ ہے کہ آخرت کے معاملات

میں عقل سے کام لے۔ اگر اس نے عقل سے کام نہ لیا اور صرف دنیا کمانے میں عقل سے کام لیا تو انسان اور جانور میں کیا فرق ہوا؟

۴۔ فرمایا: احکامِ الٰہی امانت ہیں۔ ان کو ادا کرنا دیانت ہے اور ان کا ترک کرنا خیانت ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۲۲۲)

۱۸۔ شُکر

ارشادِ خداوندی

وَاشْكُرُوا لِي (سورہ بقرہ رکوع ۱۸)

اور میرا شکر کرو۔

ارشادِ نبویؐ

إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ (مسلم)

اگر اس کو خوشی پہنچی، شکر کیا۔

حقیقتِ شُکر نعمت کو منعمِ حقیقی کی طرف سے سمجھنا۔ اور اپنی لیاقت سے زیادہ اس کو سمجھنا اور زبان سے خدا تعالیٰ کی تعریف کرنا اور اس نعمت کا گناہوں میں استعمال نہ کرنا بلکہ اس نعمت کو اس کی رضامندی میں استعمال کرنا شکر ہے۔

(تعلیم الدین از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: ایمانِ حاصل پر شکر کرتے رہنا چاہیئے کہ اس کی برکت سے ایمان پر

خاتمہ ہو جائے گا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۸۹)

۲۔ فرمایا روپیہ پیسہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ افلاس کی حالت میں ایک ایک روپیہ کی کتنی قدر ہوتی ہے۔ روپیہ محافظِ ایمان اور محافظِ آبرو ہے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۲۳)

۳۔ حضرت مولانا محمد سرور صاحب مدظلہم (یکے از خلفاء کرام حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) نے اپنے باطن کے تعمیر کے زمانے میں تحریر فرمایا:

"ایک گرم اعلیٰ کپڑے کی اچکن احقر کے پاس ہے۔ جھجک محسوس ہوتی ہے اس کو پہننے سے۔ ڈر ہے کہیں تکبر نہ آجاوے۔ اس (سلسلہ) میں احقر مشورہ چاہتا ہے کہ پہنے یا نہ پہنے"

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا "پہنو اور شکر کرو"

(من القول الحزیز دوم احال نمبر ۲۷)

۱۹۔ شوق

ارشاد خداوندی

مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (سورہ عنکبوت رکوع ۱)

جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا امیدوار ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدت (یعنی موت) تو آنیوالی ہے۔

ارشاد نبوی ؐ

اَسْئَلُكَ النَّظَرَ اِلٰى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ اِلٰى لِقَائِكَ (نسائی)

تجھ سے تیرے وجہ مبارک کی زیارت اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں۔

حقیقتِ شوق

جس محبوب چیز کا من وجہ علم ہو اور من وجہ علم نہ ہو اسکو بکمالہ جاننے اور دیکھنے کی خواہشِ طبعی ہونا شوق کہلاتا ہے۔

(تعلیم الدین از حکیم الامت قدس اللہ سرہ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: اس دنیا میں رہنا بھی بڑی نعمت ہے کہ جنّت کا سامان کرنے کا یہاں موقع دیا جاتا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۳۳)

۲۔ فرمایا: شوق و محبت قائد ہے اور خوف سائق ہے۔ قائد کہتے ہیں آگے سے کھینچنے والے کو اور سائق کہتے ہیں پیچھے سے ہانکنے والے کو۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۶)

۳۔ فرمایا: اتباعِ سنت کی وجہ سے (پل صراط جیسی) باریک چیز بڑی نظر آنے لگے گی جیسے خورد بین سے بال ایک منارے کے برابر نظر آتا ہے۔ تو اتباع شریعت کی برکت سے ایسی خورد بین مل جائے گی کہ پل صراط ایک چوڑی سڑک معلوم ہو گی۔ اور اس پر گزرنا آسان ہو جائے گا۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۵)

۲۰۔ صبر

ارشادِ خداوندی

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا (سورہ آلِ عمران رکوع ۲۰)

اے ایمان والو صبر کرو

ارشاد نبویؐ

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ۔ (مسلم)

مومن پر تعجب ہے کہ اس کی ہر بات بہتر ہے اور یہ کسی کو میسر نہیں مگر مومن ہی کو۔ اگر اس کو خوشی پہنچی شکر کیا، پس یہ اس کے لئے بہتر ہے! اور اگر اس کو سختی پہنچی، صبر کیا، پس یہ اس کیلئے بہتر ہے۔

حقیقتِ صبر محرک دینی کو محرک ہوئی پر غالب کر دینا صبر ہے۔

(الشکر از حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: معمول کا کبھی کرنا، کبھی نہ کرنا، یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے۔ اس کی برکت سے دوام کی توفیق ہو جائے گی۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۰۵)

۲۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنے درس قرآن اور وعظوں میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار کثرت سے پڑھا کرتے تھے مثلاً ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در، اس پہ ہو کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

(ملفوظ مبارک نمبر ۲۳۹)

۳۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: لوگوں ہی کے ساتھ گزارا کرنا ہے۔ فرشتوں کے ساتھ تو نہیں کرنا۔ لوگ، جیسے بھی ہوں گزارا کرنا چاہیے۔

(ملفوظ مبارک نمبر ۲۳)

۱۲۔ صدق

ارشادِ خداوندی

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ (سورۂ حجرات، رکوع ۱)

مومن تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ پھر کچھ تردد نہیں کیا اور اپنی جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ پورے سچے ہیں۔

ارشادِ نبوی ﷺ

مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ يَلْعَنُ بَعْضَ رَقِيقِهِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَعَّانِينَ وَصِدِّيقِينَ۔ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَا أَعُودُ۔ (بیہقی)

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزر ہوا، وہ اپنے غلام پر لعنت کر رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لعنت کرنے والے اور پھر صدیق! پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب ایسا نہ کروں گا۔

حقیقتِ صدق جس مقام کو حاصل کرے کمال کو پہنچا دے۔ اس میں کسر نہ چھوڑے صدق کہلاتا ہے۔

(التکمال فی الدین از حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ دہریوں کے سلسلہ میں فرمایا: آج کل لوگ کہتے ہیں کہ مذہب کچھ نہیں۔ مادہ پرستی اور ظاہر پرستی

کا علم ہے ان سے کوئی پوچھے کہ زمین کو کس نے تھام رکھا ہے اور کون اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور بغیر ستون کے آسمان کس پر کھڑا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۴۱)

۲۔ فرمایا: دنیا سے جانے کے بعد کچھ بھی عمل نہیں۔ آخرت میں جا کر پھر قرب میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہ ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے اور اعمال کا تعلق چونکہ جسم اور روح سے ہے اس لیے تم کو عالم ارواح سے یہاں بھیجا گیا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۵۲)

۳۔ فرمایا: دنیا کو کم لوگوں نے سمجھا ہے۔ ایک سانس بھی یہاں غفلت میں نہ گزرنا چاہیئے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۹۴)

۲۲۔ محبت

ارشاد خداوندی

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (الآية) (سورہ مائدہ۔ رکوع ۸)

اور اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ

مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآئَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَآءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَآئَہٗ۔

(متفق علیہ)

جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو برا سمجھتا ہے۔

حقیقت محبت

طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا جس سے لذت حاصل ہو، محبت کہلاتا ہے۔ یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

(کمالات اشرفیہ از حکیم الامت ؒ)

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا مقام

۱۔ فرمایا: خوف و محبت دو سڑکیں ہیں۔ سلوک الی اللہ کے لیے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۸۰)

۲۔ فرمایا: حضرتِ والا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[1] نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو احکام مامور بہ خوب بنا کر ادا کرے جیسے نماز وغیرہ۔ اور کچھ وقت بلا ناغہ اللہ اللہ کرے یعنی ذکر کرے، کچھ وقت اللہ والے کی صحبت میں بیٹھا کرے۔ ضرور ضرور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی۔ کہ اہل محبت کے پاس بیٹھنے سے محبت و عشق پیدا ہوتا ہے۔ (ملفوظ مبارک نمبر ۱۱۵)

۳۔ فرمایا: دل میں اگر محبت ہو گی تو محبت کا بوّاب اور دربان شکوک کو اندر نہیں گھسنے دے گا۔ اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ حجرہ کے اندر کئی سوراخ ہوں، کہیں چوہے کا اور کہیں کنسلا ہزار پا کا۔ پھر تاریکی بھی ہو۔ اندریں حالات کس طرح ہر ایک سوراخ کو بند کرے گا۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ اس حجرے میں روشنی کر دی جائے۔ بس سب موذی جانور غائب ہو جائیں گے۔ اسی طرح اپنے گھر کو یعنی خانۂ قلب کو محبت الٰہی کی روشنی سے منور کیا جائے تو انشاء اللہ تمام قلبی امراض سے نجات مل جائے گی۔

---

[1] حضرت اقدس مولانا مفتی محمد خلیل صاحب کا ارشاد گرامی ہے: "طریق القلندر وعظ کے اندر قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ یہ کر لیں محبت پیدا ہو جائے گی۔ غالباً تین بار قسم کھائی ہے" ۱۲ منہ

ضمیمہ

مکارمِ اخلاق

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔

(ابوداؤد، ترمذی)

جو شخص محبّت کرے تو اللہ کی رضا کے لئے اور دشمنی کرے تو اللہ کی رضا کے لئے۔ اور داد و دہش کرے تو اللہ کی رضا کے لئے، اور (اسراف وغیرہ سے) بچے تو اللہ کی رضا کے لئے، تو بیشک اس کا ایمان کامل ہو گیا۔

حدیث مذکورۂ بالا کی روشنی میں ایسا کامل مکمل انسان بننے کے لیے جن راہوں اور منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کی حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید صاحب نور اللہ مرقدہ ایک عام فہم مثال سے توضیح فرماتے ہیں کہ:

"ایک بادشاہ عالی جاہ کی رعایا میں سے کسی شخص نے بادشاہ کی رضا جوئی کی خاطر بڑی مدّت حیران اور سرگرداں رہ کر اور خدمتِ سلطانی کے مناصب میں جیسے سپہ گری، جمعداری وغیرہ سے انتقال اور تبدیلیاں کرتے کرتے آخر الامر قبولیت اور رضامندیٔ سلطان میں پہنچ کر کفالت و وکالت شاہی کا عالی منصب حاصل کیا، اور اس کا لقب "چیلۂ خاص" رکھا گیا۔ اسی طرح یہ اربابِ کمال جب مرتبۂ اصفیاء اور اجتبا را اللہ مقبولیت اور محبوبیت پر کامیاب ہوتے ہیں۔ اور مقام "مَقْعَدِ صِدْقٍ" میں رسوخ قدم ان کو نصیب ہو جاتا ہے۔ تو درجۂ شمولِ رفیق اعلیٰ سے فائز ہو جاتے ہیں۔ اور بندۂ خاص اللہ اور عبدِ با اختصاص ان کا لقب ہو جاتا ہے۔"

(صراطِ مستقیم)

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی سلطانِ حقیقی کی رضا جوئی کی خاطر کم و بیش پانچ سال

کی حیرانی و سرگردانی کے بعد قبض و بسط، سکر و صحو۔ الوان و انوار۔ ذکر و فکر اور خوف و رجا کی منزلیں طے کرتے ہوئے اور اپنے خانۂ دل کو ہر قسم کے غبار سے پاک کر کے اُسے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت، عظمت اور اتباع سے آراستہ و پیراستہ کرتے ہوئے اور "خلقِ عظیم" سے چمکا کر "اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ" کے اعلیٰ ترین مقام تک پہنچے۔ صاحبِ "الکمال الشیم" کے مبارک الفاظ ہیں:

"توحید کی شراب پی کر بھی ہوشیاری میں بڑھا اور اغیار کی رویت سے غائب ہو کر بھی خلق کے احوال کا اس کو حصول ہوا۔ نہ اس کو رویتِ حق، رویتِ خلق سے روکتی ہے اور نہ رویتِ خلق، رویتِ حق سے پردہ کرتی ہے۔ نہ اس کی فنا بقا سے مانع ہے اور نہ بقا فنا سے حاجب ہے۔ ہر ایک حصّے والے کو اس کا حصّہ اور ہر ذی حق کو اس کا حق پورا پورا دیتا ہے۔" (الکمال الشیم)

"منتہی اس کا تجلّی بے کیف ہے۔ پھر بعض تو اس میں مستغرق رہ جاتے ہیں اور بعض کو افاقہ ہوتا ہے۔ اس افاقہ کو نزول کہتے ہیں خلافتِ کاملہ اور مشیخیتِ علیا اسی مقام پر حاصل ہوتی ہے۔"

(ضیاء القلوب از شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب رح)

یعنی یہی وہ مقام ہے جس کے لیے حدیث پاک میں "فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ" کے مقدس الفاظ آئے ہیں۔ اس مرتبہ کا حصول ہر ایک کے بس کی بات نہیں ؎

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

یہ مراتب اور درجات تو انہیں کو نصیب ہوتے ہیں۔ جنہوں نے قدم قدم پر اپنے نفس پر آرے چلائے ہوں۔ اپنی خود سر عقل کو اپنا رہنما نہ بنایا ہو اور محبوبِ حقیقی کے عشق میں یہ کہکر سر دھڑ کی بازی لگا دی ہو کہ ؎

دست از طلب ندارم تا کارِ من برآید ۔۔۔ یا تن برسد بجاناں یا جان زتن برآید

یہی کاملین جن کی بابرکت نگاہوں کے سامنے ہمہ وقت "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" کی کسوٹی ہوتی ہے۔ نیابت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو انجام دیتے ہیں تاکہ اس امتِ مرحومہ میں جو کام حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا اور جس کے متعلق "وَیُزَکِّیْهِمْ" کا ارشاد خداوندی ہے۔ وہ کام قیامت تک جاری رہ سکے۔ ان حضرات کے چھوٹے چھوٹے اور بظاہر بہت ہی معمولی جملوں سے حکمت و معرفت کے سوتے پھوٹ پڑتے ہیں۔ ان کی مقدس صحبت میں بیٹھنے والے چند ہی دنوں میں کیا سے کیا اور کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ دنیادار عقلاء و فضلاء دیکھتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ کیسا "اچھا" شخص (یعنی بے نماز۔ رشوت خور جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی تمیز نہ رکھنے والا) دیکھتے ہی دیکھتے "فلاں صاحب" کی صحبت میں جاکر "تباہ و برباد" ہوگیا۔ بقول حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سہ

جائے، جسے مجذوب نہ زاہد نظر آئے ۔۔۔ بھائے نہ جسے رند وہ پھر کیوں ادھر آئے

سو بار "بگڑنا" جسے منظور ہو اپنا ۔۔۔ وہ آئے یہاں اور بچشم و بسر آئے

"ایسے کامل شخص کے پہچاننے کے لیے بڑی بصیرت چاہیئے۔ اس کی حالت بالکل مبتدی کی سی ہوتی ہے۔ عام لوگ دونوں میں (یعنی مبتدی و منتہی میں) فرق نہیں کرسکتے۔ منتہی کا پہچاننا کچھ آسان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متوسط اولیاء کو تو لوگوں نے پہچان لیا اور اولیاء کاملین اور انبیاء علیہم السلام کو پہچان نہ سکے۔ ان کے متعلق کہا گیا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (نہیں ہو تم مگر ہم جیسے آدمی)"

(وعظ میرٹھ از حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ)

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سونا اور مٹی کا ڈھیلا ان کے لیے یکساں ہو جاتا ہے، یہ سب بے خودی کی نشانی اور مشاہدہ کی نادرستی ہے۔ کوئی زیادہ عظمت و بزرگی کی بات نہیں۔ بلکہ عظمت اس

میں ہے کہ ان کے نزدیک سونا، سونا ہو اور ڈھیلا، ڈھیلا ہو تاکہ اس کے خلل سے آگاہ ہو کر کہہ سکیں ع

یَا صَفْرَآءُ یَا بَیْضَآءُ غُرِّیْ غَیْرِیْ لَا لِیْ۔

اے زرد سونے! اے سفید چاندی۔ کسی دوسرے کو فریب دے۔ میں تیرے فریب میں نہیں آ سکتا

(کشف المحجوب از حضرت اقدس عثمان علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ: جناب نشتر سمالندھری)

در سالک میں جوش و خروش، وجد و خامی کی دلیل ہے۔ اور سکون و اطمینان و عدمِ جوش و خروش پختہ ہونے کی دلیل ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں سکون و اطمینان ہوتا ہے۔ متوسط اولیاء میں لوٹنا پوٹنا بھی ہوتا ہے۔ ؎

ہے دلیلِ خام کاری یہ تڑپنا لوٹنا　　　سوزِ پنہاں کا مزہ خاموش جل جانے میں ہے

(ملفوظ مبارک از تذکرۂ حسن)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسے مردِ کامل کی پہچان کیا ہے؟ مولانا پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اس کے اندر تعلیم ہے کہ.... بندگی کا یہ سبق مت بھولنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں ابدال۔ اقطاب۔ اوتار۔ غوث۔ مجدد۔ جو چاہیں بنا دیں۔ لیکن میرا اسوۂ حسنہ سامنے رکھنا۔ اور یاد رکھنا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے حضور میں اپنا بندہ ہونا پہلے عرض کیا ہے۔ پھر اس اظہارِ عبدیت کے بعد انعام رسالت کا ذکر فرمایا ہے۔"

(معرفتِ الٰہیہ)

گویا ایمان اور عمل کے کمال کا نام "عبدیتِ کاملہ" ہے۔ اور فنائیت فی اللہ اور عبدیت کاملہ ایک ہی مقام کی دو اصطلاحات ہیں۔ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ فنا فی اللہ کون ہو سکتا ہے کہ پاک و ہند کا ایک مخصوص طبقہ اُن کی اسی فنائیت سے متاثر ہو کر ان کو عالم الغیب، مختارِ کل

اور حاضر و ناظر" سمجھ بیٹھا۔ اور دوسری طرف اُن ﷺ سے زیادہ عظیم عبد کون ہو سکتا ہے کہ عبادت میں پیر مبارک پر ورم آجانے کے باوجود فرمایا کرتے تھے:

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ

اے اللہ آپ کی عظمت اور جلالت کے شایانِ شان مجھ سے بندگی کا حق ادا نہ ہو سکا۔

چنانچہ کسی بھی مردِ کامل کو پہچاننے کے لیے ہمیں ان کی شانِ عبدیت کو دیکھنا پڑے گا۔ اور جس درجہ کی عبدیت انہیں حاصل ہوگی۔ اسی درجہ کے "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ" کے مصداق ان کے اخلاقِ حسنہ ہوں گے۔

ا۔ صبر اور شکر

صاحبِ تذکرۂ حسن تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی علالت کا سلسلہ تقریباً پچیس سال سے جاری تھا۔ ان کے پاؤں پر ایک سمّی قسم کا پھوڑا ہو گیا تھا۔ جس نے رفتہ رفتہ ساری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اس کی حالت بالکل ایسی ہو گئی تھی جیسے شہد کی مکھیوں یا بھڑوں کا چھتہ ہوتا ہے۔ ٹخنے سے گھٹنے تک پنڈلی کی حالت بالکل یکساں ہو گئی تھی اور وہ اتنی ہیبت ناک صورت اختیار کر گئی تھی کہ حضرتِ والا کسی کو دیکھنے نہیں دیتے تھے۔ بند کمرے میں اکیلے مرہم پٹی کرتے یا کراتے۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ تین پہیوں کی گاڑی پر مسجد نور میں درسِ قرآن کے لیے تشریف لاتے۔

مشہور معالج، دندان ساز اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ سے بے پناہ عقیدت رکھنے والے ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحبؒ نے اس کے متعلق شفاء الملک جناب حکیم محمد حسن صاحب قرشی زیدمجدہ سے مشورہ لیا۔ پھر صاحبِ موصوف کے ساتھ آنجہانی ڈاکٹر جمعیت سنگھ، سابق پروفیسر میڈیکل کالج، لاہور کو بھی دکھایا اور اس کے علاوہ بھی بہت سے معالجین

سے مشورہ ہوتا رہا۔ لیکن جو تقدیر میں لکھا جا چکا تھا۔ اس کو کون مٹا سکتا تھا۔ آخر کار اس سلسلہ میں
ٹانگ تو الگ کرنی پڑی۔

مگر اس سارے عرصہ میں آپ نے یہ کبھی ظاہر نہ ہونے دیا کہ آپ کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہیں
ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے تھے۔ اور جاننے والے اس سلسلہ میں طبع پرسی کرتے تو ہمیشہ یہی جواب
ملتا کہ "الحمد للہ اچھا ہوں" جب وہ زخم بڑھنے لگا تو اس وقت مخلصین کے اصرار پر آپ
ٹانگ کٹوانے پر راضی ہوئے۔

ڈاکٹروں نے حسب دستور ایسی دوا دینی چاہی کہ شدید تکلیف کا احساس نہ ہو۔ یا ہو تو کم ہو۔ مگر
آپ نے کوئی ایسی دوا لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا:

"مجھے میرے حال پر چھوڑ کر آپ اپنا کام شروع کیجئے"

ستر برس کی عمر، نقاہت اور ضعف کا عالم، ڈاکٹر صاحبان بڑے پریشان تھے کہ بغیر دار و ئے
بیہوشی دیئے کیسے کام کریں۔ لیکن حضرت والا کے فارقی پرانوار جلال کے سامنے بات کرنے
کی کس کو مجال تھی۔ طوعاً و کرہاً ران مبارک کاٹنا شروع کر دی۔ اس میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا۔ آپریشن
کے وقت جس ڈاکٹر کا ہاتھ آپ کی نبض پر تھا، اس کا بیان ہے کہ:

"حیرت ہے۔ آپریشن کے شروع سے اختتام تک نبض کی رفتار میں سرمو
فرق نہیں آیا۔ اس آپریشن کے بعد ایسا تکلیف دہ درد ہوتا ہے کہ اس کی شدت کا
پہاڑ جیسے مضبوط دل والا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ
جس بشاشت کے ساتھ آپریشن کے کمرے میں داخل ہوئے تھے، اسی بشاشت
کے ساتھ اس طرح واپس ہوئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں"

شاید یہ واقعہ نظر سے گذرا ہو کہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ عبدالملک
کے پاس شام گئے تو وہاں کسی زہریلے جانور نے آپ کے پاؤں مبارک پر کاٹ لیا، جس سے
زہریلا زخم پیدا ہو گیا۔ اس خطرہ کے پیش نظر کہ زہر سارے جسم میں سرایت نہ کر جائے اطبّاء

نے آپ کو پاؤں قطع کرانے کا مشورہ دیا۔ یہ حادثہ ایسے وقت پیش آیا جب کہ آپ اپنے فرزند محمد کی ناگہانی موت کے صدمہ سے بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ انسان کا صحت مند گوشت کاٹنا کوئی معمولی بات نہیں، اس لیے جراحت سے قبل اطبّاء نے تھوڑی سی شراب پی لینے کا مشورہ دیا تاکہ تکلیف کا احساس کم سے کم ہو۔ آپؓ نے فرمایا:

"میں اپنے مرض کی صحت کے لیے حرام شئے سے مدد نہ لوں گا۔"

اطبّاء نے عرض کیا: "پھر غافل کر دینے والی دوائیں استعمال کر لیجئے۔"

فرمایا: "میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف بھی محسوس نہ کروں۔"

بالآخر اطبّا نے فیصلہ کیا کہ آپریشن کے وقت چند طاقتور آدمی انہیں پکڑ کر بیٹھیں کیونکہ زیادہ تکلیف کے وقت عموماً صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ تمہاری مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

یہ کہہ کر آپ اپنے خالق و مالک کی حمد و تسبیح میں مشغول ہو گئے اور اطبّا نے کوئی نشہ آور دوا استعمال کئے بغیر اور بلا کسی دوسری بدنی مدد کے سہارے پاؤں مبارک کو ٹخنے سے اوپر کاٹ دیا۔ اور حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُف تک نہ کی۔

تقریباً ایسا ہی واقعہ امیر عبدالرحمان والیٔ کابل کے متعلق معلوم ہوا تھا کہ ڈاکٹر ان کو بیہوش کر کے عملِ جراحی کرنا چاہتے تھے۔ امیر نے پوچھا:

"آپ لوگ مجھے کتنی دیر تک بیہوش رکھنا چاہتے ہیں؟"

ڈاکٹروں نے کہا: "تقریباً دو گھنٹے تک۔"

امیر نے کہا: "اگر میں دس منٹ بھی امورِ سلطنت سے دور رہوں گا تو افغانستان میں انقلاب برپا ہو جائے گا۔"

پھر مسکرا کر ڈاکٹروں کے سامنے ٹانگ پھیلا دی۔ "اس کو جس طرح چاہو چیرو پھاڑو مگر مجھے

بے ہوش نہ کریں" اور پھر انہوں نے بھی اُف تک نہ کی۔

پہلے واقعہ کو اگر دیکھا جائے تو حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ واقعہ قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اور دوسرا واقعہ بادشاہوں جیسے عزم، استقلال اور بہادری کی نشاندہی کرتا ہے۔ مزید براں حضرتِ والا کا معاملہ امیر کابل کے آپریشن سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کی ٹانگ زانو سے بھی اوپر کاٹی جا رہی تھی جس کے مقابلہ میں امیر کا آپریشن بہت ہی معمولی نوعیت کا تھا۔ اور پھر بھی حضرتِ والا اس واقعہ کو عید سے تشبیہ دے رہے تھے کیونکہ اس میں ان کو رضائے حق اور لقائے حق کا جلوہ نظر آ رہا تھا۔ یہ سکون و انبساط صرف اہل اللہ ہی کا شیوہ ہے اور اسی سے اُن کے قرب کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

غرضیکہ ٹانگ کٹنے کے بعد یہ درد ہفتوں رہا بلکہ اکثر اوقات ہوتا ہی رہتا تھا۔ آپ کبھی کبھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میرے اس حصۂ مقطوعہ میں درد ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بیک وقت سو چھریوں سے ذبح کر رہا ہو۔ مگر کبھی حضرتِ والا کے منہ سے تکلیف کی ذرا سی آواز تک نہ نکلی۔ اس واقعہ نے ڈاکٹروں کے علاوہ صاحب دل حضرات کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب حضرتِ والا کی زیارت کو تشریف لائے تو آپ نے اس استقامت کا جو کہ ٹانگ کٹنے کے وقت تھی راز پوچھا۔

آپ نے فرمایا "میں اس وقت اس تکلیف کے اجر جزیل[1] میں جو متشکل ہو کر سامنے آگیا تھا ایسا محو ہوا کہ کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہو رہا ہے؟"

---

[1] کہتے ہیں کہ بلخ میں جب کمزور اور ناتواں حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شکاری کتوں کی زنجیروں سے بندھے ہوئے زمین پر گھسٹتے چلے جا رہے تھے، انہیں بھی اپنی تکلیف کا اجر جزیل متشکل ہو گیا تھا۔ اور وہ تھا اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ایک خاص تجلّی کا جلوہ۔ جس کے باعث وہ اپنی ساری تکلیف کو بھول گئے تھے۔ ۱۲ جامع

یہ عین الیقین کا مقام تھا کہ تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔

ایک بار برسبیلِ تذکرہ حضرتِ والا نے خود بھی اس "یوم عید" کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

"جب میری ٹانگ کاٹی گئی تو ڈاکٹروں کو خدشہ تھا کہ شاید میں جاں بر نہ ہو سکوں گا۔ جناب ڈاکٹر امیر الدین صاحب، بھی گھبرائے ہوئے تھے اور ٹانگ کاٹ رہے تھے۔ ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب بھی خوفزدہ تھے اور ٹانکے لگا رہے تھے۔ اور کرنل ڈاکٹر ضیا اللہ صاحب نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے متحیّر ہو رہے تھے۔ وہ لوگ سمجھ رہے تھے کہ میں بھی پریشان ہوں گا۔ مگر میں نے کہا۔ میرے لیے تو آج "یومِ عید" ہے۔

اس قدیم مرض کے علاوہ گزشتہ کئی سال سے حضرتِ والا کو ذیابیطس کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔ پھر خون کا دباؤ بڑھ گیا۔ دو مرتبہ فالج کا بھی حملہ ہوا۔ اس کے ساتھ دل بھی متاثر ہوا اور قلبی حملے شروع ہو گئے۔ لیکن کبھی آپ کی زبانِ مبارک سے شکایت یا جزع و فزع کا ایک حرف بھی نکلتے ہوئے نہیں سنا گیا۔ سچ ہے ؏

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

جناب حکیم محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

"ٹانگ کی ایسی حالت ہے اور ڈاکٹر اس کو کٹوانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

فرمایا یہ اس کو کٹوا کر آپ مصنوعی ٹانگ ضرور لگوائیں گے۔ لہٰذا جب تک یہ ٹانگ مصنوعی ٹانگ کا کام دیتی رہے اس کو رہنے دیجئے۔ جب اتنا بھی کام نہ دے تب کٹوا ڈالیں۔"

حضرتِ والا کو اس فیل پا سے اتنی تکلیف ہوتی تھی کہ بعض اوقات بخار تک نوبت پہنچ جاتی۔ بعض اوقات پاؤں کی ظاہری سطح پر زخم ہو جاتے۔ پیپ پڑ جاتی۔ آپ خود ہی مرہم پٹی کر لیتے۔ کبھی کبھار

مجھے حکم دیتے تو میں پٹی کر دیتا۔ اس تکلیف کے باوجود کہ دیکھنے والوں کی قوت برداشت جواب دے جاتی آپ کی زبان مبارک سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہیں نکلا۔

ایک دفعہ میں نے پوچھا "اس تکلیف کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

مسکرا کر فرمایا:

"مجھے اس میں راحت ہے۔ لوگ اکثر اوقات مجھے اپنے گھر چلنے کا اصرار کرتے تھے جس سے مجھے تکلیف ہوتی تھی اور انکار کے لیے کوئی بہانہ بھی نہ ہوتا تھا۔ اب یہ ایک "نیک بہانہ" ہاتھ آگیا ہے۔ جس کی وجہ سے میں ان کے ہاں جانے سے بچ جاتا ہوں اور کوئی شخص اعتراض بھی نہیں کر سکتا۔"

یہ ہے اولیاء اللہ کی شان کہ تکلیف کو بھی راحت سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال ہے کہ ؎

ہر چہ از دوست می رسد نیکو است

اور گویا ؎

کہاں تک پھروں در بدر مارا مارا — ترے در پہ اب بیٹھنا چاہتا ہوں

(خواجہ مجذوب ؒ)

کے مصداق ان کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم طوطگان والے فرماتے ہیں:

"پاؤں مبارک کی تکلیف کا جو احساس حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو تھا اس کا ذکر خود فرمایا تھا کہ ایسی تکلیف ہوتی ہے جیسے دو پہاڑوں کے درمیان کوئی چیز پسی جا رہی ہو۔ مگر اس کے باوجود میں نے سوائے "استغفر اللہ۔ استغفر اللہ" کے حضرت والا سے کوئی اور بات تکلیف کے وقت نہیں سنی۔ ایک دفعہ تھانہ بھون میں ہم لوگوں نے نیم کے پتے کوٹ کر زخم پر لگا دیئے۔ ان پتوں میں غالباً کچھ زہریلا مادہ تھا جس کے اثر سے پاؤں مبارک کا پوست تک نکل گیا۔ ساری رات حضرت والا کو تکلیف کے

باعث نیند نہ آئی۔ میں خانقاہ میں حجرہ کے باہر خدمت کے لیے موجود تھا۔ حضرت والا نے پوری رات " استغفر اللہ۔ استغفر اللہ " کہہ کر گزار دی مگر مزید کوئی لفظ منہ سے نہ نکالا اور نہ مجھ سے کسی خدمت کے لیے کہا"

یہی نہیں، حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہر قول۔ ہر فعل اور ہر عمل سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ عبدیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ ایک بار ایک صاحب سے فرمایا:

" اگر سو بندوقیں ایک دفعہ میرے سینے میں چھوڑ دی جائیں اور حق تعالےٰ اس سے راضی ہو جائیں تو میں اپنے دل کو اطمینان کے ساتھ اس امتحان کے لیے تیار پاتا ہوں"

ایک اور صاحب کو ان مبارک الفاظ کے ساتھ نصیحت فرمائی:

" انسان پر جو حالات آتے ہیں وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات جو طبیعت کے موافق اور خوش کن ہوں۔ دوسرے وہ حالات جو طبیعت کے خلاف اور ناگوار ہوں تو ان حالات میں عبدیت یہ ہے کہ یوں سمجھے کہ حق تعالےٰ مجھے قرب عطا فرمانا چاہتے ہیں خوشگوار حالات پر تو شکر کروں گا اور ناگوار حالات پر صبر کروں گا"

۴۔ خاکساری

مولانا وکیل احمد صاحب فرماتے ہیں:

" احقر نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے جناب حافظ ولی اللہ صاحب سلمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت والا نے مجھ سے بطور سوال یہ فرمایا:

" تم دیکھتے ہو۔ میرے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ آنے والوں کے اندر امیر غریب، اعلیٰ افسر، علماء وغیرہ غرضیکہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر یہ

انتنے سارے لوگ کیوں آتنے ہیں ؟"

صاحبزادے صاحب فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہوگیا۔ حالانکہ میرے پاس اس کا جواب موجود تھا کہ لوگ، آپ جیسی مقدس و بزرگ ہستی کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ جب میں نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت والا نے خود ہی فرمایا:

"میرے پاس کیا ہے؟ کچھ نہیں! لیکن لوگوں کو شبہ ہوگیا ہے کہ میں دیندار ہوں، تو گویا یہ لوگ دین کی وجہ سے میرے پاس آتے ہیں۔ اس سے اندازہ کرو کہ دین میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے۔ دین کبھی نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ دین اللہ کی رحمت و برکت کا سرچشمہ ہے۔ دولت کوئی چیز نہیں۔ وہ ہوا کے جھونکے کی طرح نکل جاتی ہے۔"

۳۔ بے نفسی اور للہیت

مفتیٔ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہم العالی اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"پاکستان بننے کے بعد مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتلِ عام کے زمانے میں میرے کراچی آنے سے پہلے مفتی صاحب لاہور میں آکر مقیم ہو چکے تھے اور مدرسہ کے لیے شہر کی ایک عمارت نیلا گنبد کے متصل حاصل کر چکے تھے اور درس نظامی کے مکمل انتظام کے ساتھ خود درسِ قرآن دینے کا مشغلہ جاری تھا۔ مگر حضرت مفتی صاحب کی بے نفسی اور للہیت کا ایک خاص انداز تھا کہ جب کبھی احقر یا کوئی دوسرے اہلِ علم لاہور آتے تو اس درسِ قرآن کے لیے ان کو بڑے ذوق و شوق سے دعوت دیتے اور خود درس میں شریک ہوکر ایک ایک جملہ پر داد استحسان دیتے رہتے تھے۔ دنیا میں کوئی پیر و مرشد یا عالم اپنے معتقدین مریدین کے سامنے دوسروں کی اتنی تعظیم و تکریم

نہیں کیا کرتا جس سے معتقدین کو یہ خیال پیدا ہو کہ یہ تو ہمارے بزرگ سے زیادہ بزرگ ہیں۔ مگر یہاں تو اپنی عزت و جاہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے قربان کئے ہوئے تھے۔

۴۔ ہمدردی

ایک صاحب کی جو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے مخلص خدام میں سے ہیں، دکان میں سے رقم چوری چلی گئی۔ حضرتِ والا کو جب اس کی اطلاع ملی تو ان کو بلا کر چوری کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا اور اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ اس چوری نے ان کی کمر توڑ دی ہے۔

حضرتِ والا نے ان کی پریشانی کو دیکھ کر ایک صاحب سے فرمایا:

"میری فلاں رقم سے جو آپ کے پاس جمع ہے۔ اتنا روپیہ لا کر مجھ کو دے دو۔"

جب وہ رقم حضرتِ والا کے پاس پہنچ گئی تو انہوں نے ان صاحب کو بلایا جن کی رقم چوری ہو گئی تھی اور فرمایا:

"لو، اس رقم سے اپنا کام شروع کر دو۔"

وہ صاحب سراپا سپاس بن کر رقم لے کر چلے گئے اور اپنا کام شروع کر دیا۔ کچھ دنوں بعد ان صاحب کو اس کی ادائیگی کی فکر لاحق ہوئی۔ کسی ذریعہ سے حضرتِ والا کو اس کا پتہ چلا کہ یہ صاحب ادائیگی کی فکر میں ہیں۔ جب وہ صاحب مجلس میں حاضر ہوئے تو حضرتِ والا نے ان کو اپنے پاس بلا کر فرمایا:

"رقم کی ادائیگی کی کوئی فکر نہ کرنا۔ اطمینان سے اپنے کام میں مشغول رہو۔"

(تذکرۂ حسن رح)

۵۔ معراجِ انسانیت

حضرتِ والا ایک زمانے سے پاؤں کی تکلیف کے باعث چلنے پھرنے سے لاچار ہو گئے تھے۔ اس لیے آپ کے جلیل القدر صاحبزادگان انہیں کاندھوں پر اٹھا کر چارپائی وغیرہ بدلوانے اور حوائجِ ضروریہ سے فراغت میں معاون ہوتے۔ مگر حضرتِ والا کی یہ حالت تھی کہ صاحبزادگان سے قدم قدم پر معافی کے خواستگار ہوتے اور ایک عجیب سے ممنونیت کے لہجہ میں ارشاد فرماتے:

"بھائی معاف کر دینا میں نے تمہیں بہت تکلیف دی ہے۔"

(تذکرۂ حسنؒ)

۶۔ سراپا سپاس

شفاء الملک جناب حکیم محمد حسن صاحب قرشی فرماتے ہیں:

"ایک دن میں نے حضرتِ والا کی حالت پوچھی تو فرمانے لگے یہ تکلیف تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔"

میں نے عرض کیا "آپ تو امراض سے گھرے ہوئے ہیں؟"

فرمایا "دیکھئے، آپ کو بلا طلب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بھیج دیا ہے اور ابھی آپ دوا بھیجنے کے متعلق کہہ رہے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ پھر دوسرے معالجین کو بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح متوجہ کراتے رہتے ہیں۔ کراچی کے ایک طبیب سے میری صورت آشنائی نہیں مگر وہ برابر دوائیں بھیجتے رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رفیقِ حیات بھی ایسی عطا کی ہیں جو جملہ ضروریات کا خیال رکھتی ہیں اور شب و روز سرگرمِ خدمت ہیں۔ میں تو ہر طرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کی رحمت ہی رحمت دیکھتا ہوں

اور اس کے لیے میرا ہر بُن مو سراپا سپاس ہے۔"

۷۔ زندہ دلی

جناب سلطان محمود صاحب ہیڈ ماسٹر جو مسلکاً اہلحدیث ہیں فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ امرتسر میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے مدرسہ نعمانیہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس کے ایک اجلاس کی صدارت کے لیے مجھے حکم دیا۔

میں نے عرض کیا "یہ علماء کا جلسہ ہے اور میری داڑھی چھوٹی ہے۔ میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ ایسے اہم اجلاس کی صدارت کروں۔"

مفتی صاحب نے انتہائی شگفتہ لہجہ میں فرمایا:

"آپ کی داڑھی چھوٹی ہے تو کیا ہوا؟ میری داڑھی جو لمبی ہے۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھوں گا اور آپ کی ڈھال بن جاؤں گا۔ جو لوگ صدر کو دیکھنا چاہیں گے، وہ آپ کو دیکھ لیں گے اور جو داڑھی کو دیکھنا چاہیں گے، وہ مجھے دیکھ لیں گے۔"

۸۔ کمال استغنا

جناب سردار عبدالرب صاحب نشتر مرحوم، پنجاب کے سابق گورنر، حضرت والا کے معتقدین میں سے تھے اور ان کی محبت اور اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ بقول جناب منشی عبدالرحمان خان صاحب ملتانی:

"پچھلے دنوں گورنری راج میں ایک بزرگ کا جن سے راقم کی بیعت ہے ہسپتال میں آپریشن ہوا۔ ان کی طبع پرسی کے لیے پنجاب کے ہر دلعزیز گورنر اپنی حفاظت کے اصول و قواعد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اکیلے موٹر دوڑا کر پہنچا

میر پہنچے اور منتظمینِ ہسپتال کو حواس باختہ کر دیا۔"

(مشاہدات و واردات)

گورنر صاحب کے اس اعتقاد کے باوجود حضرتِ والا کی استغنا کا یہ حال تھا کہ حضرت اقدس ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہم و درجاتہم ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک بار صبح سویرے جامعہ میں حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ اساتذہ اور طلبہ اِدھر اُدھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔ کہیں فرش صاف کیا جا رہا ہے اور کہیں کتابیں سنوار کر رکھی جا رہی ہیں۔ حضرتِ والا نے دریافت فرمایا کہ اس سارے اہتمام کا کیا باعث ہے؟"

بتایا گیا "جناب گورنر صاحب نے اطلاع بھیجی ہے کہ وہ جناب والا سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لیے آج تشریف لائیں گے۔"

اس وقت تو حضرتِ والا خاموش ہو گئے مگر جب جناب نشتر مرحوم تشریف لائے تو انتہائی استغنا کے ساتھ انہیں ہدایت فرمائی "آئندہ آپ جب کبھی احقر کے پاس تشریف لائیں۔ بغیر کسی اطلاع کے آئیں۔ اس طرح اطلاع کر کے آنے سے یہاں کے اساتذہ و طلبہ کو بے حد زحمت و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔"

اسی ضمن میں نشتر صاحب کی بے نفسی بھی قابلِ تعریف ہے کہ آئندہ انہوں نے حضرتِ والا کے ارشاد کے مطابق ہی عمل کیا۔

۹۔ کمالِ تواضع

ایک دفعہ دو عورتیں بے پردگی کی حالت میں حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں۔ حضرتِ والا نے اپنے صاحبزادہ صاحب کے ذریعہ کہلوا دیا کہ پردہ کر کے آئیں۔ انہوں نے جواباً کہہ دیا کہ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز نہیں،

جن سے پردہ کیا جا سکے۔

اس پر ہمارے حضرتِ رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے خود ہی اپنے چہرۂ مبارک پر رومال ڈال لیا اور فرمایا:

"اُن سے کہو کہ آ جائیں"

جب آکر بیٹھ گئیں تو حضرتِ والا نے ان سے فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو۔

ایک نے عرض کیا "یہ میرے ساتھ میری چھوٹی ہمشیرہ ہے۔ اس کا شوہر نہ تو اسے آباد کرتا ہے اور نہ ہی اس کو چھوڑتا ہے اور اس کو تنگ کر رکھا ہے اس کے چھٹکارے کی شرعاً کیا صورت ہے؟"

فرمایا "اس سے چھٹکارے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ طلاق ہے تم اس سے کسی طرح طلاق حاصل کر لو۔ بس اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں"

مکرر دریافت کرنے پر کہ رہائی کی کوئی صورت نکالی جائے۔ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا:

"میں مسئلہ بتاتا ہوں، بناتا نہیں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں"

جب وہ اُٹھ کر چلی گئیں تو حضرتِ والا نے اس وقت تک اپنے چہرۂ مبارک سے رومال نہیں اُتارا، جب تک کہ سیڑھیوں سے ان عورتوں کے اترنے کی آواز کو نہ سن لیا۔

پھر فرمایا:

"دیکھو ان عورتوں کا ظاہر تو ایسا ہے جو قابلِ نفرت ہے۔ مگر ان کے دل میں دین کی محبت و عظمت ہے۔ اگر دین سے محبت و تعلق نہ ہوتا تو میرے پاس مسئلہ پوچھنے نہ آتیں"

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ والا اپنی کمال تواضع کی بنا پر کسی کو ذلیل اور کمتر نہ سمجھتے تھے بلکہ اس کی خوبیوں کا زبان مبارک سے اظہار فرمایا کرتے تھے۔

(تذکرۂ حسن)

۱۰۔ شرم وحیا

مشہور مدیر محترم جناب شورش کاشمیری، ۱۲ / جون ۱۹۶۱ء کے "چٹان" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ فرمایا:

"میاں! ہم لوگ تو دین کی روٹی کھاتے ہیں۔ اصل دیندار تو وہ لوگ ہیں، جنہیں دین کی حیا اور پاس ہے۔""

۱۱۔ کمال زہد

حضرت والا ایک والا نامہ میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم "جامع القول العزیز" کو تحریر فرماتے ہیں:

"خاص درخواست ہے کہ کسی دنیا دار اور مشہور آدمی کو احقر کی ملاقات کی ترغیب ہرگز نہ دی جائے۔ مجھ کو ایسے بڑے لوگوں سے ملاقات کرنے میں مشقّت ہوتی ہے۔"

۱۲۔ بے نفسی

ایک مرتبہ فرمایا:

"تھانہ بھون میں، خانقاہ شریف کے جس حجرے میں میرا قیام تھا وہاں ایک روز خواجہ صاحب (حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوبؒ) تشریف لائے اور دروازے کی چوکھٹ میں اس طرح کھڑے ہو گئے کہ دونوں باہیں پھیلا کر دونوں طرف ہاتھ رکھ لیے۔

میں نے کہا "خواجہ صاحب! یہ شعر تو گویا آپ نے میرے ہی لیے کہا ہے۔

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال　　　بد عمل، بد نفس، بد خو، بد خصال

خواجہ صاحب نے فرمایا "کہا تو میں نے اپنے لیے ہے۔ یوں کوئی اپنے اوپر چپکا تا پھرے تو اور بات ہے۔" (من القول العزیز دوم)

۱۳۔ راضی برضا

جناب حکیم محمد علی صاحب فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میں نے عرض کیا "مجھ کو بھی علاج کا موقع دیا جائے۔"

حضرت والا نے اس پر اظہار رضامندی فرمایا۔ میں نے عرض کیا "حضرت اکیس روز کا علاج ہے اور بہت سے سخت کڑوی ادویات استعمال کرنی پڑیں گی۔"

آپ نے فرمایا "بہت اچھا۔"

میں نے شاہترہ چرائتہ جو سخت کڑوی دوا ہے، چودہ روز استعمال کرائی۔ اس کے بعد مطبوخ جو کڑوا اور سخت بدمزہ تھا ایک ہفتہ تک استعمال کرایا جس کے باعث روزانہ آٹھ دس دست ہو جاتے تھے۔ منضج کے بعد تنقیہ بہت اچھا ہوا۔ مگر مرض میں ذرہ برابر کمی نہ ہوئی۔ میں نے عرض کیا "حضرت علاج تو بہت اچھا ہو گیا۔ آپ نے پرہیز بھی بہت کیا اور کڑوی اور بدمزہ دوائیں بھی استعمال کیں۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔"

آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا "جتنا ہمارا کام تھا، وہ ہم نے کر دیا۔ صحت اور شفا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔"

اور ذرہ برابر افسوس یا کراہت کا اظہار نہیں فرمایا۔

ایک دفعہ اسی علاج کے سلسلہ میں معالج کی ہدایت کے مطابق گھی کا پرہیز

کیا گیا۔ اُبلی ہوئی سبزیاں، خشک روٹی کے ساتھ کھائی جاتی تھیں۔ مگر ایک لفظ بھی شکایت کا زبان پر نہ آیا۔ اور چہرہ پر وہی بشاشت اور فرحت موجود رہی۔

۱۴۔ دُھن اور دھیان

فرمایا: ایک شخص نے ذکر کیا کہ سکھر میں ایک خاتون کی یہ انتہائی خواہش تھی کہ مرتے وقت کلمہ نہ بھول جاؤں۔ چنانچہ وہ اس فکر میں کثرت سے کلمہ شریف پڑھا کرتی تھیں۔ لاکھوں کروڑوں دفعہ پڑھ دیا۔ چنانچہ جب وقت آیا تو خوب کلمہ شریف پڑھتے ہوئے اور لوگوں کو سُناتے ہوئے فوت ہوئیں۔"

فرمایا: "بس اس طرح چلنا چاہیئے۔ ایسا ہی ایمان کا شوق ہونا چاہیئے۔ یہی مطلوب ہے کہ دین کی، ایمان کی، رضائے حق کی دُھن رہے۔"

۱۵۔ معیارِ مصائب

فرمایا: مصیبت کے وقت مع تکلیف ظاہری کے اگر قلب مطمئن ہو یا تسکین ہو تو یہ علامت ہے کہ یہ مصیبت رفع درجات کے لیے ہے اور اگر مصیبت کے وقت مع تکلیف ظاہری کے دل بھی پریشان اور ڈانواں ڈول ہو تو یہ علامت ہے اس کی کہ مصیبت شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔" (تذکرہ حسن رح)

۱۶۔ حقیقتِ توبہ

فرمایا: توبہ سے پہلے گناہ کے ضرر کا علم ہو جاتا ہے، جیسے زہر کھانے کے بعد یہ علم ہو کہ یہ زہر تھا۔ اس سے بے چینی ہوتی ہے یعنی گناہ کے ضرر کا

ایسا علم ہو جس سے بے چینی پیدا ہو اور اس بے چینی سے ترکِ گناہ کا عمل پیدا ہو۔ اس بے چینی کے بعد عمل یہ ہے کہ اس گناہ کو چھوڑ دے تو گویا توبہ میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

۱۔ علم۔ ۲۔ بے چینی۔ ۳۔ عمل۔

(تذکرۂ محسن ص ۲۲)

۱۷۔ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

روح کا جسم کے ساتھ تعلق ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

میری ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی تک اس کٹ کر دفن کیے ہوئے پیر اور ٹانگ میں درد محسوس ہوتا ہے۔ اس وقت بھی میں یہ محسوس کرتا ہوں جیسے ٹانگ زمین میں دھنسی ہوئی ہے اور پیر کو گرمی پہنچ رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کا جسم سے الگ ہو جانے کے بعد بھی تعلق باقی رہتا ہے اور ڈاکٹر نے بھی ٹانگ کاٹنے سے پہلے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے بعد بھی درد محسوس ہوتا رہے گا۔ لیکن وہ اس کی وجہ نہیں بتا سکتے۔ ہسپتال میں میرے کمرے سے متصل ایک عورت تھی جس کا بازو کاٹا گیا تھا، وہ بھی تکلیف کے وقت یوں ظاہر کرتی تھی کہ مجھ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری انگلیاں درد کر رہی ہیں۔ حالانکہ اس کا بازو ہاتھ سمیت کٹا ہوا تھا۔ اس سے یہ سمجھ لیں کہ جسم کی تکلیف روح پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جسم خواہ جدا بھی ہو جائے لیکن روح کا اس سے علاقہ رہتا ہے۔

(من القول العزیز اول)

۱۸۔ جو بچنا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہو جائے

مولانا وکیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت والا نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کا عقیدہ اور استحضار دونوں بڑی دولت ہیں۔ کیونکہ اگر عقیدہ نہ ہو تو سب اعمال بیکار ہیں۔ اور اگر استحضار نہ ہو تو قیامت کی تیاری نہیں کرے گا۔ اس عقیدہ اور استحضار سے دنیا میں آدمی خوش رہتا ہے کہ دنیا کو اور اس کی ہر چیز کو عارضی اور فانی سمجھتا ہے۔ اگر آ جائے تو خوشی نہیں۔ چلی جائے تو غم نہیں۔ اور بے چینی کا ذریعہ یہی ہے کہ دنیا نہ آوے تو آنے کا فکر۔ آ گئی تو زائل ہونے کا فکر۔ اگر زائل ہو گئی تو اس کا صدمہ۔ تو اگر اس مصیبت سے بچنا چاہے تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ قیامت کا استحضار پختہ کرے۔"

۱۹۔ ایک نعمت سے جنت میں بھی محرومی

حضرت مولانا محمد اختر صاحب مدظلہم بیان فرماتے ہیں:

حضرت والا نے ایک بار ارشاد فرمایا: "جنت میں بڑی بڑی نعمتیں ہوں گی لیکن ایک چیز نہیں ہوگی۔" تھوڑے سے توقف کے بعد احقر سے دریافت فرمایا "جانتے ہو، وہ کیا چیز ہے، جو وہاں نہ ہوگی؟"

احقر نے جب اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو فرمایا:

"یہ دنیاوی زندگی کے وہ لمحات ہیں، جو ہر انسان کو ملے ہیں۔ جن میں نیک عمل کر کے قرب و حق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کی ابدی زندگی میں یہ لمحات نہیں ہوں گے کہ عمل کے ذریعہ انسان قرب الٰہی حاصل کر سکے اور ملازمتِ عالیہ کو پا سکے۔ یہ اسی چند روزہ زندگی کی خصوصیت ہے کہ اس میں قرب الٰہی کی

یہ دولت عظمیٰ مل سکتی ہے"

۲۰۔ کلیدِ عبدیت

ایک والا نامہ میں مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کو تحریر فرماتے ہیں:

"جو حال جس وقت عطا ہو۔ وہی اس وقت مفید ہے۔ اسی پر راضی رہنا ہے کما

ہرچہ از دوست می رسد نیکو ست

کو یاد رکھنا چاہیئے۔ طلبِ دعا بھی دولت ہے کہ کلیدِ عبدیت ہے"

۲۱۔ کمالِ پستی

حضرت اقدس ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب اعلی اللہ مقامہم و درجاتہم فرماتے ہیں:

"ایک روز حضرتِ والا نے انتہائی شفقت کے ساتھ احقر کو اپنے قریب بیٹھنے کے لیے کہا۔ قریب بیٹھا تو مزید قریب ہونے کے لیے ارشاد فرمایا۔ قدرے اور قریب گیا۔ اس دوران دل پہ جو کچھ گزری تھی۔ وہ بات زبان پہ آگئی۔ عرض کیا "حضرت! آخرت میں بھی اسی طرح اپنا قرب عطا فرمائیں"

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ یہ سن کر اس طرح اچھل پڑے گویا کوئی بہت ہی عجیب بات کہہ دی گئی ہو۔ فرمانے لگے:

"توبہ توبہ۔ آپ نے بھی آخرت کے لیے کس ناکارہ شخص کا قرب تلاش کیا"

۲۲۔ خوش مزاجی

حضرتِ والا جب آخری مرتبہ کراچی تشریف لے گئے تو ہوائی اڈہ پر آپ

کے خلیفۂ مجاز حضرت الحاج نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع اپنے دونوں صاحبزادوں کے تشریف لائے تھے۔ حضرت والا چونکہ ایک پیر سے معذور تھے، اس لیے حضرت بٹ صاحبؒ کے ایک صاحبزادے جو ماشاء اللہ جسم کے لحاظ سے بھاری بھرکم ہیں۔ حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو ہوائی جہاز سے اتارنے کے لیے آگے بڑھے۔ جب حضرت والا کو اُن کا ارادہ معلوم ہوا تو ہنس کر فرمایا:

"میاں! تم اپنے آپ کو اُٹھاؤ گے یا مجھ کو؟
عرض کیا، حضرت! میں دونوں کو اٹھا لوں گا"

(تذکرۂ حسنؒ)

۲۳، عقل و ایماں ہیں رفیقِ دائمی

نوابزادہ جناب محمد ذاکر صاحب قریشی نے عرض کیا "حضرت! کیسا مزاج ہے؟"
فرمایا "نواب صاحب اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو، جو ہر حال میں خوش رہے"

اسی طرح ایک صاحب کے پوچھنے پر فرمایا "الحمد للہ۔ اچھا ہوں"
سائل نے پاؤں کی تکلیف کے بارے میں پوچھا تو فرمایا:

"حق تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ یعنی تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہو جائے گا۔ خواہ وہ خوشگوار حالت ہے یا ناخوشگوار، بہر حال ختم ہو جائے گی۔ مال و دولت، عیش اور آرام ہے، وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اگر تکلیف، مرض، پریشانی ہے تو وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ تکلیف اور ہر تکلیف عارضی ہے۔ پریشانی کی کیا بات ہے؟ باقی رہنے والی چیزیں تو

ایمان اور عقل ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو باقی رکھے اور باقی سب چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ بقول حضرت مجذوبؒ ؎

عقل و ایماں ہیں رفیقِ دائمی — آنی جانی اور سب چیزیں ہیں بس

(من القول العزیز)

۲۴۔ غریب پروری

الحاج حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

"صبر۔ توکل۔ ریاضت اور استقامت میں حضرتِ والا بے نظیر تھے۔ شدید تکلیف کے اندر بھی معمولات ناغہ نہیں ہوتے تھے۔ معمولات کے بہت پابند تھے۔ ہمدردی آپ کے اندر اس قدر تھی کہ دوسرے کی تکلیف کو دیکھ کر گھبرا جاتے تھے۔ مصیبت زدہ کے لیے دعا اور مناسب تدبیر و دوا سے بالکل دریغ نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک پریشان حال مصیبت زدہ شخص کو تقریباً ایک ہزار روپیہ بطور امداد عطا فرمایا۔ پھر اسی صاحب مذکور کی امداد کے سلسلے میں احقر کو فرمایا کہ تم کراچی جا کر ان کے کام کے لیے کوشش کرو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں احقر کو دس بارہ دن کراچی ٹھہرنا پڑا۔"

۲۵۔ تائیدِ ایزدی

ایک روز ایک اخبار کا نامہ نگار حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"جامعہ اشرفیہ" کے متعلق ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہے۔ کچھ مواد درکار ہے۔"

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مسکرائے اور پوچھا، کیا آپ نے فیروز پور روڈ پر جامعہ اشرفیہ کی نئی عمارت دیکھی ہے؟"

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو حضرتِ والا فرمانے لگے "بس مواد تو وہیں ملے گا۔ طالب علموں کے درمیان تھوڑا سا وقت بسر کیجئے۔ ان کے اساتذہ سے ملیئے۔ پھر آپ جو مناسب سمجھیں، لکھ لیجئے۔"

انہوں نے کہا "جامعہ کے رئیس (یعنی مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) سے ملاقات بھی ایک مقصد ہے۔"

آپ نے جواب دیا "بھائی میں تو خاموش گوشہ میں پڑا ہوں۔ ذاتِ باری کے احسانات سے گردن جھکی ہوئی ہے۔ اس کی عنایتوں کا شمار ہی نہیں۔ میری کیا بساط ہے کہ دین کی خدمت کا کوئی اونچا دعویٰ کر سکوں۔ بس ایک چراغ جلا رکھا ہے۔ کیونکہ زندگی محض مادی ضروریات کے لیے تگ و دو ہی کا نام نہیں بلکہ اس کا روحانی پہلو بھی ہے۔ جب تک اس تحاکی جسم میں سانس ہے، میں انشاء اللہ یہ خدمت انجام دیتا رہوں گا۔ ذاتِ کبریا کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ ہمیں دینی کاموں کے لیے سرمایہ کی جس قدر ضرورت ہوتی ہے اس سے وافر حق تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں اور یہ رقم ایسے لوگوں کے ہاتھ سے آتی ہے، جن میں نام و نمود کی کوئی آرزو نہیں۔ اسی تائید ایزدی کا نتیجہ ہے کہ گرانی کے اس دور میں بھی جامعہ اشرفیہ کی عمارتیں سر اونچا کر رہی ہیں۔" (تذکرۂ حسن رح)

۲۶۔ حزم و احتیاط

جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب ملتانی اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں،

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ انسان کس قدر با اختیار

ہے اور کتنا بے اختیار ؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا "اپنی ایک ٹانگ اوپر اٹھاؤ" جو اس نے بآسانی اونچی کرلی۔ فرمایا "اب دوسری بھی اٹھاؤ" اس شخص نے کہا "یہ تو ممکن نہیں"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "بس انسان اتنا ہی بااختیار ہے اور اتنا ہی بے اختیار"

اس واقعہ پر مجھے ایک اشکال پیدا ہوا کہ فی الواقع انسان کو اپنی ٹانگ بھی اٹھانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اس کا اُٹھانا بھی توفیقِ الٰہی کے تابع ہے۔ میں نے یہ اشکال ایک روز حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت طلبہ کی ایک جماعت آپ کے پاس موجود تھی۔ میں نے جب اپنا یہ اشکال پیش کیا، تو مسکرا کر فرمایا:

"آپ اپنی ٹانگ اوپر اٹھانا چاہیں تو اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟"

میں نے عرض کیا "جی ہاں"

فرمایا "بس انسان اس حد تک بااختیار ہے۔ جو کام آپ کر سکتے ہیں، وہ کر چلے جائیں"

یہ فرما کر آپ درس میں مشغول ہو گئے۔ جب طلبہ سبق پڑھ کے چلے گئے تو پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور رازدارانہ انداز میں فرمایا:

"آپ نے بہت اونچے درجہ کی بات کی ہے۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ حقیقت تک پہنچ گئے۔ سب کچھ اُسی کی دی ہوئی توفیق سے ہوتا ہے۔ وہ اگر نہ چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ فی الواقع ہم بےبس اور بے اختیار ہیں۔ ہمارا بس اور اختیار سب اسی کے رحم و کرم پر منحصر ہے۔ مگر ایسی باتیں عوام میں کرنے کی نہیں ہوتیں"[1]

---

[1] معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشادِ گرامی بھی سائل کی فہم کے مطابق تھا۔ ۱۲ منہ

۲۷۔ اخلاقِ کریمانہ

"حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے اخلاقِ کریمانہ کا ایک مخصوص انداز یہ بھی تھا کہ مخاطب کی بات کو اس طرح سنتے تھے کہ گویا وہ اس کے سننے کے بہت محتاج ہیں اور پھر بات کی قدر و منزلت اتنی فرماتے تھے کہ مخاطب بعض اوقات شرمندہ ہو جاتا تھا۔"

(مفتیٔ پاکستان۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی دامت برکاتہم)

۲۸۔ شریعت کا اصل مفہوم

فرمایا: تمام دین کا نام شریعت رکھا ہے اور شریعت کے معنی راستہ اور طریق کے ہیں۔ ہمیں حکم دیا کہ اس راستہ پر چلو۔ اس کا آخری مقصد قربِ حق و رضائے حق ہے۔ راستہ پر چلنے والے کو رفیقِ راہ اور رہبر کی ضرورت رہتی ہے۔ شریعت کے اصلی معنی ہیں "گھاٹ" یعنی دریا سے پانی لینے کی جگہ۔ اب اس معنی کو سمجھ کر "شریعت" کے معنی سمجھئے کہ جس طرح دریا میں پانی ہے اور لوگ اس پانی کے محتاج ہیں کہ اس سے پیاس بجھتی ہے وغیرہ۔ مگر دریا سے پانی لینا ہر جگہ سے ممکن نہیں بلکہ جس جگہ دریا کا "گھاٹ" ہوتا ہے، وہیں سے پانی مل سکتا ہے۔ دوسری جگہ سے اگر لینے کی کوشش کرے گا تو غرق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ بس اسی طرح دریا اسلام ہے اور شریعت وہ گھاٹ، جہاں سے پانی ملتا ہے یعنی جس جگہ اور جس پتھر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دریا سے پانی لیا ہے اسی متعرب جگہ سے پانی لینا چاہیئے۔ ہر جگہ سے پانی نہیں لیا جا سکتا اور پانی لینے کی ضرورت پڑتی ہے بار بار اس لیے قدم قدم پر شریعت کی ضرورت ہے۔ (من القول العزیز دوم)

۲۹۔ تواضع

اپنے خلیفۂ مجاز حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب مدظلہم کے ایک عریضہ کے جواب میں حضرتِ والا ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ کے محبت نامہ سے دل خوش ہوا۔ آپ حضرات سے تعلق میری اپنی نجات کا ذریعہ بنے گا اور بننے کی امید ہے۔ احقر کے لیے حسنِ خاتمہ کی دعا اور مغفرت کی دعا فرما کر احسان فرماتے رہیں۔"

۳۰۔ بس ہے اپنا ایک ہی نالہ اگر پہنچے وہاں

فرمایا: جب دولتِ جذب نصیب ہو جاتی ہے تو پھر مشقت اور مجاہدہ کرنے کی ضرورت باقی نہیں۔ لیکن اوّل اوّل تو مجاہدہ اور مشقت ہی اٹھانی پڑے گی ؎

اصل خود جذب است لیک اے خواجہ تاش
کارکن موقوف بر جذبہ مباش

مثلاً صبح کے نور اور شمع کے نور میں فرق ہے۔ شمع کے نور کے لیے تیل چاہیے۔ بتی چاہیے۔ ہوا سے بچاؤ چاہیے۔ پھر شمع کا نور حاصل ہوتا ہے اور جب صبح ہو جاتی ہے، پھر بلا مشقت نور مل جاتا ہے۔"

(من القوال العزیز اوّل)

۳۱۔ بارگاہِ نبوی کا فیصلہ

سب سے پہلے سنگِ بنیاد مسجد جامعہ اشرفیہ کا رکھا گیا۔ تعینِ جگہ سے قبل

ممبرانِ مدرسہ کے اندر اختلاف تھا۔ کسی کی رائے یہ تھی کہ مسجد سڑک کے قریب بنے۔ کوئی کہتا تھا کہ موجودہ درسگاہوں کے قریب بنے۔ یہ اختلاف کئی دنوں تک رہا۔ کسی صاحب[ؔ] کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مسجد یہاں تعمیر ہونی چاہیئے۔ اب یہ مسجد بعینہٖ اُسی جگہ ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ (تذکرۂ حسن)

۲۳۱۔ نعمتِ الٰہیّہ

ایک دفعہ سخت ضرورت کی بنا پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک دوست سے دو صد روپیہ بطور قرض لیا۔ جس کی ادائیگی کا آپ کو ہر وقت فکر دامن گیر تھا۔ اسی اثنار میں رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ حضرتِ والا کا معمول تھا کہ ہر سال پورا رمضان، تھانہ بھون، حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں گزارتے۔ اس طرح آپ نے ۲۲ رمضان المبارک حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں گزارے۔ غرضیکہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حاضری تھانہ بھون کا وقت آگیا۔ قرض کی وجہ سے طبیعت پر بے حد اثر تھا۔ ادھر قرضہ کی ادائیگی کا فکر اُدھر وہاں کی حاضری کا شوق۔ حضرتِ والا علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ میں عجیب کشمکش میں تھا مگر میں نے تھانہ بھون کی حاضری ترک نہ کی اور میں اسی پریشانی کی حالت میں تھانہ بھون حاضر ہوگیا۔ خانقاہ شریف میں پہنچنے کے بعد حسب معمول حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ سے مصافحہ ہوا۔ مصافحہ کے لیے حضرتِ والا قدس اللہ سرہٗ

[ؔ] افسوس کہ یہ صاحب اپنا اسم گرامی بتانا مناسب نہیں سمجھتے۔ ۱۲ منہ

کے دستِ مبارک میں اپنا ہاتھ دینا تھا کہ بس حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بلند لہجہ میں تین بار یہ جملے ارشاد فرما کر تب ہاتھ کو چھوڑا کہ دل کو مانجھ دیا:

"دو سو روپیہ بھی کوئی چیز ہے۔ علماء کی جوتیوں کی گرد ہے۔"

حضرت حکیم الامت رح کے ان الفاظ مبارکہ سے میرا دماغ ایسا ہلکا ہو گیا کہ گویا قرض ادا ہی ہو گیا پھر ایک گونہ قلب کو سکون حاصل ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ رمضان المبارک گزارنے کے بعد جب امرتسر تشریف لائے تو حق تعالیٰ جل شانہ نے غیب سے اس قرض کی ادائیگی کا سامان اس طرح فرمایا کہ ماسٹر محمد حنیف صاحب جو نہایت متدین اور پرہیزگار آدمی تھے۔ حاضر ہوئے اور عرض کیا "حضرت آپ مجھ کو مشکوٰۃ شریف پڑھا دیا کریں۔"

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے منظور فرما لیا اور فرمایا "عصر کے بعد پڑھ لیا کرو۔"

تین چار روز سبق پڑھ کر چوتھے روز جو حاضر ہوئے تو مبلغ دو سو روپے لا کر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیے۔

آپ نے پوچھا "یہ روپیہ کیسا ہے؟"

کہنے لگے "میری والدہ ماجدہ جو شب بیدار اور درویش صفت خاتون ہیں۔ انہوں نے حکم دیا کہ یہ روپیہ جناب مفتی صاحب کو دے آؤ۔"

ان کے بڑے اصرار کے بعد حضرت والا روپیہ لے کر گھر پہنچے تو اتفاق سے قرض خواہ پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ حضرت والا نے وہ روپیہ اس کو دے دیا۔ اس کے بعد ماسٹر صاحب موصوف پڑھنے کے لیے حاضر نہ ہوئے۔ جمعہ عشرہ

کے بعد اتفاقاً ملاقات ہوئی تو حضرتِ والا نے پوچھا: "آپ پڑھنے کیوں نہیں آسکے؟"

انھوں نے عرض کیا: "حضرت پڑھنے کا تو بس ایک بہانہ تھا۔ دراصل والدہ صاحبہ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہوا تھا۔ انہوں نے حکم دیا تھا کہ لو یہ دو سو روپیہ مفتی محمد حسن صاحب کو دے آؤ۔ چونکہ آپ بغیر کسی تعلقِ خاص کے کوئی ہدیہ قبول نہیں فرماتے، اس لیے تعلق پیدا کرنے کے لیے یہ طریقہ استعمال کیا گیا۔"

ماسٹر صاحب نے گھر جاکر بعد سلام کے وجہ پوچھی تو ان کی اماں جی نے فرمایا: "بیٹا جس روز میں نے روپیہ دیا ہے۔ اس سے پہلے کا ذکر ہے کہ جب میں تہجد کے لیے اٹھی تو اس سے آدھ گھنٹہ پہلے ایک بزرگ نے شستہ صورت نے خواب میں فرمایا کہ صبح دو صد روپیہ مفتی محمد حسن صاحب کو جو مسجد نیلا گنبد میں پڑھاتے ہیں، بھیج دو۔ اس لیے میں نے یہ روپیہ بھجوا دیا۔"

جب اماں جی سے ان بزرگ کا حلیہ پوچھا تو بالکل حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کا حلیہ تھا۔

پھر اس قرض خواہ دوست سے پوچھا: "میاں! اتنے دنوں آپ نے روپیہ کا تقاضا نہ کیا۔ اُس روز یک بیک آگئے۔"

اس نے عرض کیا: "نصف شب میں ایک بزرگ خواب میں دکھائی دیئے تھے۔ بعد فرمایا تھا کہ کل مغرب کے بعد مفتی محمد حسن صاحب کے گھر جاکر اپنا روپیہ لے آنا۔"

جب اُن سے بزرگ کا حلیہ پوچھا گیا تو انھوں نے قریب قریب وہی حلیہ بتایا جو ماسٹر صاحب کی والدہ صاحبہ نے بتایا تھا۔ یعنی وہی حکیم الامت حضرت

تھانوی قدس اللہ سرہٗ کا حلیہ مبارک تھا!" (تذکرہ حسن)

۳۳۔ جسے تو نہ ملا، اُسے کچھ نہ ملا

ایک دن جامعہ اشرفیہ، لاہور میں صبح کے وقت حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مصرعہ پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور مسندِ درس پر تشریف فرما ہونے کے بعد بھی دیر تک اس مصرعہ کی تکرار فرماتے رہے جس کی وجہ سے ایک عجیب سوز و گداز اور کیف و سرور کا سماں اور جوش و خروش تھا ساری ہی مجلس پر بے خودی و مستی طاری ہو گئی۔ کافی دیر کے بعد دوسرا مصرعہ پڑھا اور پورے شعر کے متعلق مختصراً تشریح فرمائی۔ پہلا مصرعہ یہ تھا ؎

بے ترے دل کیا ہے بس اک خول ہے

اور بہت دیر کے بعد اس کا دوسرا مصرعہ ارشاد فرمایا ؎

جلد آ یہ ناؤ ڈانواں ڈول ہے

(من القول العزیز اول)

۳۴۔ اصل سرمایہ

شکر از نے میوہ از چوب آوری از منی مردہ بتِ خوب آوری این چنین میناگریہا کارِ تست

(یعنی سرکنڈے سے شکر اور لکڑیوں سے میوہ نکالنا تیرا ہی کام ہے۔ اسی طرح قطرہ بے جان و ناپاک سے حسین و جمیل شکل بنا دیا، یہ سب تیری ہی میناگری اور کاریگری ہے) ان تین مصرعوں کو پڑھ کر فرمایا:

ان چیزوں کے بار بار مراقبہ اور استحضار سے محبتِ حق پیدا ہوتی ہے۔ محبت اور خوف پیدا ہونا بڑی نعمت ہے۔ خوف اور محبت سے عمل پیدا ہوتا ہے۔

پھر اصل چیز عمل بھی نہیں - بلکہ اصل چیز رضائے حق ہے اور عمل رضائے حق کا اصل اور بڑا ذریعہ ہے - کروڑ برس عمر گزر جاوے - مگر اللہ تعالےٰ راضی نہ ہوں تو سب بیکار ہے - اصل دولت رضائے حق ہے - ساری عمر اسی میں خرچ کر دے کہ کسی طریقہ سے اللہ تعالےٰ راضی ہو جائیں اور راضی رہیں - اس کی ہمیشہ دھن اور دھیان رہے -   (من القول العزیز دوم)

۳۷۵ - نقصانِ عظیم

فرمایا: نیکی سب سے بڑی نعمت ہے اور سب سے بڑی نیکی گناہوں سے بچنا ہے - اس لحاظ سے نیند بھی بڑی نعمت ہے - آدمی جب سوتا ہے - گناہوں سے بچا رہتا ہے - چار گھنٹے مسجد میں بیٹھ کر ذکر میں لگانا آسان ہے لیکن دو گھنٹے گناہوں سے بچنا مشکل ہے - کبھی غیبت کر رہا ہے کبھی غیبت سن رہا ہے - کبھی زبان سے گناہ کر رہا ہے - کبھی دل سے - کوئی وقت گناہ سے خالی نہیں جاتا - حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ ہم سے پوچھا کرتے تھے - کسی کو کوئی تکلیف یا نقصان تو نہیں پہنچاتے - ساری عمر مجھ سے وظیفہ نہیں پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو - لوگوں سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ کسی کا کوئی حق تو ضائع نہیں کیا - کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچائی کیونکہ بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ آدمی کی نیکیاں دوسروں کو مل جائیں اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو دوسرے کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں - کتنا بڑا نقصان ہے - نماز وغیرہ عبادات کی کوتاہی کو توبہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں - مگر لوگوں کے حقوق توبہ سے بھی معاف نہیں فرمائیں گے -

(من القول العزیز دوم)

۳۶۔ باریک بینی

فرمایا: "انسان پر جو حالات آتے ہیں۔ وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایسے حالات جو طبیعت کے خلاف اور ناگوار ہوں۔ تو ان حالات میں عبدیت یہ ہے کہ یوں سمجھے کہ حق تعالےٰ جل شانہ مجھے قرب عطا فرمانا چاہتے ہیں۔ خوشگوار حالات پر تو شکر کروں گا اور ناگوار حالات پر صبر کروں گا اور یہ دونوں ذریعہ ہیں قرب الٰہی کا۔ بس ایسا شخص ہر وقت مگن ہی رہے گا۔" (تذکرۂ حسنؒ)

۳۷۔ ظرافت

مولانا وکیل احمد صاحب فرماتے ہیں:

ایک دفعہ احقر سے دریافت فرمایا کہ فلاں معاملہ کے متعلق کیا ہوا؟

احقر نے جواب عرض کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا "جناب پیر جی (عبداللطیف صاحبؒ) کی اس معاملہ میں یہ رائے ہے۔"

ہنس کر فرمایا "ہاں بھائی۔ پیروں کی رائے ماننی چاہیئے۔ پیروں کے خلاف نہیں کرنا چاہیئے۔"

۳۸۔ انتباہ

فرمایا: جو ذکر میں مشغول ہو۔ اس کو سلام نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس طرح مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول کرنا ہے۔ ذاکر کی توجہ کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہٹا کر اپنی طرف کرنا ہے۔ ایسے وقت خطرہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قہر اس سلام کرنے والے پر نہ آپڑے۔ ذاکر کو لوگ خواہ مخواہ سلام کرتے ہیں۔ اس

سے بچنا چاہیئے۔" (من القول العزیز دوم)

۳۹، دولتِ سینہ بسینہ کا مطلب

پٹنہ کے مولوی انیس الحق صاحب نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے دریافت کیا "حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ جب مکّہ معظمہ سے تشریف لانے لگے تو حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میری کتب اپنے ساتھ لیتے جانا" اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا "حضرت! کتابوں میں کیا رکھا ہے، سینہ کے اندر جو دولت ہے وہ عطا فرما دیجئے" تو وہ کیا چیز تھی، جس کو حضرت تھانویؒ سینہ کی دولت کہہ کر طلب فرما رہے تھے؟"

حضرت والا نے ارشاد فرمایا "وہ تعلق مع اللہ ہے۔ جس کو "نسبت" کہتے ہیں۔" (من القول العزیز اول)

۴۰، طریقۂ حصولِ محبّت

ایک صاحب نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے "حصولِ محبت کا طریقہ" دریافت کیا۔ جواب میں حضرتِ والا نے فرمایا: "حصولِ محبت کا یہ طریقہ ہے کہ ہر نیک عمل میں یہ نیت کرے کہ اس سے حق تعالےٰ کی محبت پیدا ہو۔ نیز کچھ وقت ذکر اللہ بھی کرے۔ اگر صحبتِ نیک میسّر ہو تو بہتر، ورنہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے ملفوظات دیکھے۔ انشاء اللہ اس طرح حق تعالیٰ جل شانہ سے محبت ہو جائے گی۔"

(من القول العزیز اول)

۱۴۔ رضا و تفویض

حضرت والا کے صاحبزادے جناب مولینا عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ فرماتے ہیں:

"رمضان المبارک کے بعد حضرتِ والا کو اتنا سخت دورہ پڑا کہ ڈاکٹر صاحبان نے حضرتِ والا کو ہر قسم کے بوجھ سے بچانے کیلئے احتیاطاً ملاقات بالکل بند کرادی۔ اس عرصہ میں نوابزادہ جناب محمد ذاکر صاحب قریشی اور جناب ملک فتح محمد بھنال صاحب عیادت کے لیے تشریف لائے۔ ہم لوگوں نے ڈاکٹر صاحبان کے ارشاد کے بموجب ملاقات کرانے سے عذر کرتے ہوئے حضرتِ والا کی طبیعت کا حال بیان کر دیا۔ ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد ہم نے حضرتِ والا سے ان کی آمد کے متعلق ذکر کیا۔ حضرت نے فوراً فرمایا "اُن کو بلالو"

عرض کیا "ڈاکٹر صاحبان نے تو منع کر رکھا ہے"

فرمایا "ان کو بلالو مگر کہہ دینا کہ زیادہ دیر نہ بیٹھیں"

ہم لوگ جلدی سے نیچے اترے اور سڑک پر سے ان کو بلا لائے اور ان سے عرض کر دیا کہ مزاج پرسی کر کے فوراً تشریف لے آئیں۔ یہ حضرات اوپر تشریف لے گئے سلام دعا کے بعد جناب نوابزادہ صاحب نے عرض کیا "حضرت! کیسا مزاج ہے؟"

فرمایا "نواب صاحب، اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جو ہر حال میں خوش رہتا ہے"

قدرے خاموشی کے بعد تمثیلاً فرمایا "اگر بیٹا یہ چاہے کہ جیسے میں چاہوں، باپ ویسا ہی کرے تو یہ بیٹے کی غلطی ہے۔ بلکہ بیٹے کو چاہیئے کہ جس طرح باپ چاہے اُسی طرح کرے تو یہ اس کی سعادت مندی ہے"

نگاہِ مردِ مومن

حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بلاشک وشبہ انہیں حضرات میں سے تھے جن کے متعلق علامہ اقبال نے بڑے وثوق اور یقینِ کامل کے بعد "نگاہِ مردِ مومن" یعنی "ینظر بنور اللہ" کا اشارہ کرتے ہوئے ان کی اہمیت، عظمت اور ہیبت کا اعتراف کیا ہے بظاہر کمزور اور ناتواں، چلنے پھرنے سے معذور لیکن ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ کے مصداق ایسی سحر انگیز شخصیت کہ جو ایک بار بھی خلوصِ دل کے ساتھ ان کی مجلس مبارک میں پہنچ گیا وہ عمر بھر کے لیے مسحور ہوگیا۔ چھوٹے چھوٹے سادہ جملوں میں ایسی مقناطیسیت کہ سننے کے لیے دور و نزدیک سے ایک مخلوق امڈ آتی۔ جس کو دونین بار ان کی خدمتِ اقدس میں حاضری نصیب ہوگئی وہ "جنم روگ" لگا لایا کہ کس طرح اپنے مالکِ حقیقی کی خوشنودی اور رضا حاصل کی جائے اور جس نے ان کے دامن مبارک کو تھام لیا اور سمجھ لیا کہ ان کی پاک جوتیوں کے طفیل اس کی بگڑی بن جائے گی، اسے حضرتِ والا کی نظرِ کیمیا اثر نے نہ صرف پتھر سے کندن بنا دیا بلکہ واصل الی اللہ بھی کرا دیا۔

حضرتِ والا کے نیاز مند متبعین اور مریدین کا حلقہ کافی وسیع ہے۔ جس کے پاس دل چاہے چلے جائیے اور اس سے دریافت کر لیجئے کہ وہ پہلے کیا تھے اور حضرتِ والا کی خدمت میں پہنچ کر کیا ہو گئے۔ ہر ایک کا حضرتِ والا کے ایک ہونہار خادم کے اس جواب سے ملتا جلتا ہوا جواب ہو گا:

"بس اتنا سمجھ لیجئے کہ پہلے سب کچھ اپنی مرضی سے کرتا تھا۔ پھر ہر کام ان

بزرگوں کی اجازت سے کرتا تھا اور اب ہر کام اپنے خالق ومالک کی پسند اور اس کی مرضی و منشاء کے مطابق کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

(انتخابِ مرشد از جناب منشی عبدالرحمٰن خاں صاحب مدظلہ)

یقیناً ایسے بے شمار واقعات ہوں گے جن سے حضرتِ والا کی اس منفرد شان کا اندازہ ہو سکے۔ احقر کو بغیر کسی عذر خواہی کے اپنی یہ غلطی تسلیم ہے کہ اس نے اس ضمن میں زیادہ معلومات حاصل کرنے کی سعی نہیں کی۔ تاہم جو واقعات بغیر کسی سعی و کاوش کے حاصل ہو گئے، وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ سمجھنے اور غور کرنے والوں کے لیے ایک واقعہ بھی بہت ہے جب کہ نااہلوں کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہوں گے۔

پہلا واقعہ

ایک صاحب نے جو ماشاء اللہ اب حضرتِ والا کے مجازین میں سے ہیں شروع شروع میں اصلاحی تعلق قائم کیا تو اپنے ہر کام اور ہر عمل کے متعلق یہ سوچنا اور غور کرنا شروع کر دیا کہ میرا یہ کام اور یہ عمل حق تعالےٰ جل شانہ کی رضا کے خلاف تو نہیں۔ پھر تسمہ پا کی طرح ذہن پر یہ فکر مسلط ہو گئی کہ مجھ میں کیا کیا عیب ہیں؟ جو زندہ یا بندہ۔ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد ایک عیب ڈھونڈھ ہی نکالا،

"اپنے فلاں دوست کے پاس پر سفر کیا کرتا ہوں جب کہ محکمہ ریلوے کی طرف سے اس کی اجازت نہیں"

اتنی بات تو سمجھ میں آگئی کہ یہ سفر کرنا مناسب نہیں لیکن اب تک جو سفر کئے جا چکے تھے، ان کا تدارک کس طرح کیا جائے؟ ہم جیسوں کی تو عقل یہی مشورہ دیتی کہ کیا حرج ہے۔ کافر، غاصب اور فریبی انگریز کی حکومت ہے۔ کسی مسلمان کو نقصان تھوڑا ہی پہنچا رہے ہیں۔ کافر، غاصب اور فریبی کو نقصان پہنچا کر مستحقِ اجر ہوں گے اور بفرضِ محال زیادہ سے زیادہ جائز اور ناجائز

کا خیال ستاتا تو آئندہ کے لیے دوست کے پاس پر سفر کرنا بند کر دیتے۔ تدارک کا خیال پھر بھی نہ آتا۔ نگران صاحب نے حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پوری تفصیل تحریر فرمائی۔ وہاں سے یہ فیصلہ ہوا کہ دوست کے پاس پر جتنے سفر کئے ہیں ان کا حساب لگا کر جتنا کرایہ بنتا ہو وہ سب متعلقہ محکمہ کو ادا کرو۔ ہو سکے تو یکمشت ورنہ قسط وار۔

چنانچہ انہوں نے قسط وار اس کی ادائیگی اس طرح کی کہ کسی جگہ کا ریلوے ٹکٹ خرید کر پھاڑ دیا۔ یہاں تک کہ محکمہ ریلوے کے پاس کل رقم پہنچ گئی۔ اور اس ادائیگی کے بعد حضرتِ والا کی خدمت میں عریضہ پیش کیا کہ

"حضرت جی! جو کرایہ بنتا تھا، خداوند کریم کی مہربانیوں سے وہ سب ادا کر دیا ہے"

دوسرا واقعہ

امرتسر کے جس کوچہ میں مسجد نور واقع تھی، اس کوچہ میں مکانوں کی پشت لگتی تھی ان تمام مکانوں کے پرنالے اسی کوچہ میں گرتے تھے۔ پرنالے بھی اتنے بڑے بڑے اور کھلے ہوئے تھے کہ اوپر سے کوئی خورد سال بچہ اگر پرنالے میں گر پڑے تو آسانی کے ساتھ نیچے آجاوے یہ مکانات سب کے سب تاجرانِ چرم کے تھے جو بڑے امیر آدمی تھے۔ ان کی خادمائیں گھر کا تمام کوڑا کرکٹ اور غلاظت ان پرنالوں کے ذریعہ نیچے پھینک دیتی تھیں۔

ایک دفعہ حسب معمول حضرتِ والا درس کے لیے مسجد نور کی طرف آرہے تھے کہ ایک پرنالہ سے گندہ پانی گرا اور سب کا سب آپ کے اوپر پڑا۔ تمام کپڑے خراب ہو گئے۔ مبارک شاہ، حضرتِ والا کا خادم، چونکہ پٹھان تھا اس لیے بہت سیخ پا ہوا۔ کہنے لگا۔

"میں ابھی اوپر جا کر اس خادمہ کے جوتے لگواتا ہوں"

حضرتِ والا نے فرمایا "خاموش رہو۔ بالکل کچھ نہ کہنا"

پھر حضرتِ والا نے اسی وقت غسل کیا۔ کپڑے بدلے۔ اپنے مشاغل پورے کئے اور معمول کے مطابق درس دیا۔ جب دھوبی کو گندے کپڑے دھونے کے لیے دیئے تو دیگر خدّام کو پتہ چلا کہ یہ واقعہ ہوا ہے۔ ایک صاحب نے ان مکان والوں کو سارا واقعہ سنا کر متنبہ کیا اور ان پرنالوں کا ایسا بندوبست کرا دیا کہ کسی نمازی پر گندی چھینٹ تک نہ پڑے۔

پھر ایک خادم نے پوچھا "آپ نے مبارک شاہ کو تنبیہ کرنے کی اجازت کیوں نہ دی تھی؟"

فرمایا: "یہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت ہے کہ آپؐ پر بارہا گندہ کوڑا ڈالا گیا اور آپؐ نے صبر اختیار فرمایا۔ حالانکہ وہ فعل تو جان بوجھ کر کیا جاتا تھا جبکہ یہ بے خبری سے ہوا ہے۔ اس لیے یہاں صبر ہی بہتر تھا۔"

چونکہ اس واقعہ کی خبر تاجرانِ چرم کو ہو چکی تھی، اس لیے انہوں نے حضرتِ والا کے پاس آ کر معافی مانگی اور معذرت چاہی اور ان میں سے کئی ایک تو حضرتِ والا کے برتاؤ سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ نہ صرف درس اور پنجوقتہ نماز کے لیے مسجد میں آنے لگے بلکہ اپنی ساری خرافات سے تائب ہو کر دل سے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

تیسرا واقعہ

جناب حکیم محمد علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

ایک دفعہ میرا پوتا فوت ہو گیا۔ جس کا صدمہ ہم سب کو بے حد تھا۔ خصوصاً بچے کی والدہ تو دن رات اسی کے غم میں گھلی جاتی تھی۔ اس صدمہ کا ذکر حضرتِ والا سے کیا۔ آپ نے فرمایا:

"میں آج عشا کے قریب آکر ان کو تسلّی دوں گا۔"

میں نے عرض کیا "حضرت! کھانا اکٹھا کھالیں گے۔ مغرب کے متصل تشریف

سے لے آئیں۔"

حضرتِ والا نے منظور فرمالیا۔

شام کو میں نے اپنے ہمسایہ کی مستورات کو بھی وعظ میں بلالیا۔ حضرتِ والا نے "وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ بقرہ" پر وعظ فرمایا۔ یعنی ہم تمہاری کئی طرح سے آزمائش کرتے ہیں، خوف دلا کر، بھوک دے کر، مال، جان اور کھیتی کے نقصان سے۔ ان پر صبر کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ واویلا کرنے کے بجائے انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ ایسے لوگ رحمتِ الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں اور یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔

پھر فرمایا، چھوٹی اولاد کی وفات پر صبر کرنا بہت بڑے اجر کا موجب ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان معصوموں کو حکم دیں گے کہ تم جنّت میں جاؤ تمہارا کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ وہ لاڈ کے انداز میں اللہ تعالیٰ جل شانہ سے عرض کریں گے کہ ہم تو اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ہمارے ماں باپ بھی ہمارے ساتھ جنّت میں نہیں جائیں گے۔ ان کی ناز برداری کرتے ہوئے مولیٰ کریم ازراہِ مہربانی حکم دیں گے کہ ان کے والدین کو بھی لے آؤ تاکہ وہ بھی ان کے ساتھ جنّت میں چلے جائیں۔

اگرچہ اولاد کی وفات کا صدمہ بہت بھاری ہوتا ہے لیکن اس پر صبر کرنا اس خوش خبری کا موجب ہے۔ جنّت کی بشارت دراصل والدین کے لیے موجبِ صد مسرّت ہے۔"

حضرتِ والا نے تقریباً ایک گھنٹہ صبر کے فضائل پر تقریر کی میرے الفاظ میں وہ قوّت اور اثر کہاں، جو اس تقریر کا ہوا۔ کمہلائے ہوئے چہرے کھل گئے۔ میری بہو کہتی تھی "ابا جان۔ مجھ پر اس وعظ کا اتنا اثر ہوا کہ میرا صدمہ زائل ہو گیا، اور میں نے مشیتِ الٰہی پر اپنے دل کو مطمئن پایا۔

چوتھا واقعہ

ایک سیدھی سادی بوڑھی عورت حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں آیا کرتی تھی۔ ایک بار اس نے حضرتِ والا سے اپنے پڑھنے کے لیے کوئی دعا اور اس کی اجازت مانگی۔ حضرتِ والا نے اسے قرآن و حدیث کی دعاؤں کے مجموعہ "مناجاتِ مقبول" کی ایک جلد عنایت فرمائی کہ یہ پڑھا کرو۔ اس میں قرآن اور حدیث کی دعائیں ہیں۔

وہ بڑے ادب اور احترام کے ساتھ اسے اپنے گھر لے گئی۔ لیکن حضرتِ والا کی خدمت میں کبھی کبھار آتے رہنے اور ملفوظاتِ طیبات سنتے رہنے کے باعث اس کے دل میں بھی محبتِ حق کی چنگاری سلگ چکی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد "مناجاتِ مقبول" واپس لے آئی اور کہنے لگی۔

"مولوی جی! اس میں تو ایسی دعائیں ہیں کہ یہ دے دے۔ یہ دے دے۔ یہ دے دے۔ میں تو کچھ بھی نہ مانگوں گی۔ میں تو اللہ سے اللہ ہی کو مانگوں گی۔"

پانچواں واقعہ

حضرتِ والا

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ نور، رکوع ۵)

کے سرتاپا مصداق تھے۔ ہر وقت آپ کی زبانِ مبارک ذکرِ الٰہی سے تر رہتی تھی۔ فضول اور لایعنی باتیں کرنا آپ کو سخت ناگوار تھا۔ جس گاڑی پر بیٹھ کر درس دینے مسجدِ نور، امرتسر میں تشریف لے جاتے تھے، وہ گاڑی ایک پٹھان طالب علم مبارک شاہ دھکیلا کرتا تھا۔ ایک بار ایک فاسق و فاجر اور شرابی کبابی شخص حضرتِ والا کی گاڑی کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔

حضرتِ والا نے طالب علم کو حکم دیا "گاڑی ٹھہرا دو"۔

وہ شخص اپنے اکھڑ لہجہ میں پوچھنے لگا "مولانا صاحب! ہماری بھی نجات ہو جائے گی؟"

حضرتِ والا اس کے غلط اور بے باکانہ رویہ پر فرما سکتے تھے کہ مسئلہ پوچھنے کا یہ کونسا طریقہ ہے، کچھ پوچھنا ہو تو مکان پر آ کر پوچھو مگر آپ نے مسکرا کر خندہ پیشانی سے فرمایا "پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں اپنی نجات کا یقین ہے؟"

وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نے آپ جیسے اللہ والوں سے سنا ہے کہ مشرک کے علاوہ کسی کے سمندر کے جھاگ جتنے بھی گناہ ہوں گے تو اس کی نجات بھی ہو جائے گی۔ اگرچہ میں بہت برا ہوں، گناہگار ہوں، لیکن الحمدللہ مشرک نہیں ہوں۔ اس لیے میرا تو خیال ہے کہ انشاء اللہ میری نجات ہو جائے گی"۔

آپ نے فرمایا "اگر آپ کا یہ خیال مرتے دم تک قائم رہا تو نجات یقینی ہے"۔
یہ سن کر وہ خاموش تو ہو گیا مگر گاڑی کے آگے سے نہ ہٹا۔

حضرتِ والا نے پوچھا:

"کیا اب بھی کوئی شبہ ہے؟"

اس نے عرض کیا "میری مزید تسلی فرمائیں"۔

اس پر حضرتِ والا نے انتہائی عام فہم لہجہ میں یہ واقعہ سنایا:

"حجاج بن یوسف[1] نے اپنے زمانہ اقتدار میں ہزارہا مسلمانوں کو قتل کیا تھا جس میں بڑے بڑے علماء اور اولیاء اللہ بھی تھے۔ اس سے کسی نے پوچھا "تمہارا اپنی نجات کے متعلق کیا خیال ہے؟"
حجاج نے کہا "مجھے خدا کی غفور رحیمی کی بنا پر اپنی نجات کا یقین کامل ہے"
حتیٰ کہ مرتے وقت اسی یقین پر اس کا خاتمہ ہوا۔
اس کے مرنے کے بعد اس کی سفاکی کی گفتگو چلی اور اس کو مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (سورہ نساء، رکوع ۱۳) کے مصداق جہنمی کہا گیا۔
ایک بزرگ اسی مجلس میں موجود تھے، وہ فرمانے لگے:
"حجاج کو جہنمی کہنے سے پہلے یہ تو دیکھو کہ اس کا اپنی نجات کے متعلق کیا عقیدہ تھا؟"
لوگوں نے کہا "اس کو اپنی نجات کا یقین کامل تھا اور مرتے دم تک یہی عقیدہ رہا۔"
بزرگ نے کہا "اب سب خاموش ہو جاؤ۔ حدیث قدسی میں آیا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے بندے کا جو گمان ہو، خدا تعالیٰ اس کے ساتھ اسی کے موافق برتاؤ فرماتے ہیں۔ اس لیے حجاج ناجی ہے۔"
حضرت والا کے بد اخلاق پیش آنے اور اچھی طرح تسلی کرا دینے سے وہ انتہائی

---

[1] حجاج کا واقعہ سن کر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے خلاف فرمایا تھا لیکن یہاں حضرت والا کی شانِ اصلاح کا ذکر ہے کہ ایک ایسے واقعہ سے جو نہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور نہ تحقیقی کس طرح ایک فاسق و فاجر کی اصلاح فرمائی ۱۲ منہ

خوش ہوا اور بڑی مسرت کے ساتھ راستہ چھوڑ کر واپس ہو گیا۔ تھوڑی ہی دور گیا ہو گا کہ حضرت والا نے گرم لوہے پر آخری ضرب لگانے کے لیے مبارک شاہ کو حکم دیا ''اس شخص کو بلا لاؤ''۔

غالباً حضرت والا نے جان بوجھ کر اسے جانے کا موقعہ فراہم فرمایا تھا تاکہ نجات پا جانے کی خوشی اس عرصہ میں اپنے عروج پر پہنچ جائے۔ جب محسوس کر لیا کہ اب وہ نظروں سے اوجھل ہو جائے گا تو اسے فوراً واپس بلا لیا۔

وہ حاضر ہوا۔ خوشی کے باعث ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہوا پر اڑ رہا ہو۔ حضرت والا نے انتہائی جلال کے ساتھ فرمایا۔

''ایک بات سن لو۔ اپنی نجات کے یقین پر مغرور ہو کر آئندہ گناہوں پر دلیری اور جسارت نہ کرنا۔ ورنہ سختی کے ساتھ پکڑے جاؤ گے۔ خدا کی پکڑ بڑی زبردست ہے''

حضرت والا کے جلال آمیز لہجہ کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص سر سے پاؤں تک لرز اٹھا۔ ایسا محسوس ہوا گویا کسی نے اس کو دہکتی ہوئی آگ پر لٹا دیا ہو۔ ساری خوشی ندامت اور شرمندگی میں تبدیل ہو گئی۔

حضرت والا نے اسی جلال کے ساتھ فرمایا:

ابھی ابھی میرے سامنے پچھلے گناہوں سے توبہ کرو۔ آئندہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کا عہد کرو اور اقرار کرو کہ جن گناہوں سے میں نے توبہ کی ہے آئندہ پھر کبھی نہیں کروں گا''

اس بات کا اس شخص کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار چیخیں نکل پڑیں۔ اور آپ کے سامنے بے حد ندامت و خجالت کے ساتھ وہیں سڑک کے کنارے روتے ہوئے توبہ کی اور پابندی نماز کا اقرار کیا۔

جناب حکیم محمد علی صاحب امرتسری نے اس شخص کو دیکھا ہے وُہ فرماتے ہیں کہ:

"ایسے شقی القلب اور جہنم کے کنارے پہنچے ہوئے شخص کا تائب ہوکر پابندِ صوم وصلوٰۃ ہوجانا ایک طرف آپ کے اخلاقِ حسنہ اور طریق اصلاح کے کمال کی دلیل ہے تو دوسری طرف نگاہِ مبارک کی ایک کھلی ہوئی کرامت۔

چھٹا واقعہ

حضرت مولانا محمد سرور صاحب مدظلہم۔ استاذ الحدیث۔ جامعہ اشرفیہ لاہور (یکے از خلفائے عظام حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) اپنے ایک عریضہ میں حضرتِ والا کی بابرکت توجہات کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرتِ والا کے قدمِ مبارک میں بیٹھ کر کیسی کیسی عظیم دولتیں حاصل ہوئی ہیں:

۱۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ۔ حق تعالےٰ جل شانہ کی محبّت سے قلب کو بھرپور اور مسرور پاتا ہوں۔ حق تعالےٰ نے دنیا ہی میں جنّت عطا فرمادی ہے۔ حق تعالےٰ کی محبّت میں جو راحت محسوس ہوتی ہے اور کسی شے میں وہ لذّت نہیں۔

۲۔ رضا بہ قضا کی دولت عطا فرما کر حق تعالےٰ نے دنیا کی تمام کُلفتوں کا علاج فرما دیا ہے۔

۳۔ لاہور میں حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں قیام نے احقر کی زندگی میں روح ڈال دی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالےٰ بقیہ زندگی بھی حضرتِ والا کی خدمت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمادیں۔

۴۔ آپ نے پہلے محبوب کا پتہ دیا۔ اس کی محبت حاصل کرنے کا طریق تبلایا اور جب محبّت پیدا ہوگئی تو محبوب کی طرف چلایا۔ حتیٰ کہ احقر وصال محبوب کی لذّات میں غرق معلوم ہوتا ہے۔

۵ - ایک لذیذ تعلّق اپنے مولیٰ کے ساتھ دن رات محسوس ہوتا ہے۔ قلب یہ تقاضا کرتا ہے کہ بلاواسطہ ہر وقت متوجہ الی اللہ رہے۔ اس کے ہر تصرّف پر عقلاً و طبعاً پوری رضا محسوس ہوتی ہے۔ قلب کا تو احقر کیا ذکر کرے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر جوڑ اور ہر ہر رگ و ریشہ اس کے عشق میں بیقرار رہے اور اس کے ذکر کی طرف متوجّہ ہے۔

۶ - جو کچھ دنیا میں واقع ہو رہا ہے، دل اس پر اسی حیثیت سے خوش ہے کہ وہ محبوب کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ اپنی مرضی محبوب کی مرضی میں فنا ہو چکی ہے۔

ساتواں واقعہ

صاحبِ نظر کی خدمتِ عالیہ میں جا کر اپنی غلطیوں، کوتاہیوں اور خامیوں کا اس حد تک احساس ہوتا ہے کہ بچپن اور لڑکپن تک کی غلطیاں یاد آجاتی ہیں۔ حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب ایوب ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، لائل پور (یکے از خلفاء عظام حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) کے خطوط کے ان اقتباسات کو ملاحظہ فرمائیے:

۱ - احقر کا بچپن کا زمانہ یعنی تقریباً تیرہ سال کی عمر تک سراسر شرارت ہی شرارت میں گزرا ہے۔ بعض اوقات اس زمانہ میں احقر سے ایسے کام سرزد ہوئے ہیں جو کہ احقر کے لیے اب سخت پشیمانی کے باعث ہیں۔ احقر کا مقصد اس وقت حضورِ عالی (حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) کو اس قسم کے واقعات سے مطلع کر کے ہدایات حاصل کرنا ہے۔ احقر کو اس زمانے میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھیل کود میں باغات سے چوری چوری پھل کھانے کی عادت تھی۔ اس وقت تفصیل بھی پوری ذہن میں نہیں کہ کن کن باغات سے پھل چوری چوری توڑ کر کھایا کرتا تھا۔ خدمتِ عالی میں التماس ہے کہ اس جرمِ عظیم سے بری الذمّہ ہونے کی تدبیر ارشاد فرمادیں۔

۲۔ سنِ بلوغ پر پہنچنے سے پہلے اور اب اس کے بعد بھی خصوصاً جب تک احقر کو اپنی غفلت پر تنبیہ نہیں ہوا تھا (یعنی حضرتِ والا سے اصلاحی تعلق قائم نہ ہوا تھا) احقر سے غیبت بہت زیادہ سرزد ہوتی رہی ہے۔ اس غیبت میں کفار کیا اور مسلمان کیا، سبھی پر احقر کی زبان دراز تھی۔ اب اس حرکت پیشمانی اور ندامت ہے۔ اس کے تدارک کا کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔

۳۔ تقریباً تیرہ چودہ سال قبل کا واقعہ ہے کہ جب احقر دہلی اسکول میں پڑھتا تھا، احقر نے ایک چھوٹی سی بچی کو جس کی عمر تقریباً سات آٹھ سال تھی بلا وجہ معقول پیٹا تھا۔ ان دنوں احقر کو دین کی کچھ سمجھ نہ تھی۔

۴۔ تقریباً پندرہ سال پہلے کا واقعہ ہے کہ احقر نے اپنے ماموں زاد بھائی کو جو سات سال کا تھا۔ بلا وجہ پیٹا تھا۔ بعد میں جب متنبہ ہوا تو احقر اس کو خوش کرنے کی نیت سے مٹھائی وغیرہ گھر لے جایا کرتا تھا کہ وہ کھائے گا اور خوش ہوگا اور کچھ تلافی ہو جائے گی۔ یہ بچہ اب بالغ ہے اور لاہور میں ہے۔ اس فعل کی مکمل تلافی کے لیے رہنمائی فرمادیں۔

۵۔ جب احقر اسکول میں پڑھتا تھا۔ احقر اور برادرم محمد سرور صاحب دونوں اکٹھے بعض اوقات ایک سائیکل پر ہی آیا جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب ہم اسکول سے رخصت ہوئے تو سائیکل جو دیکھی تو اس کا ایک پرزہ کسی نے نکال لیا تھا۔ جس کی وجہ سے سائیکل کی سب ہوا نکل گئی تھی۔ گھر دور تھا۔ فکر ہوئی کہ گھر کیسے جاویں۔ اتنے میں عزیزم محمد سرور نے ایک سائیکل والے کی جو اپنے دھیان میں کسی شخص سے باتیں کر رہا تھا، سائیکل کا ویسا ہی پرزہ چپکے سے نکال لیا اور احقر کے پاس لے آیا۔ احقر نے اسے اپنے سائیکل میں ڈال کر ہوا بھری اور ہم لوگ گھر آ گئے۔ اب (حضرتِ والا سے اصلاحی تعلق کے بعد) دفعتہً متنبہ ہوا کہ اس کی تلافی کرنی چاہیئے۔ مالک کے متعلق اب کچھ علم نہیں ہے کہ کہاں ہے، نہ ہی اس کی پہچان ہے۔ احقر نے اس پرزہ کی موجودہ قیمت

ایک نابینا مزدور کو دے کر مالک کو ایصالِ ثواب کر دیا ہے۔ کیا اتنا کافی ہے یا کچھ اور بھی کرنا چاہیئے ؟"

انہیں ڈاکٹر صاحب مدظلہم کا حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی توجہات و فیوض و برکات کے باعث کچھ ہی دنوں میں جو حال ہوا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اور اندازہ کیجئے کہ حضرتِ والا کے اصلاحی تعلق نے ڈاکٹر صاحب موصوف کو کس عروج و بلندی تک پہنچا دیا۔

۱۔ احقر کو ہر ہر قدم پر اپنے عجز و انکسار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہوں تو قلب پر یہی کیفیت پورے طور پر غالب ہوتی ہے کہ اے باری تعالیٰ اس نماز کو بغیر تیرے فضل کے پورا نہیں کر سکتا۔ قیام کے وقت یہ یقین نہیں ہوتا کہ سجدہ اور رکوع بھی کر سکوں گا یا نہیں۔ موت کا دھیان غالب رہتا ہے۔ ہر وقت یہی دھڑکن رہتی ہے کہ شاید یہ ساعت آخری ساعت ہو۔ اگر کسی سے کوئی رقم روپیہ پیسہ ضرورت کے لیے قرض لے لیتا ہوں تو جب تک اس کے متعلق وصیت لکھ کر اپنی جیب میں نہیں ڈال لیتا۔ چین نہیں آتا۔ یہ خیال رہتا ہے کہ اگر ادائیگی سے قبل آخرت کو روانگی ہو گئی تو اس کا بوجھ کہیں احقر پر نہ رہ جائے۔

آٹھواں واقعہ

حضرت حاجی نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالکل اتفاقیہ طور پر حضرتِ والا کے ایک درس میں شریک ہو گئے اور پہلے ہی درس نے بار بار یہ گواہی دی کہ یہ عظیم ہستی مردِ مومن اور مردِ کامل کی ہے۔ اس کیلئے خواب میں بشارت دی گئی کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے بیعت ہو جاؤ۔ اسی سال حج کے لیے تشریف لے گئے، واپسی پر عجیب و غریب قسم کی شکستگی اور ناقابلِ فہم علالت کی علامات پائیں جنہیں اصطلاحِ صوفیہ میں قبض کہتے ہیں۔ اور جس کی شدت کے باعث

کئی لوگ خودکشی تک کر چکے ہیں۔ایک دوست نے اپنی خداداد فہم و فراست سے مرض کی صحیح تشخیص کر کے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا مشورہ دیا۔

اپنی علالت، نقاہت اور نسیان کے باعث حضرت بٹ صاحب پورے سفر میں اپنے احباب و صاحبزادگان کو بار بار یاد دہانی کراتے جاتے تھے کہ مجھے حضرت والا سے یہ بھی پوچھنا ہے یہ بھی دریافت کرنا ہے۔اگر بھول جاؤں تو یاد دلا دینا۔مگر نہ صرف بٹ صاحب بلکہ ان کے سارے ہمراہی حیرت زدہ ہو کر رہ گئے جب پہلی ہی ملاقات میں دریافت کئے بغیر حضرت والا نے سارے سوالات اور اشکالات کا جواب باصواب ایک مختصر سی تقریر میں اس طرح ادا فرما دیا کہ کسی بھی سوال کی گنجائش نہ چھوڑی۔

پھر مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی واپسی سے پہلے ہی بٹ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہ عجیب و غریب مرض جس کے علاج پر پانی کی طرح روپیہ بہایا گیا تھا اور ملک کے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے اسے دور کرنے کا کوئی دقیقہ اپنی دانست میں اٹھا نہ رکھا تھا، خود بخود اس طرح ختم ہو گیا گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

نواں واقعہ

حضرت چودھری روشن علی صاحب مرحوم و مغفور بڑے کر و فر اور رعب داب اور دبدبہ کے تھانیدار تھے۔حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں پہنچے تو جھوٹی شان و شوکت کی عمارت دھڑام سے نیچے گر پڑی۔عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ اس نوکری کو چھوڑ دوں۔

جواب ملا "بھائی! مزہ تو جب ہے جب تھانیداری میں فقیری کرو۔"

چنانچہ حضرتِ والا کی ہدایت اور رہنمائی میں اپنے آپ کو ایسا مٹا دیا کہ لوگ حیرت کرتے تھے۔بذاتِ خود حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ چودھری صاحب کا ذکر ان الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے؛

"چوہدری صاحب کو بُرے اعمال کی وجہ سے بعض لوگ بندر اور خنزیر کی شکل میں نظر آتے ہیں۔"

اور مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں چوہدری صاحب فرماتے ہیں:

"اُن کی جوتیوں کی دھول نے دل سے غم و حزن کو نکالا اور مستی بھر دی۔ اللہ تعالےٰ کا ہر سلوک پیارا محسوس ہونے لگا۔ دنیا کا فانی ہونا دل میں نقش ہو گیا۔ اپنے عیب اور دوسروں کے ہنر نظر آنے لگے۔ اور نفس کی شرارتوں سے آگاہی ہونے لگی۔"

ملفوظات وارشادات

بڑھ سے اکنانہ تم شبِ تہذیب کی!
پھر یہ سُن پاؤ گے افسانہ کہاں
کر رہا ہے فاش رازِ حسن و عشق
پھر ملے گا ایسا دیوانہ کہاں

(خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

باتیں ہماری یاد رہیں

پھر باتیں نہ ایسی سُنیے گا

(درج شدہ ملفوظاتِ طیبات "القول العزیز" اول و دوم اور "تذکرۂ حسن" کے علاوہ اس سُرخ رنگ کی غیر مطبوعہ عربی کاپی سے بھی لیے گئے ہیں جو حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہم کے پاس موجود ہے اور جس میں حضرات حفیظ الرحمان صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ جناب غلام نصیر صاحب مدظلہ۔ جناب مولانا محمد عرفان صاحب مدظلہ، جناب میجر بلند خان صاحب مدظلہ وغیرہم کے ضبط کردہ ملفوظات ہیں۔

مزید ضخامت سے بچنے کے لیے اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ زیرِ نظر کتاب کے مختلف عنوانات کے ذیل میں حضرت والاؒ کے جو ملفوظات درج کئے جا چکے ہیں۔ ان کی تکرار نہ ہونے پائے ۱۲ جامع)

۱۔ فرمایا: اطاعت کا معنی یہ ہے کہ عمل کرنے سے اندر سے جی خوش ہو اور یہ خوشی تب ہو گی کہ حق تعالیٰ سے محبت ہو۔

۲۔ فرمایا: شکر کا مطلب یہ نہیں کہ تسبیح لے کر شکر شکر کا وظیفہ پڑھتا رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جن کاموں سے شریعت نے منع کیا ہے ان سے رُکے اور جن کا حکم دیا ہے ان کے کرنے میں لگا رہے۔

۳۔ لفظ "ظن" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: جو علم ایسی علامات سے حاصل ہو کہ حسی اور بدیہی نہ ہوں تو لغت میں اُسے ظن کہتے ہیں۔ پھر اس کا مدار دلائل پر ہے۔ اگر دلائل اتنے قوی ہوں کہ شک کی گنجائش نہ ہو تو یقین کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں اور اگر دلائل ضعیف اور کمزور ہوں تو شک اور وہم کے قریب معنی دیتا ہے۔

۴۔ فرمایا: قرآن شریف کا نام حق تعالیٰ جل شانہ نے فرقان اس لیے فرمایا کہ اس کی تعلیم پر عمل کرتے کرتے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے؛ پھر اسی نورِ قلب سے اچھے اور بُرے افعال کی اچھائی اور بُرائی نظر آتی ہے اور ان میں کھلا ہوا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

۵۔ فرمایا: حقیقی نقصان یہ ہے کہ موت کفر پر ہو اور حقیقی کامیابی یہ ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

۶۔ فرمایا: جس طرح اخلاقِ حسنہ اطاعت و فرمانبرداری کے انجن ہیں کہ ان کی اصلاح سے عمل صالح کے لیے شوق پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اخلاقِ رذیلہ معصیت کے لیے انجن ہیں کہ ان کی وجہ سے گناہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۷۔ فرمایا: وساوس کا علاج حکمائے اُمت نے یہ تجویز فرمایا ہے کہ ان کی طرف توجہ نہ

نہ کرے۔ نہ دفع کرنے کے لیے۔ نہ لانے کے لیے۔

۸۔ فرمایا: دنیا کا مال اگر اتباعِ شریعت کے ساتھ حاصل ہو تو بہت بڑا انعام ہے اور اگر شریعت کی مخالفت کا سبب بنے تو وبال ہے۔

۹۔ فرمایا: احکامِ الٰہی اللہ کی امانتیں ہیں۔

۱۰۔ فرمایا: جو نعمت کفر و عناد یا نافرمانی کا ذریعہ بنے وہ نعمت نہیں بلکہ عذاب ہے۔ چاہے سلطنت ساری دنیا کی ہو وہ بھی عذاب ہے۔

۱۱۔ فرمایا: جہاں جہاں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر ہے، ان اعمال کو اس طرح مضبوط تھام لینا چاہیے جیسے دانتوں سے خوب مضبوط پکڑا جاتا ہے۔

۱۲۔ فرمایا: لوگ اللہ کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ کبھی کسی بزرگ کے پاس جاتے ہیں۔ کبھی کسی کی جوتیاں کھاتے ہیں۔ یہ سب محبوب کی تلاش میں مشقتیں اٹھاتے ہیں۔

۱۳۔ ایمان کے متعلق فرمایا: بہت مختصر ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ بس الوہیت اور رسالت کا دل سے اقرار کر لے تو مومن ہے۔ اس پہ جنت مرحمت فرمائیں گے۔

۱۴۔ فرمایا: ہمیشہ ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتا رہے۔ ہر دعا میں اس کو شامل رکھے۔

۱۵۔ فرمایا: ادب سے کام چلتا ہے۔ بے ادبی و گستاخی سخت مضر طریق ہے۔

۱۶۔ فرمایا: ہر کام میں رضائے الٰہی کو ملحوظ رکھے۔ اگرچہ وہ کام چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۱۷۔ فرمایا: ہر حال میں اللہ تعالےٰ کی تجویز پر راضی رہے۔ راضی ہونے سے اللہ تعالےٰ اس پر راضی ہوتا ہے۔

۱۸۔ فرمایا: وقت کی قدر کرو۔ مرتے وقت آدمی زمین و آسمان کے خزانے بھی پیش کرے تو ایک منٹ بھر زندگی کا نہیں مل سکتا۔

۱۹۔ ایک سائل کے جواب میں، جس پر فوجداری کا مقدمہ تھا فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ پڑھتے رہا کرو۔ عدالت میں بھی پڑھتے رہا کرو۔

۲۰۔ فرمایا: فکرِ آخرت وہ فکر ہے جو عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح سب فکروں کو نگل جاتا ہے۔

۲۱۔ فرمایا: عاجزی اور انکساری کی عینک ہی سے بندہ اللہ تعالےٰ کا دیدار حاصل کر سکے گا۔

۲۲۔ فرمایا سلوک کا دارومدار اخلاق پر ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اخلاقِ رذیلہ کو دور کرے اور اخلاقِ حمیدہ پیدا کرے۔

۲۳۔ فرمایا نرا علم کافی نہیں اور نری صحبت کافی ہے۔

۲۴۔ فرمایا: توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ حق تعالےٰ جل شانہٗ تائب پر خوش بھی ہوتے ہیں۔

۲۵۔ فرمایا: خاتمہ مع الایمان ہونے کے لیے بڑے بڑے ولی بھی خائف رہتے ہیں۔ اس لیے ہر وقت سلامتیٔ ایمان اور خاتمہ مع الایمان کے لیے دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

۲۶۔ فرمایا: تصوف کی روح دو امر ہیں۔ طریق اور مقصود۔ طریق اعمال ہیں اور مقصود رضائے الٰہی ہے۔ ہر وقت رضائے الٰہی کے اسباب کا متلاشی رہنا چاہیئے۔

۲۷۔ فرمایا: دین کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت۔ اگر کسی کو دین کی حقیقت کا پتہ لگ جائے اور دین کی حقیقت حاصل ہو جائے تو سمجھو کہ بڑی عظیم دولت مل گئی۔

۲۸۔ فرمایا: ایمان اور اسلام میں وہ مزا ہے۔ جو کسی چیز میں نہیں ہے۔ تکلیف پر بھی

ثواب ہے۔ اس کے صبر پر بھی ثواب ہے۔ نعمت کے شکر پر بھی ثواب ہے اور مزید نعمت اللہ تعالےٰ عطا فرماتا ہے۔

۲۹۔ فرمایا: یہ جان لینا چاہیئے کہ خواہشاتِ نفس تو انسان کے نفع کے لیے پیدا کی ہیں کیونکہ خواہشات کے مقابلہ سے مشقت اور مشقت سے درجات بڑھتے ہیں۔

۳۰۔ فرمایا: عمل میں اللہ کی رضا کی نیت کرے کہ عمل کرنے سے نیک کام کی برکت سے دل میں عملِ صالح کی قوت پیدا ہو۔

۳۱۔ فرمایا: مال و جان و اولاد اپنی ذات کے اعتبار سے نہ مقبول ہیں نہ مردود بلکہ فاعل کے برتاؤ کے اعتبار سے مقبول یا مردود ہوتے ہیں۔

۳۲۔ فرمایا: نسبت (باطنی) کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے صاحبِ نسبت کو پتہ چلے کہ مجھ پر خاص مہربانی ہو رہی ہے اور بندہ کی طرف سے اطاعت اور حکم برداری میں کمی نہ ہو۔

۳۳۔ فرمایا: عبد اس کو کہتے ہیں جو مالک کے حکموں کے سامنے اپنی رائے اور اپنے اختیار کو بالکل فنا کر دے۔

۳۴۔ فرمایا: احکامِ الٰہی امانت ہیں۔ ان کو ادا کرنا دیانت ہے اور ان کا ترک کرنا خیانت ہے۔

۳۵۔ فرمایا: فلسفیوں کے نزدیک علم کی تعریف ہے "کسی شئے کی صورت ذہن میں آجائے" اور شریعت نے علم کا ترجمہ کیا ہے کہ "جس پہچان سے عمل کا تقاضا اور شوق پیدا ہو"

۳۶۔ فرمایا: اطاعت اور عبادت سے نور پیدا ہوتا ہے اور نور سے مادہ پیدا ہوتا ہے تقویٰ کا اور تقویٰ سے عمل میں ترقی بھی ہوتی ہے اور خلوص بھی ہوتا ہے۔

۳۷۔ فرمایا: تولیتی کی انتہا یہ ہے کہ نور کے لیے دل کی بہتری ہے۔

۳۸ - فرمایا: ہر نیک کام کرنے والا اللہ کی نعمت سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نیک کام کی مجھے توفیق دی۔

۳۹ - فرمایا: اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرنے سے محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے اور محبت کا خاصہ ہے: محبوب کی مرضیات میں لگا رہے اور ناراضی سے بچتا رہے۔

۴۰ - فرمایا: اس زمانہ میں ہر شخص پر ضروری علم دین سیکھنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے اور وہ بغیر علم دین کے ہو نہیں سکتی۔

۴۱ - فرمایا: اگر موت ایمان پر آئے تو یقیناً جنت میں جائے گا اس لیے کہ ایمان اور عمل صالح سبب ہیں دخولِ جنت کے۔

۴۲ - فرمایا: گناہ سے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور ظلمت سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے گناہ سے بچیے۔

۴۳ - فرمایا: مرتے وقت موت پر افسوس نہ ہوگا۔ فوت اعمال پر افسوس ہوگا۔

۴۴ - فرمایا: ایک عورت کہتی تھی کہ مجیں مبیں[1] کے اللہ تعالیٰ کی طرف آنا پڑتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کے لیے مجبور ہے۔

۴۵ - فرمایا: یقین ہے۔ یقین ہے۔ یقین ہے کہ حق تعالیٰ جتنے خیر خواہ انسان کے ہیں کوئی بھی اتنا خیر خواہ نہیں، نہ بیوی، نہ بچے، نہ دوست احباب۔

۴۶ - فرمایا: بزرگوں کے مرنے کے دن کو عُرس کہتے ہیں۔ عُرس کے معنی خوشی کے ہیں اُن کے لیے وہ دن خوشی کا ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ اب اس میں بدعات بہت شامل ہو گئی ہیں۔ اس لیے مروجہ عُرس کو علماء نے منع فرما دیا ہے۔

۴۷ - فرمایا: آخری وقت مولانا (رشید احمد) گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کثرت سے درود شریف

---

[1] پنجابی زبان کا محاورہ ہے بمعنی "پھیر پھیرا کے" "گھوم پھر کر"

پڑھتے تھے۔ انتقال کے وقت لفظ اللہ زبان پر تھا۔ آخر "ہوا" پر سانس بند ہوا۔

۴۸۔ فرمایا: مسجد میں بیٹھ کر چار گھنٹے وظیفہ کر لینا آسان ہے۔ نفس کو گناہوں سے روکنا مشکل ہے۔

۴۹۔ ایک صاحب سے دریافت فرمایا: "اکمال الشیم پڑھی ہے؟" عرض کیا گیا: "جی ہاں! کافی عرصہ ہوا، پڑھی تھی۔" فرمایا: "اکمال الشیم پڑھتے رہا کرو۔"

۵۰۔ فرمایا: اس راستہ کے چور اور ڈاکو دو ہیں۔ ایک "غفلت" دوسرے "معصیت" ان کا علاج یہ ہے کہ کسی مردِ صالح کی صحبت میں بیٹھا کرے۔

۵۱۔ فرمایا: علم کے ختم ہونے کے سامان ہو رہے ہیں۔ مولوی جو صحیح طریق پر ہو مشکل سے ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک ایسا وقت آوے گا کہ نماز پڑھانے والا کوئی نہ ملے گا۔

۵۲۔ فرمایا: حق بیان کر دینا چاہیے۔ کسی کا نام لے کر بطلان نہ کرنا چاہیئے۔ نام لیے بغیر حق ظاہر کیا جائے۔ حق خود ہی باطل کو جلا دیتا ہے۔

۵۳۔ فرمایا: باتیں کرنے کا ڈھنگ بھی اللہ والوں کو ہی آتا ہے اور دنیا میں لذت بھی دین پر چلنے ہی سے آتی ہے۔

۵۴۔ سفرِ کراچی کے موقع پر ریل میں فرمایا: وقت کی تنگی کے موقع پر سنت کا م چھوڑ دینا چاہیے۔

۵۵۔ فرمایا: قیام مزدلفہ میں فجر کی نماز میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو امام بنا کر ان کے پیچھے نماز کی اقتدار کی۔ سورج بالکل طلوع کے قریب تھا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مناسب محل رعایت نماز میں[1] کی۔ یہ دیکھ کر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا:

---

[1] فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ فلق اور دوسری میں سورہ ناس پڑھی ۱۲ منہ

صَارَ يَعْقُوبُنَا فَقِيْهًا ۔ کہ ہمارے ابویوسف فقیہ ہو گئے یعنی دین کی سمجھ نصیب ہو گئی ۔

۵۶ - فرمایا: "اَلْمُعَاصَرَةُ اَصْلُ الْمُنَافَرَةِ" ہم عصر ہونا نفرت کی بنیاد اور سبب ہوتا ہے دنیا سے جانے کے بعد آدمی کی قدر ہوتی ہے ۔

۵۷ - فرمایا: مجبوراً اگر ہو تو معمول کا کبھی کرنا کبھی نہ کرنا، یہ بھی ایک قسم کا دوام ہے ۔ اس کی برکت سے دوام کی توفیق ہو جائے گی ۔

۵۸ - فرمایا: حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلام میں خوب اچھی طرح صحت الفاظ کا خیال فرماتے تھے ۔ لفظ بھی کو خوب تدبّر کے ساتھ بولتے تھے ۔

۵۹ - فرمایا: ایک صاحب کے سینے میں محبت کی آگ اس درجہ کی تھی کہ اس آگ سے کپڑے جل جاتے ہیں میں نے ان کو دیکھا ہے ۔

۶۰ - فرمایا: ہر معاملہ کو شریعت کے موافق کرنا، یہ ذکرِ حقیقی ہے ۔ باقی یہ ذکرِ مروّجہ ذکرِ صوری ہے ۔

۶۱ - فرمایا: طاعت سے قرب بڑھتا ہے ۔ اور معصیت سے دوری ہوتی ہے ۔

۶۲ - فرمایا: بعض دفعہ بعض چیزوں کو عوام سمجھ جاتے ہیں اور مولوی نہیں سمجھتے ۔ ان میں کبر ہوتا ہے اور کبر زور ہے کفر کی ۔

۶۳ - بحوالہ "شرف المکالمۃ" فرمایا: اس دنیا میں رہنا بھی بڑی نعمت ہے کہ جنت کا سامان پیدا کرنے کا موقع دیا جاتا ہے ۔

۶۴ - فرمایا: غفلت اسباب کفر میں سے ہے ۔

۶۵ - فرمایا: جب محبت ہوتی ہے تو محبوب کے کوچہ سے اس کے کتے سے

اس کی دیواروں سے بھی محبت ہوتی ہے۔

۶۶۔ فرمایا: حضرت خواجہ مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک جلسہ میں چوبیس[۲۴] ہزار بار ذکر اسم ذات کرتے تھے پھر بھی فرماتے تھے نہ جانے ایمان بھی ہے کہ نہیں۔

۶۷۔ فرمایا: خواہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزہ رکھے یا نہ رکھے لیکن اس کے دل میں اگر دین کی عظمت و ہیبت ہو تو ایمان ہے۔ کبھی نہ کبھی نجات ہو ہی جائے گی۔

۶۸۔ فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ ترک تو کوئی مشکل نہیں، فعل مشکل ہے۔ چھوڑنے میں تو کچھ کرنا نہیں۔ فعل میں تو کرنا پڑتا ہے۔

۶۹۔ فرمایا: یہاں کی تو خوشی بھی عارضی ہے۔ نہ خوشی کو رہنا ہے نہ مصیبت کو۔ اس ضمن میں "مراقبہ موت" کے اشعار سنائے۔

۷۰۔ فرمایا: رخصت میں عبدیت، عزیمت سے زیادہ ہے۔

۷۱۔ فرمایا: نرا علم کافی نہیں ہو سکتا اور نری صحبت اہل اللہ کافی ہو سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نری صحبت نصیب ہوئی۔ وہ ان کو کامل مکمل بنا گئی۔ اگرچہ مدرسہ کی تعلیم حاصل نہ ہوئی۔

۷۲۔ فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں۔ زبان پر بڑے ہلکے اور قیامت کے دن ترازو پر بڑے بھاری ہوں گے۔ (وہ یہ ہیں)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

۷۳۔ فرمایا: تقدیر "علم الٰہی" کو کہتے ہیں، حکم الٰہی کو نہیں کہتے۔ علم الٰہی اور ہے اور حکم الٰہی اور ہے۔

۷۴۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے احسانات کے یاد کرنے سے محبتِ الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

۷۵۔ فرمایا: تم تو تھرمامیٹر سے گرمی، سردی کو تول سکو، اور اللہ تعالے اعمال کو نہ تول سکیں گے؟

۷۶۔ فرمایا: حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالے ہم لوگوں کو زنجیروں میں جکڑ جکڑ کر جنت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

۷۷۔ فرمایا: پٹنہ کے ایک نیک نیت بدعتی کے جواب میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے فرمایا:

"مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابیں میں نے دیکھیں۔ مجھ کو اُن سے اعتقاد نہیں ہے اور انتقاد کی میری عادت نہیں ہے۔

۷۸۔ فرمایا: بہار خواب اس مضمون کے ہیں کہ قبر میں حساب لینے کے موقع پر فرشتوں نے پوچھا کہ تم تھانہ بھون (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ کی خدمت میں) جاتے ہو یا نہیں۔ جب کہا گیا کہ جاتے ہیں۔ تو اس پر ان کی مغفرت ہو گئی۔

۷۹۔ فرمایا: حضرت والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مختلف فیہ مسائل ہزارہا کے مجمع میں ایسے عنوان سے بیان کئے کہ حق بھی ظاہر کر دیا اور مخالفین سامعین کو اعتراض کا موقع بھی نہیں دیا۔

۸۰۔ فرمایا: اس زمانہ میں پیدا ہونا بھی اللہ تعالے کی بڑی نعمت ہے کہ تھوڑے سے عمل پر بھی بڑا اجر ملتا ہے۔ کام تھوڑا اور مزدوری زیادہ۔ دوسری نعمت یہ ہے حضرت والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے علیہ سے تعلق پیدا ہو گیا۔ جو اس سلسلہ میں بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ سے متعلق ہو گیا، اُس کا خاتمہ ایمان پر ضرور ہو گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

۸۱۔ فرمایا: حضرت والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب لاہور تشریف لائے تو لاہور پر لاحول فرمایا اور امرتسر تشریف لانے پر امرتسر کے متعلق فرمایا "امرت نہ امرت بر سر"

۸۲۔ بحوالہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرمایا: ترقی فی الدرہم۔ ترقی فی الورم ہے۔

۸۳۔ فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دین کی اتنی حرص تھی۔ اتنی حرص تھی۔ یوں چاہتے تھے۔ ساری مخلوق دیندار بن جاوئے۔ عجیب تھے۔ عجیب تھے۔

۸۴۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے عرض کیا: ہم گنہگار ہیں ہماری دُعا قبول نہیں ہوتی۔ ہماری زبان اس قابل نہیں (حضرتؒ نے) فرمایا: تمہاری زبان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھنے کے تو قابل ہے اور دعا کے قابل نہیں۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اس طرح شیطان دعا سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔ عین جُرم کے موقع پر بھی دعا نہیں چھوڑنی چاہیئے۔

۸۵۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ اگر میرے ہاں موجودہ وقت کا بڑے سے بڑا کافر اور مشرک آجائے تو بحیثیت مہمان ہونے کے میں اس کی مدارات کروں گا لیکن اگر اس سے میدانِ جنگ میں سامنا ہو جائے تو سب سے پہلے میں ہی اس کا سر قلم کرنے والا ہوں گا۔

۸۶۔ ایک سالک کی باطنی کیفیت کے بارے میں فرمایا: مرض (باطنی) وہ ہے جو معصیت ہو یا مبداء ہو معصیت کا۔ اسی سلسلہ میں حضرتِ تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد نقل فرمایا: تھانہ بھون میں کسی صاحب کو اپنے متعلق کسی باطنی کیفیت کا دھوکہ لگا۔ حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا: یہ کیفیت بطنی ہے۔ باطنی نہیں جاؤ کسی حکیم صاحب سے اس کا علاج کراؤ۔ اگر علاج کے لیے پیسے نہیں ہیں تو مجھ سے لے لو۔

۸۷۔ فرمایا: (شیخ الادب) حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی خدمت میں خط لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ تصوف کے حقائق بیان کر رہے ہیں اور مجھ کو نفع ہو رہا ہے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھا کہ آپ کا نصف حصّہ چوکی پر ہے اور نصف حصّہ نیچے مٹی پر۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے (جواب میں تحریر) فرمایا: کوئی اور بزرگ میری شکل میں متشکل ہوا ہوگا۔ اور چوکی کی حالت سے مراد حالتِ صعود ہے اور مٹی پر ہونے سے مراد حالتِ نزول ہے۔

۸۸۔ فرمایا: مسجد کے بعض ائمہ اور اسکولوں کے مدرسین وغیرہ اپنے کو مولوی سمجھے ہوئے ہیں۔ حقیقت میں تو مولوی حضرتِ والا (تھانوی) حضرت مولینا انور شاہ صاحب کشمیری اور حضرت مولینا محمد قاسم صاحب نانوتوی (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم) جیسے حضرات تھے، اسی ضمن میں فرمایا:

"حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مجلس میں ایک بڑے مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ حضرتِ والا رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ایک بدتمیزی پر اُن کو ڈانٹ دیا۔ بعد میں انہوں نے تحریری صورت میں ظاہر کیا۔ کہ آپ نے مجلسِ عام میں میری بے عزّتی کی۔ اس پر حضرتِ والا نے (ان کے غرور و نخوت کے باعث) فرمایا: جلدی خانقاہ سے نکل جاؤ"۔

۸۹۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص خود اپنی اصلاح کا قصد نہ رکھے، پیغمبر بھی اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔

۹۰۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس طریق میں اوّل قدم بھی پستی ہے اور آخر بھی پستی ہے۔ بغیر اس کے ورود وظائف کچھ بھی فائدہ مند نہیں۔

۹۱۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی دو نصیحتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔ علم کامل ہو اعلم تا تصوّر نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ استغنا حالی و قالی ہو۔

۹۲۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں ہمیشہ مہمان کو

رخصت کرتے وقت دروازہ تک ساتھ جاتا ہوں اور جب تک دکھائی دے دروازہ بند نہیں کرتا۔

۹۳۔ فرمایا: حضرت مولینا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے ایک دفعہ بوقتِ رخصت تھانہ بھون میں حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے علیہ سے درخواست کی "مجھے کوئی نصیحت فرمائیے"۔ حضرتِ والا نے فرمایا "آپ عالم، فاضل، مصنّف ہیں۔ میں آپ کو کیا نصیحت کروں؟" سید صاحب نے عرض کیا "آپ کی زبانِ مبارک سے کچھ سننا چاہتا ہوں"۔ اس پر حضرتِ والا نے فرمایا "میں نے اپنے بزرگوں سے ایک ہی سبق پڑھا ہے۔ وہی سب کو پڑھاتا ہوں اور وہی آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے اپنے آپ کو مٹا دینا چاہیئے۔

۹۴۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرماتے تھے کہ جو مرید اپنے پیر میں کشف وکرامات ڈھونڈتا ہے وہ احمق ہے۔ اس کو تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ مرید ہونے کے بعد اس کے خیالات میں تبدیلی ہوئی یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو یہی اس کے پیر کی کرامت ہے۔ تمہیں پیر کی کرامت سے کیا غرض۔ تم کو تو اپنا فائدہ دیکھنا چاہیئے کہ تمہیں پیر سے نفع ہو رہا ہے۔

۹۵۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے علیہ کسی سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ تم وظیفہ پڑھتے ہو یا نہیں؟ اگر پڑھتے ہو تو کیا پڑھتے ہو؟ تلاوت کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کرتے ہو تو کس قدر؟ مگر یہ ضرور پوچھتے تھے کہ تم نے کسی کو تکلیف تو نہیں دی؟ کسی کا حق تو نہیں مارا؟ فرمایا کرتے تھے کہ ہم انسان بنانا چاہتے ہیں اور انسان وہی ہے، جس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ اگر یہ نہیں ہے تو پھر وہ حیوان بشکلِ انسان ہے۔
پھر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فرمانے لگے: حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی عجیب وغریب تھے۔ اس وقت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے چہرۂ مبارک پر ایک

خاص کیفیت تھی ۔

۹۶ ۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے خواجہ صاحب (حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) سے فرمایا "خواجہ صاحب! اگر میرے پاس ایک لاکھ روپیہ ہوتا تو میں آپ کو آپ کے اس شعر کے عوض دے دیتا ؂

ہر تمنّا دل سے رخصت ہوگئی　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

حضرتِ والا چونکہ صاحبِ حال تھے ۔ اُن پر یہ حال گزر رہا تھا ۔ اس لیے ان کو یہ شعر اس قدر پسند تھا کہ فرماتے تھے ۔ جب اس شعر کو پڑھتا ہوں تو کم از کم تین مرتبہ تو ضرور پڑھتا ہوں ۔ اور حضرتِ والا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خواجہ صاحبؒ کے کلام میں اثر ہے کیونکہ وہ صاحبِ حال ہیں ۔ ورنہ صاحبِ قال کے کلام میں یہ اثر نہیں ہو سکتا ۔

۹۷ ۔ فرمایا: بسا اوقات مولینا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی مسئلہ پر کلام فرماتے ہیں اور آخر میں آکر فرما دیتے ہیں ۔

"مخاطب اہل ہوتا تو اور مفصّل بیان کرتا ۔ چونکہ مخاطب نااہل ہے اس لیے اس ذکر کو چھوڑتا ہوں"

حضرت مولینا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے مواقع پر مثنوی کی شرح میں فرماتے تھے کہ میں کلام کے سیاق و سباق کو دیکھ کر معلوم کر لیتا ہوں کہ اگر مولانا رومؒ اور مفصّل فرماتے تو ایسا فرماتے لیکن نہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب اس سے غلط مطلب سمجھ لیتا ۔ جس کی وجہ سے فتنہ اور گمراہی پھیلنے کا فوری اندیشہ تھا ۔ اس لیے خاموشی اختیار فرمائی ۔

۹۸ ۔ فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عمومِ لفظ اس وقت معتبر ہے جب یہ عمومِ مرادِ متکلم سے متجاوز نہ ہو جائے ۔ سبحان اللہ! یہ حضرتِ والاؒ ہی

کی تحقیق ہے جو کسی نے نہیں لکھی۔

۹۹۔ فرمایا: حضرتِ والا (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مناظرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب (مدظلہم) مناظرے بہت کیا کرتے تھے۔ لیکن حضرتِ والاؒ کے فیضِ صحبت سے مولانا موصوف کو بھی مناظروں سے نفرت ہوگئی۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ہمارے اکابر بریلویوں کو کافر نہیں کہتے بلکہ اُن کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔

۱۰۰۔ پیارے میاں (رئیس الامت حضرت مولانا جلیل احمد صاحب شیروانی علی گڑھی، قدس اللہ سرہٗ) کا قول نقل فرمایا کہ میں نے وقتِ بلوغت سے کسی بے ریش امرد کو بنظرِ شہوت نہیں دیکھا۔

۱۰۱۔ حضرت مولانا مفتی محمد خلیل صاحب مدظلہم کو جب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں پہلی بار حاضر ہوئے تو دوازدہ تسبیح کی تعلیم ارشاد فرماتے وقت فرمایا:
"ایسے طریقے سے دل لگا کر کرنا کہ یہ خیال ہو، میرا آخری سانس ہے۔ شاید پھر اور سانس نہ آئے اور اس آخری سانس کو حق تعالیٰ کی یاد اور ذکر میں ختم کر دوں۔ پھر کب موقعہ یادِ الٰہی کا ملے گا؟"

۱۰۲۔ فرمایا: لبعض لوگ اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے باجہ بج رہا ہو۔ نہ خیال ہے۔ نہ توجہ اور دھیان ہے۔ ذکر خوب دل لگا کر توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ ورنہ اس سے اصلاح نہیں ہوتی۔

۱۰۳۔ فرمایا: نفس شریر جلد ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ بس تھوڑی سی ہمت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے ہمت نہ ہارے۔ مخالفتِ نفس میں خوب کمربستہ رہے۔ زیادہ دیر یہ مقابلہ نہیں کر سکتا جلد رام ہو جاتا ہے۔

۱۰۴۔ فرمایا: ایک بار خواجہ صاحب (عزیز الحسن صاحب مجذوب) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھانہ بھون

میں حوض کے کنارے گھوم کر بار بار فرمار ہے تھے: "پتہ نہیں، ایمان بھی ہے کہ نہیں
پتہ نہیں، ایمان بھی ہے کہ نہیں؟"

۱۰۵۔ فرمایا: خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے: جب گناہ کا تقاضا پیدا ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی متوجہ ہوتی ہے۔ اگر ہمت کر کے اس تقاضا کے خلاف عمل کرے تو رحمت نازل ہو جاتی ہے۔ ورنہ واپس ہو جاتی ہے۔

۱۰۶۔ فرمایا: عمارتوں اور عبارتوں سے کیا ہو سکتا ہے۔ ہوتا تو صرف عمل ہی سے ہے۔

۱۰۷۔ فرمایا: خدمت کا جذبہ تو بہت سوں میں ہوتا ہے مگر اس کا سلیقہ کم ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ بٹ صاحب (الحاج نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) میں جذبہ بھی موجود ہے اور سلیقہ بھی۔

۱۰۸۔ ایک صاحب نے عرض کیا: "حضرت اپنی حالت پر بالکل اطمینان نہیں"
فرمایا: "وہ دن ماتم کا دن ہوگا، جب اپنی حالت پر اطمینان ہو جائے"

۱۰۹۔ فرمایا: اس زمانے میں کثرتِ طاعت سے زیادہ اجتناب علی المعاصی پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ (ماحول کی گندگی کی وجہ سے) قدم قدم پر ارتکابِ معصیت کا خدشہ ہے۔

۱۱۰۔ فرمایا: دنیا کی نعمتوں کا لطف بھی دیندار ہی کو حاصل ہے۔ دنیادار کو کھانے چرب اور لذیذ کھاتا ہے۔ مگر لذت دیندار ہی کو آتی ہے۔ اس لیے کہ دنیادار کی نظر صرف اس پر ہوتی ہے کہ گھی کیسا ہے۔ نمک مرچ کیسا ہے۔ گوشت کس قسم کا ہے وغیرہ۔ اور دیندار کو کھاتے ہوئے یہ خیال ہوتا ہے کہ میرے اللہ نے زمین اور آسمان کو حکم دیکر کہ یہ میرے فلاں بندے کو کھانا ہے تم تیار کرو۔ پھر ہر ذرۂ کائنات، گرمی، سردی خشکی، تری، زمین آسمان میرے نام کا غلغلہ سُن کر اس دانہ کی تیاری میں لگتے ہیں۔ اور اس طرح میرے رب نے یہ لقمہ مجھ تک پہنچایا۔ غرض دیندار اس تصور سے کھانا کھاتا

ہے کہ میرے اللہ نے یہ کھانا میرے لیے تیار کرایا ہے۔ تو اس کی لذت بڑھ جاتی ہے۔

۱۱۱۔ فرمایا: حق تعالیٰ دعوت الی الحق تو سب کو دیتے ہیں مگر ہدایت صرف اس کو دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اور چاہتے اس کو ہیں جو ان کے علم میں ہدایت کو قبول کرنے والا ہوتا ہے دوسرا ترجمہ مَنْ یَّشَاءُ کا یہ ہے کہ جو ہدایت چاہتا ہے۔ اس کو ہدایت دیتے ہیں۔

۱۱۲۔ فرمایا: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت الگ ہے اور طریقت الگ ہے یہ جاہل اور اہل باطل ہیں۔ شریعت ہی کے احکام میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی نماز کے اوقات رکعات، اور فرائض و سنن کے احکام، وضو، تیمم کے احکام، زکوٰۃ و نصاب اور اسکے مصرف وغیرہ ان احکام کا نام فقہ ہے اور ایسے ہی باقی احکام ظاہری کے انواع عقائد وغیرہ اور شریعت کے احکام کی باطنی حیثیت یہ ہے کہ نماز میں خشوع خضوع ہو۔ اور زکوٰۃ دیکر اندر سے جی خوش ہو اور شکر کے موقع پر شکر اور صبر کے موقع پر صبر کرے۔ یہ احکام تصوف و طریقت کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ سب شریعت ہی سے ثابت ہیں۔ دو چیزیں اور ہیں۔ حقیقت اور معرفت کہ آدمی جب شریعت کے مذکورہ احکام یعنی فقہ اور طریقت پر عمل شروع کرتا ہے تو اس پر احکام شرعیہ کی حکمتیں اور اسرار کھلنے لگتے ہیں۔ اس حالت کا نام حقیقت ہے اور ان حکمتوں اور اسرار کے معلوم ہونے سے اللہ کی عظمت اور اپنی پستی سمجھنے لگتا ہے تو اس کا نام معرفت ہے۔ اور مجموعہ کا نام شریعت ہے۔

۱۱۳۔ فرمایا: احکام شریعت کی پابندی پر مرنے کے بعد تو ثمرات ملیں گے ہی۔ دنیا میں بھی جن لوگوں کو اس کا لطف حاصل ہوا انہوں نے سلطنت کو چھوڑ کر دین کو لیا۔ جیسے ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو دین کو چھوڑ کر سلطنت حاصل کرے۔

۱۱۴۔ فرمایا: مسلمان کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ ہمارا اسلام تمام چیزوں پر مقدم ہے۔ یہاں تک کہ

بقائے سلطنت سے بھی مقدم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اہلِ مکہ نے عتبہ کے ذریعہ یہ بھی کہا تھا کہ تمام عرب کی سلطنت پیش کرنے کو تیار ہیں، آپ اسلام چھوڑ دیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھکرا دیا۔ تو اسلام کی بقاء سلطنت سے بھی مقدم ہے اور بقاءِ اسلام کا مدار اسلامی تعلیم پر موقوف ہے۔ اس لیے دین کی تعلیم سلطنت سے بھی افضل ہے۔ دوسرے اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔

۱۱۵۔ فرمایا: ہر فرض نماز کے بعد جو آیت الکرسی پڑھتا رہتا ہے اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت حائل رہ جاتی ہے اور کوئی مانع نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس کے پڑھنے سے ایسے اعمال کی توفیق ملے گی جو دخولِ جنت کی موجب اور ذریعہ ہوگی۔

۱۱۶۔ فرمایا: وساوس کے آنے سے چوٹ لگتی ہے۔ صدمہ اور رنج ہوتا ہے کہ کیوں آتے ہیں۔ شبہات کے آنے سے چوٹ لگتی نہیں لگتی۔ نہ رنج ہوتا ہے بلکہ انسان تحقیق کے درپے ہوتا ہے۔ وساوس کے علاج کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَلْيَنْتَهِ" یعنی رک جاوے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لانے سے رک جاوے۔ اور دور کرنے سے بھی رک جاوے اودھر التفات بھی نہ کرے۔

۱۱۷۔ فرمایا: یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی چیز حاصل کرنے کی کون سی ہے یہ معلوم ہو جاوے تو سب کچھ ٹھیک ہو جاوے اور بعد میں کوئی افسوس نہ ہوگا۔ وہ چیز ہے "رضائے حق اور ایمان" ساری روئے زمین کے خزانے ایک طرف ہوں۔ جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے اور دوسری طرف رضائے حق اور ایمان ہو تو مومن صرف ایمان اور رضائے حق کو قبول کرے گا۔

۱۱۸۔ فرمایا: توبہ بھی کیسی اچھی چیز ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا آسانی ہوگی کہ معمولی چیز پر انبار در انبار گناہوں کے معاف فرما دیتے ہیں اور بخش کر خوش بھی ہوتے ہیں۔ حدیث شریف

میں دعا وارد ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

۱۱۹۔ فرمایا: دنیاوی دولت اور رضائے حق دونوں میں اگر اختیار دیا جاوے کہ کیا لوگے تو کیا جواب ہونا چاہیئے؟ جواب صرف ایک ہونا چاہیئے کہ رضائے حق اور ایمان چاہیئے۔

۱۲۰۔ فرمایا: نماز کے بغیر لوگوں کو چین کیسے آتا ہے۔ نماز میں حق تعالےٰ سے ہمکلام ہونا ہوتا ہے اس سے مومن دل کیسے چراتا ہے اور اتنا بڑا مرتبہ کیوں نہیں حاصل کرتا۔ اپنے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی۔ پھر اس پر ثواب دیا اور حاضری کے آداب اور مضمون بھی خود سکھلایا۔ کتنی بڑی رحمت اور عنایت ہے۔

۱۲۱۔ فرمایا: ہر مومن کو مرنے سے پہلے معلوم ہو جاتا ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس کی خوشی کا کیا ٹھکانا ہوگا کہ حق تعالےٰ کا پیغام فرشتے دیں گے لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ[۱] (حٰمٓ سجدہ، رکوع ۴)
لوگ خوشی تلاش کرتے ہیں اور اس کی جستجو میں رہتے ہیں۔ اور خوشی کہتی ہے کہ میرے آنے کا وقت "موت" ہے۔ میں اس وقت آتی ہوں جب حقتعالےٰ خاتمہ ایمان پر فرمادیں۔ تو خوشی کی اس وقت کوئی انتہا نہ ہوگی۔ پل صراط پر، حساب کے وقت، قبر میں، حشر میں، ہر جگہ خوشی ہی خوشی ہوگی۔

۱۲۲۔ فرمایا: ایک دفعہ میں نے حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ دو سو برس ہم اگر سجدے میں پڑے رہیں اور اس کا شکر ادا کریں کہ حق تعالیٰ نے خانقاہ سے ہمارا تعلق قائم فرمایا ہے تب بھی یہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ ذرا زور کے لہجہ میں اور سر مبارک کو بائیں شانے کی طرف جھٹکا بھی دیا کہ "آپ کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے"۔

---

[۱] نہ خوف کرو نہ غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۱۲۳ - فرمایا: انسان شکر کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ تمام نعمتوں پر اور پھر جس طرح چاہیئے شکر ادا کرنا محال ہے۔ اگر کر بھی لیوے تو اس شکر کی توفیق بھی نعمت ہے۔ پھر اس شکر پر شکر کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ تو اگرچہ شکر ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی جتنا ہو سکے شکر کرتا رہے اور غافل نہ ہو۔

۱۲۴ - فرمایا: مولوی محمد عرفان صاحب[1] نے خواب دیکھا کہ سہارن پور کی چھوٹی لائن کی مسجد میں حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ وعظ فرما رہے ہیں اور سیاہ تختہ پر سمجھاتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ عمل کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) ایمان (۲) ایمان مع عمل مطابق سنّت (۳) ایمان مع عمل مخالف سنت اور (۴) عمل بغیر ایمان۔

۴	۳	۱	۲
۰۰۰۰۰۰۰۰۰	۰۰۰۰۰۰۰۰	1	۰۰۰۰۰۰۰۰

۱ - ایمان خالی بمنزلہ ایک ہندسہ کے ہے بغیر نقطوں کے۔

۲ - ایمان مع عمل مطابق سنّت مثل ہندسہ اور آٹھ نقطوں کے ہے جو دائیں طرف ہیں جن سے ایک کروڑ ہو گیا۔

۳ - عمل خلاف سنّت مثل ایک ہندسہ کے ہے جس کے بائیں طرف صفریں ہیں۔ جس میں بائیں ہاتھ کی صفروں کی وجہ سے کچھ اضافہ نہیں ہوا اور

۴ - خالی نقطے جو بغیر ہندسہ کے ہیں، اعمال ہیں لیکن چونکہ بغیر ایمان کے ہیں اس لیے بیکار ہیں۔

---

[1] حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہونہار اور لائق بھتیجے جنہیں خوابوں سے ایک خاص مناسبت ہے

اس خواب کے سننے کے بعد ایک بزرگ نے فرمایا کہ ایسا دُرِ حقائق و معانی (خواب مولوی عرفان خود نہیں گھڑ سکتا۔

۱۲۵۔ ایک اور خواب مولوی محمد عرفان صاحب مدظلہٗ نے دیکھا کہ مرگیا ہوں اور دفنا کر اوپر سے میری قبر بند کر دی گئی ہے مگر روشن ہے۔ پوچھنے والے آئے۔ مگر پھر پوچھا نہیں اور (صرف اتنا) کہا "تمہارا تعلق مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے ہے۔ اس لیے آرام سے سو جاؤ۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا "ان دنوں مولوی محمد عرفان صاحب زیرِ عتاب تھے (یعنی حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ بغرضِ اصلاح و تربیت بظاہر ناراض تھے) میں نے ان سے کہا "یہ خواب حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لکھو۔" حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے (خواب پڑھ کر) جواب آیا "خواب دونوں کے لیے مبارک ہے۔ تم میرے لیے دعا کرو۔ میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔"

۱۲۶۔ فرمایا "مولوی محمد عرفان صاحب نے خواب میں ایک عزیز کو دیکھا، جس کا انتقال ہو چکا تھا کہ قبر میں لیٹے ہوئے ہیں اور کئی اشخاص پاؤں کی طرف ہیں۔ اُس عزیز نے اپنی داڑھی مُٹھی میں لی ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا "ایسا کیوں کرتے ہو؟"

کہا "یہ پوچھتے ہیں تیری داڑھی چھوٹی ہے اور میں مٹھی میں پکڑ کر ان کو دکھا رہا ہوں۔"

مولوی محمد عرفان صاحب کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا "یہ کون ہیں؟"

کہا "یہ پوچھنے گچھنے والے ہیں آیا کرتے ہیں، یہ وہ ہیں"

۱۲۷۔ فرمایا: (حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی لاہور میں پوشیدہ آمد سے) ایک دن پہلے مولوی محمد عرفان صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بہت خوبصورت گاڑی میں ایبٹ آباد تشریف لے جا رہے ہیں[1]۔ گاڑی کے باہر جلی حروف سے لکھا ہوا

---

[1] تفصیلی طور پر اُس سفر کا حال ملفوظ مبارک نمبر ۱۶۶ میں ہے۔

ہے" مولوی محمد حسن کے سوا اور کسی کو بتانے کی اجازت نہیں" (واقعہ بھی یہی تھا کہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے امرتسر میں صرف مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اطلاع اور ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی)۔

(حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے خواب کا ذکر کر کے) دوران سفر پوچھا: مولوی محمد عرفان صاحب نے یہ خواب میں دیکھا کہ آپ ایبٹ آباد تشریف لے جارہے ہیں۔ خواب کے اس حصہ کا کیا مطلب ہے؟

جواباً فرمایا: ایبٹ آباد لوگ راحتِ بدن کے لیے جاتے ہیں۔ میں بھی لاہور راحتِ بدن کے لیے جارہا ہوں۔

۱۲۸۔ فرمایا: ایک عورت مجھ سے دعا کے لیے کہتی تھی۔ مولوی جی! دعا کرو، اللہ کی محبت بہت زیادہ ہو۔ اتنی زیادہ ہو کہ میری ہڈیاں جل کر دھواں دینے لگیں۔

۱۲۹۔ فرمایا: ایک عورت کی بات مجھے بہت پسند ہے۔ کہنے لگی: مولوی جی دعا کرو۔ اللہ آخری وار خطا نہ کرے۔ اللہ آخری وار خیر کرے یعنی خاتمہ ایمان پر ہو۔

۱۳۰۔ فرمایا: يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ۔ (مومن رکوع ۲)۔

حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ آنکھوں کی خیانت کر رہا ہے یا عبادت کر رہا ہے۔ اور دلوں کو بھی دیکھتے ہیں کہ خیال حق کی طرف ہے یا غیر حق کی طرف ہے۔ دل میں حق تعالیٰ ہیں یا غیر حق۔ کانوں کو دیکھتے ہیں کہ جائز سن رہا ہے یا ناجائز۔ زبان کو دیکھتے ہیں کہ سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ اور ایسی ہی ذات حساب بھی لے سکتی ہے۔ جو سب کچھ جانے۔

۱۳۱۔ فرمایا: طبیب۔ قاری اور فلسفی میں خود پسندی اور تکبر جلدی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارے حضرت (تھانوی قدس اللہ سرہٗ) فرمایا کرتے تھے۔

۱۳۲۔ فرمایا: میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے، حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ روزے سے ہوں اور بقسم کہتا ہوں تم باور کرو گے کہ عالم میں مجھ کو مجھ سے زیادہ ذلیل

انسان کو ڈی نظر نہیں آتا۔

۱۳۳۔ "کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا ۔" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ملازمت اگر ناجائز بھی ہو تو بھی جب تک حلال روزگار مہیا نہ ہو جاوے، نہ چھوڑے۔ کیونکہ ابھی تو صرف معصیت اور گناہ میں مبتلا ہے جو کہ توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر بغیر حلال ذریعہ معاش ملنے کے ملازمت چھوڑ دی اور حلال ذریعہ معاش کا انتظام نہ ہوا تو لوگوں سے قرض لے کر ذریعہ ایذا بنے گا۔ اور آیندہ ادا نہیں کر سکے گا۔ تو لوگ قرض دینا بند کر دیں گے۔ اب ممکن ہے کہ ایسا ذریعہ روزگار مجبور ہو کر اختیار کرے جو کفر تک پہنچا دے یا بالکل ہر طرف سے مایوس ہو جائے اور مایوسی کفر ہے۔ تو اس وقت یہ ناجائز ملازمت کفر سے وقایہ اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا ہرگز ترک نہ کرے۔ ہاں تلاش میں رہے کہ حلال روزگار مل جائے اور ساتھ ہی اس ناجائز ملازمت کے گناہ سے توبہ بھی کرتا رہے اور معافی مانگتا رہے۔ جب ذریعہ معاش حلال میسر آجائے تب چھوڑ دے۔

۱۳۴۔ مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہم کی روایت ہے: ایک دفعہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے اپنا جوتا اپنے ہاتھوں سے اچھی طرح دھو کر خانقاہ شریف میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس بھیجا کہ ان کے ______ پاؤں کو تکلیف ہے۔ اس نرم جوتے میں آرام ملے گا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس جوتے کو پہننے کے بجائے آنکھوں پہ رکھا۔ سینے سے لگایا، سر پر رکھا اور چوما۔

۱۳۵۔ فرمایا: حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قدر نہیں کی۔ مگر اب انتقال کا ان کی بہت صدمہ ہوا ہے۔ بہت نیک تھے۔ نہایت مخلص تھے۔ گو سیاسی اختلافِ رائے تھا مگر وہ بھی ان کے اخلاص پر مبنی تھا۔

۱۳۶۔ جامعہ اشرفیہ کی نئی تعمیر کے سلسلہ میں دقتیں اور مشکلات پیش آنے سے جب کارکنانِ مدرسہ

پریشان ہوتے تو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے " حلوہ تھوڑا ہی ہے کہ سب کام آسانی سے ہوتے چلے جاویں۔ مشکلات کا پیش آنا بھی نعمت ہے۔ اللہ تعالے بتانا چاہتے ہیں کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم مدرسہ اور مسجد بنا رہے ہیں۔ بلکہ ایسے حالات پیدا فرما کر اپنی طرف متوجہ فرماتے رہتے ہیں کہ نظر ہمارے اوپر رکھیں۔ اپنے دروازے سے ہٹنے نہیں دیتے۔ یہ تھوڑی نعمت ہے؟ پھر اصل مقصود مسجد یا مدرسہ بنانا نہیں۔ اصل مقصود رضائے حق ہے۔ خواہ مسجد اور مدرسہ پورا ہو یا نہ ہو۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے۔ تکمیل اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ؎

ما بندگانِ عبودیت شعاریم ۔۔۔ با فتح و شکست کار نداریم

۱۳۷۔ فرمایا: اب معلوم ہو رہا ہے۔ دنیا بڑی نعمت ہے۔ یہاں اللہ تعالےٰ کے نام لینے کا لطف آتا ہے۔ اور عبادت کرنے سے درجات بلند ہوتے ہیں۔ جنت میں یہ چیزیں کہاں؟

۱۳۸۔ فرمایا: بندہ جب سجدہ کرتا ہے تو اس کا سر حق تعالیٰ جل شانہ کے پاؤں پر ہوتا ہے (رواہ فی کنز العمال وغیرہ) اور حق تعالیٰ جل شانہ کی تجلی عرش پر ہوتی ہے اور بندہ بھی گویا عرش پر پہنچ جاتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

تجلی عرش پر ہے وقفِ سجدہ ہے جبیں میری
مرا اب پوچھتا کیا آسماں میرا، زمیں میری

۱۳۹۔ فرمایا: شکریہ اتنا ادا کرنا چاہیے کہ دینے والا یہ سمجھ جاوے کہ میری چیز ان کو بہت پسند آئی۔ مگر اتنی تعریف نہ کرے کہ دینے والے کو شبہ ہونے لگے کہ کچھ اور مانگ رہا ہے۔

۱۴۰۔ فرمایا: جب میں حج کو گیا تو وہاں کے حالات مثلاً قبوں کا گرایا جانا اور نجدیوں کی سختی

اور خشکی وغیرہ وغیرہ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں لکھی۔ جواباً حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا کہ نفقہ مستقل ہے، یہ سب باتیں جائز ہیں۔ کمی صرف اتنی ہے کہ سنجیدہ ہیں، وسجدی نہیں۔ یعنی صاحب حال نہیں۔ اگر صاحب محبت و ذوق ہوتے تو اتنی جرأت نہ کرتے۔

۱۴۱۔ فرمایا: مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایک اہل حدیث، عالم حدیث شریف پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز تراویح کی بحث چل رہی تھی۔ دوران تقریر عالم صاحب نے فرمایا" تراویح کی بیس اور آٹھ رکعت دونوں سنّت ہیں"۔ ایک صاحب نے سوال کرتے ہوئے کہا۔ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تو صرف آٹھ کا ثبوت ملتا ہے، بیس کیسے ثابت ہوئیں؟" انہوں نے جواب میں کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس پر تقرر ہوا اور مسجد نبوی میں انہوں نے بیس پڑھوائی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِىْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔ تو اس طرح بیس بھی سنّت ہو گئیں"۔

حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں: میری شامت آئی میں نے کہا۔ "بیس کا ثبوت ملتا ہے۔ آٹھ کا ثبوت ہی کہیں نہیں"۔

اُن عالم صاحب نے کہا: اَلَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْكَ۔ یعنی حدیث شریف کی کتاب میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث آٹھ والی ہے تیرے سامنے ہے۔ تم کیسے کہتے ہو کہ آٹھ کا ثبوت نہیں؟" میں نے جواب میں عرض کیا۔ اس میں آٹھ کا ثبوت نہیں کیونکہ صاحب روایت سے عمل اس کے خلاف ثابت ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود آٹھ نہیں پڑھیں بلکہ بیس پڑھتی تھیں۔

اُنہوں نے کہا "اس کی دلیل کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بیس پڑھی ہیں؟" میں نے کہا۔

مغنی ابن قدامہ میں ہے اَجْمَعَ الصَّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّہٗ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً .... یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیس پر اجماع ہے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شامل نہیں تو اجماع کیسے ثابت ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آٹھ والی روایت تہجد کی نماز کے متعلق ہے۔ اور تراویح کا بیس رکعت پر اجماع ہے۔"

مغنی ابن قدامہ فقہ حنبلی کی بہت بڑی کتاب ہے۔ غالباً سترہ جلدوں میں ہے۔ سلطان ابن سعود نے ابھی حال میں اس کو طبع کرایا ہے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ابن سعود کے یہاں کی طبع کرائی ہوئی کتاب کا ثبوت پیش کروں۔ چنانچہ جب میں نے یہ حوالہ دیا تو وہ عالم صاحب جھنجھلا کر خاموش ہو گئے ادھر سے مولوی محمد موسیٰ صاحب نے میرا ہاتھ کھینچ کر کہا "یہاں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بحث اور جدال اور آواز بلند کرنے کے لیے آئے ہو؟" اس وقت یہ مجلس ختم ہو گئی۔ میں کئی دن پھر درس میں نہیں گیا۔ مخلص عالم تھے۔ ایک دفعہ کئی دنوں کے بعد اُن سے ملاقات ہوئی تو فرمانے لگے: "انتظرناک" یعنی ہم آپ کے انتظار میں تھے۔ آپ آئے نہیں! پھر فرمانے لگے۔ "جو کچھ تم نے کہا تھا وہ ہم نے مغنی ابن قدامہ میں دیکھا ہے، بالکل درست ہے، ہم کو پہلے اس کا علم نہیں تھا۔"

۱۴۲۔ فرمایا: میں نے ان عالم صاحب سے (ایک مرتبہ) پوچھا نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟"

کہنے لگے "اَلْاَوْرَاقُ قَدِیْمُھَا وَجَدِیْدُھَا سَوَآءٌ" یعنی اس کا نیا پرانا برابر ہے اور مال میں نیا پرانا برابر نہیں ہوتا۔"

فرمایا: جب میں نے یہ جواب حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں نقل کیا تو حضرت نے فرمایا "فقیہ تھے۔ سمجھ گئے کہ نوٹ مال نہیں۔ مٹی اگر قیمتی ہو تو چونکہ مال ہے مسکین کو دی جا سکتی ہے۔ مگر نوٹ مال نہیں۔ لہٰذا اُن سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔"[1]

---

[1] چونکہ بعض علماء کے نزدیک نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے لہٰذا احتیاط کرے کہ نقد سکوں سے ادا کرے تو بہتر ہے۔ ورنہ دوسری طرف بھی گنجائش ہے۔

۱۴۳ ۔ فرمایا : ایک شخص نے انہیں عالم صاحب سے پوچھا کہ " یا رسول اللہ " کہنا کیسا ہے۔ انہوں نے کہا " جاریۃٌ وَلَوْ کَانَ قَائِلُہٗ فِی الْمَشْرِقِ " جیم اور قاف کی مد کو خوب کھینچا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا : یوں اعتقاد رکھے کہ میرا یہی لفظ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فرشتے پیش کرتے ہیں یا انتہائی شوق اور غلبۂ محبت میں شوق کا اظہار کرے جیسے کہ محبوب کے در و دیوار اور ٹیلوں کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہاں محبوب کے حاضر ہونے کا خیال تک نہیں ہوتا ۔

۱۴۴ ۔ ایک صاحب کا حال سُن کر فرمایا : آپ کی والدہ کے حالات سُن کر دل کو بہت خوشی ہوئی۔ گھر والے بھی بڑے خوش ہوئے۔ آپ کے گھر والے بھی بڑے اچھے ہیں۔ بہت اچھے ہیں وہ مرد بہت بڑا خوش قسمت ہے۔ جس کو نیک بیوی مل جاوے۔ ایک تفسیر رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً میں حسنہ کی یہ بھی کرتے ہیں کہ نیک بیوی مُراد ہے ۔

۱۴۵ ۔ فرمایا : ڈاکٹر حامد علی صاحب سے میں نے کہا ہے کہ دوا کے بجائے اب دعا کرو۔ دعا کی ضرورت ہے۔ تم بھی دعا کرو۔ گھر والوں کو بھی کہو دعا کریں کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور ایمان نصیب ہو یہ بڑی دولت ہے۔ بڑی دولت ہے۔ اگر ایمان پر خاتمہ ہو جائے تو سب کچھ حاصل ہو گیا۔ بس وہاں سے خوشی شروع ہوتی ہے اور اس وقت نیک عمل والے کے لیے خوشی ہی خوشی ہو گی۔ اگر خدا نخواستہ معاملہ برعکس ہوا تو اچھی صورت نہ ہو گی۔ بڑے غم اور رونے کا مقام ہو گا مگر پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ اب سب کچھ ہو سکتا ہے ۔

۱۴۶ ۔ فرمایا : مولوی محمد ادریس صاحب کا ارشاد مجھے بہت پسند ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو عقیدوں کا نام ہے اور یہ دونوں عقیدے اللہ تعالیٰ نے زندگی میں دے رکھے ہیں۔ یہ کریم کا انعام ہے اور بن مانگے انعام ملا ہے اور سخی شہنشاہ سے بعید ہے کہ انعام دے کر پھر چھین لے۔ مولانا کے اس ارشاد سے بہت حظ ہوتا ہے ۔

۱۴۷۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ سے قدم بوسی کے لیے حاضری کی جب اجازت لیتا تھا تو ہر دفعہ نئے فقرے اور جملے سے نوازش فرماتے۔ کبھی فرماتے "بسر و چشم" کبھی لکھتے "اجازت چہ معنی، تمنا ہے" اور کبھی فرمایا کرتے "فرود آکہ خانہ خانۂ تست"

۱۴۸۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے "مولوی ہوکر انگریزی پڑھنا کیسی بے ہودگی ؟" مطلب یہ کہ اس وقت کے عوام الناس بھی اس سے نفرت کرتے تھے چہ جائیکہ علماء۔ علماء تو اس وقت انگریزی کی شکل سے بھی متنفر تھے۔ ورنہ مسئلہ کے درجہ میں جائز ہے ضرورت کے لیے پڑھنے کی گنجائش ہے۔

۱۴۹۔ فرمایا: ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لکھا "قرآن مجید یاد کرنے کے لیے بہت محنت کرتا ہوں۔ اور مشقت اٹھاتا ہوں، مگر یاد نہیں ہوتا" جواباً حضرت نے تحریر فرمایا "قرآن کا حفظ مقصود نہیں۔ تعلق مع القرآن مقصود ہے۔ یعنی دینداری تو ضرور سکھائی جاوے، اگر حفظ نہ ہو سکے مجبوری ہے۔

۱۵۰۔ فرمایا: مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ اچانک کھڑے ہو کر حضرت نے پنسل سے کاغذ پر کچھ لکھا۔ پھر فرمانے لگے "قلب کا بوجھ کاغذ پہ ڈال دیا ہے اور قلب کو فارغ کر لیا ہے تاکہ حق تعالیٰ کا نام مبارک لینے کی توفیق اگر ملے تو قلب فارغ ہو"

۱۵۱۔ فرمایا: ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے تھے۔ اچانک حضرت کے دولت خانے میں شور ہوا۔ پوچھا "کیسا شور ہے ؟" معلوم ہوا "ایک عورت مانگنے آئی تھی، اس کی گرم چادر گم ہو گئی" فرمایا "کتنی قیمت کی ہو گی ؟" بتایا گیا "چار روپے دام کی تھی" حضرت نے چار روپے اس کو بھجوا دیئے اور فرمایا "اگر

مل گئی تو ہماری ہو گی:" پھر حاضرین سے فرمایا "اگر مل گئی تو اسی کو دے دیں گے ہم کو کیا کرنی ہے مگر یہ اس لیے کہا کہ اس کا دل فارغ ہو جاوے۔ الجھن نہ رہے۔ مسلمان کے دل کو الجھن نہ ہونی چاہیئے۔"

۱۵۲۔ ایک صاحب سے "اصلاح کا آسان نسخہ[عـہ]" کے متعلق استفسار فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ لوگوں نے بہت پسند کیا ہے۔ فرمایا۔ کیسی اچھی چیز ہے۔ پھر بچوں کی خیر یت دریافت فرمائی دو تین دن رہنے کی اجازت مانگنے پر فرمایا: "بسر و چشم۔ مگر گھر کے حالات کا خود اندازہ کر لیویں۔"

۱۵۳۔ ایک صاحب نے اپنی اہلیہ محترمہ کی جانب سے پوچھا کہ قرآن مجید کا ثواب صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دوں یا دوسروں کو بھی شامل کر لوں؟ فرمایا: اُن کو مسئلہ سمجھا دو کہ ثواب جتنوں کو پہنچایا جاوے سب کو برابر اور بلا تقسیم پہنچتا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم مبارک پہلے لے کر اور سب کا نام بعد میں لے لیویں۔

۱۵۴۔ ایک صاحب کی اہلیہ محترمہ نے دریافت فرمایا: "چار تسبیح سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ اکبر آپ کے فرمان کے مطابق پڑھا کرتی ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ فرصت ملے تو کچھ اور بھی پڑھ لوں۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ وظائف دستر خوان باطنی کے کھانے ہیں۔ دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوں، تو مہمان پر یہ پابندی نہیں ہوتی کہ اتنا کھاؤ اور یہ کھاؤ بلکہ جتنا دل چاہے اور جس کو دل چاہے کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح مقررہ معمولات کے علاوہ جس وقت جس ذکر کو دل چاہے یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ کو اس وقت یہی پسند ہے اور وہی ذکر کرے اور جتنا دل چاہے کرے کوئی قید نہیں ہے۔

عـہ۔ ایک چھوٹا سا اصلاحی مضمون اشتہاری شکل میں طبع ہوا تھا یہ اس کا عنوان ہے ۱۲ منہ

۱۵۵ - ایک صاحب کی اہلیہ محترمہ نے پوچھا "کوئی طریقہ ایسا ارشاد فرمادیں کہ حق تعالیٰ کا شوق اور ان کی محبت دل میں سما جائے" فرمایا: طریقہ اس کا ان کا مبارک نام لینا ہے۔ جتنا نام لے گا اتنا ہی محبت اور شوق بڑھے گا" ان صاحب کی اہلیہ محترمہ نے پھر پوچھا "گناہوں سے بھی بچ سکوں" فرمایا: اس کے لیے ہمت کی ضرورت ہے۔

۱۵۶ - ایک صاحب کی اہلیہ محترمہ نے دریافت کیا "آپ کی زندگی کے بعد کس سے اصلاحی تعلق رکھیں؟" فرمایا "واقعی کسی کی زندگی کا بھروسہ نہیں۔ ہمیں بھی حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ کر یہ خیال آیا کرتا تھا۔ میرا تو یہ حال تھا بلکہ یوں سمجھتا ہوں کہ ہر ایک کا یہی حال تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس اگر بیٹھے ہوں اور کوئی کہے "پیچھے دروازہ ہے اُس میں سے جنت میں داخل ہو جاؤ یا حضرت کے پاس بیٹھے رہو" تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ کوئی بھی جنت میں نہ جاتا۔ حضرتؒ کے پاس ہی رہتا۔ تو اس حالت میں محرومی سے ہمیں بھی یہی خیال آیا کرتا تھا: مگر حق تعالیٰ جل شانہ اصل ہادی ہیں۔ جس کے لیے وقت پر جو مناسب ہوتا ہے۔ سامان فرما دیتے ہیں۔ اگر یہ حضرات نہ رہیں تو ان کا پیدا کرنے والا تو موجود ہے اور وہی دراصل ہادی ہیں۔ اس لیے ان پر نظر رکھیں اور وہ جو سامان پیدا فرمادیں، وہی ٹھیک ہے۔

۱۵۷ - ایک صاحب کی والدہ معظمہ نے پوچھا "ساری عمر کی تڑپ اور آرزو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جاوے۔ مگر اب تک نہیں ہوئی۔ بہت حسرت ہے۔ یہ سمجھتی ہوں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے یہ محرومی ہے۔ گناہ بہت ہیں۔ عمل کوئی نہیں پتہ نہیں کیا ہوگا؟"

فرمایا: تمنا ہی کافی ہے۔ زیادہ کا فکر نہ کریں۔ حق تعالیٰ جس کے لیے مناسب ہوتا ہے عطا فرما دیتے ہیں۔

۱۵۸ - ایک صاحب کی اہلیہ محترمہ نے دریافت کیا، رمضان شریف میں ہمت اور شوق ہوتا ہے

کوئی گھڑی ضائع کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر غیر رمضان میں یہ حالت نہیں رہتی۔ فرمایا: رمضان شریف کی برکت بھی ہے اور بعض اوقات کیفیت شوق کا ظہور ہوتا ہے۔ اصل تو اعمال ہیں۔ کیفیت ہو یا نہ ہو۔ غیر رمضان میں بھی ہمت سے کام لینا چاہیئے۔

۱۵۹۔ فرمایا: تمام امت کا اتفاق ہے کہ ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے یعنی درود شریف۔ اس واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ اپنے مقصود کو درود شریف میں لپیٹ دو یعنی دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھو۔ سخی اور کریم داتا سے بعید ہے کہ اول اور آخر تو قبول کرلے اور بیچ والی دعا کو رد فرما دے۔

۱۶۰۔ ایک صاحب کی والدہ نے پوچھا: عبادت میں اور ویسے بھی خیالات آتے رہتے ہیں۔ دل یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے خیالات نہ آویں۔ فرمایا: مطلقاً فکر نہ کریں۔ خود خیال نہ لاویں۔ اگر آجائے تو اس کو اختیار سے برقرار نہ رکھیں بلکہ اس کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں۔ اور نہ ہی اس کے دور کرنے کا قصد کریں۔ بہترین علاج عدم توجہ ہے۔ پرواہ ہی نہ کریں۔ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے تھے "یہ تو شاہی سڑک ہے اور سڑک پر امیر غریب مزدور اچھا، برا سبھی کا گذر ہوتا ہے۔ خیالات آتے ہیں۔ آنے دو۔ توجہ بالکل نہ کرو۔"

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں	عبث اپنے جی کو جلانا برا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے	وساوس کا آنا کہ لانا برا ہے

(حضرت خواجہ مجذوبؒ)

۱۶۱۔ ایک صاحب سے فرمایا: آپ سفر میں ہیں اور سفر میں دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ لَا تُرَدُّ کا کلمہ وارد ہوا ہے۔ لہٰذا آپ خاتمہ بالخیر کی دعا کریں۔ کہ آخری وار خطا نہ جاوے۔

۱۶۲۔ فرمایا: مولٰنا سید داؤد غزنوی رحؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اَکْثِرُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اور کثرت سے مراد ہزار دفعہ لیتے ہیں نیز مولٰنا غزنوی صاحبؒ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لفظ اُمّی کا لفظ بہت پسند

تھا۔ اس لیے اللھم صل علی سیدنا ومولنا محمدن النبی الامی وآلہ واصحابہ وبارک وسلم پڑھا کرے۔ بعد ازیں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک صاحب سے فرمایا: میں نے پانچ سو کی دو تسبیحیں درود شریف کی پڑھ لی ہیں۔ ہزار دفعہ ہو گیا۔ آج جمعہ ہے تم بھی ہمت کرو۔

۱۶۴۳۔ فرمایا: "روضۃ من ریاض الجنۃ" کے ناظم صاحب نے اپنے تقرر کا واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ جب یہ بات چل رہی تھی کہ روضہ کی نظامت اور نگرانی کی خدمت کس کے سپرد کی جائے۔ میں بھی خواہش مند تھا اور بھی کئی لوگ کوشش کر رہے تھے۔ اس دوران میں مجھے خواب دکھائی دیا:

"کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ مجلس شریف قائم ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رض بھی خدمتِ اقدس میں حاضر ہیں۔ میری نظامت روضہ کے متعلق تذکرہ ہوا۔ اور اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت ادب سے میرے متعلق عرض کیا "ناظم اس کو مقرر فرمایا جاوے۔"

تو میرے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یہ شخص) حقہ پیتا ہے اور نمبا کو نوشی کرتا ہے۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آداب مجلس بجا لاتے ہوئے فوراً سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر بعد ادب سے عرض کیا اور میری طرف سے سفارش کی "اگر یہ توبہ کر لیوے تو اس کو اس عہدہ پر مقرر فرمایا جاوے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا "اس سے پہلے بھی اس کو موقع دیا گیا ہے۔ توبہ کی تھی لیکن یہ باز نہیں آیا اور تمباکو نوشی کو نہیں چھوڑا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تھوڑی خاموشی کے بعد پھر نہایت ادب

سے عرض کیا " ایک دفعہ پھر درگذر فرماکر موقع عنایت فرمادیں اور گذشتہ تقصیر کو معاف فرمادیں "

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے۔

میری آنکھ کھلی تو میں نے صدقِ دل سے خوب گڑگڑا کر توبہ کی اور تہیہ کر لیا کہ آئندہ تمباکو نوشی نہیں کروں گا۔ اس سے قبل بھی تمباکو نوشی کرنے سے توبہ کر چکا تھا جس کا کسی کو علم بھی نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری نظامت کا پروانہ آگیا اور میرا تقرر حکومتِ ظاہری کی طرف سے بھی ہو گیا۔ اصل منظوری تو وہاں سے ہو چکی تھی۔ اب تقرر میں کیا دیر تھی ؟"

قرآن مجید یا بیضاوی شریف جو قرآن مجید پر بطور حاشیہ چھپی ہوئی تھی مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ان ناظم صاحب نے مجھے عنایت فرمائی تھی۔

۱۶۴۔ ان ہی ناظم صاحب کے تذکرہ میں فرمایا کہ وہ ناظم صاحب ذکر فرماتے تھے کہ ہمیشہ میری چار بیویاں رہی ہیں۔ میرا بہت لمبا چوڑا کنبہ ہے۔ ایک وقت روزانہ گوشت سیر سے گھر میں خرچ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قحط پڑا۔ لوگوں کو بہت تکالیف کا سامنا ہوا۔ میری حالت بھی بہت نازک ہو گئی۔ اتنے لمبے چوڑے کنبہ کے لیے روزانہ صرف ایک سیر جو میسر آتے تھے۔ پانی میں ابال کر سب گھر والے تھوڑا تھوڑا پی جاتے تھے مگر یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ تھا کہ جیسے ہم اتنی بڑی خوراک سے سیر ہوتے تھے۔ ویسے ہی اس ایک سیر جو سے سب پی کر سیر ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ میں نے (یعنی ناظم صاحب نے) نئی شادی کی۔ شادی کے تحائف وغیرہ کے لیے اپنی غربت کی وجہ سے کوئی انتظام نہیں تھا۔ میں مجبور تھا۔ کوئی بظاہر ذریعہ اخراجات کے پورا ہونے کا نہیں تھا۔ شادی کے بعد حالات سے تنگ آکر مواجہ شریف میں حاضر ہوا اور رونا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک شخص آیا اور مجیدی (ایک سکہ ہے) کی بھری ہوئی

تھیلی دے کر چلا گیا۔ اس تھیلی میں اتنی اشرفیاں تھیں کہ میری ضرورت سے بہت زائد نکلیں۔"

فرمایا: ناظم صاحب فرماتے تھے کہ میں تو اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور کرم نوازیاں ظاہر و باطن دیکھ رہا ہوں۔

۱۶۵۔ فرمایا: ایمان بڑی دولت ہے۔ بڑی چیز ہے۔ اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں۔ کمزور ہوں۔ ہمت بس ہو گئی ہے۔ سوچتا ہوں، جائزہ لیتا ہوں کہ اگر جوان ہوتا، طاقت ہوتی اور ایمان کے لیے جسم کا "تکہ تکہ" (بوٹی بوٹی) ہو جاتا تو کیا تو تیار ہوتا تو بحمد اللہ اپنے آپ کو متفق اور تیار پاتا ہوں۔ ایمان کی حفاظت بڑی چیز ہے۔

۱۶۶۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تھانہ بھون سے اطلاع دی کہ دانت لگوانے کے لیے لاہور فلاں گاڑی پر آ رہا ہوں۔ مگر سفر کا معاملہ ہے۔ دوست دشمن ہوتے ہیں، لہٰذا اور کسی کو نہ بتلایا جاوے۔ تعمیل ارشاد فرماتے ہوئے اکیلے اسٹیشن پر تشریف لائے؛ گاڑی جب امرتسر کے اسٹیشن پر پہنچی تو مولوی ظہور الحسن صاحب کتب خانہ امداد الغرباء والوں سے جو ہمراہ تھے، فرمایا، "دیکھو! مولوی محمد حسن آئے ہوں گے۔" چنانچہ انہوں نے جب سر نکال کر دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ حضرت اس ڈبہ میں ہیں۔

ایک دن اس سے پہلے مولوی محمد عرفان صاحب نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہٗ بہت خوبصورت گاڑی میں ایبٹ آباد تشریف لے جا رہے ہیں۔ گاڑی کے باہر جلی حروف سے لکھا ہوا ہے کہ مولوی محمد حسن کے سوا اور کسی کو ساتھ جانے کی اجازت نہیں ہے۔

میں نے انٹر کا ٹکٹ خریدا تھا کہ شاید حضرت رحمۃ اللہ علیہ انٹر میں ہوں گے۔ مگر حضرتؒ تھرڈ کلاس میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی تھرڈ کلاس میں بیٹھ گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اور احباب بھی تھے، جن میں ایک انگریز نو مسلم بھی جو لندن کے رہنے والے تھے۔ اور

جن کا اسلامی نام فاروق احمد تھا۔ ہمراہ تھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا "ٹکٹ ہے؟"

عرض کیا "جی ہے"

میں اندر سے ڈر رہا تھا کہ اگر ارشاد فرمائیں گے کہ بغیر اجازت کیوں بیٹھے ہو تو کیا جواب دوں گا۔ مگر پوچھا نہیں۔ دورانِ سفر میں میں نے سوال کیا کہ مولوی محمد عرفان صاحب نے یہ جو خواب میں دیکھا کہ آپ ایبٹ آباد تشریف لے جا رہے ہیں۔ خواب کے اس حصہ کا کیا مطلب ہے؟ جواباً فرمایا "ایبٹ آباد لوگ راحتِ بدن کے لیے جاتے ہیں، میں بھی لاہور راحتِ بدن کے لیے جا رہا ہوں"

مولوی فقیر محمد صاحب نے عرض کیا: حضرت جی! یہ جو اہل اللہ کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ "یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ" یہ شرط کے درجہ میں ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو وہ اہل اللہ میں سے نہیں ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب میں ایسے ایسے حقائق اور معارف بیان فرمائے کہ گاڑی کا ڈبہ خانقاہ بن گیا۔ فرمایا کہ اس میں بڑی شرط یہ ہے کہ اہل الارض خالی الذہن ہوں، نہ دوست، نہ مخالف۔ مخالف سے مراد یہ ہے کہ اس کو مردود نہ سمجھتے ہوں۔

ایک دفعہ لاہور سیر دتفریح کے لیے نکلے۔ مال روڈ پر پہنچے۔ اسمبلی ہال کے پاس کافی روشنیاں تھیں۔ فرمایا یہ یہاں کیسی ظلمت ہے کیونکہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ —— انتساب نہیں۔ (کیونکہ بے شرمی، بے پردگی اور بے حجابی عام ہے)، تھوڑا سا آگے تشریف لے گئے تو اندھیرا تھا۔ فرمایا: یہاں کیسے انوار ہیں؟ (کیونکہ وہاں شیطنت کے مناظر نہ تھے)۔

لاہور کے قیام کے دوران حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مقدس پر تشریف لے گئے۔ (بعد مراقبہ کے) فرمایا: "بہت بڑے شخص ہیں۔ عجیب رعب ہے۔ وفات

کے بعد بھی حکومت کر رہے ہیں "

جب لاہور سے ایک دن کے لیے امرتسر تشریف آوری ہوئی تو میرا دل چاہتا تھا کہ گھر کے تمام کمروں میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ قدم رنجہ فرمادیں۔ حق تعالےٰ نے یہ میری خواہش پوری فرمائی۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے تمام کمرے اور گھر کا سامان دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد حسن ماشاءاللہ خوش حال ہے۔ مکان بھی ایسا بنایا ہے کہ ضرورت کی سب چیزیں ہیں۔ا

۱۶۷۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندہ کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ پرندے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

۱۶۸۔ فرمایا: حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ شریف سے ہجرت کرنے کا منشا اپنی قوم پر شفقت تھا کہ یہ کہیں جہالت سے مجھ پر حملہ نہ کر دیں جس کی وجہ سے ان پر خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہو اور یہ تمام کے تمام ہلاک کر دیئے جائیں ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد تا دلِ صاحب دلے نامد بدرد

۱۶۹۔ فرمایا: روح المعانی میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کر جائے کہ میرا مال سب سے زیادہ سمجھدار شخص کو دیا جاوے تو اس پر سب ائمہ کا اتفاق ہے اور درمختار میں بھی لکھا ہے) کہ سب سے زیادہ سمجھدار وہ ہے جو سب سے زیادہ دیندار ہے اور جو آخرت کی فکر اور سمجھ رکھتا ہے۔

۱۷۰۔ فرمایا: مال کو فضول ضائع نہ کرو۔ یہ قیمتی چیز ہے۔ مسرف مرتد ہو جاتا ہے۔ بخیل مرتد نہیں ہوتا۔ بخل اگرچہ بُری چیز ہے۔ مگر اسراف اس سے بھی بُرا ہے۔

۱۷۱۔ فرمایا: فلسفی پر دین کے اسرار منکشف نہیں ہوتے۔ دین کے اسرار تو تقویٰ سے منکشف ہوتے ہیں ؎

ا؎ مزید تفصیل کے لیے سفرنامہ لاہور المسمی بہ ارمغان ملاحظہ فرمائیں۔

آزمودم عقلِ دور اندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

یہاں دیوانگی سے مراد عشق و محبّت ہے ؎

گر بہ استدلال کارِ دیں بُدے — فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

پائے استدلالیاں چوبیں بود — پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

۱۷۲۔ فرمایا: جس وقت کوئی مرتا ہے، وہی وقت اس کے لیے مناسب ہوتا ہے۔ اس میں تکوینی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ نہ ایک منٹ آگے، نہ ایک منٹ پیچھے۔

۱۷۳۔ فرمایا: محبّت۔ اعتقاد۔ حال یہ چیزیں صحبتِ صالحین سے حاصل ہوتی ہیں ؎

علمِ رسمی سربسر قیل است و قال — نے ازو کیفیتے حاصل نہ حال

قال را بگذار مردِ حال شو — پیشِ مردِ کاملے پامال شو

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

اسی سلسلہ میں اُستنِ حنانہ کا واقعہ بیان فرمایا اور اونٹوں کے نحر (قربانی) کرنے کا واقعہ بھی بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف اونٹ قربانی کے لیے خود آگے بڑھتے تھے۔ اسی ضمن میں فرمایا۔ جان کنی بھی آنے والی ہے اور قبر بھی آنے والی ہے تو لمبے راستہ کا مسافر ہے۔ بڑا سفر کرنا ہے۔ بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔ جنّت میں ہر داخل ہونے والے کو اللہ خود السلام علیکم فرمائیں گے۔ ایک تو جنّت میں داخل ہونا ہے اور ایک داخل ہونا عزّت کے ساتھ ہے۔ عزّت کے ساتھ داخل ہونا اور بات ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے یہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ جنّت میں احباب سے ملاقاتیں ہوں گی، والدین اور صالحین کی زیارتیں بھی ہوں گی، اس وقت سے مجھ کو جنّت کی آرزو زیادہ ہوگئی ؎

پائے در زنجیر پیشِ دوستاں — بہ کہ با بیگانگاں در بوستاں

۱۷۴۔ فرمایا: حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی طاعت کے

کرنے کے بعد جب تک مجھے اُس میں سو دو رگ نہ معلوم ہو جائیں، مجھے صبر نہیں آتا۔

۱۷۵۔ فرمایا: حضرت خواجہ صاحب (عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا ارشاد ہے کہ جب نفس میں گناہ کا تقاضا پیدا ہو تو بھانپ جائے کہ اُدپٹے کا وقت آگیا ہے۔ یعنی اس تقاضے کا مقابلہ کرنے میں ہوگی مشقّت اور مشقّت پر ثواب ملے گا۔ اس طرح یہ تقاضا قربِ حق کا ذریعہ بن جائے گا۔

۱۷۶۔ ایک موقع پر علماء کے سلسلہ میں افسوس کے ساتھ فرمایا کہ کتابیں پڑھے ہوئے مل جاویں گے۔ مدرسہ دیوبند کے فارغ بھی مل جاویں گے۔ لیکن اللہ اللہ کرنے والا مولوی شاذ و نادر ہی کوئی ملتا ہے۔

۱۷۷۔ فرمایا: بقول حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دین کا ایک مسئلہ سکھانا اور سمجھانا اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کروڑہا روپیہ خرچ کرنے سے بڑھ کر ہے یہ مکتوب امام ربانی سرہندیؒ، حصہ دوم، مکتوب چہل و ہشتم سے یہ مضمون نکال کر بعد مغرب دکھایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا "اس کو تعویذ بنا کر رکھو"

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مندرجہ بالا مکتوب کے الفاظ یہ ہیں:

"پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت است و احیاء حکمے از احکام آں علی الخصوص در زمانے کہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند۔ کرور ہا دررا ہ خدائے عزّ و جل و علا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ را رواج دادن۔ و اتفاق قلیلے بایں نیت برابر خرچ لکھا ست در غیر ایں نیت۔"

ترجمہ:۔ پس سب سے بڑی نیکی شریعت مقدسہ کو ترویج دینے کی کوشش کرنے اور اس کے کسی حکم کو زندہ کرنے میں ہے۔ خاص کر جس زمانہ میں کہ شعائرِ اسلام مٹتے چلے جا رہے ہوں۔ خدائے عزّ و جل و علا کی راہ میں کروڑ ہا روپے خرچ کرنا بھی اس کے برابر نہیں کہ مسائل شرعیہ میں سے کسی مسئلہ کو رواج دینا۔ اس نیت سے ایک کوڑی خرچ کرنا، دوسری کسی نیت سے

لاکھوں کے خرچ کے برابر ہے۔"

۱۷۸ - فرمایا: لذّت تو دین میں ہے۔ علمارِ علم کی تحقیق اور چھان بین میں بڑی لذت پاتے ہیں۔ اسی ضمن میں نماز میں لذّت کا بیان بھی فرمایا۔ جس کو دین کی حلاوت۔ دین کی لذّت نصیب ہو جاوے اس کے آگے سب لذّتیں ہیچ ہیں۔

۱۷۹ - فرمایا: بقول حضرت مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، وجد وغیرہ تو ہندوستان کے جوگیوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اصل چیز ایمان اور عمل صالح ہے۔ ذکر اللہ کی خاصیّت ہے کہ اس سے کیفیات باطنہ یعنی کشف و وجد وغیرہ ہونے لگتے ہیں، لیکن یہ مقصود نہیں۔ مقصود صرف اعمالِ صالح اور ایمان کو سمجھنا چاہیئے۔

۱۸۰ - بحوالہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ ارشاد فرمایا کہ کوئی صاحب کسی کے مکان پر گئے اور صاحب خانہ کو پوچھا۔ گھر میں سے جواب ملا کہ گھر میں نہیں ہیں۔ انھوں نے سوال کیا "کہاں گئے ہیں؟" اور فوراً ان کو احساس ہوا کہ یہ دوسرا سوال میں نے بیفائدہ کیا اور اپنے اس بے فائدہ کلام کرنے پر ان کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تیس سال تک روتے رہے۔ وجہ یہ ہے کہ اوّل تو یہ کلام بے فائدہ اور پھر یہ کہ ہو سکتا ہے کہ یہ بتانا کہ وہ کہاں گئے ہیں، گھر والوں کی مصلحت کے خلاف ہو (یہ واقعہ سنا کر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ) یہ وہی شخص کر سکتا ہے جو لایعنی کلام کی ظلمت سے آشنا ہو۔ بیکار اور لایعنی بولنے سے قلب میں ایک ظلمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کلام کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لے کہ اس کلام سے کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں۔ فائدہ خواہ دنیا کا ہو یا دین کا اور جس بات کے کرنے سے نہ دنیا کا کوئی نفع نہ دین کا، اس سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔

۱۸۱ - فرمایا: حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو لیلۃ القدر مل جائے تو میں یہ دعا کروں کہ صحبتِ نیک عطا فرمائیں۔ خدائے تعالےٰ سے صحبتِ نیک

مانگوں۔

۱۸۲۔ فرمایا: تمام تمنائیں تو جنت ہی میں پوری ہوں گی۔ وہاں جو چاہو گے مل جائے گا۔ دنیا میں تو تسلی ہوتی نہیں البتہ تجلی ہوتی ہے[ل]۔

۱۸۳۔ غیر مقلدین کے سلسلہ میں فرمایا: حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ اگر یہ سلف کی شان میں بدگمان اور بدزبان نہ ہوں تو پھر بیشک یہ رفع یدین کریں یا آمین بالجہر کہیں۔ (اسی سلسلہ میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے مولانا سید داؤد صاحب غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار مولانا عبدالجبار صاحبؒ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی کہ کسی مسئلہ میں اپنی رائے اور فیصلہ کو اس وقت تک صحیح نہ جاننا جب تک کہ اس میں ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام تمہارے ساتھ نہ ہو۔ (اور مولوی عبدالجبار صاحبؒ کے والد مولوی عبداللہ صاحبؒ یعنی مولانا داؤد صاحب غزنویؒ کے دادا صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ) وہ کہا کرتے تھے۔ جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، وہ آخر کار ضرور مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں گستاخی کی۔ اس پر مولوی عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اس بیہودگی کے باعث یہ ضرور مرتد ہو جائے گا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ بیہودہ اور گستاخ شخص مرزائی ہو گیا۔ مولوی عبداللہ صاحب رح غیر مقلد ابن حزم کی کتابوں کے

ل یعنی کوئی شخص بھی اپنی عبادات پر مطمئن نہیں ہو سکتا جب تک ما عبدنٰک حق عبادتک کا اصل معیار سامنے ہے۔ البتہ حق تعالےٰ جل شانہ کی تجلیات کا مشاہدہ ممکن ہے۔ اور اس سے بھی تسلی و اطمینان کے بجائے اضطراب اور بے چینی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم ۱۲ منہ

مطالعہ سے منع فرماتے تھے کیونکہ ابن حزم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی شان اور عظمت سے بے خبر ہے۔

۱۸۴۔ ایک صاحب کے استفسار کے جواب میں فرمایا: ایصالِ ثواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین اور دیگر اولیائے کرام اور اقارب غرضیکہ مسلمانوں کو ثواب میں شریک کرنا چاہیئے۔ اس طرح ایصالِ ثواب کرنے والے کے ثواب میں بھی کمی واقع نہیں ہوگی اور باقی سب کو بھی پورا ثواب ملے گا۔ (اس کو ایک مثال سے سمجھایا) جیسے ایک روشن چراغ سے اور چراغ روشن کئے جائیں۔

۱۸۵۔ فرمایا: موت بھی ایک بڑا انقلاب ہے۔ اس پر ایک بزرگ کا واقعہ نقل فرمایا کہ وہ تیس سال تک نہیں ہنسے۔ کسی نے پوچھا تو جواب میں فرمایا "اُس کو ہنسی کیسے آئے جسے اپنے خاتمہ کا پتہ ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہم سے وعدہ نہیں فرمایا کہ تمہاری مغفرت یقینی ہے۔ اور ہم تم کو بخش ہی دیں گے۔" سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ جب ان بزرگ کا انتقال ہوا تو غسل دیتے وقت ان کی ہنسی دیکھی گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بخش دیا تو تختۂ غسل پر ہنسی ظاہر فرمائی تاکہ مخلوق کو ان کے درجات کا پتہ چل جائے۔

۱۸۶۔ فرمایا: ایک صاحب نے اپنے بچوں کو نصیحت فرمائی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے جسم کو جلا کر راکھ کر دینا۔ باقی جو ہڈیاں رہ جائیں انہیں پیس کر اڑا دینا۔ جب اس کے مرنے کے بعد ایسا کیا گیا تو حق تعالےٰ جل شانہ نے تمام ذرات جمع کر کے اور اسے زندہ کر کے پوچھا "ایسا کیوں کیا؟" عرض کیا "یا اللہ! اس واسطے کہ مجھے آپ کے عذاب سے ڈر لگتا تھا۔" تو حق تعالےٰ نے فرمایا کہ چونکہ تمہارے اندر میرا سچا ڈر تھا تو پھر ہم تمہاری نجات کرتے ہیں، اور تمہیں بخش دیتے ہیں۔ مگر یہ معاملہ خاص اس شخص کے ساتھ تھا کیونکہ اس کا فہم اتنا ہی تھا۔

۱۸۷۔ فرمایا: ورزش میں سو (۱۰۰) فی صد (۱۰۰) کی بھی ملتی ہے۔ اور اس کا حساب ہوتا ہے۔ ہمارے

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ورثہ میں معجزات بھی ہیں تو اس سے اولیائے کرام اور خواص امت کو کرامات عطا ہوئیں۔

۱۸۸۔ فرمایا: معصیت کے لیے زمان اور مکان دونوں کی ضرورت ہے۔ زمان تو چلا جاتا ہے مگر مکان رہ جاتا ہے ؎

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم — رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم — دفعتہً اک روز یہ ہو جائے گا ختم

(مراقبۂ موت از حضرت مجذوبؒ)

۱۸۹۔ فرمایا: گناہ سے بچنا چاہیے۔ یہ مہلک زہر ہے۔ گناہ کرنا ایسا ہے جیسے سنکھیا کھانا۔ ایک شخص ہے پلاؤ بھی کھاتا ہے مرغ بھی کھاتا ہے۔ اور دوسرے عمدہ عمدہ کھانے بھی کھاتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے۔ دوسرا شخص ہے کہ وہ صرف مکئی کی خشک روٹی کھاتا ہے بغیر سالن کے۔ لیکن سنکھیا نہیں کھاتا۔ تو یہ دوسرا شخص پہلے سے بہت اچھا ہے۔ چنانچہ خواہ اعمال حسنہ کم ہی کرے یعنی فرائض اور واجبات کے علاوہ کچھ نہ کرے لیکن سنکھیا نہ کھائے یعنی گناہ نہ کرے، بہ اُس سے اچھا ہے جو تہجد بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی کرتا ہے۔ ذکر وغیرہ میں بھی مصروف رہتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے۔ یعنی گناہ بھی کرتا ہے۔ جو ان تمام اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔

۱۹۰۔ فرمایا: حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں اگر کوئی عالم آجاتا تو حضرت پیر صاحبؒ اس سے علمی چھیڑ چھاڑ شروع کر دیتے تھے اور اس پر اپنا تسلط جمانا چاہتے تھے۔ ایک مولوی صاحب۔ درویش[1] ہری پور والے سے جمعہ کے

---

[1] درویش: ایک گاؤں کا نام ہے جو ہری پور سے متصل ہے ۱۲ خ

متعلق گفتگو ہوئی۔ مولوی صاحب سے پیر صاحب نے جمعہ کی شرط کے متعلق سوال کیا تو پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ شرط "لکونہ لا متعہ" ہے یا شرط "مبنی مصحح لدخول المفاد" ہے۔ پیر صاحبؒ تو اس فن کے امام تھے۔ مولوی صاحب نہ چل سکے اور خاموش ہو گئے۔ فرمایا: حضرت پیر صاحبؒ گولڑوی کی تعریف حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔

۱۹۱۔ مولوی قاری خدا بخش صاحب مدظلہم کے استاذ قاری محب الدین صاحب مدظلہ بعد نماز عصر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: انسان نماز کی ہر رکعت میں کئی مرتبہ حق تعالیٰ جل شانہٗ سے مخاطب ہوتا ہے لیکن دل اللہ تعالیٰ کی طرف پیٹھ کئے ہوئے ہوتا ہے۔ قلب کا رُخ ٹھیک نہیں ہوتا۔ دنیا کے حاکم کے ساتھ ہم اس طرح پیٹھ کر کے گفتگو کریں۔ دیکھیں پھر کیا سزا ملتی ہے؟

۱۹۲۔ فرمایا: تصوف نام ہے برتنے کا نہ کہ جاننے کا۔ یعنی نفس کو لگام دے کر رکھنے کا نام ہے۔ اس پر حضرت نجم الدین کبریٰؒ کی خدمت میں امام رازی یا ابن سینا (واللہ تعالیٰ اعلم ایّہما کان ۱۲) کی حاضری کا واقعہ سنایا۔

۱۹۳۔ فرمایا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی رکھتے ہیں۔ تہجد بھی پڑھتے ہیں۔ حج بھی کر لیا ہے۔ بس ہم بزرگ ہو گئے۔ بس اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ دراصل دین دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک تو یہ (مذکورہ) ظاہری اعمال ہیں کہ یہ بھی ضروری ہیں۔ اور دوسری اُن سے اہم چیز قلب کی درستی ہے یعنی اعمالِ باطنیہ۔ اس ضمن میں فرمایا: بعض خلق کے راستہ سے خالق کو پاتے ہیں۔ بعض صفاتِ حق کو پہچانتے ہوئے حق تعالیٰ کو پاتے ہیں۔ پہلی صورت میں صعود ہے۔ دوسری صورت میں ہبوط یعنی نزول ہے۔

۱۹۴۔ فرمایا: جس کو دیکھا جائے، بشرطیکہ اس کا دیکھنا جائز بھی ہو، اُسی کو خدا بینی کا شیشہ بنا لیا جائے ؎

دل مرا ہو جائے اک میدانِ ہو — تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور مرے تن میں بجائے آب و گل — دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اٹھ جائے نظر — تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر
کچھ نہ سوجھے تیری ہستی کے سوا — تیرے ادراک اور اپنی پستی کے سوا
تجھ سے دم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو — تیرے ذکر و فکر سے فرصت نہ ہو

(حضرت مجذوبؒ)

۱۹۵۔ فرمایا: صوفیاء اور مشائخ اخلاق[۱] کو جزوِ دین قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح علمائے ظاہر نے اس کے علاوہ عقائد[۲] و عبادات[۳]، معاشرت[۴] اور معاملات[۵] کو بھی دین کا جز قرار دیا ہے۔ کہ بیع اس طرح ہو۔ رہن اس طرح ہو وغیرہ۔ اس طرح دین کے کل جز پانچ ہوئے۔ لیکن عوام نے محض عقائد و عبادات ہی کو دین سمجھ رکھا ہے جو سخت غلطی ہے۔

۱۹۶۔ فرمایا: عالمِ ارواح میں توحید کا اقرار حق تعالیٰ نے سب سے کرایا جو بعد میں بھول گئے۔ حضرت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے آکر اس اقرار کو یاد کرایا۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اسی لیے حکم ہے کہ اس کے کان میں اذان کی آواز پھونکو۔

۱۹۷۔ فرمایا: عالمِ ارواح میں ارواح کو حق تعالیٰ جل شانہٗ کی صفاتِ کاملہ کا علم تھا۔ رحمٰن ہونے کا اقرار کر رہے تھے۔ قدیر ہونے کا اقرار کر رہے تھے۔ حکیم ہونے کا اقرار کر رہے تھے۔ ارواح کو معرفت تو حاصل تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے تھے اور قرب موقوف تھا اعمالِ صالحہ پر۔ اس لیے اس کو مرکب یعنی جسم کی سواری عطا فرمائی۔ اس ضمن میں مثنوی مولانا رومؒ کے ابتدائی دو شعروں کی تشریح فرماتے ہوئے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کی وضاحت فرمائی کہ بانسری سے سبق حاصل کرو، اس کو اپنا وطن یاد ہے اور تم اپنا وطن بھول گئے ہو۔

۱۹۸۔ فرمایا: عالمِ ارواح میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا پتہ دیا۔ پھر دنیا میں آنے کے وقت کان

میں اذان کے ذریعہ اسی کلمہ کو پھونکنے کا حکم فرمایا۔ پھر دنیا سے رخصت ہونے کے وقت "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (ابوداؤد)" جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا کی بشارت دے کر اس کلمہ کی تلقین فرمائی۔ پوری زندگی کو اس کلمہ سے گھیر دیا۔ پھر بھی انسان اگر اس کو بھول جائے تو اس کی نالائقی اور غفلت ہے۔

۱۹۹۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنے وطن مل پور شریف تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت مولینا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کو جب ان کی تشریف آوری کا علم ہوا تو ان کی زیارت کے لیے پہنچے اور ایک رات مل پور قیام فرما کر واپس ایبٹ آباد آ گئے۔ دو دن بعد ایبٹ آباد سے جب دوبارہ مل پور حاضر خدمت ہوئے تو دوبارہ جلد آنے کے سلسلہ میں اپنی دلی خوشی و مسرت کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ایک زمانے میں چند گھنٹوں کے لیے تھانہ بھون حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے اور پھر جلدی واپس چلے جاتے اس پر کسی صاحب نے خواجہ صاحبؒ سے کہا کہ اتنے تھوڑے وقت کے لیے آتے ہو؟ اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

ایک ایک دیدارِ تو دیدار ہاست
وے نثارِ دیدارِ تو دینار ہاست

۲۰۰۔ ایک سلسلۂ کلام میں فرمایا: مثنوی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ بغداد کے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ مصر کے فلاں کوچہ میں خزانہ دفن ہے۔ یہ شخص وہاں پہنچا۔ اس شہر میں مارشل لا نافذ تھا۔ وہاں کے ملازموں نے اس کو خوب مارا اور پھر متعلقہ افسر کے سامنے گرفتار کر کے پیش کیا۔ اس نے وہاں آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس کا بیان سن کر اس افسر نے اس شخص سے کہا: تو بڑا بیوقوف ہے کہ محض ایک خواب کی بنا پر گھر سے نکل پڑا اور اتنا طویل سفر اختیار کیا۔ میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے کہ بغداد کے فلاں کوچہ کے فلاں مکان میں خزانہ دفن

ہے اگر میں ایسا نہیں کرتا کہ سفر کروں۔"

اس شخص نے جو اس افسر کے جواب پر غور کیا تو وہ پتہ اس کے اپنے مکان کا تھا۔ چنانچہ بہت خوش ہوا اور واپس آکر اپنا مکان کھودا تو واقعی خزانہ مل گیا۔ خزانہ تو گھر میں تھا۔ مگر وہ باہر خزانہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ مولانا رومؒ نے اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ خزانہ تو اپنے ہی پاس ہوتا ہے۔ لیکن ملتا ہے طرح طرح کی ٹھوکریں کھانے اور مصیبتیں سہنے کے بعد۔ اسی طرح سب نیکی کے ملکات تو موجود ہیں مگر اُبھرتے ہیں مجاہدہ کے بعد۔

۲۰۱۔ حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندوی مدظلہم کے صاحبزادے سعید الباری سلمہٗ کو نصیحت کرتے ہوئے اس حدیث شریف کی تشریح فرمائی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین شخصوں کے لیے بددعا فرمائی۔ ایک وہ جو رمضان میں اپنی مغفرت نہ کرالے۔ دوسرا وہ جس کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لیا جائے اور وہ درود نہ بھیجے۔ تیسرا وہ جو والدین کو ناراض رکھے اور والدین کا نافرمان ہو۔ بحوالہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تشریح کے سلسلہ میں فرمایا کہ ان کو تخصیص سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہر انسان کے وجود میں یہ تینوں فریق ہیں۔

۲۰۲۔ فرمایا: مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں بجائے نوافل کے کثرتِ طواف بہتر ہے اور مدینہ منورہ میں (بجائے کثرتِ نوافل کے) ہر وقت درود اور سلام پڑھا جائے۔

۲۰۳۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دورانِ سفر میں علماء اور اہلِ علم کے پاس خود ملنے جاتے۔ خواہ بدعتی ہی کیوں نہ ہوں۔ علم کی قدر فرماتے۔ ایک مرتبہ سفر میں ایک معقولی عالم سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہ بریلوی خیال کے تھے۔ انھوں نے آپ کو پہچان لیا اور طنزیہ کہا:

"مولانا گنگوہی اور مولانا خلیل احمد صاحب (رحمہما اللہ عنہما) تو امکانِ کذب کے قائل تھے؟"

حضرت نے جواب میں فرمایا میں بھی ان کا ہم خیال ہوں کہ پھر اُن بریلوی عالم سے پوچھا بزبار جلوس کی حالت میں ہو یعنی بیٹھا ہوا ہو۔ حق تعالیٰ اس کے لیے نَائِمًا قَائِمًا فرما سکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر نَائِمًا قَائِمًا نہیں فرما سکتے تو یہ عیب ہے اور اگر فرما سکتے ہیں تو امکانِ کذب ہے۔

۲۰۴۔ فرمایا: اصلی مزہ دین میں ہے اور پھر لذت عمل میں ہے۔ سانگی اور ستار میں وہ مزہ نہیں جو علم دین میں ہے۔ جو علماء علم سے مزہ اور لطف حاصل نہیں کرتے یا تو ان میں لیاقتِ علمی نہیں ہوتی یا حرص و طمع اس لطف کو ضائع کر دیتی ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج　　　احتیاج است۔ احتیاج است۔ احتیاج

حرص و طمع وہ بری بلا ہے کہ شیروں تک کو لومڑی بنا دیتی ہے۔

۲۰۵۔ فرمایا: مولینا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر دو کیفیتیں ہیں۔ ایک فکر و ہوش دوسری شورشِ عشق۔ شورش کا تقاضا یہ ہے کہ اسرار کو خوب وضاحت سے کھل کر بیان کیا جائے۔ جیسا کہ اس شعر میں بیان ہے ؎

پردہ بردار و برہنہ شو کہ من　　　مے نہ گنجم با صنم در پیرہن

اور فکر و عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اسرار کو کھولا نہ جائے۔ کہیں تپش اور شورش میں جل نہ جاؤ۔ جیسا کہ اس مصرعہ سے ظاہر ہے ؏

می نہ تابد کوہ را یک برگِ کاہ

اس کے بعد مثنوی کے یہ شعر پڑھے ؎

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست چرخ در گردش اسیرِ ہوشِ ماست بادہ از ما مست شد نے ما ازو قالب از ما ہست شد نے ما ازو	شراب کی مستی ہماری محتاج ہے اور آسمان گردش کرنے میں ہمارے ہوش کا اسیر ہے۔ بادہ نے مستی ہم سے حاصل کی ہے نہ کہ ہم نے اس سے اور یہ جو ڈھانچہ (قالب) ہے۔ یہ بھی ہمارے طفیل ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے ہیں۔

۲۰۶۔ فرمایا: مسلم شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔ تو آپ کے سر اور جسم سے پانی کے قطرے گرتے ہوں گے اور پانی ٹپکتا ہوگا۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہم نے فرمایا "ابن کثیر کی روایت میں آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا غسل کرنا ثابت ہے" اس پر مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے تشریح فرمائی "معلوم ہوا کہ وہاں انقلاب نہیں ہے۔ جس حالت میں رفع ہوا؛ اسی حالت میں نزول من السماء ہوگا"

۲۰۷۔ فرمایا: ایک صاحب کو جو خانقاہ تھانہ بھون سے تعلق رکھتے تھے۔ اس درجہ کا قبض ہوا کہ زبان سے لفظ اللہ کا نکالنا اُن پر گراں اور ناگوار گذرتا تھا۔ اس ضمن میں وضاحت فرمائی کہ قبض کبھی تو رفع حجبت کے لیے ہوتا ہے اور کبھی رفع درجات کے لیے اور کبھی معصیت کی وجہ سے۔

۲۰۸۔ فرمایا: حضرت والا (حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) پندنامہ پڑھا رہے تھے جب اس مصرعہ پر پہنچے ؎

نفس و شیطاں زد کریما راہِ من

نفس اور شیطان نے مجھے راہ سے بھٹکا دیا

تو فرمایا: یہاں نفس کو مقدم کیا ہے شیطان سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زیادہ مضر نفس ہے کہ شیطان کو بھی نفس ہی نے گمراہ کیا ہے۔ اس ضمن میں فرمایا کہ تقاضائے معصیت کے وقت یہ شناخت مشکل ہے کہ یہ تقاضا نفس کی طرف سے ہے یا شیطان ابلیس کی طرف سے۔ اور گو اس شناخت کی ضرورت تو نہیں کیونکہ ہر تقاضائے معصیت کا خواہ وہ نفس کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے، بہرحال مقابلہ کرنا چاہیئے اور ہرگز اس کا ارتکاب نہ کرنا چاہیئے۔ مگر پہچان اس کی یہ ہے کہ اگر ایک ہی گناہ کا تقاضا بار بار قلب میں پیدا ہوتا ہے تو وہ نفس کی طرف سے ہے اور اگر ایسا ہے کہ ایک گناہ کا

تقاضا ہوا۔ اس کو دفع کر دیا تو دوسرے گناہ کا تقاضا شروع ہوا۔ اس کو دور کیا تو تیسرے گناہ کا اور اسی طرح ہوتا رہا تو یہ شیطان کی طرف سے ہے کیونکہ شیطان کو تو گناہ کرانے سے غرض ہے، چاہے گناہ بے لذت ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے وہ گناہ بدل بدل کر پیش کرتا ہے۔ اور نفس کو حظ منظور ہے۔ اس لیے وہ اُسی گناہ کا بار بار تقاضا کرتا ہے جس میں اس کو حظ ہو۔ اس ضمن میں (مفتی صاحبؒ نے) فرمایا کہ نفس سے ہر وقت اندیشہ ہے اس سے بے فکر ہو کر نہ رہے۔ یہ بھی فرمایا کہ پند نامہ بہت اچھی لیکن مشکل کتاب ہے۔

۲۰۹۔ ایک سلسلۂ کلام میں یہ شعر پڑھا ؎

مغز را خالی کن از اغیارِ یار	اپنے دماغ کو غیر اللہ سے خالی کر لو۔
تا کہ یابی لذت از گلزارِ یار	تا کہ اس کے تجلیات و انوار نصیب ہوں۔

اس موقعہ پر حضرت مولینا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کے دست مبارک میں ایک کاپی تھی، جس کو دیکھ کر فرمایا ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن	اوراق و کتب کو آگ لگاؤ
سینہ را از نورِ حق گلزار کن	اپنے سینے کو اللہ کے نور سے جگمگاؤ

۲۱۰۔ مدارس عربیہ کے تذکرہ میں حضرت مولینا محمد شفیع صاحب دیو بندی مدظلہم کے دار العلوم کے بارہ میں بڑی محبت کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دار العلوم کراچی کے ہر دروازہ پر دار العلوم۔ دار العلوم لکھا ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ بجائے اس کے ہر جگہ اس مدرسہ کے قیام کی ترجمانی کرتا ہوا مولینا رومؒ کا یہ شعر لکھا ہوتا ؎

جانِ جملہ علم ہا اینَ است و ایں	جملہ علوم کی روح یہ ہے کہ تم کو یہ فکر لاحق ہو
کہ بدانی من کیم در یومِ دیں	کہ آخرت میں کیا ہوگا؟

۲۱۱۔ فرمایا: ہمارے بزرگوں کو (مثلاً حضرت مولینا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کو) حق تعالیٰ

نے ریاضت اور مجاہدوں کے بغیر بہت کچھ عنایت فرمایا تھا۔ اس ضمن میں ارشاد فرمایا:
جب سفرِ ظاہری کے لیے آج کل اس قدر سہولتیں بنا دی گئی ہیں تو کیا سفرِ باطنی کے
لیے اس زمانہ کے مطابق سہولتیں نہ ہوں گی۔ ضرور ہیں۔ سفرِ ظاہری کے لیے موٹریں،
کاریں، ہوائی جہاز وغیرہ سامانِ راحت و آرام پیدا کر دیئے گئے۔ اسی طرح اس زمانہ
میں جذب کی صورت میں سفرِ باطنی طے کرایا جاتا ہے۔ سلوک کے ذریعہ نہیں لے جایا جاتا
حق تعالیٰ کا برتاؤ اور معاملہ آج کل لوگوں سے جذب کا ہے ؎

اصل خود جذب است لیک اے خواجہ تاش	اگرچہ اصل تو جذب ہی ہے مگر جذب پر بھروسہ
کار کن موقوف بر جذبہ مباش	کر کے نہ بیٹھ رہو بلکہ کام میں لگے رہو۔
زانکہ ترکِ کارِ خود نازے بود	کیونکہ کام کو ترک کر دینا تو ناز ہوا اور عاشقی میں
ناز کے در خوردِ جان بازے بود	ناز کہاں مناسب ہے؟

۲۱۲۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں تشریف لائے
ہوئے تھے۔ دورانِ کلام میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب
علیہ الرحمۃ سے فرمایا: "اساتذہ کو اصولِ فقہ پر نظر رکھنی چاہیئے اور تلویح کو ایک حد تک پہنچا کر
چھوڑ دینا چاہیئے۔ خصوصاً اخیر میں قیاس اور اجتہاد کی بحث کو بھی پڑھنا چاہیئے۔" اس
پر مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا "توضیح تلویح کی تیس شرحیں لکھی گئی ہیں لیکن ہم نے ایک
بھی نہیں دیکھی۔

۲۱۳۔ اپنی ٹانگ کے قطع کئے جانے کے بارے میں فرمایا: میں نے اپنے دور کے احباب کو اپنے
پاؤں کاٹنے کی اطلاع اس لیے نہیں دی کہ ان کی قوتِ متخیلہ قسم قسم کی باتیں گھڑے گی کہ کس
طرح بیٹھتا ہوگا۔ کس طرح اٹھتا ہوگا۔ کس طرح پیشاب کرتا ہوگا۔ تخیل کچھ سے کچھ گھڑے
گا۔ جو احباب سامنے ہوتے ہیں۔ ان کا متخیلہ اتنی باتیں نہیں گھڑتا اور نہ اتنا سوچتا ہے
کیونکہ سامنے کا واقعہ ہوتا ہے۔ اس لیے ان امور کی طرف ان کا تخیل نہیں جاتا۔ دور والے

کچھ سے کچھ خیال کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ایک دفعہ میں خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون میں مقیم تھا۔ امرتسر سے خط گیا کہ اپنے کنبہ کے تین آدمی پانچ چار دن کے اندر اندر فوت ہو گئے۔ اس اطلاع سے تمام رات نیند نہ آئی۔ متخیلہ گھڑت کرتا تھا کہ نہ معلوم خط آنے کے بعد اور کتنے فوت ہو چکے ہوں گے۔ میں نے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس طرح کا خط آیا ہے۔ فرمایا کہ گھر چلا جانا چاہیئے ورنہ متخیلہ کچھ سے کچھ گھڑ لے گا۔

۲۱۴۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں صاحب میں خدمتِ خلق کا جذبہ ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ خدمتِ خلق نماز سے بھی بہتر ہے اور اچھی عبادت ہے۔ اس پر حضرت والا نے ارشاد فرمایا: یہ خیال ٹھیک نہیں ہے بلکہ اپنی خدمت یعنی اپنے نفس کی فکر سب سے مقدم ہے۔ اپنی جان کو اخروی و دنیوی عذاب اور مصیبت سے بچانا ضروری ہے۔

۲۱۵۔ فرمایا: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال کا ربع حصہ اس شہر کے سب سے زیادہ ہوشیار اور سمجھ دار آدمی کو دیا جائے ائمہ اربعہ رح کے اس اتفاق پر فیصلہ ہوا کہ ربع حصہ اس کو دیا جائے جو شہر میں سب سے زیادہ فکرِ آخرت والا اور متقی ہو۔

۲۱۶۔ فرمایا: فتح عین ہو یعنی آنکھ کھلی ہو اور نظر دیکھے۔ یہ عمل غیر اختیاری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دیکھنا بھی غیر اختیاری ہے۔ (دراصل) اختیاری وہ ہوتا ہے کہ اس کی ضد پر بھی قادر ہو۔ کیونکہ اختیاری کی ضد بھی اختیاری ہوتی ہے۔ اس لیے مقدورِ متعلق بالضدین ہوتا ہے۔ مگر باوجود اس کے ابصار کو اختیاری کہتے ہیں کیونکہ اس کے اسباب مثلاً فتح العین۔ بحالت محاذات مبصر و وجود ضوء وغیرہ اختیاری ہیں۔ تو اسباب کے اختیاری ہونے سے اس کو اختیاری کہا جاتا ہے۔ پس اس طرح سوال اگرچہ خود غیر اختیاری ہے مگر چونکہ اس کے اسباب اختیاری ہیں۔ اس لیے

اس اعتبار سے اس کو بواسطہ اختیاری کہا جا سکتا ہے یعنی مباشرت اسباب جن سے حال پیدا ہو، واجب ہے۔ حال کو جو واجب نہیں کہا جاتا تو اس معنی میں کہ خود غیر اختیاری ہے۔ مگر حق تعالیٰ جل شانہٗ کی عادت یہ ہے کہ مباشرتِ اسباب کے بعد حال پیدا فرما دیتے ہیں تو اس معنی میں حال واجب ہے۔

۲۱۷۔ "جزاء الاعمال" کے ذکر میں فرمایا: دنیا خود آجاتی ہے گو مقصود نہیں ہے۔ جیسے بیت اللہ شریف کے راستہ میں کراچی خود آجاتی ہے۔ تو آخرت کی تیاری کرنی چاہیئے۔ ضروری دنیا خود بخود آجائے گی۔ لعمائے دنیا سایہ ہیں لعمائے آخرت کا۔

۲۱۸۔ فرمایا: جب گھر سے سفر پر نکلو تو یہ کلمے کہہ لیا کرو: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ۔ یا اس کا ترجمہ ہی کر لیا کرو: "اے اللہ تو ہی ساتھی ہے سفر میں اور تو ہی میرے اہل وعیال میں میرا خلیفہ ہے۔"

۲۱۹۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد میں بڑی پیرانی صاحبہ کے دولتخانہ پر حاضر ہوا۔ لیکن دروازہ کے باہر کی جانب ٹھہرا اور پیرانی صاحبہ دروازہ کے ساتھ اندر کی جانب پردہ میں تھیں۔ میرے اظہارِ غم اور افسوس کے جواب میں فرمایا "مولانا صاحبؒ کی حیات میں بھی میری نظر مولانا پر نہ تھی بلکہ مولانا صاحب کے مولیٰ پر تھی۔" میں حیران ہوں کہ پیرانی صاحبہ کا جواب کس قدر تعلق مع الحق کی دلیل ہے۔

۲۲۰۔ اپنی بڑی تسبیح (پانچ سو دانوں والی) ایک صاحب کو دھاگہ ڈالنے کے لیے دیتے ہوئے فرمایا: "جلدی واپس دینا کہ یہ میری جان ہے۔ جان سے جدائی کیسے ہو سکتی ہے؟"

۲۲۱۔ فرمایا: آخرت میں جا کر پھر قرب میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہ ترقی اعمال ہی سے ہوتی ہے اور اعمال کا تعلق چونکہ جسم اور روح سے ہے، اس لیے تم کو عالمِ ارواح سے یہاں بھیجا گیا ہے تاکہ اس دنیا میں اعمال کے ذریعہ قربِ خداوندی نصیب ہو سکے۔ تو اس لحاظ سے یہ دنیا کتنی قابلِ قدر ہے۔

۲۲۲ - فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پاسِ انفاس سے دماغ کو کوفت ہوتی ہے۔ کمزور آدمی کے دماغ پر اس سے اثر ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کثرتِ ذکر کی جائے کثرتِ ذکر سے وہی پاسِ انفاس والی بات حاصل ہو جائے گی۔

۲۲۳ - فرمایا: یہاں کی زندگی کچھ بھی نہیں۔ سب بازار میں پھر رہے ہیں۔ آخر سب کو ایک جگہ جمع ہو جانا ہے۔ دنیا کے بازار سے کسی کو پہلے جاتا ہے، کسی کو کچھ دیر ٹھہر کر۔

۲۲۴ - فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ: جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے: ہم صالحین میں سے تو نہیں۔ لیکن اپنے ظاہر کو صالحین کے مشابہ بنانا چاہتے ہیں۔ وعظ اور ملفوظات پڑھنے اور سنانے کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ ہم چلے کر رہے ہیں۔ ایمان اور نجات کے لیے اصل چیز تو اور ہے اور وہ ہے رضائے حق۔

۲۲۵ - حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے ایک مجلس کے موقع پر فرمایا: میرے قریب ہو کر بیٹھو۔ پھر ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ نیز فرمایا کہ یہ عرض کرنے کی جگہ ہے۔ آگے بیٹھنا چاہیئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دین کی بات کہنے والے کے قریب بیٹھنا جنت کے قریب بیٹھنا ہے۔

۲۲۶ - فرمایا: تعلق مع اللہ پیدا کرو۔ اس کا طریقہ اتباعِ احکامِ ظاہریہ و باطنیہ ہے۔ جب ان دونوں کا اتباع ہوگا تب تعلق مع اللہ پیدا ہوگا۔ پھر فرمایا: اکثر مولوی صاحبان میں صرف احکامِ ظاہریہ ہوتے ہیں۔ باطنیہ کا خیال نہیں کرتے۔ فقہ احکامِ ظاہریہ ہے اور تصوف و سلوک احکامِ باطنیہ ہیں۔ احکامِ ظاہریہ اور احکامِ باطنیہ دونوں منصوص ہیں اور دونوں کی بجا آوری سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے۔

۲۲۷ - فرمایا: طبیعت مرض کے لیے رافعہ بھی ہے اور دافعہ بھی۔ پیدا شدہ کے لیے تو رافعہ ہے، اور باہر سے آنے والی کے لیے دافعہ ہے۔ لہٰذا متخیلہ کو مضبوط رکھنا چاہیئے۔ حکماء بھی کہتے ہیں کہ اصل معالج طبیعت ہے۔ دوا سے اس کو قوت پہنچائی جاتی ہے۔

۲۲۸ - فرمایا: حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایمان کے یہ معنی فرمائے ہیں: "پیغمبر کے بھروسہ پر احکام کو ماننا۔"

۲۲۹ - فرمایا: آگ کی قوت ایسی ہے کہ اس کے ذریعہ کتنے کام اور کتنے کارخانے چل رہے ہیں اور یہ دنیا کی آگ بطور نمونہ ہے تاکہ جہنم کی آگ سے خوف پیدا ہو کہ دنیا کی معمولی آگ کو جب ہاتھ نہیں لگا سکتے تو جہنم کی آگ جو ستر حصے اس سے زیادہ ہے، اس میں داخل ہونا کتنا خطرناک ہوگا۔

۲۳۰ - سلوک اور جذب کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: راہ جذبیا قریب ہے۔ جذب کہتے ہیں کھینچنے کو۔ حق تعالیٰ کسی کو کھینچ لیں۔ سلوک کہتے ہیں شیخ کی تعلیم کے مطابق طریق باطن کو طے کرنا۔ سلوک کے بعد جو جذب ہوتا ہے اس کی مثال صبح کے نور کی ہے جو پائیدار ہوتا ہے۔ سلوک سے پہلے جو جذب ہوتا ہے اس کی مثال شمع جیسی ہے۔ جو ناپائیدار ہوتا ہے۔

۲۳۱ - فرمایا: جس طرح کسان کے لیے تخم ریزی کے وقت پر تخم ریزی ضروری ہے ورنہ فصل ہونے کی امید نہیں ہوتی۔ اسی طرح انسان کو آخرت کی دائمی زندگی کے لیے اس دنیا میں اعمال صالحہ کی تخم ریزی کرنی چاہیئے تاکہ آخرت میں اس کا پھل حاصل کر سکے لہذا ہر وقت اسباب نجات فراہم کرتا رہے۔

۲۳۲ - فرمایا: ہر نیکی کا دھیان اول اللہ تعالیٰ ہی دل میں پیدا کرتے ہیں۔ پھر بندہ اس نیکی پر عمل کرتا ہے۔ اس لیے اس پر ناز نہیں کرنا چاہیئے۔ شکر کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے۔

۲۳۳ - فرمایا: وقت کی قدر کرو۔ مرتے وقت آدمی زمین و آسمان کے خزانے بھی پیش کرے کہ توبہ کرلوں یا صدقہ خیرات کرلوں تو ایک منٹ بھی زندگی کا نہیں مل سکتا۔ اور اب وقت ملا ہے اس کی خوب قدر کرنی چاہیئے۔

۲۲۴۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جونپور تشریف لے گئے۔ وعظ سے پہلے حضرت کو کسی نے پرچہ بھیجا کہ سنبھل کر وعظ کہنا۔ تم کافر ہو اور تمہارا نسب معلوم نہیں۔ حضرتؒ نے وعظ سے پہلے حاضرین جلسہ کو اس پرچہ کا مضمون سنایا اور پھر پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ وعظ کہنا میرا پیشہ نہیں ہے کہ اسے پیسے کمانے کا ذریعہ بناؤں۔ خدا اور رسولؐ کی باتیں بیان کرتا ہوں۔ دوسری بات کا جواب یہ دیا کہ اگر میں پہلے کافر تھا تو سنو! اب سب کے سامنے کلمہ پڑھتا ہوں تم سب گواہ رہنا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ تیسری بات کا جواب یہ دیا کہ میں یہاں کوئی رشتہ کرنے نہیں آیا ہوں کہ اپنا نسب ظاہر کروں۔ سبحان اللہ! یہی برجستہ اور موزوں جواب تھے۔ اس کے بعد حضرت نے مجمع والوں سے فرمایا کہ مجمع میں سے اگر کوئی ایک شخص بھی یہ کہدے کہ آپ وعظ نہ کہیں تو میں وعظ نہیں کہوں گا۔ لیکن کوئی نہیں بولا بلکہ سب طرف سے یہ آوازیں آئیں کہ آپ ضرور وعظ فرمائیں۔ وعظ کے ختم پر مولوی عبدالاول صاحب جو بریلوی خیالات کے تھے اُٹھے اور کہا کہ میں مولودی ہوں۔ اور ہر مہینے مولود اور گیارہویں کرتا ہوں لیکن حق یہی ہے جو انہوں نے فرمایا۔

۲۲۵۔ فرمایا: ایک مولوی صاحب کبر کے مرض میں مبتلا تھے۔ حضرت مولٰنا تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو بغرض علاج مسجد میں نمازیوں کی جوتیاں سیدھی کرنے کا حکم دیا۔ اس پر مولوی صاحب نے عرض کیا: "اس کام کو میرے شاگرد کرلیں گے۔" حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "نہیں! یہ کام آپ کو خود ہی کرنا ہوگا۔" پھر وہ صرف مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت یہ خدمت انجام دینے لگے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ظہر اور عصر کے وقت بھی یہ خدمت کرنی ہوگی۔" مولوی صاحب جب اس کام کے عادی ہوگئے تو ان کو یہ خیال ہوا کہ اب وہ پورے طور پر متواضع ہوگئے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "یہ نہ سمجھنا کہ تم متواضع ہوگئے ہو۔ یہ بھی کبر ہے۔ کیونکہ اپنے کو کسی بات میں کمال پر پہنچا ہوا سمجھنا بھی کبر ہے۔" پھر مولوی صاحب کو جوتیوں کی خدمت سے روک دیا اور فرمایا:

اب مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرو"۔ درحقیقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محقق تھے اور ان کی نگاہ دوررس تھی۔ ورنہ اس طرح بات کو سمجھنا اور اصلاح کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔

۲۳۶۔ فرمایا: نسبت تعلقِ طرفین کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق بندہ سے ہو جائے اور بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے اور بندہ اطاعت میں دوام کرے۔ اور کثرت سے ذکر کرے۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ تعلق پھر قوی ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا قرب و رضا نصیب ہوتی ہے۔ بندہ کی طرف سے طاعت میں دوام اور ذکر میں کثرت نسبت کے آثار ہیں۔

۲۳۷۔ فرمایا: اصل چیز کام کرنا ہے (یعنی عمل کرنا) اس کا موقع دنیا ہی میں ہے۔ جب روح بدن سے نکل جائے گی۔ پھر کروڑ جتن کرے، نہ ملے گی۔ وہ نعمت جو دنیا میں ہے، جنت میں نہ ملے گی اور وہ ایسی نعمت ہے کہ جنت کی نعمتیں بھی جب ہی ملیں گی کہ دنیا میں حاصل ہو جائے۔ اس لیے دنیا بڑی نعمت کی جگہ ہے اور وہ نعمت جو یہاں آسانی سے ملتی ہے وہ نعمت "ذکر الٰہی" ہے۔

۲۳۸۔ حدیث پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ۔ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: جس طرح کسان تخم ریزی کا وقت ضائع نہیں کرتا۔ اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ اس دنیا کی مہلت اور دولت وقت کو ضائع نہ کرے۔ دنیا میں زندگی کی مہلت بیش بہا خزانہ ہے۔ دراصل وقت ہی اصل سرمایہ حیات ہے۔ اس کو بیکار اور بے فائدہ ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اوقات کو آخرت کے اسباب، اعمالِ صالحہ اور ذکرِ الٰہی میں خرچ کرنا چاہیئے۔ مرتے وقت جب فرشتے جان کنی کے لیے آئیں گے تو انسان درخواست کرے گا کہ ایک منٹ کی مہلت مل جائے تو کچھ نیک عمل کر لوں۔ مگر دنیا کے

سزا نے بھی پیش کرنے پر مہلت نہ ملے گی۔ اس لیے جو وقت میسر ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس کو ذکرِ الٰہی میں خرچ کرنا چاہیئے ۔ مرنے کے بعد کروڑ دفعہ بھی سبحان اللہ پڑھے تو اس کو بال برابر بھی نفع نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ دارالجزاء ہے اور دنیا دارالعمل ہے۔ اسی میں عمل کا موقع ہے۔

۲۳۹ - حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے ؛ حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ عمر بھر میں نے لاٹھی کا نچلا حصہ قبلہ کی طرف نہیں کیا۔ عمر بھر جس ہاتھ میں جوتا ہو۔ اس ہاتھ میں روپیہ نہیں پکڑا ۔ عمر بھر غیر محرم کے چہرے پر نظر نہیں پڑی ۔ عمر بھر کبھی پائنتی کی طرف کھانا رکھ کر اور خود سرہانہ کی طرف بیٹھ کر کھانا نہیں کھایا بلکہ خود پائنتی کی طرف بیٹھا ۔ عمر بھر دس پارہ روزانہ تلاوت ناغہ نہیں ہوئی۔

۲۴۰ - فرمایا ؛ ایک سیشن جج سے تقدیر کے متعلق گفتگو ہوئی۔ میں نے ان سے کہا " نہ صرف مسلمان بلکہ ہر فرد بشر جو خدا تعالیٰ کا قائل ہو ؛ تقدیر کے ماننے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو آنے والے واقعات کا علم ہے اور اگر علم نہ ہو تو (معاذ اللہ) اللہ تعالےٰ کی ذات میں عیب پایا جائے گا اور حق تعالےٰ عیب سے پاک ہیں ۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ عالم ہیں تو تقدیر کے معنیٰ بھی علم کے ہیں ۔ صرف مسلمان نے یہ قید بڑھا دی کہ لوحِ محفوظ میں لکھا گیا ہے ۔ بس اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ زید اپنے ارادہ سے فلاں کو قتل کرے گا یا چوری کریگا۔ اس پر اس (جج) نے سوال کیا " یہ پیدا کیوں کیا گیا ؟ تو میں نے کہا " یہ تو مسئلہ خلق آپ نے چھیڑ دیا۔ تقدیر کا مسئلہ تو ختم ہو گیا "

۲۴۱ - فرمایا ؛ تمام احکام کے لیے قیود و شرائط ہیں ۔ ذکر کے لیے کوئی قید و شرط نہیں - جو چیز ضروری ہوتی ہے وہ بغیر قید اور قیمت کے ہوتی ہے ۔ جیسے ہوا ضروری ہے لیکن مفت ہے۔ اس لیے ذکر ہر حال میں کرنا چاہیئے ۔ اس کے لیے وضو کی بھی ضرورت نہیں ۔

۲۴۲ - فرمایا ؛ اس زمانہ میں ہر شخص کے لیے علم دین کا پڑھنا فرض ہے ۔ اس لیے کہ مسلمان کو

اپنے ایمان کی حفاظت ضروری ہے اور بغیر علمِ دین کے ہو نہیں سکتی اور لوگوں میں اتباع کا مادّہ اب رہا نہیں۔ اس لیے ہر ایک کے لیے کافی علم حاصل کرنا تقریباً فرضِ عین ہے۔ عجب نہیں کہ اس زمانے میں تبحّر فی العلوم فرضِ عین ہو۔ ایک دوسری چیز بھی گویا فرضِ عین ہے یعنی صحبت اہل اللہ کی۔ اس لیے تبحّر فی العلوم اور صحبت اہل اللہ کی آج کل ایک درجے میں فرضِ عین ہے کہ دین کی حفاظت انہی دو چیزوں پر موقوف ہے۔

۲۴۳۔ ایک مرتبہ حدیث

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ۔ تم اپنے دنیا کے امور کو زیادہ جاننے والے ہو۔ کے ذیل میں مسئلہ "تابیر" کی اس طرح تشریح فرمائی کہ کھجور کے درختوں میں ایک نر ہوتا ہے۔ ایک مادہ۔ نر میں صرف پھول آتا ہے۔ پھل نہیں آتا۔ اور مادہ پر پھول بھی آتا ہے اور پھل بھی۔ نر کے پھولوں کو لے کر مادہ کے نیچے کھڑے ہو کر اچھالا جاتا ہے۔ وہ ٹہنیوں کو مس کرتے ہوئے نیچے گر جاتے ہیں۔ بس اس سے کھجور کے مادہ درخت کو گویا حمل رہ جاتا ہے۔ اس کا پھر یہ اثر ہوتا ہے کہ پھل بہت زیادہ آتا ہے۔ اس کو "تابیر" کہتے ہیں۔ تو فنِ باغبانی کا یہ گویا ایک مسئلہ ہے جس کو اہل مدینہ سب جانتے تھے اور ہر سال اسی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس عمل کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شبہ ہوا کہ کہیں یہ عمل شگون کے طور پر تو نہیں کیا جاتا۔ اس لیے آپ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت ہی ہلکے لفظوں میں یہ فرمایا: "اگر ایسا نہ کرو تو اچھا ہے"۔ اس کے بعد جب فصل آئی تو انہوں نے اس معمول کو ترک کر دیا۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ اس سال پھل بہت کم آیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس عمل کی اجازت فرما دی اور فرمایا "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ" یعنی یہ محض تجربہ کی بات تھی۔ احکام سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اس کو تم زیادہ جانتے ہو۔ باقی احکام خواہ وہ دنیا ہی کے متعلق ہوں، اس میں ان اہلِ تجربہ کو بھی اتباع

لازم ہوگا۔

۲۴۴۔ فرمایا: مولانا نور احمد صاحب امرتسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ امرتسر میں چھ سو مساجد ہیں۔ میں نے امرتسر کی ان تمام مساجد میں نماز پڑھی ہے اس نیت سے تاکہ ان میں سے کوئی تو میری شہادت دے کہ اس نے نماز پڑھی ہے۔

۲۴۵۔ فرمایا: جو نعمت کفر وعناد یا نافرمانی کا ذریعہ بنے وہ نعمت ہی عذاب ہے۔ تمام دنیا کی بھی اگر سلطنت حاصل ہو تو وہ بھی عذاب ہے۔ اس طرح جو تکلیف توجہ الی اللہ کا ذریعہ بنے وہ نعمت ہے۔ غرض اصل چیز اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے۔ وہ اگر نعمت کی حالت میں میسر ہو تو وہ نعمت قابلِ قدر ہے اور اگر تنگی کی حالت میں ہو تو وہ تنگی بھی قابلِ مبارک باد ہے۔ غرض کبھی اللہ تعالیٰ کا لطف ہوتا ہے بشکلِ قہر اور کبھی قہر ہوتا ہے بشکلِ لطف۔ اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں:

از شرابِ قہر چوں مستی دہی	اے اللہ! تو کسی کو اپنے قہر کی شراب پلاکر
نیستہا را صورت ہستی دہی	مست بنا دیتا ہے۔ تو اس کو فنا ہونے والی چیزیں
آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ	ابدی اور باقی نظر آنے لگتی ہیں (اس لیے آپ
اندر آتش صورتِ آبی منہ	سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایسا

معاملہ نہ فرمایئے کہ) آبِ حیات یعنی دین تو ہمیں آگ دکھائی دینے لگے اور آگ یعنی دنیا کو ہم آبِ حیات سمجھنے لگیں۔

۲۴۶۔ فرمایا: میرے دورانِ قیام تھانہ بھون میں ایک صاحب نے کہا کہ میں نے نقشبندیہ سلسلہ میں سلوک طے کیا ہے۔ یہ بات مجھے عجیب سی معلوم ہوئی کیونکہ سلوک طے کرنے کا کوئی نصاب تو ہے نہیں کہ نقشبندیہ کا نصاب یہ ہے اور چشتیہ کا یہ۔ چونکہ ان سے پہلی ملاقات تھی اس لیے مزید گفتگو مناسب معلوم نہ ہوئی اور بات ختم ہوگئی۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جب حاضری ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ نقشبندیہ سلسلہ میں سلوک طے

کرنے کا کیا مطلب ہے؟ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ
اس شخص نے تو نقشبندیہ سلسلہ کے اذکار پورا کرنے کا نام نقشبندیہ سلسلہ میں سلوک
طے کرنا سمجھا ہے لیکن سلوک طے کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اندر اچھے خصائل
بھی ہیں اور برے بھی۔ اور حکم یہ ہے کہ اچھے خصائل اختیار کرو اور برے خصائل سے
بچو۔ اچھے خصائل کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر اس قدر عمل کرو کہ کرتے کرتے
اس کے عادی ہو جاؤ۔ مثلاً صبر کی جگہ صبر اور شکر کی جگہ شکر۔ غرض ہر موقعہ پر اچھے
خصائل پر عمل ہونے لگے اور اس کی اتنی مشق ہو کہ طبیعت میں رچ جائے اور فطرت ثانیہ
بن جائے۔ اب رہے برے خصائل یعنی اخلاق ذمیمہ۔ تو ان سے بچے۔ کیونکہ ان پر
عمل نہ کرنے کی سخت تاکید ہے۔ دل میں برے خصائل کا تقاضا ہو تو ہو۔ مگر ان پر عمل
ہرگز نہ کرے۔ عمل نہ کرنا گو ادنیٰ درجہ ہے مگر نجات کے لیے کافی ہے۔ کمال کا درجہ
تو یہ ہے کہ برے خصائل پر نہ صرف یہ کہ عمل نہ کرے بلکہ ان کے مقتضاء کے خلاف عمل
کرے اور پھر اپنے کو اس کا عادی بنائے یہاں تک کہ مقتضاء کے خلاف عمل کرنے
میں رسوخ ہو جائے۔ اس سے نفس کی صحت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کی اچھی حالت کو
دیکھ کر دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھے تو اس صورت میں اگر صرف یہ کرے کہ حسد کے
مقتضاء پر عمل نہ کرے تو یہ نجات کے لیے تو کافی ہے مگر کمال کا درجہ حاصل کرنے
کے لیے قدم آگے بڑھانا ہوگا۔ مثلاً جس شخص سے حسد کیا جا رہا ہے اس کے متعلق
دل میں تقاضا تو ہو رہا ہے کہ اس کے جاہ و منصب، مال و دولت وغیرہ چھن جائے اور
اور وہ مفلس، قلاش اور ذلیل ہو جائے مگر پھر ان جذبات کے خلاف کرنا ہوگا۔ یعنی
اس شخص کے جاہ و منصب اور دولت و ثروت کے برقرار رہنے کی دعا اور تدابیر کرنی
ہوں گی۔ ملے تو خندہ پیشانی سے ملے کبھی اس کی دعوت کر دے لوگوں میں اس کی جائز
تعریف کرے اور اگر اس شخص میں کوئی عیب ایسا ہے جس کے ظاہر کر دینے سے

اس کی ذلت و رسوائی ہوگی اور اس کا جاہ و منصب بھی چھن جائے گا اور اس عیب کو ظاہر کرنے کی قدرت بھی ہے۔ تو اس عیب کو ظاہر نہ کرنا ہوگا بلکہ اچھی طرح چھپانا ہوگا۔ یہی مطلب ہے سلوک طے کرنے کا کہ اوصافِ حمیدہ میں راسخ ہو جائے یعنی عادتِ ثانیہ بن جاویں اور اخلاقِ رذیلہ کے اقتضاء پر عمل نہ کرے بلکہ ان کے مقتضاء کے خلاف پر عمل کرنے میں راسخ ہو اور یہ بھی عادتِ ثانیہ بن جاوے۔

۲۴۷۔ فرمایا: ذات کی طرف توجہ کرنے کے وقت صفات کی طرف بھی توجہ ہوگی لیکن مطمحِ نظر صرف ذات ہو نہ کہ صفات۔ جیسے نقطہ کو دیکھنے کے وقت اس کا ماحول بھی نظر میں ہوگا مگر مطمحِ نظر نہ ہوگا۔ باقی اس سے زیادہ کاوش نہ کرنی چاہیئے اور جس طرح کی بھی توجہ عطا ہو، دولت ہے، شکر کرو، تاکہ اس میں ترقی ہو۔

۲۴۸۔ ایک دفعہ امرتسر میں ایک مولانا صاحب وعظ کے لیے تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کچھ دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ پھر گھر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا کہ مولانا کو اکیلے چھوڑ دو کہ کچھ دیر خلوت میں رہیں، اور یہ مثال بیان فرمائی کہ جب کنوئیں سے مسلسل پانی نکلتا رہتا ہے تو پانی کم ہو جاتا ہے۔ اس وقت کنوئیں سے پانی نکالنا تھوڑے عرصہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ نیا پانی جمع ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پینے والوں کو صاف پانی میسر نہیں آسکتا جیسا کہ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

سخت خاک آلودہ می آید سخن	جس طرح کنوئیں سے پانی نکالتے نکالتے
آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن	گدلا آنے لگتا ہے۔ اسی طرح اب کلام بہت
تا خدا اَش باز صاف و خوش کند	خاک آلودہ نکلنے لگا اور پانی بالکل میلا ہو گیا
او کہ تیرہ کرد ہم صافش کند	ہے۔ اب کنوئیں کا منہ بند کردو۔ تاکہ حق تعالیٰ

اس کو صاف اور خوش رنگ اور خوش مزہ کردیں۔ وہی خالق ہیں تیرگی کے اور وہی تیرگی کو

دور کر دیں گے۔

"چاہ" سے مراد اس جگہ قلب اور "آب" سے مراد کلام ہے۔ یعنی قلب سے بہت مضامین نکلے۔ اب خواہ اپنے انقباض سے قلب میں وہ نشاط نہ رہا جو موجب صفائے سخن ہے اس لیے سکوت مناسب ہے۔ اسی طرح جو حضرات افادہ اور افاضۂ خلق میں مشغول ہیں ان کو ہر وقت تعلیم اور تلقین اور وعظ و نصیحت ہی میں نہ رہنا چاہیئے بلکہ کچھ وقت خلوت کے لیے بھی نکالنا چاہیئے تاکہ اس میں ذکر و فکر میں مصروف ہوں جس سے حق تعالیٰ کے ساتھ ارتباط مستحکم رہے اور فیضان ہوتا رہے۔

۴۴۹۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اپنے درسِ قرآن اور وعظوں میں خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار کثرت سے پڑھا کرتے تھے، جن میں سے دو درج ذیل ہیں ؎

کھولیں وہ یا نہ کھولیں در۔ اس پہ ہو کیوں تیری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا
ہے شوق، ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو ہیں ہوں۔ دل کو پریشاں کئے ہوئے

اور وعظوں میں کثرت سے "مراقبۂ موت" (تحریر کردہ: حضرت خواجہ مجذوبؒ) کے اشعار اور بند پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً ؎

دارِ دنیا کی سجاوٹ پہ نہ جا | نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا | إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حیف دنیا کا تو ہو پروانہ تو | اور کرے عقبیٰ کی کچھ پرواہ نہ تو

اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو　　کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم　　چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم

سانس ہے اک رہروِ ملکِ عدم　　دفعتہً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے دنیا پہ تو پروانہ دار　　گر تجھے جلنا پڑے انجام کار

اس پہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار　　کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اور مندرجہ ذیل بند کو تو بہت ہی کثرت سے نقل فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس کا تیسرا مصرعہ تو تعویذ بنا کر گلے میں لٹکانے کے قابل ہے ؎

بہرِ غفلت یہ تری ہستی نہیں　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں

رہگذر دنیا ہے یہ بستی نہیں　　جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

۲۵۰۔ ایک صاحب جو یو۔پی (ہندوستان) کے رہنے والے تھے، ملنے کے لیے حاضر ہوئے ان سے فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا برتاؤ اور معاملہ غیر متعلقین اجنبیوں کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت کا ہوتا تھا اور مریدوں اور اصلاح چاہنے والوں سے معاملہ سختی کا ہوتا تھا۔ زیادہ سختی کا برتاؤ پہلے اپنے نفس کے ساتھ ہوتا، پھر طالبین اصلاح

کے ساتھ۔ اجنبیوں سے تو حضرت والا نہایت نرمی اور شفقت سے پیش آتے۔

۲۵۱۔ فرمایا: ملامت کے باب میں "اَلزَّانِيَةُ" کو مقدم فرمایا ہے۔ اس لیے کہ ہم نے تمہارے اندر حیا رکھ دی تھی۔ زنا سے بچنے والی چیز حیا ہے۔ "اَلسَّارِقُ" میں مرد کو مقدم فرمایا۔ اس لیے کہ چوری بے ہمتی کی علامت ہے کہ اس کے اندر ہم نے محنت و مشقت سے کما کر کھانے کی طاقت رکھی تھی۔۔۔۔۔۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ گناہ میں حد لگانے سے معافی کا وعدہ نہیں۔ حدود گناہ کی معافی کا ذریعہ نہیں ہیں۔ بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ مگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مسلک کی اس آیت سے تائید ہوتی ہے:

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا	اور جون سے دو شخص بھی وہ بے حیائی کا کام کریں
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا	تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ
(سورۂ نساء رکوع ۳)	دونوں توبہ کرلیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو۔

ــــــــــ کہ معافی کا وعدہ نہیں۔ حق تعالیٰ کی مشیت پر ہے۔ چاہے معاف فرمادیں چاہے معاف نہ فرمادیں۔

۲۵۲۔ فرمایا: دنیا صرف اتنی ہو کہ آدمی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ بعض مرتبہ پیسہ اور دنیا کی زیادتی معصیت کا ایسا سبب بن جاتی ہے کہ کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

۲۵۳۔ فرمایا: لفظ "اللہ" سے مراد جب انسان جان لے کہ ملائکہ، جن وانس، خیر و شر وغیرہ کا مالک ہے۔ تمام مخلوق کے پیدا کرنے والے کا نام مبارک ہے۔ خود بخود تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ اللہ اکبر کہا جائے کیونکہ سب سے بڑے وہی ہیں۔ اور کوئی ان جیسا نہیں ہوسکتا۔

۲۵۴۔ فرمایا: ہمیشہ ایمان پر خاتمہ کی دعا کرتا رہے۔ ہر دعا میں اس دعا کو شامل رکھے۔

۲۵۵۔ شفاء الملک حکیم محمد حسن صاحب قرشی جب حج کو تشریف لے گئے تو حضرت مفتی صاحب رح

نے نہایت مفید نصائح فرمائیں۔ حضرتِ والا کو علم تھا کہ یہ جہاں کہیں جاتے ہیں مریضوں کا ہجوم ہو جاتا ہے، اس لیے خصوصی طور پر فرمایا: "وہاں علاج معالجہ کی طرف زیادہ توجہ نہ کریں۔ بلکہ جس مقصدِ عزیز کے لیے جا رہے ہیں، اس کی تکمیل کو پیشِ نظر رکھیں۔" مزید فرمایا: "مکۂ معظمہ میں دو خاص عبادتیں ہیں۔ بیت اللہ شریف کا زیادہ سے زیادہ طواف اور نماز با جماعت کا اہتمام۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں دو خاص عبادتیں ہیں۔ روضۂ اقدس پر درود و سلام اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نماز با جماعت کا التزام۔

۲۵۶۔ فرمایا: جنّت میں سب کچھ ہوگا، مگر ایک چیز نہیں ہوگی۔ جنّت کو ایک چیز سے خالی رکھا گیا ہے اور وہ چیز صرف اس دنیا میں مل سکتی ہے۔ جنّت میں نہیں۔ اور وہ اعمالِ صالحہ ہیں، جن کی وجہ سے ترقی ہوتی رہتی ہے۔ یہ نعمت اسی دنیا میں ہے جس کا ثمرہ جنّت ہے۔ اس لحاظ سے یہ دنیا آخرت پر فضیلت رکھتی ہے۔

۲۵۷۔ ایک صاحب سے فرمایا: فلاں واقعہ کی وجہ سے علماء کی جماعت تم سے بہت خوش ہے جب بعض احباب نے اس کا ذکر کیا تو میرے دل سے تمہارے لیے بے اختیار دعا نکلی راستبازی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں یہ نعمت (راست گوئی) بخشی ہے۔

۲۵۸۔ فرمایا: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرابی۔ فیشنی وغیرہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ اور خیریت ہر کسی کی چاہتے تھے اور اکثر فرماتے تھے، معاصی سے نفرت ہونا چاہیے بہت سے نفرت نہ ہو یعنی گناہوں سے نفرت ہو، گنہگار سے نفرت نہ ہو۔

۲۵۹۔ فرمایا: واعظ (یا مدرّس یا معلّم) سامعین کے لیے خیر خواہ ہو تب اثر اور نفع ہوتا ہے اور واعظ (یا مدرس یا معلم) جب سامعین کے لیے تذلّل اور تحقیر کرتا ہو تو اثر تضاد ہوتا ہے، خواہ جلدی رونما ہو جاوے یا بعد دیر کے۔

۲۶۰۔ فرمایا: وعظ یا تو جامع (کامل) کہے تاکہ واردات اور کیفیات کو ضبط کر سکے اور موقع شناسی سے

کام لے۔ یا خشک (عالم) کہے کہ اس پر کیفیات کا ورود نہیں ہوتا اور نہ خطرہ ہوتا ہے۔ متوسط سالک (جو اس راستہ کو طے کر رہا ہو) نہ کہے کہ بے موقع واردات بیان کرنے میں نہ لگ جائے کہ یہ واعظ اور سامع دونوں کے لیے مضر ہے۔

۲۶۱۔ فرمایا: اعمالِ حسنہ سے رجاءِ مغفرت قوی ہوتی ہے گو خیال عذاب کا بھی ہوتا ہے بوجہ کوتاہیوں کے اور اعمالِ سیئہ سے رجاء کمزور ہو جاتی ہے۔ جیسے محنتی طالب علم کی رجاءِ کامیابی قوی ہوتی ہے اور بے محنتی کی رجاءِ کامیابی ضعیف ہوتی ہے۔

۲۶۲۔ جناب مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی بیان کرتے ہیں کہ قیام ہزارہ کے زمانہ کا ایک واقعہ میں نے خود حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے سنا ہے کہ جب صوفی عبدالرحمٰن لکھنوی نے عربی زبان میں "کلمۃ الحق" نامی کتاب لکھی اور اس کے رد میں حضرت علامہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے "تحقیق الحق فی کلمۃ الحق"[1] تصنیف فرمائی اور صوفی صاحب کے غلط نظریات اور کمزور دلائل پر تنقید کی تو مولانا محمد معصوم صاحب نے (جو حضرت پیر صاحب گولڑوی کے ہم استاد اور ہم جماعت رہ چکے تھے) ایک مراسلہ حضرت پیر صاحب کے نام لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ کو صوفی صاحب کے دلائل کی فلاں شق پر بھی تنقید کرنی چاہیئے تھی[2] تو یہ مراسلہ پہنچانے اور جواب لانے کا کام حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے سپرد ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نقل فرمایا کرتے تھے کہ حضرت تھانوی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا تھا کہ صوفی عبدالرحمٰن کی کتاب کا اصل جواب وہ

---

[1] یعنی "کلمۃ الحق" میں جو لفظ الحق ہے اس کی تحقیق ۱۲ منہ

[2] پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ پر لکھ دیا تھا کہ مؤلف کی غرض حصر نہ تھی۔ جب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ مراسلہ لے کر مولانا محمد معصوم صاحب مرحوم کے پاس واپس تشریف لائے اور حاشیہ دکھایا تو مولانا نے فرمایا میرا خیال یہ نہیں تھا فلاں شق ذکر نہیں کی بلکہ میرا سوال یہ تھا کہ ایک اہم شق چھوڑ دی ہے ۱۲ منہ

ہے جو پیر صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیا ہے اور پیر صاحب نے اپنی کتاب کا نام بھی خوب تجویز کیا۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق۔

۲۶۳۔ فرمایا: کچھ وقت نکال کر اللہ اللہ کیا جاوے اور اتنی دیر کیا جائے کہ تھوڑا سا تھک جائے ضعیف ناتواں جلدی تھک جاتا ہے اور متوسط عمر والا دیر کے بعد اور نوجوان باہمت بعد کافی دیر کے۔ غرض ذکر اتنی دیر کیا جائے کہ تھوڑا سا تھک جائے تاکہ مجاہدہ ہو کر ثواب مجاہدہ کا ملے۔ خواہ ایک ہزار بار ہو۔ کوئی حرج نہیں۔ گو کتابوں میں چوبیس ۲۴ ہزار مکتوب ہے مگر لزوم نہیں، چوبیس ہزار کا مدار ہمت پر ہے اور تکان پر۔

۲۶۴۔ ایک صاحب نے دنیاوی پریشانی کا ذکر کیا تو فرمایا: میرا پختہ یقین ہے کہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ انسان تو فطری طور پر ناشکرگزار ہے۔ اس کی عنایات کا شمار نہیں کرتا۔ اور ہم اس کی آزمائشوں پر چیخنے اور چلانے لگتے ہیں۔ میں آپ کو اس کا عمل بتاتا ہوں، یقین اور استقلال سے ہر مصیبت کے سامنے ڈٹ جائیں اور اپنی ہر فراغت کے وقت حق تعالیٰ جل شانہ کے حضور میں گناہوں کی معافی مانگیں اور دعائیں کریں۔ دعا سے زیادہ زود اثر اور سودمند کوئی تدبیر نہیں۔ بس دعا مانگنے کا ڈھنگ آنا چاہیئے۔

۲۶۵۔ فرمایا: روزِ محشر اگر والدین کا رتبہ ان کی اولاد سے زیادہ ہو گا تو حق تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی وہی مرتبہ عطا فرمادیں گے اور والدین کے رتبہ میں کوئی کمی نہ کی جاوے گی۔ اسی طرح اگر اولاد کا مرتبہ زیادہ ہوا تو والدین کو اولاد کے رتبہ میں پہنچادیا جائے گا اور اولاد کے رتبہ میں کوئی کمی نہ کی جاوے گی۔

۲۶۶۔ فرمایا: جس طرح کسان کے لیے تخم ریزی ضروری ہے، ورنہ فصل ہونے کی اُمید نہیں ہوتی۔ اُسی طرح انسان کو آخرت کی دائمی زندگی کے لیے اس دنیا میں اعمالِ صالحہ کی تخم ریزی کرنی چاہیئے تاکہ آخرت میں اس کا پھل حاصل ہو۔ ہر وقت اسباب نجات فراہم کرتا رہے۔

۲۶۷ - فرمایا: اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے تین طریقے ہیں۔ اوّل دعا سے۔ دوسرا اہل محبت کی صحبت سے اور تیسرا عملِ صالحہ سے۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو بندہ سے محبّت ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ فرشتے اور تمام مخلوق انسان حیوان سب محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور بندہ کو بھی تمام مخلوق انسان اور حیوان سے محبّت ہو جاتی ہے۔ خواہ انسان کافر ہو یا یں خیال کہ یہ میرے اللہ کی مخلوق ہے۔

۲۶۸ - فرمایا: عظمت و محبت دو دربان ہیں۔ قلب کے شکوک و شبہات کو دل میں نہیں آنے دیتے۔

۲۶۹ - فرمایا: کچھ بھی یہاں کی زندگی پائیدار نہیں۔ سب بازاریں پھر رہے ہیں۔ آخر سب کو ایک جگہ جمع ہو جانا ہے۔ کسی کو پہلے بازار سے واپس آجانا ہے اور کسی کو کچھ دیر ٹھہر کر۔

۲۷۰ - فرمایا: راہ تو ہر شخص کو دکھلاتے ہیں۔ ابو جہل کو بھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی۔ مگر جو چلنے کے لیے اور مشقّت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائے اُس کے ساتھ ہو کر بلکہ ہاتھ پکڑ کر اور بعضوں کو گود میں اٹھا کر منزل تک پہنچاتے ہیں ؎

بس چلا چل قطع راہِ عشق گر منظور ہے یہ نہ پوچھ اے ہمسفر نزدیک ہے یا دور ہے

۲۷۱ - فرمایا: یقین یعنی ایمان مقرون بالعمل ہو تو اس میں مقابلۂ نفس کا داعیہ پیدا ہو جاتا ہے اس مقابلہ سے اگر نفس مطیع ہونے لگے تو اس کو مطمئنّہ کہتے ہیں اور کبھی غالب۔ کبھی مغلوب ہونے لگے تو اس کو لوّامہ کہتے ہیں۔ اور اگر ہمیشہ نفس ہی غالب رہے تو اس کو امّارہ کہتے ہیں۔ پھر مطمئنّہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ کا تقاضا ہی پیدا نہ ہو۔ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا نفس ہوتا ہے۔ انبیاءؑ کو مجاہدہ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے اولیاء کرام کا نفس مطمئنّہ کہ وہ مجاہدہ سے مطیع ہو جاتا ہے۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جنّت کی مٹّی سے بنایا ہے، اس لیے انبیاء میں شرارتِ نفس کا خطرہ بھی نہیں ہوتا۔ اور اولیاء کو زمین کی مٹّی سے بنایا ہے۔ اس لیے ان کو خطرہ رہتا ہے۔

۲۷۲۔ فرمایا: تقویٰ کا معنیٰ گناہوں سے پرہیز کرنا ہے اور یہ اصلاحِ اخلاق سے حاصل ہوتا ہے اور جتنے بھی امراض باطنہ ہیں، تکبّر، حسد، شہوت، حرص وغیرہ کی اصلاح کرنے سے یہ امراض کمزور تو ہو جاتے ہیں مگر زائل نہیں ہوتے۔ اس لیے آخر دم تک ان کی اصلاح سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے ؎

تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

۲۷۳۔ فرمایا: دین حق کی طلب ہو تو حق تعالیٰ ہدایت فرماتے ہیں گو زمانۂ طلب میں کافر ہی ہو اور معاند سے ہدایت چھین لیتے ہیں۔ گو زمانۂ عناد میں ظاہری مسلمان ہی ہو۔

۲۷۴۔ فرمایا: کفّار پر غلبہ کا مدار اتباعِ شریعت ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سوائے اس کے اور کوئی چیز نہ تھی۔ صرف یہی نصب العین تھا کہ شریعت کے حکم پر چلتے رہیں۔ پس اس نصب العین کی وجہ سے ہمیشہ غالب رہے اور جب بھی اس میں کمی ہوئی فوراً غلبہ رُک گیا۔

۲۷۵۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات میں اطاعت واستقامت کا ذکر تھا اس پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا، علم۔ عمل اور حال یہ تینوں ضروری ہیں۔ علم اور عمل کے بعد جب حال پیدا ہو گا، تب عمل خالص ہو گا۔ حال اس چیز کا نام ہے کہ دل میں ایسا تقاضا پیدا ہو کہ جو کام کرنے کے ہیں وہ کرنے لگے اور جو نہ کرنے کے ہیں، ان سے بچے۔ بس اسی کا نام حال ہے۔

۲۷۶۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں ملفوظاتِ شریفہ پڑھے جا رہے تھے جن کا خلاصہ مضمون یہ تھا: ”حال چھ چیزوں سے پیدا ہوتا ہے۔

۱۔ بقدرِ ضرورت علم حاصل کرنا۔ ۲۔ اس پر عمل کرنا۔
۳۔ معاصی کو بالکلیہ ترک کردینا ۴۔ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا۔
۵۔ لوگوں سے میل جول کم کرنا اور ۶۔ ہر رات کم از کم ایک گھنٹہ محاسبۂ اعمال کرنا۔
اس پر عمل کروگے تو انشاء اللہ تعالیٰ ولی اللہ بن جاؤ گے۔ نبوّت تو ختم ہوگئی ولایت ختم نہیں ہوئی۔

۲۷۷۔ فرمایا: نیک عمل میں نیت یہ ہونی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوجائیں اور نیکی پر دوام اور استقامت نصیب ہو۔ بس پھر عمل صالح بنے گا۔ معاصی سے توبہ اس طرح کرنا چاہیئے کہ اعترافِ گناہ سے دل پُر ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے کو خطاکار سمجھتے ہوئے ستونوں سے باندھ دیا تھا تو توبہ اس اعتراف سے کی جائیے۔ عمل صالح کی توفیق کے لیے ہمیشہ دعا بھی کرو اور عمل شروع کردو۔ معاصی سے بچنے کے لیے توفیق کی درخواست کرو اور بچنا بھی شروع کردو۔

۲۷۸۔ فرمایا: نیکی بڑی نعمت ہے اور سب سے بڑی نیکی گناہوں سے بچنا ہے۔ اس لحاظ سے نیند بھی بڑی نعمت ہے۔ آدمی جب سوتا ہے۔ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ چار گھنٹہ مسجد میں بیٹھ کر ضربیں لگانا آسان ہے لیکن دو گھنٹے گناہوں سے بچنا مشکل ہے۔ کبھی غیبت کر رہا ہے، کبھی غیبت سن رہا ہے۔ کبھی زبان سے گناہ کر رہا ہے۔ کبھی دل سے۔ گویا کوئی وقت گناہوں سے خالی نہیں جاتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم سے پوچھا کرتے تھے کسی کو کوئی تکلیف یا نقصان تو نہیں پہنچاتے۔ ساری عمر مجھ سے وظیفہ نہیں پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو۔ بس یہ پوچھتے تھے کہ کسی کا حق تو ضائع نہیں کیا۔ کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچائی کیونکہ بہت بڑا نقصان یہ ہے کہ آدمی کی نیکیاں دوسروں کو مل جائیں اور اگر نیکیاں نہ ہوں تو دوسرے کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں۔ کتنا بڑا نقصان ہے۔ نماز وغیرہ عبادات کی کمی کو توبہ سے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ مگر لوگوں کے

حقوق توبہ سے بھی معاف نہیں فرمائیں گے۔

۲۷۹۔ فرمایا: اس زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کہنے سے جو کچھ انسان کو اجر و ثواب اور قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے، اس زندگی کے بعد اگر کروڑ مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لے گا تورائی کے برابر بھی فائدہ نہیں ہوگا۔

۲۸۰۔ ایک صاحب سے فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں بجلی کا اثر ہے۔ بس پیش کرتے رہیں۔ انشاء اللہ اصلاح ہو جائے گی۔

۲۸۱۔ فرمایا: تشویش کا علاج فکر آخرت ہے۔ یہ وہ اژدہا ہے کہ کل پریشانیوں کو نگل جاتا ہے۔ اس دولت سے کام لیں۔

۲۸۲۔ فرمایا: یہ تمنّا کہ پریشانی نہ ہو، مستقل پریشانی ہے۔ اس کی تمنّا ترک کرے کہ پریشانی نہ ہو۔ رفع پریشانی کی جگہ تو جنّت ہے۔

۲۸۳۔ فرمایا: اصل دولت فکر آخرت ہے۔ اس کے لیے دعا کریں۔ مدارس، مساجد اس کی تمہید ہیں۔ رضائے حق اصلی دولت ہے۔ حق تعالےٰ اپنی نعمت سے نوازے۔ پھر سب کچھ مل گیا۔

۲۸۴۔ فرمایا: یہ تو ظاہر ہے، اپنے پاس اپنے افضل ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے انجام نعوذ باللہ خواستہ کفر پر ہو اور کافر مرنے سے پہلے ایمان لائے۔ جب یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو کافر سے بھی فضیلت نہ ہوئی جو شر الخلائق ہے تو اور کسی سے کیا فضیلت ہوگی۔ بس اس احتمال کا استحضار بھی پستی کے لیے کافی ہے۔ باقی اس کا مکلف نہیں کہ یقیناً کافر سے ادنیٰ ہے کیونکہ اس کی دلیل بھی اس کے پاس موجود نہیں۔

۲۸۵۔ فرمایا: موت کا خیال کرو۔ ایک دن مرنا ہے۔ گور کے دن رات بہت مشکل ہیں۔ بہت مشکل ہیں۔ بہت مشکل ہیں۔ اولاد و اقارب چھوڑ دیں گے۔

۲۸۶۔ فرمایا: شکر پر شکر کرو کیونکہ یہ شکر خود نعمت ہے اور ہر نعمت پر شکر کرنا چاہیے۔

۲۸۷ - فرمایا: حقیقتِ خشوع یہ ہے کہ دل کو نماز وغیرہ عبادات میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا اگر توجہ ہٹ جائے پھر تازہ کرلینا - طریق حصول بھی معلوم ہوگیا کہ ہمّت کرکے توجہ حق تعالیٰ کی طرف باقی رکھے - انشاء اللہ رسوخ نصیب ہوجائے گا -

۲۸۸ - فرمایا: (معمولات کے) پورے نہ ہونے اور رہ جانے کا منشا سستی ہے - اور اس کا علاج بقول مرشدی (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) چستی ہے - اور اس کا معین فکرِ آخرت ہے -

۲۸۹ - فرمایا: اخلاص کی برکت سے ہر قدم پر حق تعالیٰ کی امداد ہوتی ہے - اس کی کوشش کرتے رہو کہ دولتِ اخلاص عطا ہو - پھر بے فکر رہیں - پھر شکست میں بھی فتح ہے ذکر اور اطاعت میں مصروف رہنا چاہیئے - وقتِ موت قریب ہے - جو کام بعد موت کام آوے - اس میں جان بھی جاوے، کچھ پرواہ نہ کرے -

۲۹۰ - فرمایا: فکرِ آخرت - مراقبۂ موت - حاضری دربارِ الٰہی پیشِ نظر ہو تو نعمت ہے - ایمان کی حفاظت کے لیے دعا کریں کہ اس کے سوا دنیا میں کچھ نہیں - کچھ نہیں -

۲۹۱ - فرمایا: دعا کرتا ہوں کہ آپ کو سب قصّے بھول جائیں - صرف محبوبِ حقیقی یاد رہے ع

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم

اجمالاً مسلمانوں کی بہتری کی دعا کرکے ذکر میں مشغول ہونا چاہیئے ؎

یاد رہے تو یا رب میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبّت خلق سے میں بیزار رہوں
ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے مجھ کو نہ کسی کا تیرا اگر ہشیار رہوں
سب خوشیوں کو آگ لگا دو غم سے تیرے دل شاد رہے

۲۹۲ - حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خواب میں زیارت پر فرمایا: "مبارک ہو"

۲۹۳ - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت خواب میں کرنے اور اس کے قریب چھوٹے چھوٹے روٹی کے ٹکڑے دیکھنے پر فرمایا: وہ روحانی غذا ہوگی جو اس دربارِ عالی کے شایانِ شان ہے۔

۲۹۴ - فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا "کوئی ایسی صورت ہو کہ گناہ کا تقاضا ہی نفس کے اندر پیدا نہ ہو؟" حضرت والا نے فرمایا "کیا تم دیوار بننا چاہتے ہو؟ جماد ہونا چاہتے ہو۔ تقاضا تو ہوگا۔ مگر تمہارا کام اس پر عمل نہ کرنا ہے۔ چند دفعہ کے مقابلہ اور نفس کے خلاف کرنے سے نفس خود بخود ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور کمزور ہو جاتا ہے۔" پھر مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس ضمن میں خواجہ مجذوب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول نقل فرمایا کہ جب نفس کے اندر گناہ کا تقاضا پیدا ہو تو سمجھو کہ لوٹ کا وقت آگیا۔

۲۹۵ - فرمایا: لکھنؤ کے زمانۂ قیام میں مولانا عین القضاۃ صاحب کی مسجد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اتفاق سے اس وقت مسجد کے امام صاحب موجود نہ تھے۔ مؤذن نے مولانا عین القضاۃ صاحب کو اطلاع دی کہ امام صاحب نہیں ہیں اور حضرت مولانا تھانوی صاحب رح تشریف فرما ہیں۔ اجازت دیں تو انہیں نماز پڑھانے کے لیے کہا جائے۔ چنانچہ مولانا عین القضاۃ صاحب ہی کے کہنے پر حضرت رحمۃ اللہ نے نماز پڑھائی۔ بعد نماز جلدی جلدی مولوی عین القضاۃ صاحب مکان پر چلے گئے مکان سے حضرت والا رح کی طرف آدمی بھیجا کہ ان کو ساتھ لے آؤ۔ جب حضرت والا مکان پر پہنچے تو مولانا عین القضاۃ صاحب نے فرمایا کہ آج صبح نماز میں بہت ہی لطف آیا۔ ایسا قرآن مجید میں نے نہیں سنا۔ جی چاہتا ہے کہ آپ سے اور بھی سنوں۔ چنانچہ حضرت والا رح نے ان کی خواہش پر تقریباً ڈیڑھ پارہ قرآن مجید سنایا۔ حضرت والا بھی

عجیب و غریب شخصیت تھے ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

۲۹۶۔ فرمایا: حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالے علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی صورتِ مبارک دیکھتے ہی شبہات دور ہو جایا کرتے تھے ؎

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال

مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

۲۹۷۔ فرمایا: دنیادار اسبابِ دنیا کے لیے کوشش کرتے ہیں تاکہ آرام اور چین حاصل ہو۔ آخرت پر ایمان اور اس کے ہونے کا یقین ہوتا تو اسبابِ مغفرت اور آخرت میں نجات کے اسباب کی فکر ضرور کرتے۔ دراصل امراء نے چین دیکھا نہیں۔ گبریلا کیڑا بھی کہتا ہے کہ میں غلاظت میں چین سے رہتا ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

۲۹۸۔ فرمایا: گناہوں سے بچنے کا ثواب وظیفہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس لیے ہر (ظاہری و باطنی) گناہ سے بچنا چاہیئے۔

۲۹۹۔ فرمایا: عاجزی اور انکساری کی عینک ہی سے بندہ اللہ تعالےٰ کا دیدار حاصل کر سکے گا۔

۳۰۰۔ ایک صاحب کو جو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے خواب لکھتے رہتے تھے، حضرتِ والا نے نصیحت فرمائی: "خیر خواہی کے طریق سے اطلاع کرتا ہوں کہ خوابوں کی طرف توجہ بالکل نہ چاہوے۔ اصل بحالتِ بیداری میں اصلاحِ اعمال ہے۔ گو عمر بھر کوئی خواب نہ آئے اور اگر اعمال درست نہیں اور خواب میں روزمرہ اپنے آپ کو جنت میں دیکھتا ہے تو کچھ اعتبار نہیں۔

۳۰۱۔ فرمایا: اعمال کے ثمرہ کا نام رحمۃ رکھا ہے یعنی جو ملے گا وہ اعمال کا بدلہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ اعمال محدود ہیں اور ثمرہ غیر محدود ہوگا اور رحمۃ بھی غیر محدود ہے۔

۳۰۲۔ فرمایا: جو کافر بھی جہنم میں جائے گا، یہ عقیدہ لے کر جائے گا کہ مجھ سے عدل ہو رہا ہے۔ اور پورا پورا انصاف کیا جا رہا ہے۔ چونکہ جرم کی حقیقت ہے حاکم کی مخالفت اور جس درجہ کا حاکم ہو گا، اس کی مخالفت بھی اسی درجہ کے مطابق جرم ہو گا۔ مثلاً چپراسی کی نافرمانی بھی جرم ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ شاہ کی بغاوت کی سزا پھانسی ہے۔ اور چپراسی کی بغاوت پر کچھ جرمانہ ہو کر چھوٹ جائے گا۔ اسی طرح یہ سمجھیے کہ مرنے کے وقت حق تعالیٰ کی عظمت منکشف ہو گی تو اس عظمت پر نظر کر کے کہے گا کہ ایسی عظیم ہستی کی نافرمانی پر سزا یہی ہونی چاہیئے۔

۳۰۳۔ فرمایا: "مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ" (تغابن ع ۲) "جو اللہ پر ایمان لے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ہدایت فرما دیتے ہیں" کے مصداق ایمان جوں جوں ترقی میں ہو گا قلب میں، فہم و فراست میں تزاید محسوس ہو گا۔

۳۰۴۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھ میں کبر کا مرض معلوم ہوتا ہے جو پیدا ہوا ہے خود رائی سے۔ حضرتِ والا نے فرمایا: بلکہ خود رائی کبر سے پیدا ہوتی ہے۔ اصل مرض کبر ہے۔

۳۰۵۔ "کبر" کے بارے میں ارشاد فرمایا: ایک بہت بڑا عیب اس میں یہ ہے کہ منشائے کفر ہے۔ اس سے اکثر کفر کا وجود ہوا ہے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ۔ حق تعالیٰ نے ابلیس کے کفر کا منشاء کبر ہی کو فرمایا۔ قیامت میں متکبرین چیونٹی کی شکل میں پاؤں کے نیچے روندے جائیں گے۔"

۳۰۶۔ فرمایا: کبر کے رفع سے عبدیت عطا ہو گی۔ دونوں ضد ہیں۔ ایک کا رفع دوسرے کے وجود کو مستلزم ہے۔

۳۰۷۔ ایک صاحب نے تحریر فرمایا "ذکر جاری رکھنے پر دل نہیں چاہتا۔ دل چاہتا ہے کہ قرآن پڑھوں۔ احقر گویا ذکر دوازدہ تسبیح اور اسم ذات سے بالکل محروم ہے۔"

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے جواباً فرمایا: گویا دودھ کا زمانہ ختم ہو کر کھانے کا زمانہ آگیا اور کھانا نصیب ہو گیا۔ الحمد للہ نہایت مبارک کیفیت ہے۔ مبارک ہو۔ اسی پہ عمل کرو اور شکر کرو کہ یہ دولت نصیب ہوئی۔"

۳۰۸۔ فرمایا: کفار کی نسبت اس ارشاد عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ میں یہ نکتہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین کے محبوب ہیں اور کفار اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ تو جو تمہارے محبوب کا دشمن ہوگا، وہ تمہارا بھی دشمن ہے۔

گر ہوائے ایں سفر داری دلا!
دامن رہبر بگیر و پس بیا!
بے رفیقے ہر کہ شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

افاضۂ باطنی

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مجدّد ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے دین کے ہر شعبہ کو ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک صاف کر کے امتِ مرحومہ کے سامنے پیش کر دیا۔ فنِ تصوّف بھی انتہائی گنجلک اور پیچیدہ ہو چکا تھا۔ عام مسلمان ہی نہیں بلکہ خاص تک اِسے ع

اک معمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

تصوّر کرتے تھے۔ حضرت مجدّدالملّت نے اس فن کے سارے جھاڑ جھنکاڑ دور کئے اور اس طرح اُجلا، واضح اور روشن کر دیا کہ ایک چھوٹا سا بچہ بھی یہ سمجھ سکے کہ تصوّف نام ہے باطنی امراض سے شفا پانے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے کا اور مقصود اس تگ و دو کا ہے رضائے خداوندی!

اس ضمن میں راستہ طے کرانے کے لیے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ نے
جو طریقۂ کار اپنایا۔ ایک طرف تو وہ انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور دوسری طرف زمانے
کے تقاضہ کے عین مطابق ہے۔ طریقۂ کار یہ ہے کہ کاغذ کے تقریباً چوتھائی حصہ
کا حاشیہ چھوڑ کر اپنے باطنی حالات کی اطلاع دی جاتی ہے اور سادہ حصہ میں راہبر
راستہ کی اونچ نیچ وغیرہ کے بارے میں حالات کے عین مطابق مشورہ یا ہدایت
دیتا ہے، پست ہمت کی ہمت افزائی کرتا ہے اور تیز رو کو سنبھالتا ہے کہ اپنی تیزی
کے باعث کسی گڑھے میں نہ جا گرے۔ غرضیکہ انتہائی آسان طریقہ ہے کہ کاتب بغیر
کسی جھجک کے ایک ایک کیفیّت اور وارد کو بیان کر دیتا ہے اور اسی طرح مصلح کو ہر
کیفیّت اور وارد کو سمجھنے اور سمجھانے کی آسانی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ مصلح
کی بھرپور توجہ بھی حاصل ہوتی ہے اور دوری کے باوجود قرب کی دولت میسّر
ہو جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے سارے خلفاء عظام کا یہی
طریقۂ کار رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ملک کے ایک عظیم بزرگ کے مکتوبات شریفہ مع
حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے
بڑی حد تک نہ صرف اس طریقۂ کار کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے، بلکہ یہ بھی پتہ چلتا ہے
کہ اس راہ کے مسافر کو کیسی کیسی عظیم دولتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خود ہی ملاحظہ فرما
لیجئے کہ ع

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

حال نمبر ۱ :۔ احقر اپنی اصلاح کے تعلق کا آپ سے ارادہ رکھتا ہے۔ اس لیے
نہایت انکساری سے عرض ہے کہ للہ میری درخواست قبول فرما کر میری
اصلاح قبول فرما دیں۔

ارشاد:۔ بہت بہتر۔ بسروچشم۔

حال نمبر۲:۔ بعض دفعہ جب میں ایک مرض کے لیے علاج کروانے کا ارادہ کرتا ہوں تو نفس خود ہی علاج اور تدبیر بتادیتا ہے۔ اس کے متعلق فرمادیں کہ کیا کرنا چاہیئے۔

ارشاد:۔ اس تدبیر پر عمل نہ کیا جائے۔

حال نمبر۳:۔ مکرمی و معظمی سیدی و مولائی حضرت جناب مولانا صاحب زادمجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت جی! احقر میں غفلت بہت ہے، کبھی تو دور ہوجاتی ہے تو دینی اور دنیوی کام فکر کے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔ مگر جب غفلت پھر ہوجاتی ہے تو دونوں کاموں میں فکر نہیں رہتا اور اچھی طرح ادا بھی نہیں ہوسکتے۔ غفلت عموماً مواعظ اور ترجمہ سننے سے دور رہتی ہے۔ مگر جب مواعظ اور ترجمہ سننے کا وقت نہیں ملتا تو چند دن بعد پھر وہی حالت ہوجاتی ہے۔ علاج کے لیے درخواست ہے۔

ارشاد:۔ غفلت کی ضد ذکر ہے۔ وہ اختیاری ہے۔ دفع غفلت پھر اختیاری ہوا۔ صرف ہمت کی ضرورت ہے۔

حال نمبر۴:۔ احقر کے لیے دُعا فرمادیں۔

ارشاد:۔ دل سے دُعا کرتا ہوں۔

حال نمبر۵:۔ حضرت جی! کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے باطن کو جناب کی خدمتِ عالیہ میں کس طرح پیش کروں، یعنی پہلے کیا اور بعد کیا۔

ارشاد:۔ کوئی ترتیب نہیں۔ اپنے اخلاقِ رذیلہ میں سے مثل بخل، حسد وغیرہ جو جانتے ہو اوّلاً لکھیے۔

حال نمبر۶:۔ دوسری عرض یہ ہے کہ کیا اپنا باطن پیش کرنے سے پہلے اپنا ظاہر پیش کروں، یعنی اپنا لباس، وضع قطع اور جسم ست صوف تک ہے۔

مشاغل وغیرہ۔

ارشاد:۔ اس کی بھی اجازت ہے۔

حال نمبر ۷:۔ اگر ایسی اجازت ہو تو کیا یہ بھی بذریعہ درخواست کروں یا جناب کی خدمت میں حاضری سے۔

ارشاد:۔ درخواست (کے ذریعہ)

حال نمبر ۸:۔ احقر کے لیے دین و دنیا میں اعلےٰ ترین کامیابیوں کے لیے دُعا فرمائیے۔

ارشاد:۔ دُعا بھی کرتا ہوں۔

حال نمبر ۹:۔ اس دیر سے درخواست کرنے پر یا اور اگر کوئی غلطی ہو تو للہ معاف فرما کر تعلیم فرمادیں۔

ارشاد:۔ اپنا کوئی حال لکھیں، پھر علاج کروں، بدون آپ کی اطلاع کے کیا علاج کروں۔

حال نمبر ۱۰:۔ حضرت جی میرا حال تو بالکل ایک بچّے کی طرح ہے نہ تو بیماری کو سمجھتا ہوں اور نہ اس کے ضرر اور نقصان کو۔ لہذا نہایت ادب سے درخواست ہے کہ للہ مجھ کو ایک بچّے کی طرح اصلاحِ نفس کی ا۔ب۔ت۔ سے شروع کروا کر اس کی پوری تعلیم فرمادیں۔

ارشاد:۔ قصد السبیل اور تبلیغ دین ایک مرتبہ مطالعہ کر کے پھر دریافت کریں۔

حال نمبر ۱۱:۔ (سائل نے اپنے معمولات اور مشاغل دن رات کے خدمت اقدس میں پیش کیے مگر تہجّد کی کمی تھی جواباً ارشاد فرمایا)

ارشاد:۔ صرفاً صرفاً سب پڑھ لیا ہے۔ سب ٹھیک ہے۔ صرف تہجّد کی کمی ہے۔ اللہ کرے کہ پوری ہو جائے۔

حال نمبر ۱۲: احقر نہایت ادب سے عرض کرتا ہے کہ سوائے غفلت کے اور کوئی بیماری اپنے اندر نہیں پاتا ہوں، معلوم نہیں یہ میری غلطی سے ہے۔

ارشاد: غفلت کی ضد ذکر ہے اور اَلْمَرَضُ یُعَالَجُ بِالضِّدِّ۔ تو ذکر اختیار کرو۔

حال نمبر ۱۳: غفلت پر بھی اختیار سمجھتا ہوں مگر کبھی کبھی نفس کا مقابلہ کر کے قابو پاتا ہوں اور کبھی مغلوب۔

ارشاد: مغلوب خود بنتے ہو اصل میں مغلوب نہیں ہو۔

حال نمبر ۱۴: حضرت جی گذشتہ خط میں جناب نے فرمایا تھا کہ المرض یعالج بالضد یعنی غفلت کے علاج میں ذکر کرنا چاہیئے تو عرض ہے بندہ تحریر فرمادیں کہ کیا ذکر کرنا چاہیئے اور کب اور کس طرح کیونکہ اب تک میں اس سے مختلف مطلب لیتا رہا ہوں۔

ارشاد: جو ذکر کرو جس طرح کرو اور جس وقت کرو سب مفید دافع غفلت ہے۔

حال نمبر ۱۵: خلاصہ سوال یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے میرا پاس تیسرے درجہ کا ہے لیکن دوسرے شخص کا پاس جو ریل کے دوسرے درجہ کا ہے استعمال کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ ریلوے کے قانون میں دوسرے شخص کے پاس پر سفر جائز نہیں۔

ارشاد: پھر اس سے انتفاع کیسے جائز ہوگا۔ جب سفر جائز نہیں تو یہ کرایہ ادا کرنا ہوگا۔

حال نمبر ۱۶: خلاصہ سوال یہ ہے کہ چونکہ میرا پاس اپنا تیسرے درجہ کا ہے اور میرے ساتھ دوسرے ملازم تیسرے درجہ میں سفر نہیں کرتے۔ حالانکہ پاس ان کا بھی تیسرے درجہ کا ہی ہے۔ اور حقیقت میں ہمارے ساتھ ناانصافی کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ کیونکہ ہم سے نیچے درجہ کے ملازموں کو بھی دوسرے درجہ کا پاس ملتا ہے علاوہ ازیں جناب کے ارشاد کے مطابق تیسرے درجہ میں سفر کرتا ہوں لیکن ابھی اور

ریلوے کے ملازم یہ اصرار کرتے ہیں کہ تم دوسرے درجہ میں کیوں نہیں بیٹھتے۔ اب ان سے بار بار وجہ عرض کرنے سے اور ہر دن ان کے استفسار واصرار سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور مالی لحاظ سے ہمیشہ کرایہ ادا کرنے کی بھی گنجائش نہیں ثلث تنخواہ تو اسی میں صرف ہو جائے گی۔ اس صورت حال میں جیسے ارشاد ہو۔

ارشاد: جب قانوناً اجازت نہیں اور ملازمین ریل کو اس رعایت کا حق نہیں تو سوا اس کے اور کیا چارہ ہے۔ تیسرے درجہ میں سفر کریں۔

حال نمبر ۱۷: حضرت جی اگر اجازت ہو تو آیندہ خط میں اس کے متعلق کچھ اور تکالیف کے متعلق مفصّل حالات لکھوں۔

ارشاد: ایک پرچہ میں دس سطر سے زیادہ نہ ہو۔

حال نمبر ۱۸: عموماً دورہ پر جانا ہوتا ہے اور یہاں انبالہ میں پندرہ روز سے زیادہ کسی صورت میں نہیں ٹھہرنا پڑتا۔ دورہ پر جاکر روز واپس بھی آجاتے ہیں۔ کبھی کسی رات باہر بھی رہنا پڑتا ہے۔ دورہ کبھی اڑتالیس میل سے زائد ہوتا ہے اور کبھی کم۔ ان صورتوں میں نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری۔

ارشاد: اڑتالیس سے کم پوری اور اڑتالیس میں قصر۔

حال نمبر ۱۹: (کچھ سوالات مبہم تھے۔ پہلی طرح، فی الضمیر واضح نہ ہوا۔)

ارشاد: خط کشیدہ لفظ سمجھ میں نہیں آیا۔

حال نمبر ۲۰: اور یہاں انبالہ میں کیسے پڑھنی چاہیے کیونکہ پندرہ روز سے زیادہ کبھی نہیں ٹھہرا۔ اب تک تو میں پوری نماز ہی پڑھتا رہا۔ سوائے اس کے جب اڑتالیس میل سے زائد سفر کروں۔

ارشاد: کسی سے زبانی تحقیق کی جاوے۔

حال نمبر ۲۱: پہلا کرایہ جو بنتا تھا وہ حساب کر کے کچھ تو ادا کر دیا ہے اور باقی انشاء اللہ عنقریب

ف ادائیگی کا طریقہ یہ تھا کہ کسی ریلوے اسٹیشن کا ٹکٹ بغیر سفر کئے ہوئے پھاڑ دیا ۱۲ منہ

ہی ادا کر دوں گا۔

ارشاد: حق تعالیٰ توفیق دیں۔

حال نمبر ۲۲: حضرت جی جو کرایہ بنتا تھا۔ خداوند کریم کی مہربانیوں سے وہ سب ادا کر دیا ہے۔

ارشاد: الحمد للہ مبارک ہو۔

حال نمبر ۲۳: اور آئندہ انشاء اللہ حتی الوسع تیسرے درجہ پہ ہی سفر کرنا کروں گا۔ اس کی توفیق اور استقامت کے لیے دعا فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۴: دوسری عرض ہے کہ اگر جناب کا ارادہ تھانہ بھون تشریف لے جانے کا ہو تو للہ مجھے بھی بتادیں کہ اس روز یہاں گاڑی سے حضرت سے ملاقات کر سکوں۔

ارشاد: حضرت والا[1] لکھنؤ ہیں۔ احقر بھی ۲۲ شعبان سے لکھنؤ میں ہے۔ حضرت کی خدمت میں دو مرتبہ دن میں حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔

حال نمبر ۲۵: دوسرے عرض ہے کہ جہاں بھی جانا ہوتا ہے۔ اس جگہ کے نیک آدمیوں اور بزرگوں سے ملنے کی کوشش کیا کرتا ہوں۔

ارشاد: کس مصلحت کے لیے۔

حال نمبر ۲۶: حضرت جی بزرگوں اور نیک آدمیوں سے احقر ایک تو اس لیے ملتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا فرمان ہے کہ نیک آدمیوں کے پاس بیٹھو۔

ارشاد: یہ فرمان کس جگہ ہے اور پھر اس میں کچھ شرائط بھی ہیں یا مطلقاً اجازت ہے کہ

---

[1] حضرت والا سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ مراد ہیں ۱۲ منہ

ہر ہر نیک آدمی کے پاس جاؤ۔

حال نمبر ۲۷: حق تعالیٰ کی توفیق اور آپ کی دعا سے تہجد کی نماز عام طور پر ادا کر لیا کرتا ہوں۔ اگر کسی روز نہ پڑھ سکوں تو اتنے نفل صبح کو پڑھ لیتا ہوں تاکہ طبیعت میں سستی نہ معلوم ہو۔ اگر یہ میرا خیال ٹھیک ہو تو ایسا ہی کرتا رہوں۔

ارشاد: عمل کر کے دریافت کرنا چاہیئے یا عمل سے اول دریافت کا وقت ہے۔

حال نمبر ۲۸: حضرت جی نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے میں حیات المسلمین میں باقاعدہ شرائط بھی ہیں اور تمام حوالے بھی منقول ہیں۔ جس میں ایسے شرائط دیکھتا ہوں، اسی کے پاس جاتا ہوں (ملخص)

ارشاد: بس ٹھیک ہے۔

حال نمبر ۲۹: تہجد کے متعلق بھی عمل سے پہلے دریافت نہ کرنے پر سخت نادم و پشیمان ہوں، میری طرف سے جو حضرت کو تکلیف ہوئی ہے۔ ازراہِ کرم للّٰہ معاف فرمادیں۔

ارشاد: معاف۔

حال نمبر ۳۰: حضرت جی اپنے دل میں آپ کے لیے یا حضرتِ والا[1] کے لیے زیادہ محبت کی تڑپ نہیں پاتا دیسے۔ بحمد اللہ اتنا ضرور ہے کہ ہر دوسری بات پر زیادہ ترجیح آپ کے یا حضرتِ والا کے فرمان کو ہی دیتا ہوں۔

ارشاد: یہ بھی کافی ہے۔

حال نمبر ۳۱: تہجد کی نماز اکثر دفعہ قضا ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے دعا فرمادیں۔

ارشاد: تم ہمت سے کام لو۔ دعا بھی کرتا ہوں۔

حال نمبر ۳۲: عریضہ ارسال کرنے میں تاخیر سے معذرت خواہ ہوں۔ گزشتہ عنایات کی طرح

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ ۱۲ منہ

اس دفعہ بھی معاف فرمادیں۔

ارشاد: گومعافی مضر ہو۔

حال نمبر ۳۳: حضرت جی، پچھلے خط کے متعلق عرض یہ ہے کہ معافی کا میرے حق میں مضر یا سودمند ہونا تو آپ ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

ارشاد: معافی مضر ہے اور عدم معافی، عدم معافی دونوں پر راضی ہو تو اصلاح کے لیے خط وکتابت بیکار ہے۔ اس کو بند کردو۔

حال نمبر ۳۴: اور آپ جناب میرے لیے جو حکم دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہی بہتر ہوگا اور میرے فائدہ کے لیے ہوگا۔

ارشاد: اب یہی حکم ہے کہ مجھ کو خط نہ لکھو۔

حال نمبر ۳۵: گذارش یہ ہے کہ جو کچھ ہوا میری بے فکری سے ہوا۔ اب اچھی طرح آنکھیں کھل گئی ہیں۔ سچی بات ہے جناب کی ناراضی میرے لیے موت کے مترادف ہے پوری طرح میرا علاج ہوگیا ہے۔ للہ معافی کا خواستگار ہوں، معاف فرماکر اس سراپا تقصیر کی اصلاح کے لیے خط وکتابت کی اجازت مرحمت فرمادیں۔

ارشاد: گو مریض عملاً علاج نہ کرانا چاہے تو بھی معالج علاج کرے۔

حال نمبر ۳۶: حضرت اقدس جب سے خط ملا ہے۔ اپنی غلطیوں پر بہت نادم اور پشیمان ہوں، دن رات پریشانی میں گذر رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ حیران ہوں کیا کروں۔ للہ معاف فرمادیں۔

ارشاد: گومعافی باعث خذلان ہو۔

حال نمبر ۳۷: جو تکالیف اس ناکارہ کی وجہ سے جناب والا کو پہنچی ہیں، ان سے معافی چاہتا ہوں۔

ارشاد: میرا کیا نقصان ہوا کہ تکالیف پہنچی ہوں۔

حال نمبر ۳۸: حضرت جی مریض کا عملاً علاج نہ کرانا اس کے بیلے بڑا سر ہلاکت ہے۔ اور
فی الواقع اس کے بیٹے باعث نقصان اور خذلان ہے۔ اب نکر کے سامنے
ہر مرض کو فرداً فرداً پیش کرکے علاج کے لیے دست بستہ گزارش کرتا ہوں کہ اس
پُر از تقصیرات کی اصلاح فرمادیں۔

ارشاد: اگر دماغ درست ہو گیا ہو تو مجھ کو خدمت سے کیا عذر ہے۔

حال نمبر ۳۹: احقر کے لیے دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ آپ کی اور حضرت تھانوی مدظلہم کی کامل
محبت واتباع نصیب فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں لیکن دوا کی بھی ضرورت ہے۔

حال نمبر ۴۰: مجھ حقیر ترین انسان کی بے فکری اور غلطیوں سے جو آں جناب کو تکلیف
پہنچی ہوگی، اس کا مجھے بہت احساس ہو رہا ہے۔ لہٰذا میری غلطیوں کو
معاف فرمادیجئے۔

ارشاد: بالکل معاف۔ دل صاف۔

حال نمبر ۴۱: آپ کی دعاؤں اور برکتوں سے دل میں ایسی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ بے فکری
اور غفلت دور ہو گئی ہے اور ہر وقت اسم ذات پڑھتے رہنے کو دل
چاہتا ہے۔ دیگر ارکان بھی نہایت احتیاط سے ادا ہو رہے ہیں۔ اب کہ
آپ کا خط ملا اور شکرانے کے نوافل ادا کیے۔ حق تعالیٰ اپنی خاص مہربانی
سے دیر تک اس دنیا میں چشمۂ فیض بنائے رکھے۔

گزشتہ خط میں جناب نے فرمایا تھا کہ ساتھ ہی دوا کی بھی ضرورت
ہے۔ لہٰذا ارشاد فرمائیے کہ یہ ناقص غلام مکمل طور سے حضرت کا
تابعدار بن جائے۔

ارشاد: خوب فکر سے اپنی ایک ایک خصلت بد تکبر۔ حسد۔ بخل وغیرہ لکھیں۔ جو جواب

سے اس پر عمل نہیں معاصی سے دور رہیں۔

حال نمبر ۴۲: اپنی ملازمت کے سلسلہ میں پریشانیوں کی وجہ سے جو کوفت اور تکلیف پیش آتی ہے اس کے متعلق سائل نے دریافت کیا تھا کہ یہ کوفت باطنی مرض تو نہیں؟

ارشاد: ظاہراً تو کوفت طبعی ہے۔ مرض نہیں۔

حال نمبر ۴۳: دوسرے عرض یہ ہے کہ نظام الدین دہلی مسجد بنگلہ میں مولانا محمد الیاس صاحب ہیں۔ ان کی تعریف سن کر وہاں جانے کو دل چاہا۔ مگر جناب کی اجازت کے بغیر مناسب نہ سمجھا جیسے آپ فرمادیں۔

ارشاد: اجازت ہے۔

حال نمبر ۴۴: ریلوے کے ملازم گارڈ کا ریل سے گر کر بازو ٹوٹ گیا تھا۔ اس کا اپریشن وغیرہ سائل کے سپرد ہوا۔ کلورا فارم سے اس کی موت واقع ہو گئی تھی۔ سائل نے افسر بالا سے ذکر کر دیا تھا کہ بغیر طاقت کے ٹیکہ کے کلورا فارم سے اس کی جان کو خطرہ ہے لیکن افسر نے نہ مانا اور موت واقع ہو گئی۔ اب جب موت کی تحقیقات شروع ہوئی تو افسر نے سائل سے کہا کہ جب تمہارا بیان ہو تو کہہ دینا کہ خون زیادہ بہہ جانے سے موت کا وقوع ہوا۔ کلورا فارم نہیں سونگھایا گیا۔ اس کذب بیانی کے متعلق سوال کیا تھا کہ نقصان کے خطرہ سے یہ کذب بیانی جائز ہے۔

ارشاد: اگر حقیقت بیان کی جاوے تو کیا نقصان ہوگا۔ جب تک نقصان کا اندازہ نہ ہو جواب مشکل ہے۔

حال نمبر ۴۵: سائل نے نقصان کا اندازہ ۱۰-۱۲ ہزار تک تاوان یا نوکری برخاست یا تنخواہ کم کرنے کے احتمالات پیش کئے۔ جواب ارقام فرمایا۔

ارشاد: اگر خطرہ قریب ہے۔ اگر ایسی حالت میں کذب بیانی کا صدور ہو تو توبہ کرو۔

حال نمبر ۴۶: حضرت جی جب دوسرا شخص کوئی بات یا کام میری طبیعت کے خلاف کرتا ہے تو طبیعت پریشان ہوتی ہے حتیٰ کہ نماز اور اپنے اور کام بھی اچھی طرح ادا نہیں ہو سکتے۔ اس بات کا خیال رہتا ہے، ہمیشہ نہیں گاہے گاہے یہ حالت ہوتی ہے۔ اس کے متعلق کیا کروں۔

ارشاد: یہ حال طبعی ہے اور مرض نہیں۔ مرض کی حقیقت معصیت ہے اور یہ معصیت نہیں ایسے حال میں صبر کرنا اور کسی شغل میں لگ جانا چاہیئے۔

حال نمبر ۴۷: حضرت جی احقر جب اکیلا ہوتا ہے تو نماز اور دیگر ارکان شرعیہ میں حالت اچھی معلوم ہوتی ہے اور سکون رہتا ہے اور نہایت اطمینان سے تمام باتیں باقاعدہ ہوتی رہتی ہیں۔

ارشاد: عمل مطلوب ہے۔ سکون مقصود نہیں۔

حال نمبر ۴۸: مگر جن دنوں بال بچے ساتھ ہوں، پھر وہ سکون اور باقاعدگی ارکان دین میں نہیں رہتی، کمی آجاتی ہے۔ یہ عموماً گناہوں کی وجہ سے نہیں بلکہ خانگی ضروریات میں مشغولیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ارشاد: کمی کرنے سے آتی ہے یا خود بخود آجاتی ہے۔

حال نمبر ۴۹: ویسے بحمداللہ اہلیہ اور بچوں سے اگر خلاف شرع بات ہو تو تنبیہ بھی کر دی جاتی ہے۔ علاج ضروری ارشاد فرماویں۔

ارشاد: علاج مرض کا ہوتا ہے اور مرض نام ہے معصیت کا۔ جب معصیت نہیں تو مرض نہیں، پھر علاج کس کا۔

حال نمبر ۵۰: کارڈ ہونے کی وجہ سے سائل کے سوال کا پرچہ حضرت والا کے پاس ہی رہا۔ صرف جواب سامی ملاحظہ ہو (جامع)

ارشاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بسر وچشم اجازت ہے لیکن دو دن میں اصلاح کا تحمل

کرنا یہ بے خبری ہے۔ جو کام ساری عمر میں کرنے کا ہو، وہ دو دن میں ۔کیسے ہوگا۔

حال نمبر ۵۱: گزشتہ خط کے متعلق عرض ہے کہ ایک ماہ تک حاضر ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں تاکہ اپنے کو علاج کے لیے پیش کرسکوں، اجازت کا خواستگار ہوں۔

ارشاد: صرف علاج کے لیے آنا تو پسند نہیں۔ وہ تو خطوط سے ہو سکتا ہے اگر ایسا کام ہو کہ بلا حاضری نہ ہو سکے تو مجبوراً حاضری کو اختیار کیا جاوے۔

حال نمبر ۵۲: احقر کی دینی دنیوی بہتریوں کے لیے للہ دعا فرماویں۔

ارشاد: کیا صرف دعا کافی ہے یا کچھ اور بھی کرنا چاہیئے۔

حال نمبر ۵۳: حضرت جی آپ کی شفقت اور عنایات کہ جناب نے بھولا ہوا سبق یاد دلادیا کہ صرف دعا کافی ہے یا اور بھی کچھ کرنا چاہیئے۔ یعنی دعا کے علاوہ اور بھی کام ہیں۔ حضرت جی پچھلے سال احقر نے ایک عریضہ میں عرض کیا تھا کہ میں اپنے میں کوئی مرض نہیں پاتا۔ اس سلسلہ میں پانچ چار دفعہ مکاتبت ہوئی، وہ سب خطوط جناب کی خدمت میں اکٹھے کرکے بھیجے تھے، جو راستہ میں کہیں گم ہو گئے۔ اس کے بعد صرف طلب خیریت اور درخواست دعا پر اکتفا کرنے لگا، کیونکہ وہ اصلاحی مضامین والے خطوط گم ہوگئے اور ان کے مضامین بھی یاد نہ تھے۔ افسوس کے ساتھ یہ سلسلہ بند کرنا پڑا۔

ارشاد: اگر مریض کا نسخہ گم ہو جاوے تو پھر اس کو کیا کرنا چاہیئے۔

حال نمبر ۵۴: اب دل میں اہل اللہ کی تڑپ نہیں اور عاقبت کا خوف بھی معلوم نہیں ہوتا ویسے بحمد اللہ گناہوں سے نفرت ہے جہاں اب قیام ہے اس کے نزدیک کوئی ہمخیال نہیں۔

ارشاد: حضرت[1] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات دیکھو اور بار بار دیکھو۔

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ ۱۲ منہ

حال نمبر ۵۵ : ہاتھ دستگیری کیجئے اور راستہ دکھایئے۔

ارشاد : راستہ تو اتباع شریعت ہے اور چلنا تمہارا کام ہے۔

حال نمبر ۵۶ : آنحضرت[۵۱] کے فرمان سے حضرت والا[۵۲] کے مواعظ کا مطالعہ شروع کیا
ہوا ہے۔ اور پہلے کی نسبت اہل اللہ سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے،
خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اگر کسی خاص
وعظ کا مطالعہ زیادہ مفید ہو تو تحریر فرمادیں۔

ارشاد : ہر وعظ کا مطالعہ مفید ہے۔

حال نمبر ۵۷ : حضرت جی اب تو دل بہت چاہتا ہے کہ زیارت نصیب ہو۔ رخصت
بہت قلیل ہوتی ہے۔ گھر کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ملاقات کیلئے
بھی حاضر ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔

ارشاد : ملاقات قلبی اگر ہو تو کافی ہے۔ بدنی نہ ہو نہ ہو۔

حال نمبر ۵۸ : حضرت جی ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں کہ آنجناب کی خدمت میں کیا عرض کروں، کچھ
سمجھ میں نہیں آتا۔ رسالہ قصد السبیل میں اخلاق رذیلہ جو بیان ہوئے، وہ اپنے
اندر نہیں پاتا اور اخلاق حمیدہ جو بیان کئے ہیں۔ وہ معلوم ہوتے ہیں کہ
میرے اندر موجود ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ آیا ان کو ٹھیک سمجھتا ہوں یا اتنی سمجھ
ہی نہیں ہے۔ اللہ پاسبانی فرما کر سیدھی راہ دکھلایئے۔

ارشاد : بس کاوش نہ کرو۔ جو خلق غور خفیف سے معلوم ہو، اس کا تدارک کرو، مبالغہ
نہ کرو۔

---

[۵۱] حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ۱۲ منہ

[۵۲] حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ ۱۲ منہ

حال نمبر ۵۹: حضرت عرض یہ کہ چند دنوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی دوسرا منہ پر تعریف کرتا ہے تو بُرا معلوم نہیں ہوتا۔ پہلے جب کوئی ایسا کرتا تھا تو بُرا معلوم ہوتا تھا کہ یہ انسان میری دشمنی کر رہا ہے۔

ارشاد: یہ (آخری) حال اچھا تھا۔

حال نمبر ۶۰: ویسے اپنے میں کوئی خوبی قابلِ تعریف معلوم نہیں ہوتی۔ اگر یہ مرض ہے تو کیا کرنا چاہیئے۔

ارشاد: اپنے عیوب پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔

حال نمبر ۶۱: حضرت جی گذشتہ خط میں جناب نے دعا طلب کرنے کے لیے تحریر فرمایا تھا۔ دعا تو پہلے بھی کبھی کبھی کرتا تھا۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حال نمبر ۶۲: لیکن اب تعمیلِ ارشاد کے لیے زیادہ کرنی شروع کردی ہے۔ مگر سچ پوچھیں تو اپنے گناہوں اور اپنی ہیچ ذات پر نظر کر کے زبان پوری کھلتی ہی نہیں۔ جناب کی شان پر نظر کرتے ہوئے دعا سے شرمندہ ہوتا ہوں کہ میری کیا حالت کہ میں آپ کے لیے دعا کروں۔

ارشاد: توبہ توبہ میری کیا شان۔

حال نمبر ۶۳: ماہ دسمبر میں ایک دو روز کے لیے حاضری کی اجازت چاہتا ہوں۔

ارشاد: اجازت ہے۔

حال نمبر ۶۴: معلوم ہوا ہے کہ امرتسر محلہ شریف پورہ میں آنجناب نے تبلیغی جماعت مقرر کی ہے۔

ارشاد: یہ خبر غلط ہے۔ احقر نے مقرر نہیں کی۔

حال نمبر ۶۵: عرض ہے کہ اس طریق پر کام کرنے کی احقر کو بھی اجازت مرحمت فرمادیں۔

اگر اجازت ہو تو کن ہدایات کے مطابق تبلیغی سلسلہ شروع کردوں۔

ارشاد: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند رسالے اس کے متعلق لکھے ہیں۔ تفہیم المسلمین تعلیم المسلمین تنظیم المسلمین۔ ان کو دیکھو، پھر اس کے مطابق کام کرو۔

حال نمبر ۶۶: احقر کے لیے دعا فرمادیں کہ خداوند کریم اپنی خاص مہربانیوں سے صحیح اور مکمل طور پر اپنی تابعداری نصیب فرمادیں۔

ارشاد: دعا کے ساتھ ہمت اور عمل کی بھی ضرورت ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ عمل کرو۔

حال نمبر ۶۷: حضرت جی گزشتہ خط میں آنجناب نے ہمت اور عمل کے متعلق تحریر فرمایا ہے عرض ہے کہ اخلاقِ رذیلہ جو معلوم ہو سکتے تھے آپ سے پوچھ چکا ہوں اور آپ کے ارشاد پر عمل کر رہا ہوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایئے کیا عرض کروں اور کس بارے میں ہمت سے کام لوں۔ کرم فرمائی کا از حد مشکور ہوں گا۔

ارشاد: اطاعت۔ معاصی ظاہری باطنی سے بچنا۔ توبہ اور دوام ذکر میں لگا رہنا۔

حال نمبر ۶۸: گزشتہ خط کے متعلق عرض ہے کہ جہاں تک ہو سکتا ہے کوشش بھی کی جاتی ہے کہ اطاعت مکمل طور پر کروں اور تمام معاصی سے بچوں۔

ارشاد: کوشش تو وہ ہے جس میں کامیابی ہو۔ بہت مرتبہ نیت کو کوشش کو بھی کوشش سمجھا جاتا ہے۔

حال نمبر ۶۹: توبہ اور دواماً ذکر کرنے کی بھی کوشش کرتا ہوں۔ مگر مصروفیت کے باعث مجبور رہتا ہوں۔ بہرحال کوشش میں رہتا ہوں۔ ذکر کوئی خاص نہیں۔ کبھی سبحان اللہ یا الحمد للہ۔ اللہ اکبر وغیرہ۔

ارشاد: ذکر کا مقدار ضرور مقرر کرو۔ نفس آزادی کا طالب ہے۔ ذکر بھی معین کرو اور اس کی مقدار بھی مقرر کرو۔

حال نمبر ۷: دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ اپنی عنایات سے پوری تابعداری نصیب فرماویں۔

ارشاد: دُعا سے کیا عذر ہے۔ مگر تم ہمت بھی کرو۔

حال نمبر ۱: حضرت جی دو دن تک طبیعت بہت پریشان رہی۔ پریشانی کی وجہ آخری سطر پر جناب کی تحریر تھی۔ افسوس کہ اپنے آپ کو جناب کی خدمت میں باہمت نہ بنا سکا۔ احقر ناکارہ سے جناب کو تکلیف ہوئی۔ جناب کی معمولی تکلیف بھی میری برداشت سے باہر ہے۔ للہ معاف فرماویں۔

ارشاد: بے فکر رہیں معاف ہے۔

حال نمبر ۲: حضرت جی انشاء اللہ کوشش اور ہمت پوری طرح کروں گا کوئی کوتاہی نہیں ہونے دوں گا۔ مگر جناب ارشاد فرماویں کہ جناب سے کس طرح عرض کروں اور کیسے ظاہر کروں کہ ہمت کرتا ہوں تاکہ ہمت کرنے نہ کرنے پر جناب کو اطلاع دیتا رہوں۔

ارشاد: جب کام کو وقت پر ادا کرتے رہو گے، پھر معلوم ہو جاوے گا کہ ہمت سے کام کرتے ہو۔

حال نمبر ۳: ذکر کے متعلق جناب کا ارشاد سر آنکھوں پر اور بالکل بجا ہے مگر مجھے کیا سمجھ کہ ذکر کس طرح معین کروں اور اس کی مقدار کتنی ہونی چاہیئے۔ جناب خود مقرر فرماویں۔ وہی میرے لیے سند ہے۔

ارشاد: پہلے آپ جو کچھ ذکر کرتے ہیں اس کو لکھو۔ پھر مناسب ترمیم کر دوں گا۔

حال نمبر ۴: (سائل نے اپنے اذکار معمولہ ماثورہ پیش خدمت کر کے آخر میں لکھا) ان میں سب سے کوئی مقرر نہیں۔ جونسا چاہوں، جتنا چاہوں کر لیتا ہوں بعض اوقات نہیں بھی کرتا جب دل نہ چاہے۔ آپ ارشاد فرماویں کہ کونسا ذکر مقرر کروں اور مقدار کتنی ہونی چاہیئے۔

ارشاد: جو لکھا ہے سب کرو۔ صرف اللہ اللہ خفیف ضرب کے ساتھ کم از کم چار ہزار بار کیا کرو۔ وقت خود تجویز کرو۔

حال نمبر ۷۵: (سائل نے اپنی بچی کو قرآن مجید حفظ کرانے کے لیے مشورہ لیا تھا، حضرت قدس اللہ سرہ نے فرمایا تھا کہ دو پارے حفظ کرا کے اندازہ کر لو۔ اگر چل سکے تو تمام حفظ کراؤ ورنہ ناظرہ پر اکتفا کرو۔ بچی نے دو پارے تو اچھی طرح حفظ کر لیے مگر اس کے بعد معلوم ہوا کہ تیسرے چوتھے پارے میں بچی کی صحت پر بھی اثر پڑنے لگا اور اچھی طرح چل نہ سکی اندیشہ بار محسوس کرنے لگی۔ تو اب پھر مشورہ لینے کیلئے عریضہ پیش کیا لیکن فسادات کی وجہ سے عریضہ گم ہو گیا۔ جب ڈاک باقاعدہ ہو گئی تو عریضہ مشورہ کے لیے لکھا۔

ارشاد: یہ تو آپ کو علم ہو گا کہ صحت پر اثر پڑتا ہے۔ اگر صحت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو صرف ناظرہ پر کفایت کریں۔

حال نمبر ۷۶: حضرت جی! فسادات سے پہلے ایک والا نامہ میں جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ جو کچھ ذکر پہلے کرتے ہو وہ کرتے رہو لیکن صرف اللہ اللہ کا ذکر کم از کم چار ہزار مرتبہ ضرب خفیف کے ساتھ ذکر کیا کرو۔ وہ شروع کیا ہوا ہے۔ ضرب کے متعلق علم نہ تھا کہ کس طرح ہونی چاہیئے۔ اپنے خیال سے اس طرح کیا کہ آواز خفیف اپنے سینہ سے نکلے اور ضرب کا اثر دل اور دماغ پر پڑے۔ فسادات کی وجہ سے جناب سے خط و کتابت ہو نہیں سکتی تھی۔ ایک فاضل دیوبند مدرس مولوی صاحب سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اب عرض خدمت عالیہ میں ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے یا کوئی اور طریقہ ہے۔

ارشاد: مجھ کو کیا پتہ کہ انہوں نے کیا تبلایا ہے۔ میں کیسے لکھ دوں کہ یہ ٹھیک ہے اور جو کچھ

تم کرتے ہو وہ ضرب نہیں۔ اگر ضرب کا پتہ نہیں تو بلا ضرب ہی توجہ کے ساتھ کرتے رہو۔

حال نمبر ۷۷: نیز پہلے ایک ایک تسبیح سو سو کی پوری کر کے ذکر شریف کرتا تھا۔ لیکن اس طرح تعداد اچھی طرح یاد نہیں رہتی تھی۔ اب ایک دانہ پر چھ بار پڑھ کر چھ سو کی ایک تسبیح پوری کرتا ہوں۔ عرض خدمت یہ ہے کہ اس میں کچھ حرج تو نہیں۔

ارشاد: اصل مقصد تعداد پورا کرنا ہے۔ جس طرح بن جاوے۔

حال نمبر ۷۸: حضرت جی پچھلی دفعہ جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو جناب نے نہایت مہربانی سے ضرب خفیف کا سبق دیا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ یہ چیز مقصود نہیں ہے۔ ضرب سے قلب کو حرکت ہوتی ہے۔ اس سے خون کا دوران تیز ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا دھیان بیٹھتا ہے۔ اور اعمال میں آسانی ہوتی ہے یہ صحیح ہے یا کچھ بھول گیا ہوں۔

ارشاد: خط کشیدہ کے سوا درست ہے۔

حال نمبر ۷۹: اگر علیحدگی اور تنہائی کے ساتھ فرصت نہ ہو تو بلا ضرب بھی پڑھ لوں یا نہیں۔

ارشاد: پڑھ لیا کریں۔

حال نمبر ۸۰: کسی دن ناغہ ہو جاوے تو دوسرے دن پڑھا جاوے یا نہیں۔

ارشاد: نہیں۔

حال نمبر ۸۱: حضرت جی۔ دو مہربان دوست ہیں وہ مشورہ دے رہے ہیں کہ ملازمت چھوڑ کر اپنی دکان کر لو۔ سرمایہ کی غیر موجودگی کے متعلق کہتے ہیں کہ ہم قرض دے دیں گے یا شراکت کر لیں گے۔ مجھے تسلی نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں۔

توکل کر کے کام شروع کر دو۔ بہت مفید رہے گا۔ نقصان کا خطرہ نہیں ہے
آیا یہ توکل جائز ہے۔

ارشاد: جائز ہے۔

حال نمبر ۸۲: حضرت جی خدمتِ اقدس میں دکان کے متعلق عریضہ پیش کیا تھا۔ اس کا
جواب جناب نے عنایت فرمایا ہوگا۔ انشاء اللہ کل جا کر پتہ لگے گا۔ مزید
حالات یہاں سے عرض کرتا ہوں۔ پہلا خط روانہ کرنے کے بعد دو روز
ہوئے انہی دوست کا تار آیا کہ پہلی گاڑی سے یہاں آ جاؤ۔ آنے
کے بعد معلوم ہوا موزوں موقع پر دکان فروخت ہو رہی ہے۔ دوسرے
دوست بھی اتفاقاً وہیں آ گئے۔ جنہوں نے روپیہ دینے کا وعدہ کیا
تھا اور احباب نے بھی خواہش ظاہر کی کہ کام شروع کروں۔ روپیہ بھی
بغیر کسی شرط کے قرضِ حسنہ کے طور پر دے رہے ہیں۔

ارشاد: توکلاً علی اللہ شروع کر دو۔

حال نمبر ۸۳: حضرت جی جس دوست نے ہندو کا مال تالا توڑ کر نکالا تھا۔ اس میں سے
ایک جالی دار ڈولی میرے لیے بھی بھیج دی تھی۔ جس کا گزشتہ خط
میں ذکر کیا تھا کہ میرے واپس کرنے کے باوجود وہ لینے پر اصرار کرتا ہے۔
اب ریلوے والوں نے اس ہندو کے ساتھ خط و کتابت کی ہے اور
اس کا مال بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اب حضرت جی یہ ڈولی واپس کرنے کے
لیے اس دوست سے شرم آتی ہے اس نے اتنا از حد اصرار کیا ہے۔

ارشاد: سیدھی بات ہے کہہ دو کہ یہ مال مشکوک ہے۔ میں نہیں لیتا۔

حال نمبر ۸۴: اس کے پاس زبردستی علانیہ بھی بھیج سکتا ہوں۔ مگر بے عزتی
کا خیال ہے۔

ارشاد: اس میں بے عزتی کی کیا بات ہے۔

حال نمبر ۸۵: حضرت جی آپ کی دعاؤں سے جناب کا فرمودہ ذکر چار ہزار ضرب خفیف کے ساتھ پورا کر لیا کرتا ہوں۔ کبھی سفر یا اور مصروفیت سے چھوٹ بھی جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی محبت پہلے سے زیادہ دل میں پاتا ہوں۔

ارشاد: الحمدللہ مبارک ہو۔

حال نمبر ۸۶: اعمال میں ایسی آسانی معلوم ہوتی ہے اور آنجناب کی ذات بابرکات کے ساتھ بھی محبت میں اضافہ ہے۔ جب وظیفہ کرتا ہوں تو بعض اوقات محبت اور جوش میں سر کی ضرب کے ساتھ بدن کو بھی حرکت ہوتی ہے۔ خیال آنے پر سنبھل جاتا ہوں۔ حضرت جی اس میں حرج تو نہیں۔

ارشاد: نہیں۔

حال نمبر ۸۷: سائل نے ایک مشہور اصلاحی جماعت کے متعلق استفسار کیا تھا کہ اس جماعت والے لوگ میرے پاس بھی آتے ہیں اور چلنے کے لیے اصرار کرتے ہیں۔ کس طرح کروں ان کا ساتھ دوں یا نہیں؟

ارشاد: نہیں[1]۔

حال نمبر ۸۸: حضرت جی ملکی حالات دن بدن خطرناک ہوتے جا رہے ہیں خاص طور پر کشمیر کی موجودہ صورت بہت مخدوش ہے۔ شاید جنگ شروع ہو جاوے۔ میں نے اپنے دل کا جائزہ لیا تو انشاء اللہ دل کو تیار پایا۔ اب جناب سے گزارش ہے کہ میں حالات پیش کرتا ہوں جناب مطلع فرما دیں کہ ایسے وقت میں جہاد میں جانے سے گناہ تو نہیں ہوگا۔

شاید نفیرِ عام کے وقت پوچھنے کا موقعہ نہ مل سکے۔ والد صاحب ملازمت سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔ ان کی اور چار بچے ایک بیوی اور ایک بھائی جو اپنی گزر اوقات کے لیے بھی بمشکل کامیاب نہیں ہو سکتا، ان سب کی تقریباً ذمہ داری احقر پر ہے۔ ایسے حالات میں جہاد کے متعلق میرے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟"

ارشاد: اگر ایسا وقت آجاوے کہ کفار حملہ آور ہوں اور مسلمان جو قریب میدانِ جنگ ہوں، وہ مقابلہ کے لیے کافی نہ ہوں تو شرکت فرض ہے۔

حال نمبر ۸۹: (سائل کے سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ بچی کو حفظ قرآن مجید کرا رہے ہیں۔ جناب نے ارشاد فرمایا تھا۔ تمام حالات سننے کے بعد کہ ابھی حفظ جاری رکھا جاوے۔ اندریں حال ایک قاری صاحب کی خدمت میں عرض کی انہوں نے بچی کو از سرِ نو شروع کرا دیا ہے اور فرمایا کہ حفظ شدہ اچھی طرح ضبط نہیں۔ اس لیے انہوں نے چھٹے پارے سے چھوڑا کر پہلے پارہ سے شروع کرا دیا۔ اُن قاری صاحب نے ابھی تک ایک پارہ بھی ختم نہیں کرایا تھا کہ کہنے لگے کہ بچی حفظ تو کر سکتی ہے لیکن محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اور قاری صاحبان سے بھی مشورہ لیا، قاری فتح محمد صاحب نے بھی بچی کا کچھ سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ فی الحال ناظرہ کروالیں۔ بعدہٗ حفظ کرانے کے متعلق طے کر لینا۔ اب جناب سے عرض ہے کہ اس صورت میں کیا کروں)۔

ارشاد: آپ کے عزم سے تو دل خوش ہوا۔ لاکن مشورہ قاری صاحبان کا پسند ہے۔ فی الحال ناظرہ پر اکتفا کریں۔ دعا بھی کرتا ہوں۔

حال نمبر ۹۰: حضرت جی اب یہ خواہش بہت ہو رہی ہے کہ امسال رمضان المبارک

میں جناب کی خدمت میں گزاروں، جب سے امرتسر سے آیا ہوں، خدمت اقدس میں رہنے کا موقع نہیں ملا کہ حاضری سے اپنے پوشیدہ امراض کا پتہ چلتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو آسان فرمادیں۔ دُعا کی درخواست ہے۔

ارشاد: رمضان شریف کے قریب مشورہ کرنا۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۹۱: حضرت جی پیشہ ور عورتوں کے علاج کے لیے کیا کروں۔ اس میں بہت کوفت ہو رہی ہے اگر علاج کیا جاوے تو ان ادویات کی قیمت یا فیس وغیرہ کے بارے میں کیا کیا جاوے؟

ارشاد: وہ جائز نہیں۔

حال نمبر ۹۲: حضرت جی جب سے یہاں آیا ہوں۔ فرمودہ ذکر چار ہزار کی تعداد پوری نہیں ہو سکی۔ بعض اوقات تو بالکل ناغہ ہو جاتا ہے۔ اب تک اس وجہ سے اطلاع بھی آنجناب کی خدمت میں نہیں کر سکا۔ انتظار تھی کہ شاید یہ کمی پوری ہو جاوے۔ لیکن ہزار کوشش کے باوجود کامیاب نہیں ہو سکا، جس کا بے حد افسوس ہے۔

ارشاد: مجھ کو بھی افسوس ہوا۔

حال نمبر ۹۳: لہذا حضرت جی یہ درخواست ہے کہ اگر کچھ کم مقدار ذکر کی اجازت ہو جاوے تو شاید مداومت ہو سکے۔ احقر کا خیال ہے کہ ایک ہزار مرتبہ کر سکوں گا۔ انشاء اللہ۔

ارشاد: جس قدر مشقت کر کے کر سکو اس کی اطلاع دو۔

حال نمبر ۹۴: حضرت جی گزشتہ خط کے متعلق عرض یہ ہے کہ ذکر پورا نہ کر سکنے پر افسوس تو پہلے سے بھی تھا۔ خط لکھتے ہوئے بھی افسوس بہت ہو رہا تھا۔ آنجناب نے بھی افسوس کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی یہ ارشاد گرامی تھا کہ جس قدر مشقت کر کے دوام کر سکو۔ اس کی اطلاع دو۔ اس پر

حضرت جی چار ہزار کے لیے ہی مشقت اور کوشش شروع کی مشقت تو کیا تھی، آنجناب کی خاص توجہ اور دعا کا اثر تھا کہ پہلے روز معمولی مشقت محسوس ہونے کے بعد تو آرام اور شوق کے ساتھ پورا کر لیتا رہا ہوں۔ آج آٹھ روز پورے چار ہزار مرتبہ فرمان کے مطابق روزانہ پورا کر کے اطلاعاً عرض کر رہا ہوں۔

ارشاد: الحمدللہ

حال نمبر ۹۵: ان آٹھ روز میں ذکر کی باقاعدگی رہی اور اللہ کریم کی خاص مہربانیوں سے اعمال میں آسانی محسوس ہونے لگی۔

ارشاد: شکر ہے

حال نمبر ۹۶: اور اللہ جل شانہ کے ساتھ محبت میں اضافہ معلوم ہونے لگا ہے۔

ارشاد: اللّٰہم زد فزد۔

حال نمبر ۹۷: للہ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اپنی خاص مہربانیوں سے اس میں باقاعدگی عطا فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۹۸: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے دو وہاں سائل کے ہاں موجود تھے۔ ان کے پاس حاضری کے متعلق سوال کیا کہ ان حضرات کے ساتھ ملتے جلتے ہیں اگر کوئی بات نہیں رکھتا ہو تو ارشاد نہیں گا تو فرمادیں)

ارشاد: استفادۂ دین کا خیال دولت ہے۔

حال نمبر ۹۹: حضرت جی کچھ عرصہ سے یہ حالت معلوم ہوتی ہے کہ اپنا کسی کام وغیرہ میں کچھ دخل ہی نہیں۔ کوئی اٹھاتا ہے۔ کوئی بٹھاتا ہے۔ کوئی چلاتا پھراتا ہے۔ الغرض یوں معلوم ہوتا ہے کہ احقر بالکل ہی بے جان اور بے حس و حرکت ہے۔ کسی کے سہارے سب کچھ ہوتا ہے ہر کام

اور بات کو من اللہ تصوّر کرتا ہوں ۔ بس یوں معلوم ہوتا ہے کہ دل
میں نہ تو خاص کوئی خوشی غمی ہے ، نہ اچھا کھانا ، نہ خراب کھانا ،
نہ عزت ، نہ بے عزّتی ۔ نہ اچھے اور خراب کپڑے استعمال کرنے
میں امتیاز ہے ۔ حتیٰ کہ کسی واقعہ یا حادثہ یا نماز اول وقت یا آخر وقت
اچھی طرح ادا ہو یا جلدی سے ۔ ان سب احوال میں طبیعت پر معتد بہ
اور خاص اثر نہیں ہوتا ۔ طبیعت یکساں رہتی ہے ۔ اختیاری امور میں
بھی یہی حال ہے ۔ اعمال اچھی طرح ادا ہو جائیں تو خوشی کم محسوس ہوتی
ہے ۔ اگر احسن طریق پر ادا نہ ہوں تو غم کم ہوتا ہے ۔ ہاں بے فکری اور
عدم کوشش پہ افسوس بھی ہوتا ہے ۔ اگر اس کم حسی کے لیے اصلاح
کی ضرورت ہو تو رہنمائی فرمائیں اور اس میری بے حسی کو دور فرما دیں ۔

ارشاد : اعمال میں تو ہمّت کے استعمال کرنے کا مکلّف ہے ۔ اس کے بعد غم
خوشی طبعی کیف ہے ۔ خصوصاً جب ہر معاملہ کو من اللہ سمجھتے ہو تو خوش کن
حالت ہے ۔ بس یہ ضروری ہے کہ اطاعت کو نعمتِ حق اور معاصی کو
اپنی طرف منسوب کرے ۔

حال نمبر ۱۰۰ : حضرت جی عام طور پر احقر سے خط و کتابت میں دیر ہو جاتی ہے ۔ ایک
خیال اب ذہن میں آیا ہے کہ خواہ کوئی حال ہو یا نہ ہو ، ہفتہ وار
ایک خط خدمتِ اقدس میں ڈال دیا جاوے ۔ ہاں اس میں یہ بات
ہے کہ شاید ابھی تک پہلے خط کا جواب [illegible] آیا [illegible]
اس طرح اجازت ہے یا اور کس طرح کروں ۔

ارشاد : ایک ماہ میں دو خط کا التزام رکھو ۔

حال نمبر ۱۰۱ : حضرت جی احقر کے اوقات اس طرح بٹے ہوئے ہیں کہ ایک کام
اپنے وقت سے چھوٹے تو پھر اس کا ادا کرنا ناممکن ہو جاتا ہے
مگر یہ کہ کسی دوسرے کام کو چھوڑ دوں ، مثلاً ذکر کر رہا تھا ۔ کوئی شدید

مرض کا مریض آیا۔ اس کی دوائی اور علاج میں دیر ہو گئی۔ اب یہ ذکر ادا نہیں ہو سکے گا۔ ایسی صورت میں اذکار و معمولات کو مقدم رکھوں یا علاج کو۔ معمول ادا نہ ہونے سے دل بہت پریشان اور طبیعت خراب رہتی ہے۔

ارشاد: مریض کو۔

حال نمبر ۱۰۲: حضرت جی آپ شاید خیال فرما دیں کہ کام کرنے کی خاطر بہانے تلاش کرتا ہوں۔ حضرت جی اپنی مجبوریوں اور کمزوریوں کو پیش کرنے پر مجبور ہوتا ہوں، اس لیے آپ کی تکلیف کا باعث بنتا ہوں۔ مجھے ان ذرا ذرا سی باتوں میں دوبارہ سہ بارہ سوال کرتے ہوئے بہت شرم آتی ہے اور آپ کی تکلیف کا خیال رہتا ہے۔ مگر معاملہ کی صفائی کرانے سے تسلی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس تکلیف کے لیے معاف فرما دیں۔

ارشاد: معاف۔

حال نمبر ۱۰۳: عرض یہ ہے کہ بعض اوقات مہمانوں کی خاطر یا کسی دوست کی آمد کی وجہ سے وظیفہ میں کمی ہو جاتی ہے یا ناغہ ہو جاتا ہے۔

ارشاد: کیا کبھی کھانا بھی ناغہ ہوا اور کبھی اس میں کمی ہو جاتی ہے۔

حال نمبر ۱۰۴: مصروفیت اوقات ایسی ہے کہ ایک وقت ناغہ ہو جاوے تو دوسرے وقت اس کا ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

ارشاد: یہ نفس کے بہانے ہیں۔

حال نمبر ۱۰۵: اور جب اس طرح کی کمی یا ناغہ ہو جاوے تو دل کی حالت پریشان سی ہو جاتی ہے اور روح کی تازگی مفقود ہو جاتی ہے۔

ارشاد: کیا یہ دریافت کرتے ہو کہ ناغہ کے بعد پریشانی نہ ہو اور ناغہ ہوتا رہے یا یہ دریافت کرتے ہو کہ ناغہ ہی نہ ہو۔

حال نمبر ۱۰۶: حضرت جی گزشتہ خط میں معافی کے دیئے جانے سے ایک گونہ تسلی

ہوئی ورنہ دل پر آنجناب کی تکلیف دہی کا بہت احساس تھا۔ اللہ تعالےٰ جناب کو بہترین جزاء عطا فرماویں۔ آمین۔ ثم آمین۔ حضرت جی ایسے حالات میں جو گذشتہ خطوط میں پیش کئے تھے، کئی دفعہ کھانے میں کمی یا ناغہ یا دیر ہوتی رہتی ہے۔ گھر والے انتظار کرتے کرتے کوفت کی وجہ سے غصہ کا اظہار بھی کر دیتی ہیں تو سوائے مجبوری کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا۔ دل تو چاہتا ہے کہ ناغہ ہی نہ ہو، سوائے ایک آدھ دفعہ کے، جب بھی چھوٹا تو مجبوری کی وجہ سے ناغہ ہوا۔

اب معذوری یا مجبوری کا اندازہ جواب تک رہا ہے، وہ میں خود ہی اندازہ کرتا رہا ہوں، اگر اس کام کو پرکھنے کے لیے کوئی معیار ہو تو تحریر فرمادیں۔

ارشاد: ضرورت اور مجبوری یہ کہ اس کام کو ترک کر دیا تو دین یا دنیا کا نقصان ہوا۔ باقی ایسے امور میں ذوق سے کام لیا جاوے۔

حال نمبر ۱۰۷: پریشانی کا احساس جو ہوا وہ آنجناب کی خدمت میں عرض کیا ہے ورنہ احقر تو یہ بھی نہیں جانتا کہ پریشانی مضر ہے یا مفید۔ اس کا صحیح طور پر علم بھی آنجناب سے ہی ہو سکتا ہے۔ دُعا کے لیے درخواست ہے۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۰۸: حضرت جی اللہ کریم کی حکمتوں سے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ عنقریب پنجاب آنے کا موقع ملے گا۔ اجازت فرماویں کہ اگر ایسا موقع ملے تو چند دن خدمتِ عالی میں بھی گزار سکوں۔ ویسے مستقل ارادہ صرف حاضری خدمتِ اقدس کے لیے بھی ہے۔ خواہ اور وجہ نہ بھی ہو۔

ارشاد: بسر و چشم آویں۔ لاہور مدرسہ میں رہائش کی جگہ تکلیف دہ ہے۔ اس کو برداشت کرنا ہوگا۔

حال نمبر ۱۰۹: حضرت جی آج تو آپ کے والا نامہ سے دل میں ایک خاص تڑپ

پیدا ہوئی جیسے امرتسر میں خواب کے اندر یہ حالت ہوئی اور تفکر ہوا تھا۔
اس والانامہ کے ذریعہ آنجناب کی خاص شفقت نے بہت ہی اثر کیا۔

ارشاد: اللّٰھم زد فزد۔

حال نمبر ۱۱۰: اِدھر تو اس قدر بیقراری اُدھر پنجاب آنے کے لیے حالات ناسازگار ہو رہے ہیں۔

ارشاد: اس میں بھی حکمت ہو گی۔ جو مقدر ہو اُس پر راضی رہو کہ عبد کا یہی کام ہے۔

حال نمبر ۱۱۱: حضرت جی جناب نے ارشاد فرمایا کہ جگہ تکلیف دہ ہے۔ اس وقت یہ حالت ہے کہ جیسے بھی ہو، زیارت نصیب ہو جاوے۔

ارشاد: بہت بہتر۔

حال نمبر ۱۱۲: بلکہ جناب کو اگر میرے مدرسہ میں قیام کی وجہ سے تکلیف ہو تو اس سے مجھے تکلیف ہو گی۔

ارشاد: مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

حال نمبر ۱۱۳: اگر ایسی صورت ہو تو احقر الگ جگہ کا بھی انتظام کر سکتا ہے۔ اگر آنے کا انتظام ہو سکا تو دوبارہ عریضہ کے ذریعہ دریافت کر لوں گا۔

ارشاد: آکر مشاہدے سے پھر رائے قائم کرنا ہے۔

حال نمبر ۱۱۴: دُعا کے لیے درخواست ہے۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۱۵: (سائل نے دو خواب تحریر کرنے کے بعد عرض کیا کہ) یہ خواب تو عرض کر دیئے ہیں اگر کوئی خاص بات ہو تو ارشاد فرماویں۔

ارشاد: خاص بات فکر رضائے حق ہے۔ اس کو یاد رکھو۔

حال نمبر ۱۱۶: حضرت جی اگلے روز خواب دیکھا۔ جس میں اپنا کوئی خط ہے۔ اس پر آنحضرت نے جواب عنایت فرمایا ہوا ہے۔ جواب میں تحریر جناب کی

بہت مغنی۔ مگر جو یاد ہے وہ عرض کرتا ہوں۔ وہ خط کسی غیر معلوم آدمی نے چھین لیا۔ جو الفاظ یاد رہے وہ یہ تھے "رات کے نوافل" یہ الگ عبارت تھی "اور ثریا" یہ الگ عبارت تھی۔ ثریا لفظ کے ساتھ جو عبارت تھی۔ اس کا مفہوم ذہن میں ہے۔ وہ یہ کہ ثریا کا دھیان رکھو یعنی مراقبہ کے طور پر یا ویسے۔

ارشاد: یہ ٹھیک مراقبہ ہے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رات بیدار ہو کر نگاہ مبارک آسمان کی طرف کرتے اور ایسے آیات تلاوت فرماتے تھے۔ جن میں آسمان اور ستاروں کا دلائل قدرت ہونا مذکور ہے۔

حال نمبر ۱۱۷: یہ خواب عرض کر دیا ہے۔ کوئی خاص بات ہو تو آگاہ فرمادیں۔

ارشاد: خواب مبارک ہے۔

حال نمبر ۱۱۸: گذشتہ خط میں جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ مراقبہ ٹھیک ہے تو کیا مراقبہ کرنا چاہیئے۔ یا خواب کی تعبیر ارشاد فرمانے کے لیے فرمایا تھا۔ اگر کرنا ہو تو کب اور کس طرح اور کیسے کرنا چاہیئے۔

ارشاد: مراقبہ ضروری نہیں۔

حال نمبر ۱۱۹: نیز حضرت جی کئی روز سے سحری کی بیداری میں غفلت ہو رہی ہے استقامت نہیں رہی۔ وجوہ غفلت کے کئی ہیں۔ علاج کے لیے[۱] آنکھ کو بار بار اُٹھنا۔ دیر سے[۲] سونا۔ نفس[۳] کا نیند کی کمی کا بہانہ کرنا۔ طبیعت[۴] کی ناسازی۔

ارشاد: ہمت کرو۔

حال نمبر ۱۲۰: اغلباً چار نوافل عشاء کے وقت پڑھ لیا کرتا ہوں۔ ذکر شریف وظیفہ تو پورا ہو جاتا ہے۔

ارشاد: چار کم ہیں۔

حال نمبر ۱۲۱ : دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ استقامت نصیب فرمادیں۔
ارشاد : میں دعا کرتا ہوں۔ ہمت کرو۔
حال نمبر ۱۲۲ : حضرت جی گزشتہ خط کے متعلق عرض ہے کہ آٹھ نوافل شروع کر دیئے ہیں۔ چار کے بجائے ہمت بھی کر رہا ہوں۔
ارشاد : الحمدللہ۔
حال نمبر ۱۲۳ : تین روز باقاعدگی کے بعد گزشتہ شب پھر ناغہ ہو گیا۔ بہت افسوس ہوا۔
ارشاد : افسوس بھی نعمت ہے۔
حال نمبر ۱۲۴ : اللہ کریم باقاعدگی کی توفیق عطا فرمادیں۔
ارشاد : آمین۔
حال نمبر ۱۲۵ : حضرت جی ان دنوں جب کہ بہت زیادہ الجھن اور پریشانی تھی، دو دفعہ خط لکھنے بیٹھا کہ آنجناب سے اس کے متعلق عرض کروں، مگر عین شروع کرتے وقت مریض آجاتے رہے۔ آج لکھنے کی ہمت ہوئی۔ حضرت جی اللہ درخواست ہے کہ ایسے نازک مواقع سے حق تعالیٰ اپنی مہربانی سے اور جناب کے طفیل بچنے کی توفیق مرحمت فرمادیں۔ اس کیلئے دعا فرمادیں۔ تہجد کے نوافل باقاعدگی سے ادا ہو رہے ہیں۔
ارشاد : دل سے دعا کرتا ہوں۔
حال نمبر ۱۲۶ : ان دنوں پریشانی یہ تھی کہ ان دنوں میں علاج کے سلسلہ میں عورتوں سے واسطہ پڑا۔ علاج اور تشخیص کے دوران چہرہ، سینہ وغیرہ پر نظر کرنی پڑتی۔ بحمدہ اللہ تعالیٰ کوشش سے نظر کو ہٹانے میں کامیاب بھی ہوتا رہا۔ اور دل میں فوراً خیال لاحول ولا قوۃ کا آجاتا۔ اور اس کو پڑھ لیا کرتا۔ مگر بہت حیران تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مجھے بچاؤ۔

ارشاد: آمین۔

حال نمبر ۱۲۷: بس کبھی نظر پڑ رہی ہے۔ کبھی پھیر رہا ہوں۔ بار بار یہ معاملہ پیش آتا رہا مریض عورتوں سے سامنا پڑتا رہا۔ بہت ہی الجھن رہی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ کل پرسوں سے یہ حالت بہت کم ہو گئی ہے۔ لہٰذا پریشانی بھی کم ہو گئی۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۲۸: جب بھی مریض عورت نظر پڑتی خیال آتا کہ میری دشمن آ گئی۔ حق تعالیٰ کا یہ بھی ان گنت احسانِ عظیم ہے کہ قصد سے نظر نہیں پڑتی رہی۔ اور پھیرنے میں بھی کامیابی ہوتی رہی۔

ارشاد: شکر کرو کہ دولت عظیم ہے۔

حال نمبر ۱۲۹: حضرت جی اپنی صحت مبارکہ کی اطلاع فرما دیں تاکہ تسلی ہو اور دل کو بیقراری نہ ہو۔

ارشاد: الحمد للہ خیریت سے ہوں۔

حال نمبر ۱۳۰: پاؤں مبارک کی تکلیف کا اب کیا حال ہے۔

ارشاد: بدستور ہے۔

حال نمبر ۱۳۱: حضرت جی بیماری کی وجہ سے روزمرہ کا وظیفہ چھوٹا تھا۔ اس کے بعد بھی غفلت سے چھوٹتا رہا۔ اب ہمت کر کے کوشش کر رہا ہوں کہ پوری باقاعدگی سے کر سکوں۔ للہ دعا فرما دیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔ آپ ہمت کریں۔

حال نمبر ۱۳۲: نماز تہجد کے متعلق ایک مرتبہ وعدہ کیا تھا، مگر حضرت جی وہ بھی باقاعدگی سے ادا نہیں کر سکا۔ اب تو بکر عرصہ سے چھوٹ رہی ہے۔ اوقات مشغولہ کچھ ایسے ہیں کہ باقاعدگی نہیں رہتی۔ اس صورت میں حضرت جی اگر روزانہ نماز عشاء کے بعد پڑھ لیا کروں تو کیا اجازت ہے۔ بیداری

کی ہمت جس دن ہو سکے، وقت پر بھی پڑھ لیا کروں۔

ارشاد: اجازت ہے۔

حال نمبر ۱۳۳: حضرت جی چند روز سے طبیعت منقبض ہے۔ بہت پریشانی اور بے چینی ہے۔ چند مرتبہ تو آنکھ دیر سے کھلنے سے نماز با جماعت بھی ادا نہ کر سکا۔ ایک روز سر میں درد اور بدن میں تکان تھی۔ اس کی وجہ سے وظیفہ بھی رہ گیا۔

ارشاد: افسوس۔

حال نمبر ۱۳۴: مگر یہ بے چینی عجیب سما ہے کہ کسی طرح بھی چین نہیں آتا۔ وہ نیک احباب جن سے مل کر دل خوش ہوتا تھا، ان سے مل کر بھی وہ خوشی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی کوئی نہ کوئی حالت دل کو بری لگتی ہے۔ ایسی حالت میں سوچتا ہوں تو خیال جاتا ہے کہ تجھ کو کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ دوسروں کی حالتوں کا اندازہ لگاتا پھرتا ہے۔

ارشاد: یہ بہت اچھا مراقبہ ہے۔

حال نمبر ۱۳۵: نہ کچھ فائدہ اور نہ کچھ حاصل مقصد اس بات سے کہ لوگوں کے عیب نکالتا پھروں۔

ارشاد: بلکہ خلافِ دین۔

حال نمبر ۱۳۶: اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو گم سم معلوم ہوتی ہے۔ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا ہو گیا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خلافِ شرع یا خلافِ اصول بات دیکھ کر خیال گزرتا ہے کہ روک ٹوک کرنے کی قدرت ہے۔ ان سے غصہ اور رنج کا اظہار کروں، تو دل میں دھیان جاتا ہے کہ شاید تو ہی غلطی پر ہو۔ اس پر غور کرتا ہوں تو پھر وہی گم و گم سم سی حالت معلوم ہوتی ہے۔ یا کچھ خلافِ شرع یا عقل بات معلوم نہیں ہوتی۔

ارشاد: بس جو خلافِ شرع یقیناً ہو، اس کے خلاف تنبیہ کرو۔ ورنہ خاموش رہو۔

حال نمبر ۱۳۷: یہ حالتیں کافی حیرانی کا باعث بنی رہتی ہیں۔ اس وقت اطمینان سے سوچ کر ان حالتوں پر غور کرتا ہوں تو اطمینانِ قلب پاتے ہوئے یہ دھیان آتا ہے کہ بس تو تو اپنا کام کئے جا، جو ہوتا ہے پڑا ہوتا رہے۔ جہاں تک اختیار ہے۔ استعمال کئے جا۔

ارشاد: بس یہ ٹھیک ہے۔

حال نمبر ۱۳۸: ویسے بحمد اللہ تعالے حق تعالے کا لاکھ لاکھ احسان اور آنحضرت کی خاص توجہ اور برکت سے جہاں تک اختیار معلوم ہوتا ہے۔ نفس کے خلاف کرنے میں اکثر کامیابی ہوتی رہتی ہے۔ اور نماز با جماعت بھی ادا ہوتی رہتی ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۳۹: للہ اس پریشانی کے لیے رہنمائی فرماتے ہوئے تسلی فرما دیں۔

ارشاد: بس عمل میں لگے رہو اور دعا بھی کرتے رہو۔

حال نمبر ۱۴۰: کہ اطمینان قلب اور سکون نصیب ہو۔

ارشاد: تسلّی اور سکون کے درپے کبھی نہ ہوں۔ تسلّی سکون بھی مقصود نہیں، مقصود عمل ہے۔

حال نمبر ۱۴۱: حضرت جی قدرتی بات ہے کہ جس روز آنحضرت کو گذشتہ خط لکھا تھا، اس کے دوسرے روز پریشانیوں میں کمی ہونی شروع ہو گئی اور جب آپ کا خط ملا تو اور بھی کم ہو گئی اور دعا بھی کی۔ بحمد اللہ تعالیٰ۔ اب آپ کی دعاؤں اور توجہ سے پریشانی نہیں ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۴۲: اور پہلے کی طرح بآسانی عمل کر رہا ہوں، اور مکرر دعا فرما کر ممنون و مشکور فرماویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۴۳: حضرت جی آیندہ سال حق تعالیٰ اگر حج کی توفیق عنایت فرما دیں اور ایک آدمی کے لیے بھی زادِ راہ ہو یا دو کے لیے تو بیوی، والد صاحب، والدہ صاحبہ میں سے کس کو ترجیح دی جائے۔

ارشاد: جس کو آپ کا دل چاہے۔

حال نمبر ۱۴۴: نیز حضرت جی کچھ عرصے سے ہمارے میاں بیوی کے درمیان وہ خوشگوار تعلقات نہیں رہے جیسے پہلے تھے۔

ارشاد: انا للّٰہ۔

حال نمبر ۱۴۵: حضرت جی نہایت ادب سے گذارش ہے کہ دعا فرماویں کہ حق تعالیٰ ایسے تنازعات سے بچا دیں جن سے پریشانی پیدا ہو اور طرفین کی دین و دنیا کے نقصان کا موجب ہوں۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔ آپ وعظ حقوق البیت کا مطالعہ کر کے اطلاع دیں۔

حال نمبر ۱۴۶: حضرت جی گزشتہ عنایت نامہ میں جناب نے ہمارے میاں بیوی کے تنازعات کی اصلاح فرماتے ہوئے فرمایا تھا کہ وعظ حقوق البیت کا مطالعہ کر کے اطلاع دو۔ حضرت جی حسب الارشاد رسالہ کے پڑھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ بحمد اللہ تعالیٰ اور سب باتیں تو ٹھیک ہیں۔ ایک بات کی اپنے اندر کمی محسوس کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ عورتوں کا حق یہ بھی ہے کہ ان کی بے تکلفی، ناز اور بے تمیزی کو گوارا کیا جاوے۔

اس کمی کو محسوس کر کے بصد خوشی اس پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے تیار ہوں اور کوشش کر کے انشاء اللہ عمل کروں گا۔

ارشاد: الحمد للہ کہ دین سمجھ گئے۔

حال نمبر ۱۴۷: تا کہ اگر میری وجہ سے بے لطفی ہے تو میں اس کا سبب نہ بنوں اور

اس بارہ میں اُخروی مواخذہ سے بھی محفوظ رہوں یہ صرف اس کے متعلق یہ گذارش ہے کہ للہ مجھے یہ فرمایا جاوے کہ کس حد تک بے تکلفی، ناز اور بے تمیزی کی باتوں کو گوارا کیا جاوے تا کہ اس حد کو خیال میں رکھوں۔

ارشاد: یہ ذوقی امور ہیں۔ جہاں تک ہو رعایت کرے۔ بس ایسی رعایت نہ ہو کہ وہ حد شرعی سے تجاوز کرنے لگے۔

حال نمبر ۱۴۸: اگر کوئی حد نہ ہو تب بھی تحریر فرمایا جاوے۔ کوئی ایسی تجویز ارشاد فرمادیں کہ اس پر آسانی سے پوری طرح عمل پیرا ہو سکوں۔

ارشاد: وہ تجویز فکر اور سوچ ہے کہ اس کو راحت بھی ہو اور بدتمیز بھی نہ بن جاوے۔

حال نمبر ۱۴۹: حضرت جی میرے گھر کے قریب گلی میں ایک نئی چھوٹی سی مسجد تیار ہوئی ہے۔ چونکہ میرے قریب ترین وہی مسجد ہے اور اس میں نئی ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی آبادی بھی نہیں تھی۔ لہٰذا میں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کر دی اور مسجد کی رونق اور آبادی کے لیے روزانہ حیاۃ المسلمین کی ایک روح سنانی شروع کی۔

ارشاد: الحمدللہ بہت اچھا کیا۔

حال نمبر ۱۵۰: امام صاحب بھی عامی آدمی ہیں۔ کچھ روز بعد مسائل نماز سے ناواقفی کی وجہ سے بہشتی زیور کے دو صفحے بھی شروع کر دیئے۔ اب بحمداللہ روزانہ بعد نماز فجر یہ سلسلہ جاری ہے۔

ارشاد: حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمادیں۔

حال نمبر ۱۵۱: اگلے روز یہ خیال آیا کہ حضرت جی سے تو اجازت پوچھی نہیں۔ بہت غلطی ہوئی۔ اب عرض کر دوں کہ یہ سلسلہ میرے لیے مصلحت کے خلاف ہو تو بند کر دوں۔

ارشاد: جاری رکھو اور اس نعمت پر شکر کرو۔

حال نمبر ۱۵۲: حضرت جی غلطی ہوئی، اس کو معاف فرمادیں اور آیندہ کے لیے جو حکم ہو ارشاد فرمادیں، احقر شروع کرنے سے پیشتر ضرور پوچھتا۔ مگر دھیان ہی نہیں آیا۔

ارشاد: معافی تو غلطی سے ہوتی ہے۔ یہ تو عین صواب ہے۔

حال نمبر ۱۵۳: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حضرت اقدس بزرگوارم سیدی سندی دوستی الی اللہ تعالےٰ جناب مولانا صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت جی گزشتہ خط سے قبل آنجناب سے آپس کے میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں عرض کیا تھا۔ آنحضرت نے تحریر فرمایا تھا کہ فکر اور سوچ سے کام لو کہ اس کو بھی تکلیف نہ ہو، اور بدتمیز بھی نہ بن جاوے۔ عرض یہ ہے کہ متعدد بار اتفاق ہوا کہ بدتمیزی احقر بیبا کی اہلیہ سے سرزد ہوئی۔ اس پر متنبہ کیا گیا۔ مگر بے باکی میں اضافہ معلوم ہوا۔ ذرا سی سختی سے کہا تو اور اضافہ ہوا۔ غرضیکہ سختی سے دبایا نہیں جا سکا، بلکہ اضافہ ہوا اور مقابلہ میں پورا جواب سرزد ہوتا رہا اور سامنے کے صاف الفاظ نکالے جاتے رہے۔

کچھ عرصہ کے بعد معافی تو اس نے مانگ لی۔ مگر اس بیبا کی کی کچھ عرصہ سے عادت ہو گئی ہے اور یہ عادت یہاں آنے پر ظاہراً معلوم ہوئی ہے۔ جب یہاں آنے کا ارادہ کیا تو یہ پنجاب تھی وہاں کسی ذریعہ سے بھی مشورہ کے لیے اطلاع دینا ساری برادری میں اشتہار دینا تھا۔ لہٰذا ارادہ کے فیصلہ سے پیشتر وہاں اطلاع نہ دے سکا۔ اور یہ خیال بھی قطعاً نہیں تھا کہ یہاں کا فیصلہ اس کو ناگوار ہوگا۔ احباب سے قرضہ کا، دکان کا، اور آنحضرت سے اجازت کا انتظام کر لینے کے بعد احقر والدین کو بتانے اور اہلیہ کو لینے کے لیے گیا تو اہلیہ نے یہاں کے فیصلہ کو ناپسند ظاہر کیا۔

یہاں آنے پر گرمی ہونے کی وجہ سے کچھ تکلیف اس کو ہوئی ۔ کوئٹہ ایسی گرمی نہ تھی اور نئی جگہ ہونے کی وجہ سے جان پہچان بھی نہ تھی ۔ اکیلا ہونے سے بھی تکلیف محسوس ہوئی ۔ ناگواری پر ناگواری بڑھی ۔ ادھر دکان پر میں اکیلا تھا ۔ واقفیت نہ تھی ۔ ملازمت کے بعد دکان کرنا ، ماحول تبدیل شدہ تھا ۔ پریشان حالی تھی قرض بھی سر پر تھا ۔ بس افکار پر افکار تھے ۔ دکان سے گھر آتا ذراسی بات پر اس کو بھی ناگواری ہوتی مجھے بھی ۔ میرے دل میں یہ خیال آتا اور اس سے بھی ظاہر کرتا کہ آج تک کی زندگی میں تمہارے لیے ایک یہی وقت آزمائش کا آیا ہے کہ میری وجہ سے گرمی کی تکلیف ، اکیلا ہونے کی تکلیف ، دکان کی تکلیف وغیرہ وغیرہ ہیں ۔ مجھے افسوس بھی آتا اور کہتا آہستہ آہستہ سب انتظامات ہو جائیں گے مگر اس کی طرف سے کوئی تسلی بخش سلوک نہ دیکھا گیا ۔ ان اثرات کا یہ نتیجہ معلوم ہوتا ہے ۔ باقی اپنے گناہ بھی پیشِ نظر ہیں ۔ مگر ظاہراً اس کا تدارک مشکل سا کام ہو گیا ۔ ویسے تکوینی چیز بھی معلوم ہوتی ہے ۔ آگے آپ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ تکوینی امر ہے یا نہیں ۔

یہ حالات آپ کی خدمت میں عرض کئے ہیں ۔ اللہ پاک آپ کو احسن جزاء عطا فرماویں ۔ ذرا ذراسی مشکل کو حل فرماتے ہیں ۔ للہ کوئی حل فرما دیں کہ یہ پریشانیاں دور ہوں ۔

ارشاد : بصورتِ والا نامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ خط دو مرتبہ پڑھ کر صدمہ ہوا ۔ دل سے اتفاق کے لیے دُعا کرتا ہوں ۔ اس تکلیف سے جو گھر کی وجہ سے ہے باطنی نفع بھی ہے ۔ وقتاً فوقتاً سمجھانے کی کوشش کرتے رہیں ۔ جب غصہ ہو اس وقت الگ ہو جایا کریں ۔ ہو سکے تو آرام سے یہ طے کر لیں کہ جس بات

میں اختلاف ہو اُس میں حاذق شخص سے مشورہ کر لیا کریں۔ طرفین کو جو مشورہ ملے اس پر عمل کرتے رہیں۔ اگر یہ تسلیم ہو تو والد صاحب یا جس پر طرفین راضی ہوں، اس کو حکم مقرر کر لیں۔

محمد حسن

حال نمبر ۱۵۴: گذشتہ خط کے متعلق عرض ہے کہ اہلیہ کو متعدد بار سمجھانے کے بعد یہ موقع دیتا رہا کہ وہ خود ہی کسی "حکم" کا نام تجویز کرے تاکہ اخلاقی امور میں جو وہ فیصلہ کرے اس پر دونوں عمل کریں۔ والد صاحب کے متعلق یہ سوچا گیا کہ وہاں ڈاک کی حفاظت کا انتظام نہیں۔ خط اگر کسی کی نظر سے گزر جائے تو یہ جھگڑا جو کسی کو معلوم نہیں ہے خواہ مخواہ معلوم ہو کر باعث پریشانی ہو گا۔ لہٰذا ہم دونوں کی نظر آنحضرت کی ذاتِ گرامی پر پڑی ہے کیونکہ خوش قسمتی سے ہم دونوں کی اصلاحِ باطن کا تعلق آنحضرت سے ہے لہٰذا ہم دونوں جناب کے فرمان پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ارشاد: حق تعالیٰ اس فیصلہ کو ذریعہ سکون فرما دیں۔

حال نمبر ۱۵۵: حضرت جی تقریباً دو ماہ سے ایک گذارش پیش کرنے کے لیے بار بار قلب پر تقاضا ہو رہا ہے۔ مگر اس کو التوا میں ڈالتا رہا کہ شاید مناسب نہ ہو۔ اب بار بار تقاضے کی بنا پر عرض کرتا ہوں، اس کے متعلق جو ارشاد ہو، اس سے ممنون فرماویں۔

ایک تو یہ کہ کئی سال سے دیکھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ جو دعا قبول ہونے والی ہو اس میں خشوع خضوع بہت ہوتا ہے۔ دوسری دعاؤں میں نہیں۔

ارشاد: الحمد للہ

حال نمبر ۱۵۶: ایسی دعائیں جب مانگ کر ختم کرتا ہوں۔ اسی وقت بعض اوقات دل میں ایک خیال سا آجاتا ہے کہ شاید دعا قبول ہو گئی ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

ارشاد: ماشاء اللہ۔

حال نمبر ۱۵۷: دوسرے یہ کہ ہونے والی چیزوں اور حالات کے متعلق دل میں ایک خیال ہو جاتا ہے کہ یوں ہو گا، چنانچہ ویسے ہی ہو جاتا ہے اکثر یا بعض اوقات۔

ارشاد: ثم الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً کما یحب و یرضیٰ ربنا۔

حال نمبر ۱۵۸: اور یہ خود بخود دل میں ایک خیال سا آجاتا ہے۔ چند مرتبہ خود بھی ایسے واقعات کے لیے ذراسی توجہ کی تو کچھ معلوم ہوا۔ مگر اکثر اس طرف التفات نہیں کرتا ہوں۔

ارشاد: ماشاء اللہ۔

حال نمبر ۱۵۹: اور نہ ہی ان کو کوئی وقعت دیتا ہوں۔ یہی خیال دل میں رہتا ہے کہ میرا کام تو عمل کرنا ہے۔

ارشاد: واہ واہ خوب سمجھے۔

حال نمبر ۱۶۰: جو اختیار میں ہے۔ بلا اختیار جو چاہے ظاہر ہوا کرے۔

ارشاد: بہت مبارک خیال ہے۔

حال نمبر ۱۶۱: یہ حالات حضرت جی اس لیے عرض کیے ہیں کہ کوئی اس سلسلہ میں اصلاح طلب حالت ہو لِللہ تحریر فرمایئے۔

ارشاد: بہت دل خوش ہوا۔ جزاکم اللہ۔

حال نمبر ۱۶۲: حضرت جی ازدواجی معاملات کے متعلق تا حال کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔

جو موجب حیرت اور پریشانی و فیصلہ طلب ہو۔ آپ کی دعاؤں سے پُرسکون دن گزر رہے ہیں۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۶۳: گذشتہ خط میں جو عرض کیا تھا کہ ہونے والی بات کا دل میں خیال سا آجاتا ہے، جب آنحضرت کا خط آیا اس روز متعدد بار یہ دھیان آتا رہا کہ ممکن ہے میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔ پورا اندازہ نہ کر سکا ہوں۔ چنانچہ بعد میں جب وہ حالت بھی نہ رہی جیسے اکثر معلوم ہو جایا کرتا تھا۔ اور اس کی آمد بند ہو گئی۔ مگر دل اس پر پریشان نہیں، بلکہ پہلے سے انشراح زیادہ ہے۔

ارشاد: جو ہے، وہ نعمت ہے۔

حال نمبر ۱۶۴: چونکہ پہلے سے یہ حالت مختلف تھی، اس لیے اطلاعاً عرض کر دیا، ورنہ احقر اس طرف التفات نہیں کرتا اور اس کو مقصود بھی خیال نہیں کرتا جو اصلاح طلب بات ہو، ارشاد فرماویں۔ اس لیے اطلاع عرض کی ہے تاکہ اصلاح طلب امر معلوم ہو جاوے۔ نیز حضرت جی دوازدہ تسبیح کے وقت مراقبہ موت جو کرتا ہوں۔ اس سے موت کا خوف معلوم نہیں ہوتا۔ ہر حالت میں یہی خیال رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی خاتمہ بالخیر۔ قبر کا سوال جواب قیامت کے اہوال سے نجات ہو گی۔ کوئی مرحلہ بھی ان کے فضل و کرم کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ اس خشیت کم ہونے کا احساس اس وقت ہوا جب کہ نزہۃ البساتین کے اخیر میں حضرت داؤد علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ پڑھا کہ موت کے ذکر سے ان کے بند اکھڑ جاتے تھے، اور بدن سے خون ٹپکنے لگتا تھا۔ تو اس واقعہ سے خیال آیا کہ کچھ خشیت تو ہونی چاہیئے۔ حالت عرض کر دی ہے تا کہ مناسب ہدایت فرماکر

مشکور فرمادیں۔

ارشاد: خشیت عقلی موجود ہے، اور جو مفقود ہے، وہ طبعی ہے، وہ ضروری نہیں ہے۔

اطلاع: ۲۰، جنوری ۹ بجے دن کے کراچی میل پر شاہ ایم کے لیے کراچی جا رہا ہوں۔

حال نمبر ۱٦۵: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آنحضرت کی زیارت کا موقع غیب سے عنایت فرماکر تسلی فرمادی۔ اس خوشی اور تسلی میں رات کو سویا تو صبح قلب پر یہ وارد ہوا کہ صرف یہی خوشی ہی کام آنے والی نہیں، مجھے اپنا کام بھی پورا کرنا چاہیئے۔ حق تعالیٰ کا لا تعداد شکر ہے کہ ہر موقع پر کام کی بات دل میں ڈال دیتے ہیں یہ جناب کی خاص توجہ اور کرم نوازی کا صدقہ ہے ورنہ میں وہی ہوں، جو پہلے تھا۔

ارشاد: جزاکم اللہ علیٰ ہذا المحبۃ۔

حال نمبر ۱٦٦: حضرت جی بعض کام جن کے متعلق حکم معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی سے جلدی کی وجہ سے معلوم کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ دل میں یہ آتا ہے کہ اس طرح کر لینا چاہیئے۔ مگر حیران رہتا ہوں کہ کروں یا نہ کروں حیرانی کے بعد کبھی تو دل کے خیال کے مطابق کر لیتا ہوں اور کبھی نہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک روز مولانا حبیب اللہ[1] صاحب مدظلہٗ فرما رہے تھے کہ القاء قلب کے خلاف کرنے سے کبھی نقصان اور تکلیف ہو جاتی ہے۔ تو حضرت جی اس امر سے خوف معلوم ہوا کہ خلاف کرنے

---

[1] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ ۱۲ منہ

سے کہیں نقصان اور تکلیف نہ ہو جائے۔ پھر فوراً یہ خیال آیا اور شرمندہ ہوا کہ
تو کس شمار میں ہے کہ اتقائے قلب اور الہام کا منتظر رہے۔ اتنا گندہ دل
ہے کہ ایسا تصور کرنا، اس سے حیا کرنا چاہیئے۔ حضرت جی! میں اس کشمکش میں
مبتلا ہوں، مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

ارشاد: بس اس وقت سوچ کر جب شریعت کے خلاف نہ ہو تو کر لے۔ پھر موقع پا کر
دریافت بھی کر لے۔

حال نمبر ۱۶۷: خاص عرض کرنا تو حضرت جی اس خط میں یہ تھا مگر پہلی بات لمبی ہو گئی بڑے
ادب سے معافی چاہتا ہوں۔ عرض یہ ہے کہ حضرت جی میرا دل تو بہت
ہی خواہش مند ہے کہ جتنا وقت بھی جناب کی صحبتِ بابرکت میں گزر سکے
غنیمت ہے۔ مگر بار بار دل میں آتا ہے کہ میری وجہ سے ذرہ برابر بھی آنحضرت
کو کوفت ہو خواہ بدنی یا ذہنی یا درس و تقریر کا مطالبہ ہی کیوں نہ ہو تو اس
صورت میں میرے لیے بہت بدبختی ہو گی، اس لیے گزشتہ شب آنحضرت
سے واپسی پر یہاں دو تین روز از سر نو رہنے کے لیے درخواست کرنے سے مجبوراً
زبان بند کرنی پڑی۔ مگر آج علی الصبح حضرت مولٰنا حبیب اللہ صاحب تشریف
لائے۔ سلام کے بعد فرمانے لگے کہ واپسی پر یہاں کے لیے عرض کیا
ہے کہ نہیں۔ جواباً عرض کیا کہ حضرت یہ جرأت نہیں کر سکا۔ انہوں نے فرمایا
ابھی عرض کر دو، شاید میرے جیسے معذور آدمی بھی فیض یاب ہو سکیں۔ تھوڑی
دیر بعد بھائی عبدالمجید صاحب آ گئے، انہوں نے بھی اصرار کیا۔ حکیم صاحب
اور ڈاکٹر محمود الٰہی صاحب کی بھی دلی تمنا ہے۔

ارشاد: مرض کی وجہ سے ہمت نہیں۔

حال نمبر ۱۶۸: لہٰذا حضرت جی خدمت بابرکت میں گزارش ہے کہ جیسے جناب بہتر اور

آسان خیال فرمادیں یہ ناکارہ حضرت جی کی خدمت بابرکت میں گزارش ہے کہ
جیسے جناب بہتر اور آسان خیال فرمادیں یہ ناکارہ روسیاہ اپنی وجہ سے
ذرہ برابر جناب کو تکلیف دینا گوارا نہیں کرسکتا۔

ارشاد: جزاکم اللہ۔

حال نمبر۱۶۹: دلی جذبات کا اظہار کر دیا ہے، میری خوشی تو آنحضرت کے آرام
اور خوشی میں ہے۔

ارشاد: واہ واہ۔ جزاکم اللہ۔

حال نمبر۱۷۰: امسال حج کا ارادہ ہے۔ دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت
فرمادیں۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔

حال نمبر۱۷۱: اہلیہ پر گو حج فرض تو نہیں۔ اگر میرے پاس پیسے ہو گئے تو نفلی حج کیلئے
اس کی بہت تمنّا ہے۔

ارشاد: وُہ بھی اگر جاویں، حج فرض کی نیت کریں، فرض ادا ہو جائے گا۔

حال نمبر۱۷۲: ہمارا موجودہ مکان پرانا ہے۔ مگر دکان اچھی ہے۔ ایک اور مکان
فروخت ہو رہا ہے۔ وہ مکان تو اچھا ہے۔ مگر دکان کے متعلق سُنا
ہے کہ منحوس جگہ ہے۔

ارشاد: یہ غلط ہے۔

حال نمبر۱۷۳: اس دوسرے مکان کی خرید کے متعلق عرض ہے کہ ایک تو حج کے ارادہ
پر اثر پڑنے کا امکان ہے کیونکہ کافی رقم صرف کرنی پڑے گی اور دوسرا مکان
کی نحوست کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے۔

ارشاد: اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

حال نمبر ۱۷۴: لوگ تو مشورہ دیتے ہیں کر لے لو، مگر آنحضرت سے دریافت کرنے پر تسلی ہوتی ہے، خود احقر استخارہ کی دُعا پڑھتا رہتا ہے۔

ارشاد: بہت اچھا کرتے ہو۔

حال نمبر ۱۷۵: حضرت جی احقر نے دوسرے مکان اور دکان کی تبدیلی کے متعلق جناب سے پوچھا تھا اور استخارہ بھی کیا تھا۔ دل اس طرف مائل ہوا کہ پہلے حج کرنا چاہیے پھر جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا۔ مکان کی تبدیلی کا بندوبست فرما دیں گے۔ ہر طرح کی بہتری کے لیے دُعا کی درخواست ہے۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۷۶: اہلیہ کے حج کے متعلق کشمکش و پس و پیش میں ہوں۔ ایام ولادت کے قریب ہونے کی وجہ سے دونوں کو تکلیف ہو گی۔ علاوہ ازیں اتنا طویل سفر تو تندرست کو بھی مشکل ہوتا ہے، اگر اُس کا شوق دیکھتا ہوں تو اس کو مایوس کرنے کے لیے بھی دل نہیں مانتا۔ نیز نیک کام میں رکاوٹ کا ذریعہ احقر کیوں بنے؟

ارشاد: یہ رکاوٹ نہیں۔ راحت کا لحاظ رکھنا بھی نیکی ہے۔ سفر طویل بھی ہے اور ذرا مشقّت کا بھی ہے۔

حال نمبر ۱۷۷: حضرت جی گزشتہ خط جو گم ہو گیا ہے، اس میں عرض کیا تھا کہ دوران علاج غیر محارم کے چہروں، چھاتیوں، سینوں وغیرہ پر وقتاً فوقتاً نظر پڑتی رہتی ہے۔ عین اس حالت میں قصد و غیر قصد کا فرق کرنا اور نفس کو روکنا اور ضرورت پر استعمال کرنا، بہت کشمکش ہوتی ہے۔ سوائے غیبی امداد حق تعالیٰ اور آنحضرت کی خاص دلی دعاؤں کے بہت مشکل ہے۔

ارشاد: بس ایسے وقت خوب ہمّت سے کام لینا چاہیئے۔

حال نمبر ۱۷۸ : جناب سے خط کے ذریعہ عرض کرنے کے بعد حالت بہتر ہو گئی اور اب بحمد اللہ اس وقت بھی کشمکش کے بجائے آسانی معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد : الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۷۹ : دوسری بات اس خط میں یہ لکھی تھی کہ نماز میں شروع سے آخیر تک دل متوجہ نہیں رہتا بلکہ زیادہ حصّہ بے توجہی سے گذرتا ہے۔ دل لگاتا ہوں، پھر لگاتا ہوں، پھر متوجہ کرتا ہوں، مگر پھر وہی حال ہوتا ہے اور اس میں اپنی غفلت معلوم ہوتی ہے۔ ویسے قدرے پہلے سے فرق ہے۔ لِلہ کوئی علاج تجویز فرمائیں۔ نیز دعا کی بھی درخواست ہے۔

ارشاد : انشاء اللہ ہمت سے کام لو تو اس میں رسوخ ہو جائے گا۔

حال نمبر ۱۸۰ : دو تین ہفتہ سے عجیب حال پیش آرہا ہے۔ متعدد باریوں ہوا کہ کسی آدمی کا خیال آیا، کسی بیماری یا اور کام کے متعلق۔ تو وہ آدمی اسی کام کیلئے اسی دن یا دوسرے دن سامنے آگیا۔ پہلے تو اتفاقی امر خیال کرتا رہا۔ مگر بار بار ہونے کی وجہ سے من جانب اللہ ہونے کا خیال آیا۔

ارشاد : وہ[1] بھی من جانب اللہ تھا۔

حال نمبر ۱۸۱ : اس میں جو اصلاح طلب بات ہو اس سے آگاہ فرما دیں۔

ارشاد : بس خاص عنایتِ حق ہے۔

حال نمبر ۱۸۲ : ویسے ایسے خیالات کی طرف آنجناب کی دلی دعاؤں سے مطلقاً طبیعت مائل نہیں ہوئی بلکہ اختیار سے اس طرف توجہ کرنے کے لیے بھی دل نہ چاہا اور نہ ہی ان کو مقصود سمجھتا ہوں۔ مقصود تو رضائے حق ہے، وہ

---

[1] یعنی یہ خیال بھی کہ وہ "یہ حال من جانب اللہ ہے" اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے دل میں ڈالا گیا ہے۔

اعمال صالحہ سے حاصل ہوتی ہے تو ان غیر مقصود باتوں کی طرف دھیان کرنے سے کیا فائدہ۔ دلی دعاؤں کا حضرت جی محتاج ہوں۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۸۳: کئی دفعہ یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ ٹانگہ میں بیٹھنے کا اتفاق ہوتا ہے اور ٹانگے والا بغیر اور سواری لیے چل دیتا ہے۔ شرم کی وجہ سے اس کو کہہ بھی نہیں سکتا کہ اور سواری بٹھا لے۔ اس وجہ سے ٹانگہ والا کہے گا کہ بہت کنجوس ہے۔ حضرت جی، یہ اُس کو نہ کہنا تکبر تو اس کی وجہ نہیں۔

ارشاد: یہ طبعی حیا سے ہے۔

حال نمبر ۱۸۴: ویسے اگر سواریوں والے ٹانگہ میں جگہ ملے، دل میں تو بحمد اللہ اپنی ذلت کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں۔ دل کا جائزہ لے کر عرض کر رہا ہوں۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۸۵: تو حضرت جی ٹانگے والے قصہ سے احقر کے تکبر کا علاج فرما کر ممنون فرما دیں۔

ارشاد: تکبر نہیں کہ علاج کیا جاوے۔

حال نمبر ۱۸۶: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ارشاد: السلام علیکم[۱]۔

حال نمبر ۱۸۷: حضرت جی! جناب سے رخصت ہو کر گھر پہنچا تو

---

[۱] السلام علیکم کا جواب خط موصول ہوتے ہی دیا جا چکا۔ یہ سلام کا جواب نہیں ہے۔ بلکہ خط شروع کرتے وقت خود سلام کیا ہے۔ ۱۲ منہ

عزیزہ[1] کی حالت نازک تھی۔ کھانا پینا بند اور بے ہوش تھی۔ دوسرے روز نیکہ وغیرہ سے قدرے افاقہ ہوا۔ مگر پوری طرح بیہوشی دور نہ ہوئی، اور آج صبح چار بجے حق تعالےٰ کے ہاں پہنچ گئی۔ اس میں بھی لاکھوں حکمتیں اور مصالح ہیں بندے کا کام تسلیم و رضا ہے۔

ارشاد: اس اطلاع سے صدمہ ہوا۔ انا للہ۔

حال نمبر ۸۸: آنجناب کی دعاؤں اور حق تعالےٰ کی مہربانیوں سے رضا بالقضاء کیلئے کوشش کر رہا ہوں۔

ارشاد: الحمد للہ۔ حق تعالےٰ کامیاب فرمادیں۔

حال نمبر ۱۸۹: چنانچہ آج ابتلاء امتحان کا وقت تھا۔ یہی خیال دل میں تھا کہ اللہ کی چیز تھی، جب تک عین مصلحت تھی، ہمارے پاس رکھی اور جب لے جانا مصلحت تھی تو ہماری اُخروی بہتریوں کے لیے ثواب کا ذریعہ بنا کر اپنے پاس بلا لیا۔ جتنا تعلق ہمارا عزیزہ سے تھا اس سے کہیں زیادہ حق تعالیٰ کو شفقت کا تعلق ہمارے ساتھ ہے لہٰذا یہ بھی اللہ کی جانب سے مہربانی کے تعلق سے ہے اور عین مصلحت اسی میں ہے۔

ارشاد: ماشاء اللہ۔ یہ فہم مبارک ہو۔

حال نمبر ۱۹۰: کئی روز رقت رہی مگر اسی خیال سے دور ہو جاتی رہی۔ چند بار آنسو بھی آئے مگر بہت کم اور ابھی تک کوئی خاص صدمہ غیر اختیاری معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں جب عزیزہ کا خیال کرتا ہوں تو کچھ صدمہ ہوتا ہے۔ مگر جب

---

[1] صاحبزادی عاصمہ جو بچپن ہی میں انتقال فرما گئیں۔

کسی دینی نقصان کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتا ہوں تو یہ صدمہ ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اور دینی نقصان ناقابل تلافی اور بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے (اللہ تعالیٰ دینی نقصان سے ہمیشہ بچاویں۔

اب عرض یہ ہے کہ اس واقعہ میں دو باتوں کا خیال ہے ۱ ایک یہ کہیں صدمہ کے کم ہونے کی وجہ سے من لم یرحم صغیرنا الخ میں داخل نہ ہو جاؤں، ویسے بچوں کو بلا وجہ ڈانٹ اور عتاب وغیرہ نہیں کرتا اور نہ ہی دباؤ ڈالتا ہوں۔ ہاں دینی امور میں کوتاہی کرنے سے گوارا نہیں ہو سکتا کہ روک ٹوک نہ کروں۔

ارشاد: اس فکر میں نہ لگیں۔

حال نمبر ۱۹۱: ۲ میرے یہاں آنے سے ایک روز پیشتر بھیرے والے شیخ صاحب سے جناب فرما رہے تھے کہ ایک بزرگ اپنے بچے کے انتقال کی اطلاع سے ہنس پڑے۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا قول فرمایا کہ یہ کمال نہیں۔ کمال حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند کی وفات کے وقت آپ کا رونا اور صبر کرنا ہے۔ صبر اور شکر دونوں کو جمع کر کے دکھلا دیا۔ یہ دعویٰ تو توبہ توبہ کیا، ہاں نقل تو کرنی چاہیئے۔ میں تو رویا نہیں۔ اس کی کس طرح اصلاح کراؤں۔

ارشاد: دل کا صدمہ ہو جانا یہ بھی رونا اور دل کا رونا ہے یہ کافی ہے اور خود غیر اختیاری امور پر عتاب نہیں۔

حالِ نمبر ۱۹۲: اس میرے عمل کو دیکھ کر برادری کے لوگوں کو احقر نے تعریف کرتے سنا کہ یہ مرد مومن کا کام ہے۔ یہی موقعہ صبر کا ہوتا ہے۔ اس کے ازالہ کے لیے

---

۱ یہ ایک حدیث کا ٹکڑا ہے مطلب یہ کہ جو شخص چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲ منہ

۲ یعنی حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ ۱۲ منہ

احقر نے کوشش بھی کی کہ غم کا اظہار ہو جاوے اور اس ریاکاری سے بچ جاؤں۔ اس کے متعلق اصلاح طلب امور سے آگاہ فرماویں۔

ارشاد: جو کچھ ہو چکا، ہو چکا۔ آئندہ طرز یہ ہے کہ نہ مدح پر نظر، نہ قدح پر نظر، رضائے حق پر رہے۔

حال نمبر ۱۹۳: عزیزہ کی والدہ کو کافی صدمہ ہے۔ اس کے صبر کے لیے دعا فرماویں۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۱۹۴: اس واقعہ کی وجہ سے باہر سے رشتہ دار وغیرہ افسوس کے لیے آ رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے آنجناب کی خدمت میں حاضری کے لیے وقت نکالا تھا، جس طرح حکم الٰہی ہو بندہ کیا کر سکتا ہے۔ شاید ایک آدھ روز کے لیے زیارت کر سکوں۔

ارشاد: اس حالت میں آنا مناسب نہیں۔ پھر جب حق تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ تعلق قلب بھی انشاء اللہ کافی ہے۔

حال نمبر ۱۹۵: حضرت جی ملتان کا سہ روزہ قیام بڑی خوش نصیبی تصور کرتا ہوں۔ زیارت بھی نصیب ہوئی۔ درس قرآن مجید اور وعظ سنا اور مجلس کی حاضری سب نعمتیں نصیب ہوئیں۔ دل تڑپتا تھا کہ ہر وقت قدموں میں پڑا رہوں۔ مگر جناب کی عدیم الفرصتی کی وجہ سے یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ مدرسہ خیر المدارس میں ۵۰/- روپے بچاس روپے چندہ دینے کے لیے دل میں سے نیت کر کے آیا تھا۔ پیش کرنے کے بعد بہت اخفاء کے لیے کوشش کی مگر میرا نام بھی لکھ لیا گیا اور آئندہ اجلاس میں سنایا بھی گیا۔ اس دوران میں بہت گھبرا سے وساوس آتے کہ میرے چندے کا اعلان کیا جائے

سُنیں گے تو شاباش اور آفرین کہیں گے اور میری تعریف ہوگی۔ جب بھی
وسوسہ آتا فوراً استغفار کرتا۔ بار بار اس وسوسے نے پریشان کر دیا۔
یا اللہ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اس گندے خیال نے مجھ کو نہ چھوڑا
اور میں نے بھی دعا و استغفار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اب حضرت جی!
اس نفس پرستی اور ریاکاری کے خیالات کی اصلاح کے لیے تجویز
ارشاد فرما دیں تاکہ ٹھیک کر سکوں۔

ارشاد: الحمد للہ کہ دین کی فکر ہے، جو مبارک ہے۔ باقی طبعی امور ہیں۔ جو معاف ہیں۔

حال نمبر ۱۹۶: حضرت جی ایک اور اپنی بیماری بھی خدمتِ عالیہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں
کہ جب احقر کسی آدمی کو دیکھتا ہے تو فوراً دل میں خیال آنے لگتا ہے
کہ تم سے اچھا ہے یا تم سے کم ہے۔ اس خیال کو بار بار توڑتا ہوں، پھر
پریشان کرتا ہے۔ حتیٰ کہ خیال گزرتا ہے کہ ایسے لوگ بھی دنیا میں تھے۔
اور اب بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو اپنے کو کتوں اور خنزیروں سے
بدتر سمجھتے تھے اور میں ان پریشان خیالات میں مبتلا ہوں اور دل کو بار بار
سمجھاتا بھی ہوں کہ نہ معلوم خاتمہ کیسے ہو اور پھر یہ ضروری بھی نہیں خیالِ
مذکورہ صحیح بھی ہو۔ بفرضِ محال اگر صحیح ہو بھی تو اس لمحہ کے بعد معلوم نہیں
کہ میری حالت کیسی خراب ہو جاوے یا دوسرے کی کیسی سدھر جاوے۔
اس مراقبہ سے یہ خیال ٹوٹ جاتا ہے تو حضرت جی اس بیماری کا علاج
تجویز فرما دیں اور اس مہلک مرض سے نجات کی کوئی سبیل نکالیں۔

ارشاد: امورِ غیر اختیاریہ میں کوئی مواخذہ نہیں۔ اپنے اچھا ہونے کا خیال، وسوسہ اور
بلا دلیل ہے۔ بس آپ نے جو کچھ کیا، وہ کافی ہے۔ جو خطرہ گزشتہ ہوا معاف ہے۔

وہ کافی شافی ہے۔

حال نمبر ۱۹۷: حضرت جی! صفر کے مہینہ میں اپنی قریب والی مسجد میں نمازیوں کو کتاب پڑھ کر سنانے کے متعلق عرض کیا تھا، وہ خط بھی پیش خدمت ہے۔ اس سلسلہ میں تین باتیں مدِ نظر رہتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ کتاب سنائی جاوے جس سے روحانی ترقی ہو، دوسرا مسائل سے بھی علم ہوتا جاوے۔ تیسرا وقت زیادہ نہ لیا جاوے تاکہ ملال اور اکتاؤ نہ ہو۔ اس طریقہ سے پہلے تو حیاۃ المسلمین شروع کی، پھر بہشتی زیور۔ نشر الطیب۔ حقوق الاسلام۔ آداب المعاشرۃ۔ ازالۃ الرین عن حقوق الوالدین۔ جزاء الاعمال سناتا رہا۔ کئی کتب تو بار بار سنائیں۔ بہشتی زیور آج کل چھٹا حصہ شروع ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔ بہت دل خوش ہوا۔

حال نمبر ۱۹۸: بہشتی زیور تو دوبارہ شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ دوسری کتاب نشر الطیب کی جگہ کون سی کتاب سنائی جائے۔

ارشاد: جو کتاب بھی حضرت[1] کی پڑھو گے مفید ہوگی۔

حال نمبر ۱۹۹: سلسلہ تسہیل المواعظ اور ملفوظات کا خیال آیا۔ مگر مواعظ میں وقت بہت صرف ہوتا ہے اور ملفوظات کے متعلق خیال ہے کہ ہم خیال لوگ ہوں، پھر تو ٹھیک ہے، ورنہ ہو سکتا ہے کہ ایسی بات آجاوے کہ احقر صفائی نہ کر سکے یا غلط مطلب لے لیں یا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق غلط خیال دل میں بٹھا لیں اور ان سب باتوں کا باعث احقر بنے۔

ارشاد: ماشاء اللہ بہت اچھا خیال ہے۔ جو ملفوظ کچھ مشکل ہو، اس کو ترک کر دیا جائے۔

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ۔

باقی سنادیا کریں۔

حال نمبر ۲۰۰ : حیات المسلمین بہت مفید اور عام فہم ہے۔ اس لیے اس کو تین مرتبہ سنایا ہے انشاء اللہ پھر بھی پڑھوں مگر کوئی اور کتاب بھی ہو تو سامعین کو دلچسپی بھی رہے گی۔ جو ارشاد فرمادیں شروع کردوں۔

ارشاد : حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کل کتابیں نور ہیں۔

حال نمبر ۲۰۱ : حضرت جی! حج کے لیے لوگ قبل از رمضان جارہے ہیں، دل للچارہا ہے۔ اللہ کرے بعد از رمضان ہی حاضری نصیب ہو جاوے۔

حضرت جی! بیت اللہ شریف یا دیگر مقامات متبرکہ مقدسہ کی زیارت کے وقت اگر دل وہاں سے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہو اور یہی کیفیت ہو کر یہاں ہی پڑا رہوں تو والدین اور اہلیہ اور بچے بھی ساتھ ہیں۔ خصوصاً زچگی کا وقت بھی وہیں ہوگا۔ تو اپنے جذبات اور ادائے حقوق کیسے جمع ہو سکیں گے۔ تطابق کی کوئی سہل صورت تجویز فرمادیں۔ شاید وہاں جذبات قابو سے باہر ہو جائیں تو ادائے حقوق میں کوتاہی نہ ہو۔

ارشاد : شریعت کی اطاعت ادائے حقوق میں اور وہاں کے قیام میں مشکل ہے اتو ویسی ہی موجب قرب ہوگی۔

حال نمبر ۲۰۲ : ایسے حالات اور تطابق کے لیے دعا کی بھی درخواست کرتا ہوں۔

ارشاد : دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۰۳ : دعا فرمادیں کہ خدمتِ اقدس میں حاضری دے سکوں جس سے حج مبرور کی توقع کرسکوں۔

ارشاد : وقت تنگ ہے۔ اس لیے بعد واپسی حج پھر انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔

حال نمبر۲۰۴: حضرت جی! کراچی سے منظوری آگئی ہے۔ ۲۵ر جون یعنی ۱۹ر رمضان المبارک کو بلایا ہے۔ انشاء اللہ گزرتے گزرتے زیارت اور دعا کے لیے حاضری خدمتِ اقدس کی اُمید ہے۔

ارشاد: ایسی شدید گرمی، پھر رمضان، بس خط کی ملاقات کافی ہے۔

حال نمبر۲۰۵: اہلیہ کو حج کا اس قدر شوق ہے کہ ایک روز جذبۂ شوق میں کہنے لگی کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے اور میری بات مانے تو کہوں گی کہ اگر میری حالت چارپائی والی ہو تو چارپائی سمیت جہاز پر حج کے لیے سوار کرادو۔ عشق اور محبت ہی اس راستہ میں زیادہ درکار ہوتی ہے۔

ارشاد: عشق و محبت کے ساتھ ہوش بھی ضروری ہے۔

حال نمبر۲۰۶: ایسے جذبۂ شوق میں اس بیچاری کا دل توڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ دعا فرمادیں کہ اس کے جانے کا بھی انتظام ہو اور راستہ کی اور وہاں کی تکالیف سے محفوظ رہے۔

ارشاد: جو بہتر ہو اس کے لیے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر۲۰۷: وہ خود بھی اس کے لیے بہت دعائیں کر رہی ہے۔

ارشاد: حق تعالیٰ قبول فرمادیں۔

حال نمبر۲۰۸: لِلّٰہ دعا فرمادیں کہ ایک گھڑی بھی دوران سفر فضول صرف نہ ہو۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں اور نیز اپنے لیے دُعا کی درخواست کرتا ہوں۔ سفر حج اور حرمین شریفین میں ہو سکے تو حسن خاتمہ کے لیے اس احقر کو بھی یاد رکھیں۔

حال نمبر۲۰۹: کوئی ضروری چیز تحریر فرمادیں، احقر بہت مشکور ہوگا۔

ارشاد: ضروری شے یہ ہے، سفر میں معاصی سے بچنا۔ ذکر میں مشغول رہنا۔ اختلاط

عوام سے یہ سمجھ کر کہ میں ملنے کے قابل نہیں، دور رہنا۔

حال نمبر ۲۱۰: حضرت جی! جناب کا والانامہ اور والد صاحب کا بھی آج ہی سلے ۔ اہلیہ کے سفر حج کے متعلق اب ہوش آئی ہے کہ یہاں بھی عقل کو جذبات پر غالب رکھنا چاہیئے۔ وہ خود بھی عریضہ پیش کر رہی ہے۔ واضح ارشاد فرمادیں۔ جیسے بھی ارشاد ہوگا انشاء اللہ بجالاؤں گا۔

ارشاد: شرعاً تو ایسی حالت میں سفر منع نہیں، صرف خیال تھا کہ راستہ میں تکلیف نہ ہو۔ اب توکلاً علی اللہ ساتھ لے جاویں۔

حال نمبر ۲۱۱: حضرت جی! کل ایک عریضہ خدمتِ اقدس میں روانہ کرچکا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ دورانِ سفر یا قیام حجاز میں جیسے جیسے حالات ہوں، بیان کردیا کروں۔

ارشاد: توبہ کرو۔ کیا نامہ نگاری کے لیے یہ سفر ہے۔ سوا ذکر اور اطاعت کے کسی شے کی طرف توجہ نہ کرنا۔ قلم بشکن سیاہی بریز کاغذ سوز و دم درکش۔ بہت برا خیال ظاہر کیا۔

حال نمبر ۲۱۲: تاکہ جذباتی پہلو سے اور ویسے بھی جو حالات پیش آئیں ساتھ ہی اطلاع دیتا ہوں۔

ارشاد: کیا رپورٹری کے لیے جاؤ گے۔ خدا کرے کہ سب بھول جاؤ۔ صرف محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہونا۔

حال نمبر ۲۱۳: اس صورت میں جوابات تو وہاں موصول ہونے مشکل ہیں۔ خیال ہے کہ بھائی صاحب کے پاس جمع ہوتے رہیں۔

ارشاد: سب خرافات۔

حال نمبر ۲۱۴: حضرت جی! گزشتہ خط میں ناموزوں باتوں سے آنحضرت کی تکلیف کا باعث بنا ہوں، جس سے از حد شرمندہ اور نادم اور معذرت خواہ ہوں۔ بلکہ

اس گستاخی اور سوء ادبی کو معاف فرماویں ۔

ارشاد: جرم ہی نہیں کہ معاف کروں ۔

حال نمبر ۲۱۵: دل پر آنحضرت کی تکلیف کا بہت اثر ہے ۔ احقر کا مقصد صرف باطنی امور عرض کرنے سے تھا ورنہ خدانخواستہ دنیاوی امور سے جناب کو تکلیف کیوں دیتا ۔ افسوس ہے کہ اپنی نالائقی سے صاف عرض نہ کر سکا ۔

ارشاد: اگر کوئی حالت ایسی ہو، ضبط کر لینا کافی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ۔ اصل یہ ہے کہ ذکر میں مشغول رہو ۔

حال نمبر ۲۱۶: اور اگر باطنی حالات بھی عرض کرنے میرے لیے ممنوع ہیں تو اس میں بھی بہتری ہو گی ۔ جناب کمال شفقت سے فرما رہے ہیں ۔ میرا اسی میں فائدہ ہو گا ۔ آپ مجھ سے زیادہ اس کو جانتے ہیں ۔

حضرت جی! اہلیہ کے متعلق آخری فیصلے کے لیے عرض کیا تھا کہ ساتھ لیجاؤں یا نہ ۔ شاید اس خط کا جواب آنحضرت نے بھیجدیا ہو گا ۔

ارشاد: بھیجدیا ہے ۔

حال نمبر ۲۱۷: وہ جواب تو وطن جا کر ملے گا ۔ اگر تکلیف فرما کر اس خط میں جواب سے اطلاع فرماویں کہ اس کو ساتھ لے جانے کی اجازت فرمادی ہے یا نہیں تو یہاں جو اعزہ و اقارب اس کے متعلق پوچھیں گے ۔ ان کو اطلاع دیتا جاؤں گا کہ وہ جارہی ہیں یا نہیں ۔

ارشاد: احباب سے بھی مشورہ کر لیا ۔ پھر یہی لکھ دیا ہے کہ ساتھ لے جاؤ ۔ دعا بھی کرتا ہوں ۔

حال نمبر ۲۱۸: حضرت جی! جناب کی دلی اور خاص دعاؤں سے ہمارا سفر پورا ہو رہا ہے جہاز میں مدینہ طیبہ جاتے ہوئے موٹر میں اور واپسی میں ہر طرح خیریت رہی ۔

آج آٹھ یوم مدینہ منورہ سے آئے ہوئے ہو گئے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں بخیریت بچہ پیدا ہوا۔

ارشاد: مبارک ہو۔ پھر مبارک ہو۔

حال نمبر ۲۱۹: یہ سب آسانیاں حق تعالیٰ کے فضل اور آنحضرت کی دلی دعاؤں کا نتیجہ سمجھتا ہوں۔ اہلیہ خاص طور سے ممنون ہے۔ متعدد طواف اور دو عمرے ایک ......[1] سے اور ایک مدینہ معمور سے کر چکی ہے۔ دعا کے لیے درخواست ہے۔ زچہ اور بچہ کے لیے ابھی دعا فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں اور دعا کی درخواست بھی کرتا ہوں (زچہ، بچہ) دونوں کے لیے دعا کرتا ہوں والد صاحب کی خدمت میں سلام اور درخواست دعا۔

حال نمبر ۲۲۰: آنحضرت سے رخصت ہو کر مختلف مقامات سے ہوتا ہوا گھر پہنچ کر کام شروع کر دیا ہے۔ سب کام حکمت سے بھرپور رہیں۔ خواہ سمجھ میں بھی نہ آدیں۔ مگر حج سے واپسی پر دین و دنیا میں کھلی برکات کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

ارشاد: الحمد للہ مبارک ہو۔

حال نمبر ۲۲۱: حضرت جی! اپنی صحت سے تحریر فرمادیں تاکہ تسلی ہو اب تو غالباً ٹانگ سے متعلق فیصلہ ہو گیا ہو گا۔

ارشاد: الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ لات لگوانے کے لیے سیالکوٹ آیا ہوں۔ کام شروع ہے لات تیار ہو گئے ہیں۔ اس پر چلنے کی مشق کر رہا ہوں۔

حال نمبر ۲۲۲: عزیز علیم اللہ کی۔ بحمداللہ بخیریت ہے اور خوب کھیل رہا ہے۔ اس کے نام کے متعلق وضاحت فرمادیں۔ پہلے علیم اللہ سمجھ کر رکھ دیا ہے۔ آیا علیم اللہ تھا یا کلیم اللہ۔ نام کی تجویز والے خط بھی بھیج رہا ہوں۔ پوری طرح سمجھ نہیں سکا۔ تکلیف فرما کر وضاحت فرمادیں۔

---

[1] اس جگہ کسی مقام کا نام ہے جو صاف پڑھا نہیں گیا۔

ارشاد: کلیم اللہ[1] نام ہے۔

حال نمبر ۲۲۳: حضرت جی! گزشتہ دو خط ارسال کر رہا ہوں۔ جب ہم رمضان المبارک والا خط لکھا تھا تو دل میں حج کے جذبات بہت تھے۔ مگر اپنی نالائقی سے صاف نہ عرض کر سکنے کے باعث آنحضرت کو تکلیف ہوئی۔ جواب ملا تو سب جذبات ختم ہو گئے۔ تاریکی محسوس ہونے لگی۔

جب دوسرے خط میں رنج دہی سے معذرت خواہ ہوا کہ اطلاع صرف باطنی احوال کی مراد تھی، کیونکہ جذبات کا ہجوم تھا لیکن صاف نہ عرض کر سکنے کی وجہ سے جناب کو تکلیف ہوئی۔ اس کے جواب میں جناب نے ارشاد فرمایا کہ ایسے حالات قلمبند کر لینے کافی ہیں۔ فوری اطلاع کی ضرورت نہیں۔ اس والا نامہ کے ملنے سے قدرے تسلی تو ہوئی مگر ایک قبض کی حالت پیدا ہو گئی۔ اس حالت میں اعمال میں بھی بہت ہمت سے کام لینا پڑتا تھا۔

ارشاد: جس میں اجر زیادہ تھا۔

حال نمبر ۲۲۴: رو رو کر بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑ کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا تھا، مجھے نامراد نہ کیجیو۔ لوگ تو بامراد جاتے ہیں۔ مگر یہ حالت زائل نہ ہوئی۔ عرفات شریف میں اپنی دعاؤں کے ساتھ مناجات مقبول کی تمام دعائیں پڑھتا تھا۔ اس وقت حالتِ قبض فرو ہونی شروع ہوئی۔ جبل رحمت پر نہایت آہ و زاری کے ساتھ دعا مانگی۔ وہاں طبیعت بالکل کھل گئی اور قبض کا عالم جاتا رہا۔

ارشاد: الحمد للہ۔

---

[1] حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہی کی رائے سے ان صاحب کا نام بدل کر کلیم اللہ کر دیا گیا۔ اب ان سے چھوٹے بھائی کلیم اللہ ہیں ۱۲ منہ

حال نمبر ۲۲۵ : اندازاً یہ حالت تین ماہ تک رہی۔ جبلِ رحمت سے واپسی پر خود بخود بغیر کسی توجہ کے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بڑی چیز لیے جا رہا ہوں اور دل میں شکر اور الحمد پڑھتا جاتا تھا۔

ارشاد : الحمد للہ۔

حال نمبر ۲۲۶ : خیمہ میں پہنچ کر اتفاقاً اہلیہ نے کہا، پڑھا ہے کہ یہاں رحمتِ ایزدی اور حج کے مقبول ہونے کا یقین رکھنا چاہیئے۔ اس وقت مجھے بھی یاد آیا۔

ارشاد : واہ واہ خوب تعلیم ہوئی۔

حال نمبر ۲۲۷ : اللہ تعالیٰ نے بہت انعام فرمایا کیسے موقعہ پر بات بغیر سوچ کے سمجھا دی۔ حضرت جی! جناب کی دعاؤں اور حق تعالیٰ کی بے انتہا عنایات سے عرفات میں زوال سے غروب آفتاب تک تمام وقت دعا اور ذکر وغیرہ میں گزرا۔

ارشاد : آپ کے خط سے دل بہت خوش ہوا۔ حق تعالیٰ معرفت میں ترقی فرمادیں۔

حال نمبر ۲۲۸ : حج سے فراغت کے بعد بھی پندرہ بیس روز مکہ مکرمہ میں رہے، اور روزانہ بحمداللہ عمرہ کرتے رہے، وہاں بھی اور اب تک خوب بسط کی حالت ہے۔ حضرت جی! عجیب پریشانی اور حیرانی تھی۔ اگرچہ اس کے فوائد اب معلوم ہو رہے ہیں۔ مگر یہ حالت اگر پیش آئے تو احتیاط کیا کرنی چاہیئے۔

ارشاد : بس توکل اور ہمت سے کام اور خوب توجہ سے توبہ کرنا۔

حال نمبر ۲۲۹ : اپنی خیریت مبارکہ سے اطلاع فرمادیں۔

ارشاد : الحمد للہ زخم اچھا ہو گیا ہے۔ اب تک چارپائی پر ہوں۔ لات لگوانے کے مشورے ہو رہے ہیں۔ ابھی عمل نہیں ہوا۔ کھانا کھا لیتا ہوں۔ ہضم بھی ہو جاتا ہے۔ نیند بھی آجاتی ہے۔ تندرستوں میں بیمار ہوں اور بیماروں میں تندرست ہوں۔

کی آدمی[1] کا پتہ نہیں دیا کہ کیا حال ہے؟

حال نمبر ۲۲۳۰: حضرت جی! ایک سال حج کے متعلق عرض کیا ہے ایک مدینہ طیبہ کے متعلق عرض کرتا ہوں۔ جناب اصلاح طلب امر سے آگاہ فرمادیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لیے بہت آرزو تمنا تھی۔ مواجہ شریف اور دیگر مقامات مقدسہ میں دعائیں بھی کیں۔ آخر الوداعی سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا سلام عرض کر کے واپس آگیا۔ موٹر پر جب سوار ہوا۔ ابھی مدینہ طیبہ سے نکلے ہی تھے کہ ایک غنودگی کا سا عالم طاری ہوا جس میں زیارت سے مشرف ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ ہیں۔ غالباً اس ناکارہ کو دیکھ کر خوش ہو کر فرما رہے ہیں کہ ٹھیک ہے ترقی کرتے چلو۔

ارشاد: مبارک ہو۔ بر بر ترنم گر جہاں نشانم رواست۔ الحمد للہ۔

حال نمبر ۲۲۳۱: اتنی دیر میں موٹر کو دھکا لگا تو غنودگی رفع ہو گئی۔ حضرت جی! چند دن ہوئے جناب کی بھی خواب میں زیارت ہوئی۔ ویسے خوابیں مجھے یاد نہیں رہتیں اور نہ ہی اس کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن یہ خواب خوب یاد رہی۔ وہ یہ ہے کہ جناب نے کہیں کھانا کھایا ہے اور بھی چند احباب ساتھ ہیں۔ جناب نے مجھے خصوصیت کے ساتھ خوشی سے دور سے بلایا کئی انواع واقسام کے کھانے کھلا رہے ہیں۔

ارشاد: انشاء اللہ نفع ہو گا۔

حال نمبر ۲۲۳۲: احقر عرض کرتا ہے کہ بس حضرت جی! اگر آپ اور کھانے کے لیے اصرار

---

[1] صاحبزادے کریم اللہ صاحب سلمہٗ مراد ہیں جو دہیں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے ۱۲ منہ

فرمارہے ہیں۔ دُعا کے لئے نہایت ادب سے درخواست ہے۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۳۳: حضرت جی! بہت دنوں سے عریضہ پیش کرنا چاہتی تھی مگر مہمانوں کی کثرت اور بچے کی بیماری اور خانگی مشاغل سے فرصت ہی نہ مل سکی۔ وظائف بھی پورے نہیں ہو رہے ہے۔ نماز بھی بھاگ دوڑ میں ادا کر رہی ہوں، دُعا فرماویں میرے سب کام آسان ہو جاویں۔

ارشاد: بس ہمّت سے کام کرو۔ پھر یہ وقت نہ ملے گا۔ پھر نزسو گے۔ دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۳۴: بچوں کے والد صاحب سے نوکر کی درخواست کر سکتی ہوں جب کہ ان کو مقدور بھی ہے اور گھر کے مشاغل بھی بہت ہیں کہ بالکل فارغ ہی نہیں ہو سکتی ہوں۔

ارشاد: ضرور درخواست کرو۔ آپ کو شرعاً حق ہے۔

حال نمبر ۲۳۵: ایک عرض اور ہے کہ جب سے حج سے واپس آئی ہوں، دل میں کھٹک ہے کہ معلوم نہیں حج قبول ہے یا نہیں۔ کسی وقت کچھ اُمید ہوتی ہے، پھر وہ بھی ٹوٹ جاتی ہے۔

ارشاد: یہ کھٹک نعمت ہے۔ اگر قبول ہونے کا یقین ہو جاوے تو موجب عجب ہے جو مضر ہے۔ اگر بالکل قبول سے نااُمید ہو تو یاس ہے۔ یہ بھی حرام ہے۔ اس واسطے کھٹک رہنی چاہیئے۔ یہی ہر عمل میں نعمت ہے۔

حال نمبر ۲۳۶: اب محسوس کرتی ہوں جیسے بیت اللہ شریف اور روضۂ اقدس کی کشش تھی اب ویسے نہیں اور نیکی پہلے سے اپنے میں زیادہ محسوس نہیں ہوتی جو قبولیت کی نشانی ہے اس وجہ سے دل میں بہت غم رہتا ہے۔

ارشاد: یہ کس نے کہا کہ قبولیت کی نشانی ہے بلکہ یہ غم اور فکر قبولیت کی نشانی ہے۔

حال نمبر ۲۳۷: دعا فرمادیں کہ حج میرا قبول اور مبرور ہو، اور واضح فرمادیں کہ یہ خیالات جو آتے رہتے ہیں کہ تیرا حج قبول نہیں، اس کی کیا وجہ ہے۔ کوئی نقصان تو نہیں۔

ارشاد: یہ خیالات خود آویں تو نعمت اور سوچ سوچ کر لانا منع ہے۔

حال نمبر ۲۳۸: حضرت جی! گذشتہ تین دنوں میں عجیب حالات پیش آئے۔ دو دن تو فجر کی جماعت فوت ہوئی اور پرسوں تو نماز بھی قضا ہو گئی۔ ان تینوں دن مریضوں کے لیے جاگنا پڑا۔ اب اس پر صدمہ تو ہوا مگر اتنا نہیں جتنا کہ نقصان کا ہوتا ہے۔ ویسے تو بحمد اللہ کوشش کرتے کرتے نقصان پر بھی کم افسوس ہوتا ہے۔ اس نمازوں کی قضا میں بھی حکمت الٰہی کا خیال آیا تو سہی مگر قلب نے ملامت کی کہ تکبیر اولیٰ کے فوت ہو جانے سے اللہ کے بندے کتنا غم اور افسوس اور استغفار کرتے تھے۔ تم کو اچھی طرح استغفار جماعت کے فوت ہونے اور نماز قضا ہونے پر بھی نہ ہوا۔ تکلف سے معمولی استغفار بھی کی اور اس نقصانِ عظیم کا احساس بہت کم ہوا۔

ارشاد: یہ بھی مقام شکر ہے کہ کچھ احساس تو ہے۔

حال نمبر ۲۳۹: للہ رہنمائی فرمادیں کہ کیا کروں۔ نقصان اتنا بڑا اور احساس کم کیوں ہوا؟

ارشاد: ہمت اور فکر کرو۔

حال نمبر ۲۴۰: آنحضرت نے گزشتہ خط میں تحریر فرمایا تھا کہ ہمت اور فکر کی ضرورت

ہے۔ احقر نے اپنی کم فہمی سے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ پہلے فکر کروں کہ جماعت کا اتنا ثواب اور فائدے ہیں اور ترک پر یہ یہ نقصانات ہیں۔ پھر ہمت کر کے جماعت حاصل کروں۔ یہی مطلب جناب والا کا تھا یا کچھ اور۔ تحریر فرماویں تاکہ اس پر عمل کر سکوں۔

ارشاد: بس یہی مطلب ہے۔

حال نمبر ۲۴۱: نیز حضرت جی آجکل نمازیں بھی بے کیف سی پڑھی جارہی ہیں۔

ارشاد: کیف مقاصد سے نہیں گو نعمت ہے ملے تو شکر کرو نہ ملے تو فکر نہ کرو۔

حال نمبر ۲۴۲: نماز شروع کرتے ہی خیالات کہیں کے کہیں چلے جاتے ہیں۔ دھیان آنے پر ہمت سے غور کرتا ہوں۔

ارشاد: چلے جائیں تو حرج نہیں۔ خود نہ لے جاؤ۔

حال نمبر ۲۴۳: تو تھوڑی دیر بعد پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔ پھر دھیان کرتا ہوں پھر ویسے ہی ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ نماز ختم ہو جاتی ہے تو بہت افسوس ہوتا ہے کہ اس نماز پر اجر کی امید ہے۔

ارشاد: افسوس بھی نعمت ہے۔

حال نمبر ۲۴۴: ایک بزرگ زادہ صاحب کا گرامی نامہ آیا ہے۔ جس میں انہوں نے رجوع الی اللہ کے مبادیات اور ابتدائی اصلاحی رہنمائی طلب فرمائی ہے۔ اور اس وقت وہ کراچی کسٹم ہاؤس میں ملازم ہیں۔ ان کا اصل خط بھی ساتھ بھیج رہا ہوں (خط یہاں درج نہیں۔ جامع) میں نے ان کو لکھ دیا ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرۂ ایمان۔ یہ ناکارہ خود اس بات کا طالب ہے کہ اصلاح کراؤں۔ جو خود بیمار ہو دوسرے کی کیا اصلاح کرے گا۔ وہاں اسی ملک کے اور حضرات ہیں، ان سے رجوع کیجئے۔

ارشاد: بہت اچھا جواب دیا۔

حال نمبر ۲۴۵: حضرت جی! دعا فرمادیں کہ حق تعالے اپنی خاص مہربانیوں سے رمضان المبارک کے جمیع برکات نصیب فرماویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں آپ ہمت کریں۔

حال نمبر ۲۴۶: اپنی طرف سے تو انتہائی کوشش باقی مصروفیات کے علاوہ کی جاتی ہے کہ جو کچھ بھی کرسکوں کرلوں کہ بے بہا رحمتوں کا زمانہ ہے پھر ملے یا نہ ملے۔

ارشاد: الحمد للہ خوب سمجھے۔

حال نمبر ۲۴۷: آپ بھی ضرور اس ناکارہ کو دعاؤں میں یاد فرمایا کریں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔ اگر پھر یاد آیا تو پھر دعا کروں گا۔

حال نمبر ۲۴۸: نیز اس مرتبہ تمنا ہے، ارادہ بھی ہے کہ اعتکاف بیٹھوں۔ دعا کی استدعا ہے۔ نیز کن چیزوں کا خصوصی دھیان رکھوں۔ اس کی بھی ہدایت فرماویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔ وعظ روح الجوار دیکھ لو۔ کافی سے زیادہ بحث موجود ہے۔

حال نمبر ۲۴۹: نیز یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ ذکر زیادہ کرنا چاہیئے یا کچھ اور زیادہ پڑھنا چاہیئے۔

ارشاد: تلاوت در انتظار رہتا ہے کہ بیمار[1] کے متعلق کیا ہورہا ہے۔ حق تعالی صحت کامل عاجل عنایت فرماویں۔ والد صاحب کی خدمت میں سلام اور طلب دعا۔

حال نمبر ۲۵۰: آنحضرت کی دعاؤں سے حق تعالے نے اعتکاف کی توفیق مرحمت

---

[1] حضرت مولینا مولوی نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں ۱۲ منہ

فرمادی ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۲۵۱: یہاں گرمی شدت کی پڑتی ہے۔ خیال تھا کہ گرمی کی وجہ سے تکلیف نہ ہو، مگر جس روز سے معتکف ہوا ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق تعالیٰ کی رحمت میں آگیا ہوں اور اس کا اثر بال بال سے ٹھنڈک کا معلوم ہوتا تھا۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۲۵۲: یہ بھی خیال تھا کہ عبادت ہو سکے یا نہ، اس کے متعلق ایک تو جنابنے کثرت تلاوت کا حکم فرمایا۔ دوسرے دل میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے ڈال دیا ہے کہ روزانہ ۲۰۰ نوافل اور دس پارے تلاوت کیا کرو چنانچہ یہ دونوں کام میرے لیے بہت ہی مناسب بیٹھے کہ سارا دن رات اسی میں صرف ہو جاتا ہے۔

ارشاد: جس قدر شکر کرو کم ہے۔

حال نمبر ۲۵۳: دو گھنٹے دوپہر کو آرام کرتا ہوں۔ دو رات کو اور دو فجر کی نماز کے بعد، باقی عصر کے بعد لیٹ جاتا ہوں اور تسبیح پڑھتا رہتا ہوں۔ طاق راتوں میں خصوصاً۔ ویسے عموماً مناجات مقبول کی منازل بھی پڑھ لیتا ہوں بحمداللہ وقت نہایت سکون اور آرام سے گذر رہا ہے۔ حضرت سے استدعا ہے کہ میرے لیے دعا فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۵۴: حضرت جی دلی تمنا ہے کہ یہ دعا مانگوں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا اور اس دعا کے مفہوم کے لیے دلی تمنا ہے کہ خود اپنے کو ذلیل سمجھوں اور لوگ عزیز سمجھیں اور الحمدللہ اس کا کچھ حصہ اپنے اندر محسوس بھی کرتا ہوں۔ مگر کئی سال کا تجربہ کہ جب یہ دعا

شروع کی تو محسوس ہوا لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو گیا ہوں۔

ارشاد: یہ محض وسوسہ ہے۔

حال نمبر ۲۵۵: اس کا دل پر اثر ہوا اور برداشت نہ ہوتے ہوئے اس دعا کو چھوڑ دیتا رہا۔
اب یہ خیال آتا ہے کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد فرمودہ ہے۔
اس میں نقصان ہو ہی نہیں سکتا۔

ارشاد: یقیناً نفع ہوگا۔

حال نمبر ۲۵۶: اس دعا کو بغیر جھجک کے شروع کردوں۔ اس کے متعلق دعا بھی فرمادیں اور
ارشاد بھی فرمادیں۔

ارشاد: فرمان کیا تمنا ہے۔ ضرور شروع کردو۔

حال نمبر ۲۵۷: گذشتہ ایام میں تقاضا پیدا ہوا تھا کہ جامعہ اشرفیہ کے لیے ایک ہزار کی رقم
بھیجدوں۔ مگر کچھ تساہل ہوا۔ روانہ نہ کرسکا۔ اور نیز جب حاضری خدمتِ اقدس
کا تقاضا تھا تو خیال آیا کہ آج کل بیماری کے دن ہیں مریض بکثرت آتے
ہیں۔ مالی نقصان بھی ہوگا اور مریضوں کو بوجہ غیر حاضری کے تکلیف بھی ہو
گی۔ لہٰذا ایک ماہ کے بعد قدم بوسی کے لیے چلوں گا۔ پھر خیال آیا کہ یہ سب
حُبِ مال کے کرشمے ہیں۔ ضرور فوراً چلنا چاہیئے۔

ارشاد: حُبِ مال یہ ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی شرعی مامور بہ متروک ہو۔ یہ سفر صرف
مندوب ہے۔

حال نمبر ۲۵۸: دونوں جہان کی جہاں بھلائی ملتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ کیا چیز ہے۔
اس خیال کے بعد گھر میں ولادت قریب ہونے کی وجہ سے مجبوری تصور کرتے
ہوئے حاضر نہ ہوسکا۔ گذشتہ خط میں عرض بھی کیا تھا۔

ارشاد: یاد آگیا ہے۔

حال نمبر ۲۵۹ : پھر خیال آیا کہ مجبوری تو سفر کی ہے مگر رقم ایک ہزار مدرسہ کے لیے بھیجنی چاہیئے اور بلا تاخیر۔

ارشاد : تقاضا تو مبارک ہے لاکن اپنی مالی حالت کے مطابق عمل کریئے۔ اور سوچ کر کریئے۔

حال نمبر ۲۶۰ : تو حضرت جی! اس قلبی تقاضا کی کوئی اہمیت ہے۔ اگر ہے تو اجازت ہے کہ رقم مدرسہ کے لیے روانہ کردوں۔

ارشاد : اگر بعد میں تکلیف نہ ہو تو اجازت ہے۔

حال نمبر ۲۶۱ : جس مسجد میں نماز پڑھتا ہوں، اس کی تعمیر اور مرمت شروع ہونے لگی تو تقاضا سا پیدا ہوا کہ اس میں بھی ہزار روپیہ دوں۔ چنانچہ کچھ ادا کر چکا ہوں پانچ صد باقی بھی عنقریب ادا کر دوں گا۔ اسی طرح ایک اور مسجد میں بھی چھ ماہ کے عرصہ میں ایک ہزار روپیہ دے چکا ہوں۔

ارشاد : الحمد للہ۔ اللہ تعالےٰ قبول فرماویں۔ شکر کرو کہ بڑی دولت ہے۔

حال نمبر ۲۶۲ : اور بھی کئی مواقع میں تقاضا سا پیدا ہوتا ہے اور اگر اس پر عمل نہ کروں تو نقصان کا احساس بھی ہوتا رہا ہے اس کے متعلق عرض کرنے کا ارادہ تھا مگر ذکر نہ کر سکا۔ اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے۔

ارشاد : سوچ کر عمل کرو۔ جلدی نہ کیا کرو۔

حال نمبر ۲۶۳ : جس مسجد میں اب تعمیر کا کام ہو رہا ہے دل چاہتا ہے کہ ایک دن مزدور بن کر بھی کام کروں تاکہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی تعمیر میں کام کیا تھا۔ احقر بھی اس سنت پر عمل کر سکے۔ اس کے متعلق اجازت کا منتظر ہوں۔

ارشاد : بلکہ تمنا ہے لاکن اس کو اپنا کمال نہ سمجھو۔

حال نمبر ۲۶۴ : حق تعالےٰ کو ایسے ہی منظور تھا نہ کراچی تشریف لے جاتے وقت زیارت ہو سکی نہ واپسی پر ۔ یہ نعمت تو بیدل سفر کر کے اور تکالیف برداشت کر کے بھی نصیب ہو جاوے تو اپنی سعادت مندی اور خوش قسمتی ہے ۔ مگر قسمت کی بات ہے ۔ مقدر نہیں تھی ۔ یہ حسرت دل میں ہی رہی ۔

ارشاد : کل جذبات مبارک ہیں ۔

حال نمبر ۲۶۵ : ماہ نومبر کے دوران میں خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا ارادہ تھا مگر والدین محترمین پنجاب چلے گئے ہیں ۔ اس وقت کی حاضری سے بھی محروم رہا ہوں ۔

ارشاد : ان احوال میں حکمتیں ہیں ۔

حال نمبر ۲۶۶ : ان دنوں حضرت جی ! ایک عجیب پریشانی میں مبتلا ہوں ۔ تقریباً سات آدمی برادری کے قرضہ مانگتے ہیں ۔ اور رقم کثیر ۔ سینکڑوں مانگتے ہیں ۔ اگر دیتا ہوں تو واپسی کی توقع نہیں اور اگر نہیں دیتا تو ناراضگی کا ڈر ہے ۔

ارشاد : ہمت کرو ۔ کچھ پرواہ نہ کرو ۔

حال نمبر ۲۶۷ : اور بحمداللہ مالی لحاظ سے گنجائش ہے ۔ اس کے لیے کیا اصول ہیں ۔ حضرت جی ! شرعاً اس کا کیا حکم ہے ؟

ارشاد : اگر وصولی کی اُمید نہ ہو تو نہ دو ۔

حال نمبر ۲۶۸ : یہ بھی خیال آتا ہے کہ اگر ان کو اس دفعہ قرض نہ دوں تو آئندہ کے لیے مزید پریشانی کا باعث ہوگا ۔

ارشاد : پریشانی کے علاوہ عداوت بھی ہوگی ۔

حال نمبر ۲۶۹ : چند روز پریشانی میں سرپیچ بیچار کے خیال میں آیا کہ صلہ رحمی کے خیال سے دے دوں اس میں حضرت جی ! میری رہنمائی فرمائیں کہ ان حالات میں اس میں اگر میری کوئی غرض قابل علاج ہو تو آگاہ فرما دیں اور ان کو ہدایت دینے کی ہمت کر پاؤں

کروں ۔ صلہ رحمی کا خیال کرتے ہوئے قرضہ دے دوں یا نہ ۔

ارشاد : صلہ رحمی میں حد ہے ۔

حال نمبر ۲۷۰ : اس سے پیشتر دو خط نہایت پریشانی کے خدمتِ اقدس میں روانہ کر چکا ہوں ۔ جناب کو مل کر بھی باعث تکلیف ہوں گے ۔ معافی کا خواستگار ہوں ۔

عجیب بات ہے کہ جس روز سے خدمتِ اقدس میں خط روانہ کئے بالکل پریشانی دور ہو گئی ۔ اس وقت بحمد اللہ پریشانی معلوم ہی نہیں ہوتی ۔ یہ خط پیش کرنے میں اثر ہے ۔ اگر حق تعالیٰ جناب کے فرمان پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں تو کیا کچھ اثر ہو گا ۔

ارشاد : (خلاصہ ارشاد یہ ہے کہ) رشتہ داروں میں سے جو قرض مانگتے ہیں اگر واپسی کی امید نہیں تو عذر کر دیں ، اور جو حج کے لیے مع اہل و عیال کے خرچ مانگتے ہیں ، ان سے بھی صاف صاف ہمت کر کے کہہ دیں کہ آپ مجھے معذور سمجھیں ۔ جو کاروبار کے لیے رقم طلب کرتے ہیں وہ خود اپنی ذمہ داری پر کام کریں ، تم جتنی مدد کر سکتے ہو کر دو اور جو بزرگ ایسی ویسی فرمائشیں کرتے ہیں ۔ ان سے بھی عذر کر دو اور ہمت کر کے صاف صاف عرض کر دیں کہ ایسی فرمائشوں سے مجھے معاف فرمائیں (یہی چار امور باعث پریشانی تھے)

حال نمبر ۲۷۱ : پہلے بھی عرض کیا ہے ، حضرت جی ! نمازوں میں استحضار نہیں رہتا ۔ شروع کرتا ہوں اور ختم کرنے تک معلوم نہیں ہوتا کہاں تھا ، کیا پڑھ رہا تھا ۔ اس ناکامی کی وجہ سے مایوس ہو کر کبھی کوشش بھی ترک کر دیتا ہوں ۔ پھر کوشش کرتا ہوں پھر وہی حالت ہوتی ہے ۔ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ کوشش کرتے رہو اس پر عمل بھی کرتا ہوں ، جان بوجھ کر خیال نہیں لاتا ۔ لیکن پھر وہی خیالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ، حضرت جی ! ان پریشان خیالات نے ازحد

تنگ کر دیا ہے۔ میری نماز بھی انہی کی نذر ہو گئی۔ کیا علاج کروں۔

ارشاد: علاج تو آپ کو معلوم ہے جو آپ نے لکھا ہے۔ بار بار توبہ کو تازہ کرنا۔ اس سے انشاء اللہ کامیابی ہو گی۔ کل امور کا جواب آ گیا۔ بلا ضرورت جو پرچے تھے وہ رکھ لیے ہیں۔

حال نمبر ۲۷۲: آج ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو سلسلہ قادریہ کے مجاز بیعت ہیں کہ آجکل جو تحریک لاہور اور کراچی میں چل رہی ہے یعنی تحریک ختم نبوت اس کے لیے ہم کو بھی کام کرنا چاہیئے اور وہ فرض عین ہے۔ جس طرح وہاں جلوس وغیرہ کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ یہاں بھی دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ فوراً پرامن طور پر کام شروع کر دینا چاہیئے۔ احقر نے عرض کیا کہ میں اپنے بزرگوں سے اجازت کے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں کیا کروں۔ ارشاد فرمادیں اور کس طرح کروں حصہ لوں یا عذر کر دوں۔

ارشاد: السلام علیکم۔ یہ تحریک اعتدال کے ساتھ میرے علم میں مفید ہے۔ آپ کے لیے یہ مفید ہے کہ خود اپنے کو گرفتار نہ کرائیں۔ باقی ہر قسم کی مدد کریں اور امام نہ ہوں مقتدی بنیں۔

حال نمبر ۲۷۳: ایک دفعہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ بڑا لڑکا جس کی عمر اس وقت آٹھ[1] سال کی ہو گئی ہے اس کو صرف دینیات میں لگاؤں گا کہ ہم اولاد کو اگر علم دین کی طرف نہیں لگائیں گے تو اور کون علم دین اپنے بچوں کو سکھلائے گا۔ آنحضرت نے تفصیلی عرض سننے کے بعد فرمایا تھا کہ فی الحال قرآن مجید پڑھایا جائے۔ پھر دیکھیں گے۔ حسب الارشاد قرآن مجید کے لیے بٹھا دیا ہے مگر قسمت کہ

---

[1] یہ بچہ بفضلہ تعالیٰ ایم۔بی۔بی۔ایس کر چکا ہے اور اب امراض چشم کی خصوصی تعلیم حاصل کرنے گیا ہوا ہے۔

بچے کے لیے موزوں اُستاذ نہ مکتب میں نہ مسجد میں نہ گھر کے لیے مل رہا ہے، لاچار ایک اُستاذ کے پاس چھوڑا۔ باوجودیکہ دوسرے طلبہ کی بہ نسبت توجہ بھی فرماتے رہے لیکن بچہ چل نہ سکا۔ ایک سال میں صرف دوسرے پارہ تک چلا۔ اس وقت حفظ کے لیے مشورہ کیا تو حافظ صاحب نے حوصلہ افزائی نہ فرمائی۔ ادھر سے والد صاحب بھی فرمانے لگے کہ دیر لگ جائے گی۔ اسکول کا وقت نکل جائے گا۔ بچہ کی عمر خراب نہ ہو جاوے۔ اب اندریں حالات جو حکم ہو، اس کے مطابق عمل کیا جائے اس وقت بچہ پچیسویں پارے کو ختم کر رہا ہے۔ مگر روانی بھی اتنی اچھی نہیں اور حفظ بھی اچھا نہیں۔ ہاں تلفظ قدرے اچھا ہے۔

ارشاد: قرآن شریف ختم تک صرف قرآن شریف کوشش سے ختم کرے بعد ختم مشورہ کرنا۔

حال نمبر ۲۷۴: تشکار پور قاری فتح محمد صاحب کے پاس چھوڑنا چاہا۔ مگر بچہ اس کی والدہ اور میرے والدین رضامند نہ ہوئے۔ جناب نے بھی فرمایا تھا کہ چھوٹا ہے، مشکل ہے۔

ارشاد: اب بھی یہی رائے ہے۔

حال نمبر ۲۷۵: عجیب حکمت اور مصلحت خداوندی ہے کہ لڑکی کو حفظ کروانا چاہا۔ وہ بھی نہ ہو سکا۔ بچہ کے متعلق دینی تعلیم کا خیال تھا، یہ بھی حالات سازگار معلوم نہیں ہوتے۔

ارشاد: انسان کام کا مکلّف ہے۔ نتیجہ اس کے قبضہ میں نہیں۔ جو اختیاری ہے۔ وہ کرو۔

حال نمبر ۲۷۶: بچے کے متعلق جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ آخری پارہ حفظ کراؤ۔ اس سے اندازہ کریں گے۔ تو آخری پارہ ختم کرنے کے بعد اُستاد صاحب نے

حوصلہ افزائی فرمائی۔ مگر اُستاذ کی غیر حاضری میں خود احقر کو کچھ سُننا پڑا۔ تمام دن لگا رہنے کے باوجود سبق تیار نہیں کر سکتا تھا اور تیار ہونے کے بعد محفوظ نہیں رہتا تھا اور بچے کو خود بھی اس طرف رغبت نہیں۔ گھر والے، والد صاحب بچہ قاری فتح محمد صاحب کے پاس جانے کے لیے آمادہ نہیں۔ حافظہ بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ اندریں حالات کیا ارشاد ہے۔ کیا کیا جاوے؟

ارشاد: موجودہ حالت میں حفظ مشکل ہے اور الفاظ درست ہو جائیں تو کافی ہے معلوم ہوتا ہے، حافظہ اچھا نہیں۔ حافظ ہونا مقصود نہیں۔ دیندار ہونا مقصود ہے، اس کا خیال رکھیں۔ دعا بھی کرتا ہوں۔

سوال نمبر ۷۷: حضرت جی! کل احقر کی ایک ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے ذکر کیا کہ اگر پندرہ روز میں بارش نہ ہوئی تو کوئٹہ میں پانی کی کمی سے بہت تکلیف ہو گی کیونکہ بارشیں نہیں ہوئیں اور پانی کے خزانے میں بہت کم پانی رہ گیا ہے احقر کچھ دیر بعد ایک اور دوست کے ہاں سے ہو کر مکان پر آ کر لیٹ گیا۔ نماز ظہر کے لیے، لیٹنے کے بعد، جب مسجد میں گیا، نماز ادا کرنے کے بعد ایک زبردست تقاضا پیدا ہوا کہ بارش کے لیے دعا کرنی چاہیئے۔ اس سے پہلے پانی کی قلت اور بارش کی کمی کا خیال بھی دل میں نہ تھا۔ پھر جیسے ہو سکتا تھا۔ باری تعالیٰ سے دعا کی اور اس ڈاکٹر صاحب والی بات نے اور بھی دعا میں خشوع پیدا کیا۔ اس وقت آسمان پر ایک معمولی سی بدلی تھی۔ دعا مانگ کر گھر آ رہا تھا کہ سارے آسمان پر ایک دم بادل چھانے شروع ہو گئے اور بوندا باندی ہونے لگی حتیٰ کہ مغرب تک خوب بارش ہوئی۔ ایک آدمی کا بیان ہے کہ مئی میں اس سے پہلے اتنی بارش کبھی نہیں ہوئی۔

اس وقت دل میں خیال آیا کہ تیری دعا قبول ہوئی ہے۔ تو نفس کو بہت کچھ

ملامت کی اور حق تعالےٰ سے خوب آہ وزاری سے گڑگڑا کر دعا کی کہ یا اللہ مجھے
نفس اور شیطان کی شرارت اور کید سے محفوظ فرمادیں ۔ تب وہ خیال تو ہٹ گیا
مگر حضرت جی! کیا پتہ ہے ۔ نفس وشیطان کس وقت شرارت کرکے تباہ کردیں ۔
للّٰہ میری دستگیری فرمادیں اور جو مناسب حکم ہو ارشاد فرمادیں ۔

ارشاد : الحمد للہ کہ حق تعالےٰ نے عجب سے بھی بچایا اور دولتِ قبولیتِ دعا بھی عنایت فرمائی اس سے دل بہت خوش ہوا ۔

حال نمبر ۲۷۸ : عرصہ تین سال سے زائد ہو چکا ہے کہ اللہ پاک کی مہربانیوں اور آنحضرت کی دعاؤں کی برکت سے فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بہشتی زیور اور کوئی دوسری کتاب مثلاً حیاۃ المسلمین ، نشر الطیب ، جزاء الاعمال ، فضائل نماز ، فضائل رمضان فضائل قرآن ، علاماتِ قیامت ، شوقِ وطن وغیرہ وغیرہ ۔ ایسی کئی کتابیں پڑھ کر سنا چکا ہوں ۔ بہشتی زیور تو روزانہ ہوتا ہے ۔ باقی کتابیں بدلتی رہتی ہیں ۔ یا دوبارہ وہی پڑھ لیتا ہوں ۔ مثلاً حیوۃ المسلمین ۴ ، ۵ دفعہ نشر الطیب دو دفعہ شوقِ وطن تین مرتبہ وغیرہ وغیرہ ۔ بہشتی زیور تو غالباً چوتھی مرتبہ چل رہا ہے ۔ اور آجکل آٹھواں حصّہ پڑھ رہا ہوں ، روزانہ صبح تقریباً نصف گھنٹہ ، پون گھنٹہ تک پڑھتا ہوں ۔

ارشاد : دل بہت خوش ہوا ۔ اس کا دوام نعمت ہے ۔ کرتے رہو ۔

حال نمبر ۲۷۹ : تقریباً ایک ماہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ شروع کئے ہوئے ہیں سامعین کی تعداد پانچ ، سات ، دس ، بارہ ایسی ہوتی ہے اور کسی کو نفع ہو یا نہ ہو ، احقر اس سے کافی منتفع ہوتا ہے ۔

ارشاد : یقیناً ہوگا ۔

حال نمبر ۲۸۰ : اور اس بہانہ سے باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ ہوتا رہتا ہے خصوصاً مواعظ

سے تو احقر بھی اور سامعین بھی بہت متاثر ہو رہے ہیں۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۲۸۱: بلاشبہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سب کتابیں نور ہی نور ہیں اور ہر کتاب میں جداگانہ عجیب رنگ نظر آتا ہے۔

ارشاد: نظر آنا بھی رحمت ہے۔

حال نمبر ۲۸۲: حضرت جی! کچھ عرصہ سے طبیعت الگ پڑا رہنے کو چاہتی ہے۔ پہلے دل نیک لوگوں کی صحبت کو اور ملاقات کو چاہا کرتا تھا، مگر کچھ عرصہ ہوا ہے۔ طبعاً دل کہیں جانے کو نہیں چاہتا۔ بہ تکلف اگر جاؤں بھی تو دل پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ ایک کونہ میں پڑا رہوں اگر یہ حالت مطلوب بھی نہ ہو تو کیا بہ تکلف جایا کروں۔

ارشاد: بہت اچھی ہے۔ احقر کا یہی حال ہے۔ بضرورت شدید جاؤ، ورنہ تنہائی نعمت ہے۔

حال نمبر ۲۸۳: کئی دفعہ محاسبہ کرتا ہوں کہ آخر دل کیوں نہیں کرتا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ صرف ایک طبعی حالت معلوم ہوتی ہے۔ کبھی سوچتا ہوں کہ شاید کبر سے نہ ہو۔ پھر جس کی طرف دھیان کرتا ہوں، اپنے کو اس سے کم ہی سمجھتا ہوں، مگر یہ کمی کا خیال سوچنے ہی سے آتا ہے۔ بعض اوقات حسرت ہوتی ہے کہ کاش اس کمی کے سمجھنے کی حالت کا غلبہ ہو کر جیسے اللہ تعالیٰ کے بندوں نے پتوں، درختوں، پرندوں، جانوروں سے اپنے آپ کو حقیر سمجھا ہے سوچنے سے تو بحمد اللہ ہر چیز سے اپنے آپ کو کم پاتا ہوں۔ مگر یہ حسرت غلبہ حال کی رہتی ہے۔ اگر یہ غلبے والی حالت محمود ہے تو اس احقر کے لیے دعا فرمادیں کہ نصیب ہو جاوے اور اگر محمود نہ ہو تو اصلاح فرما کر اس ناکارہ کی رہبری فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

(اس خط کے بعد ان صاحبِ مکتوب مسترشد کو بیعت تلقین کا
اجازت نامہ حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عطا ہوا۔ جو
مندرجہ ذیل ہے ۱۲ جامع)

اجازت نامہ :۔

برخودار .... سلمہ اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ
بار بار دل میں تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو بیعت اور تلقین
کی اجازت دوں اور یہ تقاضا حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے
اس واسطے آپ کو بیعت اور تلقین کی اجازت دیتا ہوں اور دعا کرتا
ہوں کہ حق تعالیٰ اس کو ذریعہ قرب و رضا فرما کر اس خدمت کی توفیق
عطا فرمادیں۔ اپنے احباب کو اس کی اطلاع کردیں۔

احقر محمد حسن   ۷ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

حال نمبر ۲۸۴ : حضرت جی! اجازت نامہ بیعت و تلقین اچانک مل کر دل پر عجیب طرح
اثر انداز ہوا۔ ایک طرف اپنی حالت سوچوں کہ ابھی تک تو اس احقر نے
کیا ہی کچھ نہیں۔ یہاں تک کہ نماز مبتدی جیسی بھی پڑھنی نصیب نہیں ہوتی
ہے اور دوسری طرف اتنے بڑے اکرام و انعام کا عطا فرمایا جانا، اگر
نااہلیت کا اظہار کروں تو ناشکری کا ڈر اور اتباعِ شیخ اور اتباعِ حق
میں کلام ہوتا ہے اور اہلیت کا اقرار کروں تو عجب معلوم ہوتا ہے۔

ارشاد : بس یہی حال ہوتا ہے۔

حال نمبر ۲۸۵ : غرضیکہ اتباعِ شیخ اور اتباعِ حق کے تصور سے چپ ہونا پڑتا ہے
اور آنحضرت نے تو نہایت شفقت اور محبت سے تقاضا ذکر کر کے
اور پھر حق تعالیٰ کے سامنے تعلق ملا کر کے بہترین دعا فرما کر ہر طرح سے

حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جکڑ دیا گیا ہوں اور ارد گرد سب محاسب معلوم ہوتے ہیں۔ ڈر لگ رہا ہے لوگ اس اجازت کی اہمیت سمجھ کر میرے کسی غلط قول اور فعل کو سند بنا کر اس پر عمل کر لیویں تو سلسلہ برائی کا کہاں تک چلے گا اور میرے لیے باعث گرفت اور عقوبت ہوگا۔ لہذا بصد ادب وانکساری دعا کے لیے درخواست ہے کہ حق تعالیٰ ہمیشہ سیدھی راہ کی توفیق مرحمت فرماتے رہیں اور کبر و عجب سے بچاویں اور فلاح دارین اور قرب و رضا کی دولت نصیب فرماویں۔ اور اس خدمت کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق عطا فرماویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں کہ ہر قدم پہ حق تعالیٰ مدد فرماویں۔

حال نمبر ۲۸۶: حضرت جی! اس ناکارہ کو تو ابھی بیعت کا شرف بھی آنحضرت سے حاصل نہیں ہوا اور اس اعزاز سے نواز دیا گیا ہوں۔

ارشاد: پھر کیا حرج ہے۔

حال نمبر ۲۸۷: حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے بذریعہ خط بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔

ارشاد: کافی ہے۔

حال نمبر ۲۸۸: دستی بیعت کا طریق بھی معلوم نہیں کہ کس طرح ہوتی ہے۔

ارشاد: معلوم ہو جاوے گا۔

حال نمبر ۲۸۹: نیز اس سلسلہ میں کون کون سی کتب تربیت اور خدمت کے لیے مطالعہ کرنی چاہئیں۔

ارشاد: حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور تربیت السالک۔

حال نمبر ۲۹۰: اور خصوصی ہدایات تحریر فرماکر ڈھارس بندھادیں کہ خدمت کرنی آسان ہو اور آنحضرت کی خواہش کے موافق اس حق کو ادا کرسکوں۔

ارشاد: وقت پر سب کچھ ہو جائے گا۔

حال نمبر ۲۹۱: دوبارہ سہ بارہ دعا کے لیے عرض گزار ہوں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۹۲: آنحضرت کی خدمت اقدس سے گزشتہ ماہ جو رحمتوں کی بارش ہوئی اس کے متعلق ضرور ہدایات ارشاد فرمادیں۔ تاکہ ان سے بہرہ ور ہوسکوں۔

ارشاد: ہدایت ایک ہے کہ شکر تو کرو اور عجب سے کوسوں دور رہو ورنہ سب کچھ اکارت ہو گا۔

حال نمبر ۲۹۳: اس اجازت کے سلسلہ سے تقریباً نصف ماہ قبل حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ تمہارے والد صاحب مرحوم نے ایک دو مرتبہ مجھ سے ذکر کیا تھا کہ یہ مادرزاد ولی ہے کیونکہ جب سے پیدا ہوا ہے اس سے کوئی گناہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ فی الواقع احقر سوچتا ہے کہ گناہوں کا کیا حال ہے، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں۔

ارشاد: اس والد صاحب کے خیال کی حق تعالیٰ تصدیق فرمادیں۔

حال نمبر ۲۹۴: اس واقعہ سے کئی روز بعد حضرت مولانا موصوف نے دورانِ گفتگو فرمایا کہ اب تو آپ کو اجازت ملنے والی ہے۔ پہلے بھی کبھی کبھی خیال تو اس کا آتا تھا لیکن مولانا کے ذکر فرمانے کے بعد اس قدر اس خیال کا غلبہ ہوا کہ نماز پڑھنی بھی مشکل ہو گئی۔ نفس کا مقابلہ کر کے دعائیں مانگ مانگ کر نماز ختم کرتا تھا حتیٰ کہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ خدمتِ اقدس میں عرض کردوں کہ خناس بہت تنگ کررہا ہے، میرے لیے خصوصی دعا فرمادیں کہ ان وساوس

سے نجات ہو۔ جس روز یہ خط لکھنا تھا۔ اسی روز اجازت نامہ خدمت بابرکت سے تشریف لایا۔ تیسرا واقعہ اہلیہ کی خواب والا ہے جس کی جناب نے بہترین تعبیر فرمائی (یہاں مذکور نہیں ۱۲ جامع) اس سے دو تین روز بعد احقر نماز عشاء سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکل رہا تھا کہ ایک حاجی صاحب میرے سامنے ہو لیے اور فرمانے لگے۔ آپ کے چہرہ پر اس قدر انوار تھے باوجودیکہ جناب کو بار بار دیکھتا رہا۔ لیکن انوار کا اتنا غلبہ تھا کہ دل سیر نہ ہو سکا۔ وغیرہ من التاثرات۔

(اس کے بعد حج کا تذکرہ فرماتے ہوئے ذکر کیا) قبل از حج میں نے خواب دیکھا کہ سفید رنگ اونٹ پر سوار اور میرے آگے بھی ایک سفید یا سیاہ اونٹ ہے وغیرہ وغیرہ۔ (اور فرمایا) جب میں حج کو گیا بعینہ وہی نقشہ پیش آیا جو خواب میں تھا اور خواب میں جن بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کی شکل و شباہت کے تھے۔ وہ آپ ہی معلوم ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ تمہارا حسن ظن ہے۔ آپ دعا کریں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے حسنِ ظن کے موافق فرمادیں۔ اور واقعہ میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں۔ حضرت جی! جب وہ رخصت ہوئے تو احقر نے اللہ پاک کا شکر ادا کیا۔ یہ سب کچھ آپ کی دعاؤں اور توجہ کا نتیجہ ہی سمجھتا ہوں۔ یہ جناب کے ہی برکات ہیں یہ تمام حال رہنمائی کرنے کے لیے پیش کیا ہے۔

ان دنوں حق تعالےٰ کا بہت قرب محسوس ہو رہا ہے اور ایسے معلوم ہو رہا ہے جیسے اڑتا جا رہا ہوں، اور جناب کی دعاؤں اور توجہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ حضرت جی دعا فرمادیں کہ حق تعالےٰ اپنا مخلص بندہ بنالیں اور اس ناکارہ کو اپنی سچی محبت نصیب فرمادیں۔

ارشاد: دُعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۲۹۵: اجازت کے بعد ایک حرص سی پیدا ہوگئی ہے کہ فلاں اصلاح کرائے اور فلاں فلاں بھی۔ مگر پھر خیال آتا ہے کہ اس طرح طریق کی بے قدری ہوگی، اور بے ادبی بھی بلکہ یہ تو پوری دنیا داری ہے کہ لوگوں کو پھانستا پھرے۔

ارشاد: ماشاء اللہ خوب سمجھ گئے۔

حال نمبر ۲۹۶: نیز حضرت جی! تربیت السالک اور تبویب تربیت السالک، دونوں میں سے میرے لیے کون سی اچھی ہے۔

ارشاد: دونوں اچھی ہیں۔

حال نمبر ۲۹۷: آنحضرت کے ارشاد مبارک سے کہ عجب سے کوسوں دور بھاگو" عجب کی برائی خوب ذہن نشین ہوگئی۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۲۹۸: ویسے تو حضرت جی! عجب سے بچنے کے لیے دعا بھی کرتا ہوں اور کوشش بھی مگر جناب والا اس کے لیے کوئی گُر ارشاد فرمادیں تاکہ عمل آسان ہو اور اس سے دور ہوسکوں۔

ارشاد: گُر۔ اس کے وبال کو کہ یہ عذاب الٰہی کا ذریعہ ہے، یاد رکھو۔

حال نمبر ۲۹۹: تقریباً بیس روز ہوئے ہیں کہ چھوٹا لڑکا عزیزم سلیم اللہ جس کی عمر ایک سال کی تھی، اپنی چند روزہ زندگی پوری کر کے اپنے اصلی مکان میں مالکِ حقیقی کے پاس جا پہنچا۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

ارشاد: انّا لِلّٰہ۔

حال نمبر ۳۰۰: اللہ تعالیٰ اپنی خاص مہربانیوں سے اور فضل و کرم سے عزیز کو ہماری اُخروی نجات

اور خوشی کا ذریعہ فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

ارشاد: وانا اول آمین۔

حال نمبر ۳۰۱: عزیزہ کے انتقال سے پہلے چار پانچ روز اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ کا جملہ کئی دفعہ منہ پر آجاتا تھا۔ اور بار بار پڑھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے پیارے الفاظ ارشاد فرماتے ہیں۔ جس روز انتقال عزیزہ کا ہوا، ظہر کے وقت قے اور دست شروع ہوئے اور رات دو بجے انتقال کر گیا۔ تو اُس روز عصر کے وقت فرضوں میں بھی بے ساختہ ذہن میں انا بفراقک یا سلیم اللہ لمحزونون آگیا۔ اس پر دل متوجہ ہوا تو دھیان ہٹالیا۔ پھر اسی نماز ہی کے دوران میں ذہن میں ایک تصور سا آگیا کہ تہجد کے وقت انتقال ہو کر علی الصبح کفن دفن ہو گیا۔ اس طرف سے پھر ذہن کی توجہ کو ہٹا لیا اور نماز میں لگانے کی کوشش کی تو جس طرح نماز میں نقشہ دیکھا، اسی طرح انتقال اور کفن دفن ہوا۔

چونکہ یہ ایک نئی چیز تھی، اس لیے خدمتِ اقدس میں عرض کر دی تاکہ ضروری ہدایات سے مستفیض فرماویں۔

ارشاد: یہ حالات انعامات الٰہی ہیں۔ مبارک ہوں اور اصلی دولت عبدیت ہے، عطا ہو۔

حال نمبر ۳۰۲: نیز اور بھی کئی دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ ہونے والے کام کے متعلق بغیر قصد کے خود ہی ذہن میں بجلی کی طرح ایک تخیل پیدا ہو جاتا ہے، جس کا ظہور پھر اس تخیل کے مطابق ہوتا ہے۔ جب یہ تخیل ہٹتا ہے تب اس کی طرف دھیان ہوتا ہے اور کبھی اس کی طرف دھیان بھی نہیں کرتا لیکن جب ظہور ہوتا ہے تو پھر خیال آتا ہے کہ ایسا تخیل ہوا تھا۔

نیز گاہے ایسا بھی ہوا کہ دل نے چاہا کہ یوں ہو جاوے تو اتفاقاً اس طرح ہی ہو گیا۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کسی چیز کے کھانے کو دل نے چاہا تو کچھ دیر بعد وہ چیز آ گئی۔

تو یہ حالات عرضِ خدمت ہیں، خود تو ان حالات کا قصد نہیں کرتا۔ نہ ایسی چیزوں کے درپے ہوتا ہوں، نہ ہی مقصود ہیں ان کو ضروری سمجھتا ہوں اور کچھ وقعت دیتا ہوں (وقعت کے الفاظ سے ڈر رہا ہوں اور خوف سے لکھ رہا ہوں کہ کہیں ناشکری اور بے ادبی نہ ہو جاوے) پھر بھی عرض کر دیئے ہیں، کہ آنحضرت مشفقانہ، مہربانہ طریقہ سے اس کے متعلق ضروری امور سے متنبہ فرماویں اور بعد اس میں کوئی نقصانات ہوں، تو آگاہ فرماویں تاکہ آئندہ دھیان رکھوں۔

ارشاد: شکر اور ذکر میں مشغول رہو۔

حال نمبر ۳۰۳: تانگہ سے گرنے میں ہڈی بھی کلائی کی ٹوٹی اور چوٹیں بھی کافی آئیں، اور بہت سخت تکلیف بھی ہوئی۔ مگر اللہ کے فضل و کرم اور آپ کی دعاؤں سے پریشانی نہیں ہوئی بلکہ ایک طرح کی تسلی اور اطمینان رہا۔

ارشاد: مبارک ہو کہ دلیل ہے خاص رحمت کی۔

حال نمبر ۳۰۴: اور اب تک بحمداللہ تعالیٰ سکون ہے۔ لوگ کافی عیادت اور بیمار پرسی کے لیے آتے جاتے رہے۔ جب ذکر کرتے کہ بہت تکلیف ہوئی اور ہو رہی ہے تو کبھی تو خاموش رہتا اور کبھی کہہ دیتا کہ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے، وہی ہوتا ہے اور اسی میں خیر اور مصلحت ہے۔ پھر کئی حضرات سے یوں کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت کہ اس سے زیادہ تکلیف نہ ہوئی۔ اگر آنکھ، ناک، مغز وغیرہ پر چوٹیں آتیں تو کیا کر سکتے تھے۔ اللہ تعالےٰ

کا شکر کہ تھوڑی سی تکلیف ہے اور صبر بھی مرحمت فرما رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ

اجر بھی۔

ارشاد: یہ کلام جذبات رحمت پر رحمت ہے مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۰۵: چند مرتبہ متعدد آدمیوں سے اس طرح گفتگو ہوئی تو خیال آیا کہ اگر اس سے زیادہ نقصان اور تکلیف ہوتی کیا اس پر صبر نہ کرتا۔ بحمد اللہ نہایت اطمینان اور پُرسکون ہو کر دل نے کہا کہ اگر اس سے زیادہ بھی تکلیف ہو جاتی تو اس پر بھی راضی ہیں بلکہ اگر اللہ تعالےٰ سر بھی کچل دیتے، تب بھی راضی نہ ہوتے۔ یہ بدن اور جان سب ان کی ہی ہیں تو پھر کیا غم۔ مگر یہ خیال کسی سے ظاہر نہیں کیا اور اس خیال میں عجیب لطف اور مزہ آ رہا تھا اور یہ بھی دھیان آیا۔ یہ دقتی حال ہے، معلوم نہیں کل کیا حال ہو۔ باوجود ایسے کیف اور حال کے دل میں یہ بات تھی کہ ہر وقت تکلیف سے پہلے اور موجودگی میں اور دور ہو جانے کے بعد عافیت اور آرام کی دعا مانگنی چاہیئے۔ اور ہمارا کام مانگنا ہی ہے۔ اگر غیر اختیاری طور پر حق تعالےٰ کی طرف سے مصیبت آ جاوے تو صبر کرنا اور راضی رہنا۔

ارشاد: اور یقین کرنا کہ اس میں میرا نفع ہے۔

حال نمبر ۳۰۶: احقر جب سے حاضر ہوا، حضرت جی! جب مجلس میں بیٹھتا ہے تو عجیب حالت ہوتی ہے کہ دل میں جوشِ محبت اُٹھتا ہے، جس کا اثر اوپر والے نصف دھڑ سے خصوصًا اور زیادہ تر چہرے اور سر سے گرم بخارات نکلتے معلوم ہوتے ہیں۔ مجلس کے علاوہ بھی یہ اثر رہتا ہے حتیٰ کہ خط لکھتے وقت محسوس ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں یہ کیا حالت ہے۔

ارشاد: جو حال غیر اختیاری ہو وہ خیر ہے۔

حال نمبر ۳۰۷ : گزشتہ روز جناب نے ذکر فرمایا کہ ایک مسماۃ دعا کراتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی گرمی سے دھواں نکلے۔ کہیں اس کا تخیّل تو نہیں۔

ارشاد : ممکن ہے۔

حال نمبر ۳۰۸ : نیز حضرت جی قیام کے دوران جو معمولات رکھنے ہوں ارشاد فرمادیں۔ پرسوں احقر شام کی مجلس کے بعد کتابوں کی فہرست بناتا رہا۔ کل صبح سے حاضری تک دوازدہ تسبیح، چار ہزار مرتبہ ذکر شریف اور دو پارہ قرآن مجید تلاوت کیا۔ حاضری کے بعد ۲۴ ہزار مرتبہ ذکر کیا۔ پھر دوپہر کا کھانا کھایا۔ نماز ظہر ادا کی۔ پھر آرام کے لیے لیٹ گیا۔ اس کے بعد تین بجے والی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس کے بعد مشاغل ضروریہ سے فارغ ہوا۔ اب آپ جیسے ارشاد فرمادیں، جو حالات تھے، وہ جناب کی خدمت اقدس میں اصلاح کے لیے پیش کردیئے ہیں، اس میں کچھ تغیر و تبدل کرنا ہو یا جس طرح مناسب ہو حکم فرمادیں۔

ارشاد : جو کر رہے ہو، ہو سکے تو ان میں اضافہ کرو۔

حال نمبر ۳۰۹ : ۱۸ ر محرم کو فلاں جگہ سے آیا تو گاڑی میں ایک پچیس سالہ نوجوان جنٹلمین میرے قریب آکر مجھ سے کہنے لگا کہ آپ شریف آدمی اور نورانی شکل والے معلوم ہوتے ہیں۔ میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا "کہیئے" اس نے ذکر کیا کہ میں نے ۱۹۴۶ء میں علی گڑھ میں بی، اے کا امتحان دیا تھا اور انقلاب ۴۷ء میں پاکستان آگیا۔ ڈاکٹر فلاں صاحب جیسے شریف گھرانے سے میرا تعلق ہے۔ میرا یہاں کوئی عزیز نہیں ہے۔ ہندوستان میں ہیں۔ پاکستان آنے کے بعد صحبت خراب ملی۔ میں نے جرم کرنے شروع کیے اور میں بہت بڑا مجرم ہوں۔ کوئٹہ سے لے کر پشاور تک کوئی ایسا شہر نہیں جہاں میں نے جرم نہ کئے ہوں۔ اشتہاری مجرم ہوں۔ پولیس میرے

پیچھے ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی مہربانی سے پکڑا نہیں گیا۔ اب میں بہت پریشان ہوں
میرا گھر کوئی نہیں۔ سکون مجھے میسر نہیں ہے۔ راتوں نیند نہیں آتی۔ چاہتا ہوں
کہ جرم چھوڑ دوں مگر مجبور ہوں، چھوڑنے پر قدرت نہیں۔ کیا میں جرم ترک کر
سکتا ہوں۔ میرے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ میں اپنے اللہ کو راضی کر سکتا ہوں۔
اپنے شریف خاندان کو بدنامی سے بچا سکتا ہوں۔ پھر کہنے لگا کہ دھوکہ بازی
وغیرہ جیسے جرم میں نے کئے ہیں۔ چوری، ڈاکہ یا اور اس قسم کے جرم نہیں کیے
مختلف یونیورسٹیوں کے ہر طرح کے سرٹیفکیٹ اور جعلی کمپنیوں کے نام سے
روپیہ وصول کرتا۔ پھر نوٹ بنانے میں میں کامیاب ہو گیا۔ میرے نوٹ چلتے
رہے۔ غرضیکہ میں نے ان ذرائع سے خوب کمایا۔ اب مجھے ہوس نہیں رہی۔
اب سکون کا خواہاں ہوں۔ روزی کی فکر نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے پاؤں
ننگے کر کے دکھائے کہ میں ننگے پاؤں جنگلوں اور میدانوں میں پھرتا رہا۔ خدا تعالیٰ
نے وہاں بھی مجھے روزی دی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے اللہ کو
راضی کر لوں اور گناہ چھوڑ دوں اور کچھ عرصہ مسجد میں پڑا رہوں، اور توبہ
استغفار کروں۔ کیا میری مغفرت اور معافی ہو سکتی ہے؟

اس پر احقر جیسے بھی اللہ کی رحمت اور مہربانی کے بیان سے اس کو
تسلی دے سکتا تھا، اس کی مایوسی اور ناامیدی کو دور کیا۔ وہ بہت متاثر ہوا۔
حتیٰ کہ اس پر رقت بھی طاری ہو گئی اور رو دیا۔ جب اچھی طرح اس کو امید
ہو گئی کہ میری توبہ قبول ہو سکتی ہے تو احقر نے عرض کیا کہ توبہ سے پہلے
نیت خالص ہونی چاہیئے۔ سوائے حق تعالیٰ کی رضامندی کے اور کوئی
غرض نہ ہو۔ گزشتہ گناہوں سے شرمندہ ہو کر مالکِ حقیقی کو راضی کرنے
کے لیے اپنے آپ کو اُن کے دروازے پر ڈال دے۔ اس پر دل و جان

سے اس نے اتفاق کیا اور توبہ کرنے کا مصمم اور پختہ ارادہ کر لیا۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۱۳۱: اس کو شکار پورا ترنا تھا۔ میں نے قاری فتح محمد صاحب اور حکیم فضل اللہ صاحب کی خدمت میں حاضری کے لیے عرض کیا۔ اس نے پتے نوٹ کر لیے۔ جناب کی خدمت میں حاضری کے لیے بھی پتہ نوٹ کرا دیا اور کہنے لگا کہ ضرور ان بزرگوں کی خدمت میں جاؤں گا۔

اس کے بعد اس نے کہا کہ سات سال کے بعد آج آپ پہلے وہ شخص ہیں جس کو میں نے اپنے راز بتلائے ہیں اور مجھے آپ سے مل کر اطمینان اور تسلی ہوئی ہے۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ اپنے کو پولیس کے حوالے کر دوں گا یا خودکشی کر لوں گا۔ اب انشاء اللہ جس طرح آپ نے سمجھایا ہے، اس طرح ہی کروں گا۔

احقر نے حضرت جی! اس سے تین سبق لیے۔

۱۔ کسی انسان کو حقیر نہ جانے، جیسے اس کو اتنے جرموں کے بعد اللہ تعالیٰ ہدایت کی طرف لا رہے ہیں اور خالص توبہ کے بعد و لمن لا ذنب لہ کا مصداق ہو جائے گا۔

۲۔ اپنی اچھی حالت پر فخر اور غرور کبھی نہ کرے۔ معلوم نہیں، اس کے بعد کیا حال پیش آئے۔ کیسے شریف خاندان کا لڑکا، صحبتِ بد سے کیسے بگڑا آدمی کیا فخر کر سکتا ہے۔

۳۔ حق تعالیٰ کس طرح ہدایت فرماتے ہیں، اس کے دل میں کیسے ڈال دیا کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ نورانی چہرے والا ہے۔ اس سے اپنی حالت ذکر کریں، اور اپنے ہم جنس سے تسلی کرا دی اور خودکشی سے ہٹا کر توبہ کی توفیق عطا

فرمادی۔ حقیقت میں ہادی وہی ہیں کس طرح کس وقت کس کو ہدایت پر لے آتے ہیں۔

حضرت جی! اس کو ہدایت فرمائی تھی۔ اس کو نورانیت دکھلا کر کس طرح رہنمائی فرمائی۔ مجھے تو اپنے اندر کچھ نظر نہیں آتا۔ اللہ جس کو ہدایت فرمانا چاہیں، اس کے لیے بہانہ بنا دیتے ہیں۔

دل چاہا کہ یہ قصہ حضرت کے گوش گزار کر دوں تاکہ جو اصلاح کے قابل بات ہو معلوم ہو جاوے۔

ارشاد: بہت اچھا کیا۔ نتائج بھی صحیح اخذ کئے۔ الحمدللہ۔

حال نمبر ۳۱۱: حضرت جی! گزشتہ ہفتہ اس طرح گزرا کہ دن میں بار بار بلا قصد اور بلا ارادہ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تصور آجاتا رہا۔ حتیٰ کہ نماز میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک طرف دیکھتا ہوں تو حضرت سامنے معلوم ہوتے ہیں کہ نظر آرہے ہیں۔ دو تین روز سے اب یہ حالت نہیں۔

ارشاد: یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کی دلیل ہے۔

حال نمبر ۳۱۲: اس سے پہلے باوجود کوشش بھی حضرتؒ کی صورت مبارک ذہن میں نہیں آتی تھی۔ اب تعجب تھا کہ کیسے حالت بدل گئی۔ اللہ ہی سب چیزوں کی حقیقت جانتے ہیں۔ وہی حافظ و ناصر ہیں۔

ارشاد: بس یہی سمجھ کی بات ہے۔

حال نمبر ۳۱۳: حالتِ مذکورہ خدمتِ اقدس میں پیش کر دی ہے کہ مناسب ہدایات سے مستفیض فرمادیں۔ کچھ عرصہ سے انقباض محسوس ہو رہا ہے۔ حق تعالیٰ ہر حال کو اپنے قرب کا ذریعہ فرمادیں۔

ارشاد: یہ دولت ہے کہ ذریعہ ہے بسط کا۔ کام میں لگے رہو۔

حال نمبر ۳۱۴: حضرت جی! گزشتہ عریضہ میں قبض کی حالت کی اطلاع عرض کی تھی۔
اب بحمد اللہ نماز میں ایک خاص قسم کا لطف حاصل ہوتا ہے۔ اس
سے دل میں ٹھنڈک سی محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ خیال آتا ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں
فرمائی ہے۔

ارشاد: اس سے مراد وہی ہے جو آپ محسوس کرتے ہیں۔

حال نمبر ۳۱۵: تو خفیف سا احساس یوں بھی ہوتا ہے مگر زیادہ تر اثر دل پر ہی محسوس
ہوتا ہے۔

ارشاد: (درج نہیں)

حال نمبر ۳۱۶: حضرت جی! ایک مولوی صاحب نے جو کئی سال سے شہر میں مقیم ہیں
مختلف ملازمتیں اختیار کیں اور ہر ملازمت میں پریشان ہی رہے، اور
ترک کرتے رہے۔ اب اس وقت ان کو ملازمت چھوڑے ہوئے بیس
روز یا ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ بے روزگاری سے بہت پریشان
تھے۔ فرمانے لگے ملازمت دنیاوی مجبوری کی وجہ سے کرتا ہوں۔ اصل
مذاق صرف دینی تعلیم کا ہے۔ میرے فلاں اور فلاں بھائی صاحبان اسی
مشغلہ میں منسلک ہیں اور اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ میری اہلیہ بھی میری پریشانیوں
کو دیکھ کر کہتی ہے کہ پریشانی اپنے مرکز سے ہٹنے کی وجہ سے ہے، اور
مجھے خود بھی مشاغلِ دنیاویہ سے اتنی نفرت ہے جیسے زہر سے۔ مگر دینی تعلیم
کا مشغلہ اختیار کرنے کے لیے گزر اوقات کا انتظام نہیں۔ ضروری نفقات
کے لیے دو صد روپیہ چاہیئے جو میسر نہیں۔ ان کی پریشانی سے میرے
دل پر اثر ہوا۔ بیچارے مدت سے بہت پریشانی میں ہیں اور اپنے اکابر

کے متعلقین میں سے بھی ہیں۔ دنیاوی امور سے نفرت اور دینی مشغلہ کی رغبت بھی ہے۔ مگر صرف گزراوقات کی وجہ سے یہ کام نہیں کر سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اپنے اخراجات کے لیے خود احقر یا چند مخلص احباب مل کر دو سو روپے ماہوار کا بندوبست کر دیں تو کیا آپ دینی کام شروع فرما سکتے ہیں۔ انہوں نے بہت خوشی سے وعدہ کیا اور فرمانے لگے کہ اگر یہ انتظام ہو گیا تو میں ہر طریقہ سے کام کے لیے تیار رہوں۔

مولانا صاحب بہت ذہین آدمی ہیں۔ لمبی لمبی اسکیمیں تیار کرتے ہیں پرائمری کا درجہ ہو۔ فلاں فلاں ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم کو تو اکابر کی طرز پسند ہے۔ صرف درسِ نظامی عربی تعلیم ہو۔ خواہ ایک ہی طالب علم ہو۔

ارشاد: بہت اچھا کہا۔

حال نمبر ۴۱۷: میں نے عرض کیا کہ آپ کام شروع کر دیں۔ حق تعالیٰ خود ترقی فرمائیں گے اور راستے خود بخود نکلتے آئیں گے۔

ارشاد: الحمد للہ۔ خوب سمجھ گئے۔

حال نمبر ۴۱۸: احقر نے عرض کیا۔ جو نصاب وغیرہ طریقے ذہن میں ہوں، وہ جناب مرتب فرمالیں اور لاہور جامعہ اشرفیہ آنحضرت کی خدمتِ اقدس میں پیش کریں۔ جو جناب پسند فرمائیں گے۔ ہم کو وہ بدل و جان اور بخوشی منظور ہوگا۔ اگر جامعہ اشرفیہ کی شاخ بن سکے تو بہت بہتر۔ ورنہ حضرت کی سرپرستی ہی کے لیے کوشش کریں۔ شاید چند دنوں تک حضرت جی وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں، آپ جو مناسب ارشادات اور نصائح ہوں، ان سے مستفیض فرمادیں۔ جناب کے بغیر کسی اور سے تسلی اور

تشفی نہیں ہو سکتی، اس لیے تکلیف دے رہا ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں۔
یہ خط ان مولوی صاحب کی اطلاع کے بغیر پیش کر رہا ہوں تاکہ
آپ کو مشورہ اور رائے دینے میں سہولت ہو۔ جناب اگر اطلاع فرمانا چاہیں تو
مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالیٰ۔

حال نمبر ۳۱۹: تنخواہ کے متعلق ان سے عرض کیا تھا، کسی سے ذکر نہ کریں کہ کون
انتظام کرے گا۔ ہاں جناب کے ہاں اگر ذکر کرنے کی از ضرورت
ہو تو عرض کر دیں۔ یہ سب گستاخیاں جو کر رہا ہوں، نہایت ادب سے
معافی کا خواستگار ہوں۔

ارشاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مدرس کا کام جو مفید ہے وہ یہ کہ مدرس کے دل میں دین
رچا ہوا ہو، اور حریص ہو کہ لوگ دیندار ہو جاویں۔ ایسی تدریس تو نعمت ہے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ نام اور ضابطہ پورا کیا جاوے۔ الغرض مشورہ مفید تو
مدرس کے اعمال پر ہے۔ مدرس کے اعمال سے وہاں کے احباب واقف ہیں۔
یہ عاجز واقف نہیں۔ ان کی تشریف آوری کے وقت جو سمجھ میں آئے گا،
عرض کر دوں گا۔ آپ وہاں کے احباب سے بھی مشورہ فرمالیں۔

حال نمبر ۳۲۰: حضرت جی! رڑکی اسٹیشن پر جو خدمتِ بابرکت میں حاضری ہوئی، اس
سے بہت نفع ہوا۔ احباب بھی اس کا خاص طور پر ذکر کر رہے تھے
حضرت جی! بار بار دل میں تقاضا ہوا، اور رد کیا۔ اب مجبور ہو کر خدمت
بابرکت میں عرض کرتا ہوں کہ رڑکی اسٹیشن پر مجلس کے وقت اور بعد
میں بھی متعدد بار بغیر قصد و ارادہ کے معلوم ہوتا تھا کہ انشاء اللہ
جو حضرات اس وقت خدمتِ بابرکت میں موجود ہیں، ان سب کا

خاتمہ علی الایمان ہوگا ۔

ارشاد: حق تعالیٰ آپ کے اس ارادہ کی تصدیق فرمادیں ۔

حال نمبر ۳۲۱: حضرت جی ڈرتے ڈرتے بار بار تقاضے کی وجہ سے لکھ رہا ہوں ۔ خیال میں آیا کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو کم از کم احقر کے دماغ کے خناس کا علاج تو ہو جائے گا ۔ لہذا عرض کر دیا ہے ۔

ارشاد: بہت اچھا کیا، لیکن مقام شکر ہے ۔ عُجب نہیں ۔

حال نمبر ۳۲۲: حضرت جی دل چاہتا ہے کہ ایک مہینہ جناب کی خدمت میں ایک حرم مکہ مکرمہ، ایک حرم مدینہ منورہ میں گذاروں ۔ ظاہری حالات تو موافق نہیں، حق تعالیٰ کے ہاں کون سی مشکل بات ہے ۔ جیسے ان کو منظور ہو ۔ بہزار دل و جان انشاء اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوں ۔

ارشاد: الحمد للہ ۔

حال نمبر ۳۲۳: حضرت جی للہ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اپنی عنایات اور مہربانیوں سے مکمل طور پر اپنی بندگی نصیب فرمادیں اور راضی ہو جاویں ۔

ارشاد: دل سے دعا کرتا ہوں ۔

حال نمبر ۳۲۴: حضرت جی! نماز میں خشوع و خضوع اور اچھے طریقہ سے ادا ہونے کے لیے دعا فرمادیں ۔ الکلام الحسن میں ایک ملفوظ مبارک نظر سے گذرا کہ لوگ استغراق کو خشوع سمجھتے ہیں، جو غلط ہے ۔ خشوع سے سکونِ قلب مراد ہے ۔ للہ تحریر فرمادیں کہ سکونِ قلب سے یہی مراد ہے کہ اپنے اختیار سے دل کو دوسری طرف متوجہ نہ کرے ۔

ارشاد: ٹھیک سمجھ گئے ۔ یہی مراد ہے ۔ اس ملفوظ کو پھر دیکھ لو ۔

حال نمبر ۳۲۵: حضرت جی! کچھ عرصہ سے طبیعت ایسی ہو گئی کہ معمولی بات سے بہت اثر قبول کرتی ہے۔ یہاں تک حساس ہو گئی ہے کہ چند ایسے واقعات پیش آئے جن کا اثر زائل ہی نہیں ہوتا۔ دعائیں کیں۔ استغفار کیا۔ جس سے پریشانی تو رفع ہو گئی لیکن حساس اور متاثر ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ارشاد: یہ ذکر کا اثر ہے۔ مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۲۶: جب احباب میں سے کسی کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا ہوں تو ایسے اثر ہوتا ہے، جیسے کسی نے چھرا گھونپ دیا۔

ارشاد: یہ البغض فی اللہ کی دولت عطا ہو گئی۔

حال نمبر ۳۲۷: ان باتوں کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ بس مالکِ حقیقی اور اس کے اس ذلیل بندے کے درمیان حالات گذرتے ہیں۔ مگر بحمد اللہ یہ طبعی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ ویسے اس پریشانی کے اندر بھی ایک سرور اور کیف اور مستی چھپی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۳۲۸: اور میری یہ حالت بھی ہے کہ دنیا کی چیزوں میں حقیقی سکون معلوم نہیں ہوتا۔ استغفار رہتا ہے۔ لایعنی باتوں سے حق تعالےٰ متنبہ فرما کر اکثر بچا لیتے ہیں۔ غرضیکہ عجیب حالت ہے کہ اپنی بھی خبر نہیں۔ حق تعالیٰ اعتدال نصیب فرما دیں۔

ارشاد: بلکہ عجیب نعمت ہے۔

حال نمبر ۳۲۹: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ارشاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

حال نمبر ۳۳۰: حضرت جی، ۲ رمضان المبارک کو مجھے ایک ۱۵ سالہ حاجی مرنبضر نے

پاس لے جایا گیا۔ ورثاء نے شکایت کی کہ یہ بہکی بہکی باتیں کرتی ہے۔ گزشتہ دو روز سے جو اس نے رکھے ہیں تو اس میں تیرہ تیرہ پارے روزانہ پڑھتی رہی اور درود شریف اور تسبیحات بھی۔ اس کی وجہ سے آج ایسی ایسی باتیں کرتی ہے۔ کبھی سفر حج کی اور زیادہ تر مکہ مکرمہ، بیت اللہ شریف، روضہ مطہرہ وغیرہ وغیرہ کا ذکر کرتی ہے۔ مگر میرے سامنے اس لڑکی نے کوئی بہکی ہوئی بات نہیں کی۔ جب احقر نے پوچھنا شروع کیا تو پہلے سے ہی اس لڑکی نے اپنے اس آدمی سے کہا جو مجھے لایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سے کہہ دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تھے اور میرے کان میں ارشاد فرمایا کہ ڈاکٹر حفیظ اللہ کو میرا سلام کہنا اور اُن ہی سے علاج کرانا۔

ارشاد: سبحان اللہ! کیسا انعام عظیم اور رحمت عظیم ہے۔ مبارک ہو۔ پھر مبارک ہو۔

حال نمبر ۱۳۳۱: اس شخص نے مجھ سے یہ الفاظ نقل کئے تو دل پر بہت زیادہ اثر ہوا اور بجلی کی طرح ایک لہر تمام بدن میں دوڑ گئی، اور بے اختیار درود شریف جاری ہو گیا۔

ارشاد: یہ دوسرا انعام ہے۔ مبارک ہو۔

حال نمبر ۱۳۳۲: خیر اپنے آپ کو سنبھال کر اس کی حالت دیکھی۔

ارشاد: یہ تیسرا انعام ہے۔

حال نمبر ۱۳۳۳: اور تمام جائزہ لے کر دماغی سکون کی دوائی دی اور خداوند کریم کے فضل سے اسی دن وہ ٹھیک بھی ہو گئی۔

ارشاد: یہ چوتھا انعام ہے۔

حال نمبر ۱۳۳۴: اور اس کے گھر والوں نے دوسرے روز بھی دوائی لی اور شکایت نہ

کی۔ یہ عجیب واقعہ ہے۔

ارشاد: بلکہ عجیب نعمت ہے۔

حال نمبر ۳۳۵: بجا آنحضرت کی خدمت بابرکت میں پیش کیا ہے۔

ارشاد: بہت اچھا کیا۔

حال نمبر ۳۳۶: اس سے پہلے بھی کئی مریضوں نے متفرق وقتوں میں کئی بار ذکر کیا کہ فلاں بزرگ نے مجھے آپ کے نام کے ساتھ خواب میں فرمایا کہ اس سے علاج کراؤ۔ مگر اس واقعہ نے دل پر بہت اثر کیا۔

ارشاد: الحمدللہ۔ یہ واقعہ بھی عظیم ہے۔

حال نمبر ۳۳۷: حضرت جی! کل بعد از نماز مغرب دعا میں عجیب رقت طاری ہوئی من جملہ اور دعاؤں کے تسبیح کی طرح بار بار یہ بھی زبان سے نکل رہا تھا کہ یا اللہ مجھے اپنا پیارا بنا لے۔

ارشاد: الحمدللہ۔

حال نمبر ۳۳۸: دعا ختم ہوئی تو اس حالت کا اثر عشاء کی نماز تک باقی رہا۔ جماعت کھڑی ہوئی تو نیت کے وقت بے اختیار زبان پر یہ الفاظ جاری ہو گئے کہ یا اللہ شکر ہے، تو نے اپنے دربارِ عالی میں حاضری نصیب فرمائی۔ اور دنوں سے اس حالت میں آج غلبہ معلوم ہو رہا تھا جیسے کچھ حقیقت کا شائبہ ہو رہا ہے۔

ارشاد: دولت عظیم ہے۔ مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۳۹: نماز میں دل پر خاص اثر تھا اور دل نرم تھا کہ تیسری رکعت کے پہلے سجدے میں عجیب حالت محسوس ہوئی اور حدیث شریف کا مضمون

یاد آرہا تھا کہ بندے کو سجدہ میں سب سے زیادہ قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے تو تسبیح میں بھی خاص عجز و انکساری ادا ہو رہی تھی۔

ارشاد: اس دولت عظیم کے شکر کے ادا کیلئے لفظ نہیں پاتا۔ لاکھ لاکھ مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۴۰: دوسرے سجدہ میں آخری دو تین تسبیحوں میں ایک لحظہ بھر کے لیے یوں محسوس ہوا کہ اس ناکارہ حقیر ذلیل کا سر حق جل شانہٗ کے قدموں کے درمیان پڑا ہوا ہے۔ اور قدموں مبارک کے اوپر اندھیرا سا محسوس ہو رہا تھا۔ اور ایسا بھی محسوس ہوا کہ حق تعالےٰ جل شانہٗ پیار فرما رہے ہیں۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۴۱: بس اس سجدے کے بعد چوتھی رکعت کے لیے اٹھا تو وہ حالت ختم ہو گئی گو کہ اس کا ہلکا سا اثر رہا۔ نماز ہی میں خیال آیا کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ شاید میرے تخیلات کا اثر ہو یا کچھ اور۔ اور پھر قدموں کے اوپر اور اس سے اوپر سیاہی سی یہ بھی سمجھ میں نہیں آئی، یہ حالت بھی عرض خدمت ہے۔

ارشاد: یہ جلال کا پردہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

حال نمبر ۳۴۲: دعا فرماویں کہ حق تعالےٰ اس ذلیل حقیر کو اپنی کامل رضا اور محبت اور عبدیت کاملہ نصیب فرمادیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔

حال نمبر ۳۴۳: والدہ صاحبہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے ساڑھے تین برس کی نمازیں حساب کر کے قضا کافی عرصہ سے پڑھ چھوڑی ہیں۔ اب خیال آتا ہے کہ شاید کچھ نمازیں صحیح طریقے سے ادا نہ ہوئی ہوں، اور کسی قسم کا نقصان ان میں رہ

گیا ہو تو اب اس صورت میں اور قضائیں پڑھوں یا نوافل۔

ارشاد: السلام علیکم۔ قضا نمازوں کے متعلق احقر نے مفتی صاحب سے اور ایک اور عالم سے بھی دریافت کیا کہ موجودہ صورت میں نوافل پڑھے جائیں یا فرض۔ تو یہ تحقیق ہوئی کہ اگر گمان غالب ہو کہ فرضوں میں ایسی کمی رہ گئی ہے کہ وہ ادا نہیں ہوئے پھر فرض قضا پڑھیں۔ ورنہ نفل۔ اگر فرض قضا پڑھیں تو ہر رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورت بھی پڑھیں[1]۔ احقر محمد حسن

حال نمبر ۳۴۴: یہاں آکر اوقات اس طرح منضبط کئے ہیں کہ صبح سات بجے تک معمولات مسجد میں ادا کرنا۔ سات بجے سے آٹھ بجے تک گھر بہشتی زیور اور دوسری کوئی کتاب سنانی۔ آٹھ بجے سے ساڑھے آٹھ بجے تک ناشتہ وغیرہ، ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے نو بجے تک مطالعہ دینی کتب، ساڑھے نو بجے سے گیارہ بجے تک مطالعہ طبی کتب۔ پھر دوپہر کا کھانا اور آرام۔ بعد ازاں ظہر سے عصر تک بچوں کی اسکول کی کتابوں اور ان کے کام کا دیکھنا بھالنا۔ ڈاک خطوط وغیرہ۔ نماز عصر کے بعد سیر یا کسی دوست سے ملنا یا گھر کے لیے سودا سلف اور دوسری ضروریات کا مہیا کرنا۔ مغرب کے بعد کھانا اور گھر والوں کے ساتھ بات چیت کرنا۔ عشاء کے بعد سونا اور تہجد کے لیے اُٹھنا۔ پھر صبح سے وہی معمولات۔

ارشاد: معمولات کے ضبط سے دل خوش ہوتا ہے۔

حال نمبر ۳۴۵: یہ تمام اس لیے عرض کیا ہے کہ اس میں جو نامناسب چیز ہو۔ اس کی

---

[1] ماشاء اللہ کیسی اچھی تحقیق ہے کہ فرائض تو ہر رکعت میں سورۃ ملانے سے بھی ادا ہو [illegible] لیکن اگر فرائض ادا ہو چکے ہوں تو نفل میں بھی کوئی فرق نہیں آتا اور یہی نماز نفلی عبادت میں شمار ہو جائے گی۔

اصلاح فرماویں۔ نیز راحت اور آرام کو مدّنظر رکھتے ہوئے مختصر پروگرام بنایا ہے تاکہ صحت پر اثر نہ پڑے۔

ارشاد: الحمد للہ کہ فہم صحیح ملا ہوا ہے۔

حال نمبر ۳۴۶: حضرت جی! عرض یہ ہے کہ بہشتی زیور کے چھٹے حصہ میں تقریبوں کے موقع پر عورتوں کے جانے اور جمع ہونے کے بیان کے شروع میں بہت بندش اور ممانعت فرمائی گئی ہے۔ کئی دفعہ اس مضمون کو پڑھ کر مشرف ہوا۔ مگر دو تین ماہ سے اس کا اثر دل پر بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں احقر نے گھر والوں کو اس صاف ممانعت کی طرف توجہ دلائی۔ اس نے کہا کہ فضول اور مروّجہ رسموں یا رسمی تقریبوں کے لیے یا آزاد عورتوں کے پاس جانے کے مواقع پر نہ تو جاتی ہوں اور نہ دل چاہتا ہے۔ ان کے علاوہ جہاں مجبوری ہو، وہاں جانا پڑتا ہے احقر نے کہا ایسے مجبوری کے موقع تم خود حضرت کی خدمتِ عالیہ میں لکھو تاکہ ما فی الضمیر اچھی طرح ادا کر سکو۔ چنانچہ انہوں نے خط لکھا جو ارسالِ خدمت ہے اور اس پر حضرت کا ارشاد گرامی ہے کہ "ملاقات کے لیے عورتوں کو بلا ضرورتِ شدید گھر سے باہر نکلنا پسند نہیں۔ بہشتی زیور کے چھٹے حصہ میں غالباً یہ مسائل درج ہیں۔ دیکھو اور عمل کرو۔ نیز ایسے وقت ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کر لیا کرو"۔ اب اس نے میری طرف رجوع کیا ہے کہ جو باتیں بچوں کی والدہ نے اپنے خط میں لکھی ہیں وہ ضرورتِ شدید میں داخل ہیں یا نہیں۔

ارشاد: ایسے مواقع ذوقی ہوتے ہیں، جو ذوق میں ہو، وہ کیا جاوے۔

حال نمبر ۳۴۷: آنحضرت نے سالک کے لیے اختلاط مع العوام میں ضرورتِ شدید؟

کے متعلق فرمایا تھا کہ جس میں دین یا دنیا کا نقصان ہوتا ہو، نقصان بھی جائز ناجائز نقصان مراد نہیں، تو ضرورتِ شدید کی یہاں عورتوں کے بارے میں میں بھی وہی تعریف ہوگی جو سالک کے متعلق ہے۔

ارشاد: ظاہراً تو یہی ہوگی۔

حال نمبر ۳۴۸: نیز حضرت جی اپنی ذاتی آگاہی کے لیے عرض کرتا ہوں کہ فلاں مولانا صاحب جو فلاں جماعت کے پیشوا ہیں۔ اس جماعت کے چند افراد نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ جنابِ والا اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی بھی ان کے ساتھ ہمدردی ہے۔

ارشاد: یہ غلط ہے۔

حال نمبر ۳۴۹: اس جماعت اور اس کے بانی فلاں صاحب کے متعلق کیسے خیال رکھنا چاہیے۔

ارشاد: ان کی صحبت مضر ہے۔ عقائد خراب ہیں۔ تصوّف کے دشمن ہیں۔ اکابر کے حق میں گستاخ ہیں۔ اس واسطے علیحدہ رہو۔

حال نمبر ۳۵۰: حضرت جی! آج ایک دنیوی امر میں مشورہ چاہتا ہوں، جناب کے ارشاد سے دل کو تسلی ہو جاتی ہے اور کسی سے اطمینان نہیں ہوتا چنانچہ اس معاملہ میں کئی حضرات نے از خود فرمایا کہ ایسے ضرور کریں مگر تسلی نہ ہونے کی وجہ سے خدمتِ والا میں عرض کر رہا ہوں۔ اگر حضرت کو اس بارہ میں ذرہ برابر بھی بارِ خاطر ہو اور مشورہ دینا پسند نہ فرمادیں تو احقر اسی میں اپنی مصلحت خیال کرے گا۔

ارشاد: مشورہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی معاملہ کے فوائد اور مضار کو سمجھے، پھر ایک جانب کو ترجیح دے۔ چونکہ مشورہ سمجھ پر مبنی ہے اور سمجھ ہے نہیں۔ اس واسطے

دعا پر کفایت کرتا ہوں جو بہتر ہو حق تعالیٰ دل میں ڈال دیں۔

حال نمبر ۳۵۱ : کل بروز جمعہ عصر کی نماز کے بعد والد صاحب مرحوم کی قبر پر حاضر ہوا۔ اس سے قبل اکثر اتفاق اشراق کی نماز کے بعد جمعہ۔ کے روز ہوتا تھا۔ کل کچھ مشاغل ایسے رہے کہ عصر کے بعد دفعتہً یاد آنے پر وہاں حاضر ہوا تو ایصالِ ثواب کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام رضی اللہ علیہم وعنہم کے توسّل سے دُعا مانگ رہا تھا کہ اسی دوران میں محبتِ الٰہی نے (اگر اس کو جذب تعبیر کروں تو شاید غلط نہ ہو) بہت غلبہ کیا۔ میرے سخت دل میں اس قدر رقت طاری ہوئی کہ پہلے ایسی یاد نہیں پڑتی۔

ارشاد : الحمد للہ۔

حال نمبر ۳۵۲ : نہایت عجز اور انکساری سے دعائیں زبان سے بے اختیار نکلتی جا رہی تھیں۔ ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ پسلیاں بھی جا رہی تھیں۔ دونوں ہاتھ دل پر رکھے ہوئے تھے۔

ارشاد : سبحان اللہ۔ اللّٰہم زد فزد۔

حال نمبر ۳۵۳ : اور یا اللہ یا اللہ یا رب یا رب ایسے نکل رہا تھا، جیسے کوئی حاکم پاس ہو اور نہایت ذلت اور عجز سے منت سماجت کر کے اس کو انسان بہ (منی) کر رہا ہو، اور اس سے درخواست اپنے مطالب کی کر رہا ہو۔ اتنے میں ایک دفعہ آسمان کی طرف منہ بلند کرنے کا خیال ہوا تو القا سا ہوا، فوراً نیچے دھیان کر کے ویسے ہی متوجہ بحق ہو گیا۔ پھر ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ یہ حضوری ہے۔ احقر نہ تو حضوری کے معنی جانتا ہے نہ حقیقت مگر اس وقت یہ لفظ ذہن میں کئی دفعہ آیا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد یہ ذہن

میں آیا کہ یکدم با خدا بودن بہ از آ گئے ملکِ سلیمانی تھا یا کچھ اور صحیح یاد نہیں رہا۔ یہ کیفیت غالباً نصف گھنٹہ رہی ہوگی۔ نمازِ مغرب کا وقت قریب ہوگیا۔ ختم کرکے واپس آگیا۔ ویسے تو ہمیشہ کا تجربہ ہے کہ والد مرحوم کی قبر پر دل کی خاص کیفیت ہوجایا کرتی ہے۔ یہ حالت عرض کردی ہے، اس میں اگر کوئی غلط اور نامناسب بات یا نفس کی آمیزش ہو تو آگاہ فرمادیں کہ آئندہ اس سے بچنے کی کوشش کروں اور احتیاط رکھوں۔

ارشاد: یہ تو غیر اختیاری امور ہیں یا انوار ہیں۔ اس سے بچنا کب ہوسکتا ہے۔

حال نمبر ۳۵۴: کل والی دعاؤں میں یہ بھی ایک دعا بار بار زبان سے نکل رہی تھی کہ یا اللہ صرف اور صرف تیری رحمت کے ساتھ میرا سب کچھ ہے ورنہ میرا کوئی عمل بھی قبول تو الگ رہا گنتی اور شمار کے قابل بھی نہیں۔ لہٰذا یا اللہ اپنی خاص رحمتوں سے اس احقر کو ڈھانپ لے۔

ارشاد: یہ عبدیت مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۵۵: مزید تعلیم حاصل کرنے کے متعلق آنحضرت سے مشورہ کرنے کے لیے عریضہ پیش کیا تھا کہ تردد ہے، احباب اور حضرات ترغیب فرما رہے ہیں جناب نے فرمایا تھا کہ دعا کرتا ہوں، جو بہتر ہو۔ دل میں ڈال دیں۔ اب الحمد للہ آپ کی دعاؤں سے دل کی الجھن دور ہو کر ایک طرف خیال ہو گیا ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۳۵۶: حضرت جی! کل ارسال کردہ منی آرڈر جب واپس ملا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ حضرت نے لینے سے انکار فرمادیا ہے۔ اس سے اتنی پریشانی ہوئی جو بیان نہیں کرسکتا۔ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے کام میں نماز میں ہر وقت

یہی خیال تھا کہ حضرت اگر خدانخواستہ ناراض ہو گئے تو کہیں کا نہ رہوں گا۔

ارشاد: اس کا تو وسوسہ بھی نہ کیا جاوے۔

حال نمبر ۳۵۷: بار بار "بے عنایت حق" والے شعر کی طرف خیال جاتا اور بے چینی کم زیادہ ہوتی رہی۔ کبھی اپنی خامیوں کی طرف کبھی بے ادبیوں اور نالائقیوں کی طرف خیال جاتا۔ حضرت جی! نہایت ادب سے اور بعد التجا درخواست کرتا ہوں کہ ازراہ کرم نوازی اس بے ادبی اور گستاخی اور قصور کو معاف فرمادیں۔

ارشاد: نہ بے ادبی، نہ قصور، نہ معافی کی ضرورت۔ صرف اس وجہ سے عذر کیا کہ ہر مہینہ کا التزام اچھا نہیں۔ کبھی ناغہ بھی ہونا چاہیئے۔

حال نمبر ۳۵۸: حضرت جی! احقر نے ہمیشہ بطیب خاطر اپنے دل کے تقاضے سے ہدیہ بھیجا ہے۔

ارشاد: بالکل صحیح ہے۔ صرف التزام نہ کیا جاوے۔

حال نمبر ۳۵۹: اور یہی ہمیشہ ارادہ ہے۔ فصل بھی تقریباً ایک ماہ کا اندازہ رکھتا ہوں اور ایک روز کی آمدنی سے زیادہ نہیں بھیجتا ہوں۔

ارشاد: جزاکم اللہ۔

حال نمبر ۳۶۰: اگر آنحضرت اس ناکارہ کا قصور تحریر فرمادیں تو انشاء اللہ آئندہ وعدہ کرتا ہوں کہ پوری طرح اصلاح کی کوشش کروں گا اور اگر آنحضرت خیال نہ فرمادیں تو احقر اس میں بھی راضی ہے۔ احقر کی تو یہ دلی تمنا ہے کہ جناب کو اس ناکارہ کی طرف سے ذرہ برابر بھی گرانی نہ ہو اور جس بات پر جناب خوش ہوں، احقر بھی اسی میں خوش رہنے کو اپنی نجات سمجھتا ہے۔

ارشاد: ایک ایک حرف سے دل خوش ہوا۔

حال نمبر ۳۶۱: ویسے احقر گزشتہ ایام میں سے کچھ دن تو اپنے آپ کو تمام مخلوقات سے کمتر ین اور بدترین سمجھتا رہا ہے۔ اس کے بعد کچھ دن یہ حال رہا کہ ذرہ برابر تشویش ہوئی تو رجوع الی اللہ اور دعا کا تقاضا پیدا ہوا۔ دعا کرتے ہی تسکین سی بحمد اللہ ہو جاتی تھی۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۳۶۲: ویسے تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا نام مبارک لینے کے لیے دل چاہتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے اور مشغولی کار میں بھی زبان سے اللہ اللہ نکل جاتا ہے۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۶۳: حضرت جی! اہلیہ کا بھائی تین چار ماہ سے اس شہر میں ملازمت کی وجہ سے ہمارے ہاں مقیم ہے۔ داڑھی منڈواتا ہے اور انگریزی بال رکھتا ہے اس کے والدین بھی مجھے اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مجھے خود بھی انقباض اس کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اہلیہ کو بھی اس کا بہت غم اور افسوس ہے۔ بچوں پر بھی اس کی بے دینی اور آزادی کے اثر کا خطرہ ہے، ویسے اس کے عقائد درست ہیں، دین کی طرف میلان بھی ہے اور نمازی بھی ہے

ارشاد: نرمی سے تعلیم کرتے رہو، انشاء اللہ مفید ہو گی۔

حال نمبر ۳۶۴: تو ان حالات میں اس کو ترغیب دے کر دین کی طرف راغب کرنا چاہیئے

ارشاد: اولاً ترغیب۔

حال نمبر ۳۶۵: یا زجراً کوئی قدم مثلاً اپنی رہائش کا انتظام خود کرے وغیرہ وغیرہ اٹھانا چاہیئے۔

ارشاد: ابھی زجر نہ کرو پھر دیکھا جائے گا۔

حال نمبر ۳۶۶: کیا اس طرح کرنے سے اس کے لیے یا احقر کے لیے دینی لحاظ

سے نامناسب ہوگا۔

ارشاد: اصل میں یہ ذوقی امر ہے۔

حال نمبر ۳۶۷: غیر سرکاری اطلاع ملی ہے کہ ایک خاص شرط کے ساتھ میری اور لڑکی کی حج کے لیے درخواست منظور ہو گئی ہے۔ بِلّٰہ خاص نصیحت سے نوازش فرمادیں۔

ارشاد: علم تو آپ کو عطا شدہ ہے۔ عمل کی ترقی کے لیے دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۳۶۸: والدہ عزیزان کہتی ہے گو ظاہری سامان اور انتظام تسلّی بخش ہیں، لیکن پھر بھی آپ کی خاطر غیر حاضری میں بیماری وغیرہ کی تکلیف ہو جائے تو کیا ہوگا یا کوئی ایسی سخت ضرورت پیش آجائے تو کیا کیا جاوے گا، مجھے تسلّی نہیں ہوتی یا وہاں آپ کو کوئی پریشانی پیش آجائے تو ہمارے لیے باعثِ کلفت ہوگی۔

ارشاد: جب اسباب سفر تیار ہیں تو گھر والے بھی اور آپ بھی توکل کرو۔ یہ وسوسے ہیں کہ کیا ہوگا۔

حال نمبر ۳۶۹: مدینہ طیبہ کے قیام میں ایک روز احقر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کر رہا تھا کہ رقّت اور جوش کی کیفیت میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ، جن جن حضرات نے احقر کو دعا کے لیے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح اسلامی زندگی عطا فرمادیں، ایمان پر خاتمہ عطا فرمادیں۔ نارِ جہنم سے آزاد فرما کر جنّت نصیب فرمادیں۔ اعمال صالحہ کی توفیق عطا ہو۔ آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت عطا ہو۔ تو اس پر اس روسیاہ ذلیل احقر کو یوں معلوم ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"آمین۔ آمین"

ادب کی وجہ سے تکرار احقر نے نہ کیا۔ ورنہ شاید اور بھی کئی دفعہ "آمین" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے۔ اس موقع کو غنیمت خیال کر کے آنحضرت کا سلام عرض کیا تو اس پر ایسے معلوم ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وعلیکم السلام" یا "وعلیہ السلام"

اس واقعہ کے دو تین دن بعد احقر رقت کی حالت میں بار بار سلام عرض کر رہا تھا کہ "السلام علیک یا رسول اللہ" کہ ایسے معلوم ہوا جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا۔ "وعلیک السلام۔ وعلیک السلام" ادب کی وجہ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ ہو، تکرار بند کر دیا ورنہ ہر السلام علیک پر وعلیک السلام کا ارشاد گرامی ہو رہا تھا۔ ذلک فضل اللہ العظیم۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

حق تعالیٰ اپنی رضامندی اور کامل عبدیت اور اسلامی زندگی، اور خاتمہ علی الایمان، نارِ جہنم سے آزاد فرما کر جنت نصیب فرمادیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت نصیب ہو۔ آمین۔ برحمتک یارب العالمین۔

ارشاد: برخوردار سعادت آثار سلمہ ربہ۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط مبارک ہزارہا سعادت لے کر پہنچا۔ آپ کو لاکھ لاکھ مبارک ہو۔ حق تعالیٰ اس دولتِ عظیم میں ترقی فرمادیں اور اس عاجز کو ہو سکے تو دعا میں شامل رکھیں۔

احقر محمد حسن

ارشاد: اخی فی اللہ و محبی لوجہ اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا محبت نامہ موصول ہوا۔ جس میں مقام ملتزم کی بشارتِ عظمیٰ[1] کا ذکر تھا اور یہ انعام کہ اکتالیس عمرے

---

[1] اصل خط تو موجود نہیں۔ خیال ہے کہ ہاتف کی کوئی ندا ہو گی واللہ اعلم ۱۲ منہ

نصیب ہوئے۔ یہ انعامات مبارک ہوں اور حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمادے،
آمین ثم آمین۔ آپ کا خط کسی جگہ رکھ کر بھول گیا۔ امید ہے کہ خیریت سے
گھر پہنچ گئے ہوں گے۔

۲۳ صفر۔ ۲۹ ستمبر جامعہ اشرفیہ لاہور

حال نمبر ۲۷: حضرت جی! آپ کی دعاؤں اور حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے مدینہ منورہ میں
مندرجہ ذیل پروگرام ہے:
صبح تہجد کے وقت مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری
نصیب ہو جاتی ہے۔ نفل اور معمولاتِ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر
جنت البقیع جاتا ہوں۔ واپس آکر حرم شریف میں اشراق پڑھ کر گھر جاتا
ہوں۔ ایک دو گھنٹہ بعد گھر کا انتظام کر کے کھانا کھا کر پھر حرم شریف
آکر عموماً روضۂ مقدسہ میں بیٹھا رہتا ہوں اور درود شریف پڑھتا رہتا ہوں
نشر الطیب کے آخیر میں چہل حدیث مشتمل بر صیغۂ الصلوٰۃ والسلام پڑھتا
ہوں۔ پھر مناجات مقبول کے آخیر کا درود شریف پڑھتا ہوں۔ جس کا
ترجمہ حضرت[1] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے۔ پھر امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ کا سلام پڑھتا ہوں۔ پھر نشر الطیب قصیدہ کے اشعار و مناقب وغیرہ
پڑھتا رہتا ہوں۔ پھر مناجاتِ مقبول کی دعائیں اور احباب نے جو دعائیں
مانگنے کے لیے کہا ہے، وہ کاپی کھول کر مانگتا رہتا ہوں۔ پھر کبھی مسائل
حج وغیرہ یا تسبیح لے کر درود شریف پڑھتا رہتا ہوں۔ نماز ظہر کے بعد
گھر آتا ہوں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سو کر عصر کی نماز کی جماعت کے انتظام

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ۔

ہیں درود شریف پڑھتا رہتا ہوں۔ عصر کے بعد کھانے وغیرہ کا بندوبست کر کے مغرب اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہتا ہوں۔ رات دن کے معمولات یہاں کے یہ ہیں۔

ارشاد: معمولات کے ملاحظہ سے دل خوش ہوا۔

حال نمبر ۳۷۱: کوئی خاص نصیحت فرمادیں تو بڑا کرم ہوگا۔

ارشاد: جو کرو توجّہ سے کرو۔

حال نمبر ۳۷۲: دعاؤں کے لیے نہایت ادب سے درخواست کرتا ہوں۔

ارشاد: اس وقت تو آپ ایسی جگہ ہیں کہ اس احقر کے لیے دعا فرمادیں۔ احقر بھی دعا کرتا ہے۔

حال نمبر ۳۷۳: حضرت جی! عرفہ کے دن بفضلِ خدا تعالیٰ ایک تسبیح استغفار، ایک ایک تیسرا اور چوتھا کلمہ اور سورۂ اخلاص۔ اسی طرح ایک ایک تسبیح درود ابراہیمی اور درود "عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی" اور آیۂ کریمہ۔ تقریباً نصف پارہ۔ تیسرا اختتام سورۂ بقرہ تک۔ ساتوں منزلیں مناجات مقبول کی عصر کی نماز تک ختم ہوگئیں۔ پھر جبلِ رحمت پر گئے۔ دعا مانگ کر واپس آئے تو غروب کی طرف دھیان گیا کہ عرفات کی آخری گھڑیاں ہیں۔ بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ آنسو آنے یہاں اچھی نشانی ہیں۔ اگر آپ نصیب فرمادیں۔ دل نرم ہوگیا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ دل متوجہ ہوگیا۔ اور بار بار منہ سے یہ نکل رہا تھا کہ یا اللہ حج قبول فرمالے۔ بار بار عرض کر رہا تھا، اچانک ایسے معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں "قبول ہے۔ قبول ہے" پھر حقیر نے بار بار عرض کرنا شروع کیا کہ یا اللہ گناہ معاف کر دے۔ بار بار عرض کر رہا تھا کہ پھر اچانک محسوس ہوا کہ "معاف ہے۔ معاف ہے"

بے ادبی سمجھ کر پھر درخواست بند کر دی اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو گیا اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

گذشتہ حج میں جبل رحمت سے واپسی پر محسوس ہوا کہ بہت کچھ لے کر جا رہا ہوں، اس دفعہ اس محرومی پر کچھ احساس سا تھا مگر حق تعالےٰ نے اس طرف توجہ دلائی اور دعا کی کہ یا اللہ، میں کیفیات اور ثمرات کا طالب نہیں ہوں تیری رضامندی کا طلبگار ہوں اور خصوصاً اس دن کے اعمال کی توفیق کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ارشاد: برخوردار سعادت آثار سلمہ الغفار۔ السلام علیکم۔ آپ کے خط سے دل بہت خوش ہوا کوائف و حوادث جدید مبارک ہوں۔ اس کا شکر کرو، اور ترقی کے لیے دعا کرتا ہوں اور دعا چاہتا ہوں۔ آپ کا پہلا خط بھی پہنچ گیا تھا۔ جواب نہیں لکھا کہ شاید وقت تنگ ہے، نہ پہنچے، مکہ مکرمہ کی طویل اقامت سے بہت دل خوش ہوا۔ حق تعالیٰ آپ پر اپنے انعامات کی بارشیں برسائے۔ آمین۔

طالب دعا محمد حسن

ارشاد: برخوردار سعادت آثار سلمہ الغفار۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کے خط کے ایک ایک جملہ سے دل بہت خوش ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا قرب و رضاءِ کامل عطا فرمادیں۔ معمولات میں ترقی اور قبول عطا فرمادیں۔ آپ خود دعا میں یاد رکھتے ہیں، اس کا عوض حق تعالیٰ آپ کو عطا فرمادے۔ جامعہ اشرفیہ کی تعمیر کی تکمیل کے لیے دعا فرماویں۔

احقر محمد حسن

حال نمبر ۲۷: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خداوند تعالےٰ کے فضل وکرم اور احسان سے صبح انشاء اللہ تعالیٰ منگل کے دن ۱۹ صفر ۲۵ ستمبر کو جہاز کراچی پہنچ جائے گا۔ پھر وہاں سے یہ خط سپرد ڈاک کروں گا تاکہ جلدی خدمت اقدس میں

تدم بوس ہو سکے۔ کراچی سے انشاء اللہ پرسوں شام کو گھر روانہ ہو جائیں گے۔
تادمِ تحریر والدہ صاحبہ اور عزیزہ بھی خیریت سے ہیں۔
گزشتہ خط میں عرض کیا تھا کہ حق تعالے نے اکتالیس عمروں کی توفیق
مرحمت فرمادی ہے۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۷۵: پھر طواف کی توفیق عنایت فرمائی۔ اسی اثناء میں ۶-۷-۸ صفر کی تاریخیں
وہیں مکہ معظمہ ہی میں آگئیں۔ دعائے حزب البحر کی زکوٰۃ کی بھی یہی تاریخیں
ہیں۔ مگر خیال نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت سے اجازت نہیں لی تھی، عین
وقت سے دو روز پہلے خیال آیا۔ لالچ بھی تھا کہ مکہ مکرمہ میں ہی اگر زکوٰۃ
حزب البحر کی ادا ہو جاوے۔ تو بہت فوائد اس میں ہیں۔ اعتکاف اور
روزے مسجد حرام میں بہت فضیلت رکھتے ہیں۔ مقاماتِ اجابت میں
دعائے حزب البحر مانگی جاسکے گی وغیرہ وغیرہ۔
اتفاقاً حضرت حافظ محمد عمر صاحب خلیفۂ مجاز حضرت[1] رحمۃ اللہ علیہ
قصبہ کھتولی ضلع میرٹھ کے رہنے والے حج پر تشریف لائے ہوئے
تھے۔ (یہ بزرگ ایک دفعہ حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ
امرتسر بھی آئے تھے) تو ان سے عرض کیا کہ ایسے دل چاہتا ہے۔ مگر
پہلے سے اجازت حاصل نہیں کی۔ اگر آپ اجازت دے دیں، تو
باعثِ برکت ہوگا۔ تو انہوں نے بطیبِ خاطر اجازت مرحمت
فرمادی۔

---

[1] حکیم الامت حضرت تھانوی، قدس اللہ سرہٗ ۱۲ منہ

زکوٰۃ کے دوران میں نیت کامل رضا اور عبدیت اور مغلوبیت نفس و شیطان کی تھی۔ زکوٰۃ سے فراغت کے بعد پہلے ہی روز نیت جامعہ اشرفیہ کی جلدی تکمیل تعمیر کے لیے ہر اور نیتوں کے کی تھی اور اب تک جاری ہے۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالےٰ۔

حال نمبر ۳۷۶: مسجد حرام میں بھی جناب کا فرمان پہنچنے کے بعد مختلف مقاماتِ اجابت پر جامعہ اشرفیہ کے لیے دعا گو رہا ہوں۔ حق تعالےٰ قبول فرماویں حزب البحر کے دنوں میں دعا تین دفعہ ملتزم پر دو دفعہ میزاب رحمت کے نیچے دو دفعہ مقام ابراہیم پر ایک دفعہ چاہ زمزم پر ہاتھ رکھ کر اور ایک دفعہ مطاف وغیرہ میں پڑھی۔

ارشاد: الحمد للہ بہت بڑی دولت نصیب ہوئی۔

حال نمبر ۳۷۷: اب یہ عرض ہے کہ اگر مناسب ہو تو جناب بھی دعا کی اجازت فرمادیں۔

ارشاد: اس کی ضرورت نہیں، دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۳۷۸: وقت سے پہلے اجازت حاصل نہ کرنے کی مجھے بلٰلہ معافی عطا فرمادیں اور دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اسکے ذریعہ سے قرب و نجات عطا فرمادیں۔

ارشاد: آمین۔

حال نمبر ۳۷۹: اگر اس دعا کے لیے اور طریقہ اس کے علاوہ کوئی بہتر ہو تو تحریر فرمادیں جو اور بزرگوں نے فرمائے ہیں۔

ارشاد: جس کو دل چاہے، بہتر ہے۔

حال نمبر ۳۸۰: اگر احقر کے لیے اس دعا کو بالکل آنحضرت پسند نہ فرمادیں تو ترک کردوں۔

جیسے جناب کا ارشاد ہو۔

ارشاد: پسند ہے۔

حال نمبر ۳۸۱: حضرت جی! آنے سے دو تین روز قبل ایک مرتبہ ملتزم پر کھڑا دعا مانگ رہا
تھا کہ رقت طاری ہو گئی۔ بارگاہِ ایزدی میں آہ وزاری کر رہا تھا، اسی اثناء
میں یا اللہ۔ یا اللہ" کئی مرتبہ زبان سے عرض کر رہا تھا کہ اچانک ایسے
معلوم ہوا جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"جی میرے بندے" یا صرف فرمایا "میرے بندے" یہ لفظ دو مرتبہ
ارشاد فرمایا۔ جیسے کی یا کو لمبا کر کے فرمایا گیا۔ محسوس ہوا کہ یہ زیادہ
پیار فرمانے کی وجہ سے ہے۔ ان الفاظ کے بعد ایک سکون اور تسلی سی
ہو گئی۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کا فضل اور جناب کے برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ
آپ کی جوتیوں کی طفیل نجات عطا فرمادیں، اور عجب وریا سے محفوظ
فرمادیں۔

حضرت جی! اس دفعہ حج کے دوران میں علاوہ اور دعاؤں کے
محبتِ الٰہی، اتباعِ سنت، خاتمہ علی الایمان، عذاب نار سے وقایہ پر
زیادہ توجہ رہی اور بار بار دعائیں مانگتا رہا۔

ارشاد: یہ القاء انعام ہے۔

حال نمبر ۳۸۲: حضرت جی! جس طرح حق تعالیٰ نے دنیا میں آنحضرت کے ساتھ تعلق
نصیب فرمایا ہے، اس طرح جنت میں بھی دل چاہتا ہے کہ جناب
کے قدموں میں جگہ نصیب ہو۔ حافظ محمد عمر صاحب کھٹور والے اور حکیم
ریاض الحسن صاحب باغپت والے اور قاری محمد یوسف صاحب یارقندی
جناب کے امرتسر کے گاڑی بان سلام اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۳۸۳: حضرت جی! احقر کا ایک ماموں زاد بھائی ملازمت کے سلسلہ میں یہاں آیا ہوا ہے۔ اس کے والد قادیانی تھے، اور یہ خود بھی پکے قادیانی ہیں۔ امرتسر کے قیام کے دوران میں ایک اور قادیانی ماموں زاد بھائی کے متعلق جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ تعلقات نہ رکھو۔ چنانچہ مکاتبت بند رہی اور میل جول بھی۔ اب والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد والدہ صاحبہ کو پاس رکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی، تو ان کے حکم سے گاہے گاہے خط لکھنا پڑا۔ والدہ صاحبہ کا ان برادر زادوں کے علاوہ کوئی رشتہ دار نہیں اور یہ تمام قادیانی ہیں۔ والدہ صاحبہ کو اس قرابت کی وجہ سے ان کی طرف طبعی کشش ہے۔ اب اس ماموں زاد بھائی نے والدہ صاحبہ کی وجہ سے آنا جانا شروع کیا بلکہ والدہ صاحبہ نے آنے کی تاکید کی۔ مجھے بھی والدہ صاحبہ کے خیال سے جانے کا تقاضا پیدا ہوتا رہا مگر جانا اچھا معلوم نہ ہوا اور دل کچھ فیصلہ نہ کر سکا تو خیال آیا کہ آنحضرت کو اطلاع دوں اور جو ارشاد ہو، اس پر عمل کروں گا۔

ارشاد: یہ ایک امتحان ہے۔ البغض للہ کا موقع ہے۔ حق تعالےٰ مدد فرمادیں۔

حال نمبر ۳۸۴: اب کچھ دنوں کے بعد اس کے بچے بھی آجائیں گے اور رفتہ رفتہ اختلاط کے مواقع زیادہ ہوتے جائیں گے۔

ارشاد: اگر آویں تو مجبوری ہے اور ان کے ہاں آپ ہرگز نہ جاویں۔

حال نمبر ۳۸۵: تو جو طریقہ کار اس سلسلہ میں بہتر ہو، ارشاد فرمادیں، تاکہ اس پر عمل کروں۔

ارشاد: برتاؤ ایسا کیا جاوے کہ وہ سمجھ جاویں کہ یہ ملاقات سے تنگ ہے۔

ارشاد: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اس پرچہ کا جواب لکھ رہا تھا کہ مولینا محمد ادریس صاحب تشریف لائے۔ ان سے دریافت کیا۔ ان کا ارشاد نیچے درج ہے۔ دو ملاحظہ فرما کر عمل کریں تو نیت تبلیغ سے ملاقات جائز ہوگی، اور ملاقات کی گنجائش ہوگی۔

محمد حسن

حضرت مولینا محمد ادریس صاحب کا ارشاد گرامی[1]

اقارب اگر کسی گمراہی یا کفر میں مبتلا ہوں تو ان سے بہ نیت تبلیغ و اصلاح تعلق رکھنا کہ شاید کسی وقت وہ حق کی طرف آجاویں، شرعاً ممنوع نہیں۔ بلکہ ایک درجہ میں عبادت ہے البتہ اہل کفر سے دنیاوی اغراض کے لیے تعلق رکھنا، شرعاً ممنوع ہے۔

حال نمبر ۳۸۶: حضرت جی! اس قادیانی ماموں زاد بھائی سے دل سے تو پوری نفرت ہے اور کافر سمجھتا ہوں اور ایسے ہی برتاؤ بھی کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہ اگر آپ اجازت دے دیں تو یہ کہنے کے لیے بھی تیار ہوں کہ ہمارے درمیان تعلق مسلمان اور کافر والا ہے نہ کہ دو مسلمان بھائیوں والا اور شریعت کی رو سے میں تم کو بالکل کافر سمجھتا ہوں۔ ملاقات اور میل جول بھی بہ نیت تبلیغ اور اصلاح کروں گا۔ بحمداللہ ان سے کوئی دنیاوی غرض بھی نہیں ہے۔

---

[1] ماشاء اللہ انتہائی نفیس تحقیق ہے کہ محض نیت کی برکت سے ایک درجہ کی عبادت کی فضیلت حاصل ہوگئی۔

ارشاد: اس فہم سے دل خوش ہوا۔ باقی برتاؤ ایک ذوقی امر ہے۔ وقت پر جیسا مناسب ہو کر لیا کرو۔ لیکن ایسا برتاؤ کرو کہ وہ سمجھ جاویں کہ ان کو مجھ سے نفرت ہے۔

حال نمبر ۳۸۷: مگر اس کے باوجود طبعی حالت کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک سے خندہ پیشانی اور حسن اخلاق سے پیش آنے کی عادت ہے۔ اس کے خلاف پر قدرت مشکل معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۳۸۸: تو کیا ان سے اخلاق سے پیش آنا البغض للہ کے منافی تو نہ ہوگا، اور اگر منافی ہو تو انشاء اللہ احقر اس کے لیے بھی تیار ہے اور شریعت جس طرح حکم کرے۔ ہر طرح حاضر ہے۔

ارشاد: عرض کر دیا ہے کہ برتاؤ میں ان کو معلوم ہو کہ ان کو نفرت ہے۔ قادیانی کو اگر دل چاہے تو حضرت[1] رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ یا ملفوظات عاریۃً دے کر دیکھ لو کہ اثر ہوتا ہے۔

حال نمبر ۳۸۹: مدینہ منورہ کے قیام میں یہ بھی معمول تھا کہ مناجات مقبول کے آخیر میں جو منظوم درود شریف ہے اس کو پڑھا کرتا تھا۔ یہاں آنے کے بعد بھی روزانہ پڑھتا ہوں اور ساتھ ہی عربی شجرہ شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اب خیال آیا کہ نہ تو جناب کو اطلاع دی اور نہ اجازت حاصل کی ہے۔ اس غلطی پر بہت نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوں۔ اب جیسے جناب ارشاد فرما دیں، مناسب ہو تو جاری رکھوں ورنہ چھوڑ دوں۔

---

[1] حکیم الامت قدس اللہ سرہ۔

ارشاد: مناسب ہے، جاری رکھو۔

حال نمبر ۳۹۰: نیز حضرت جی! کچھ دن سے برابر ایسے معلوم ہوتا رہا کہ حق تعالیٰ کے فضل و احسان سے اور آنحضرت کی توجہ اور برکات سے ہماری دنیا ہی نرالی ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بہت مضبوط آہنی ہوائی جہاز میں اس دنیا میں سفر ہو رہا ہے اور جب کبھی اس دنیا کا حال معلوم کرنا ہوتا ہے تو مضبوط کھڑکی کو کھول کر جھانکنا تانکنا پڑتا ہے۔ یہی چند مخلص احباب ساری دنیا معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: یہ عظیم دولت ہے۔ مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۹۱: حضرت جی! یہاں ایک صاحب نے احقر سے اصلاح کا تعلق قائم کیا ہے۔ اس کے ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اب تک تو زبانی تفہیم تفہم ہوتا رہا۔ کیا اس سے عرض کر دوں کہ خط لکھوا کر پوچھا کریں یا زبانی ہی ہونا چاہیئے۔

ارشاد: خط کافی ہے۔

حال نمبر ۳۹۲: نیز حضرت جی! دستی بیعت کے متعلق تو آنحضرت نے طریقہ[1] سکھا دیا تھا۔ خط کے ذریعہ بیعت کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت[2] رحمۃ اللہ علیہ نے جب احقر کو بیعت فرمایا تھا تو خط میں حضرت کی یہ تحریر تھی:

"بیعت کر لیا"

ارشاد: یہ کافی اور رجسٹر شدہ لفظ ہے۔

---

[1] اگلے باب میں درج ہے۔

[2] حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ۔

حال نمبر ۳۹۳: اس صورت میں شیخ خصوصی دعا فرماتے ہیں یا کچھ اور الفاظ وغیرہ ہوتے ہیں اگر مناسب ہو تو از راہِ کرم سمجھا دیں۔

ارشاد: جو اس وقت دل میں آوے کافی ہو گا۔

حال نمبر ۳۹۴: ملتان خیر المدارس کے جلسہ کے موقع پر ارادہ ہے کہ اگر جناب کی تشریف آوری ہو تو زیارت سے مشرف ہوں۔ لاہور کی حاضری پر پھر عزیز و اقارب کی ملاقات کے لیے جانا پڑتا ہے۔ جس میں وقت اور روپیہ بہت صرف ہوتا ہے۔ ویسے جناب کا ارشاد ہو تو انشاء اللہ لاہور حاضر ہونے میں بھی تامل نہیں۔

ارشاد: آپ اپنے مصالح سوچ کر فیصلہ کریں، اگر سفر خلاف مصلحت ہو تو یہی مجھ کو پسند ہے۔ مدرسہ کی مسجد جو تعمیر ہو رہی ہے اور مدرسہ بھی دونوں قابلِ دید ہیں۔

حال نمبر ۳۹۵: حضرت جی! صبح کو معمولات کے بعد جز قرآن مجید اور مناجات مقبول پھر حزب البحر پڑھتا ہوں تو تین روز سے حزب البحر میں جب سنقرئک الخ پڑھتا ہوں، ایسے معلوم ہوتا ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار تمام بدن کو لگ کر جسم کے اندر تک ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ اس وقت خاص کیفیت ہوتی ہے۔ پہلے روز تو میں نے سمجھا کہ ٹھنڈی ہوا سے یوں معلوم ہوتا ہو گا، مگر کل اور آج بھی ایسا معلوم ہوا کہ ہوا نہیں تھی، اس لیے دل نے چاہا کہ عرض خدمت کروں۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۹۶: حق تعالیٰ کے بے شمار احسانات اور فضل و کرم سے اور آنحضرت کی خصوصی دلی دعاؤں سے بحمد اللہ رمضان المبارک کے پورے روزے نصیب

ہو گئے۔ حق تعالیٰ جمیع برکات کے ساتھ ان کو اس ناکارہ عاجز کے لیے قبول فرما دیں۔

ارشاد: آمین۔

حال نمبر ۳۹۷: ۲ر شوال کو احقر نے ایک مشکوک روزہ احتیاطاً رکھ لیا تھا۔ اس سارا دن میں شوال کے چھ روزوں کے لیے دل مذبذب رہا کہ حق تعالیٰ نے فرض روزے پورے فرما دیئے ہیں، وہ کافی ہیں۔ نوافل سے کہیں طبیعت اور زیادہ خراب نہ ہو جائے۔ کبھی خیال آتا رکھ لوں۔ آخر شام تک کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ عشاء کے وقت نہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا اور سونے کے لیے لیٹ گیا۔ اچانک خارش شروع ہو گئی۔ ایک گھنٹہ تک اس کی وجہ سے پریشان رہا۔ خیال آیا نہا لوں۔ چنانچہ غسل کیا۔ پھر پانی پینے کے لیے گھڑے سے پانی بھر رہا تھا کہ اچانک ایسے محسوس ہوا جیسے حق تعالیٰ کو پسند یہی ہے کہ شوال کے روزے رکھ لوں اور نہ رکھنے نا پسند ہیں۔ چنانچہ فوراً نیت کر لی اور گو کہ سحری کے لیے کوئی خاص چیز نہ تھی، مگر پھر بھی جو کچھ ملا وہ کافی ہو گیا اور بحمداللہ تمام دن کوئی تکلیف نہ ہوئی، بلکہ روزے کی نیت کے بعد خارش کی شدت بھی ختم ہو گئی۔

ارشاد: سبحان اللہ۔ الحمدللہ۔

حال نمبر ۳۹۸: آج بفضلہ تعالیٰ شش عید کا آخری روزہ ہے۔

ارشاد: مبارک ہو۔

حال نمبر ۳۹۹: حق تعالیٰ اپنی مہربانیوں سے اس کو بھی پورا فرما کر جمیع برکات کے ساتھ قبول فرما لیجیے۔ یہ سب آنحضرت کی خصوصی توجہات اور دلی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ حق تعالیٰ توفیق مرحمت فرما رہے ہیں۔

ارشاد: آمین۔

حال نمبر ۴۰۰: مراقبہ موت کے متعلق ایک روز آنحضرت فرمارہے تھے کہ آخرت کی فکر پیدا کرنے کے لیے اور اعمال کے اہتمام کے لیے ہے۔ جب یہ حاصل ہو جاوے تو ضرورت نہیں رہتی ساحقر دوازدہ تسبیح سے قبل مراقبۂ موت آنحضرت کے ارشاد گرامی کے مطابق کیا کرتا ہے یا قلت وقت ہو تو دوسرے وقت۔ مگر ہر حالت کے سوچتے وقت ساتھ ہی حفاظت کی دعا بھی کرتا جاتا ہوں اور حق تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا سوال بھی کرتا جاتا ہوں۔ دل چاہتا ہے کہ اس کو ہمیشہ جاری رکھوں اب جیسے جناب کا ارشاد ہو اس پر عمل کروں گا۔

ارشاد: ابھی جاری رکھو۔

حال نمبر ۴۰۱: نیز حضرت جی کچھ دنوں سے حق تعالےٰ نے دل میں ڈال دیا تھا کہ پیر جمعرات اور ایام بیض کے روزے رکھا کروں۔ اب شروع کر دیئے ہیں۔ استقامت اور حفاظت کے لیے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۴۰۲: حضرت جی! ایک طالب جس کا اصلاحی تعلق اس ناکارہ سے ہے، اس کی خط و کتابت ارسال کر رہا ہوں۔ مقصد زیادہ تو اخیر کے دو خط ہیں لیکن سب خطوط اس لیے بھیج رہا ہوں کہ ان کا اندازہ تحریر اور احقر کے جوابات کو آنحضرت ملاحظہ فرمالیویں تاکہ اس میں جو کمی بیشی یا غلطی ہو، اس سے دونوں کو متنبہ فرمادیں۔

ارشاد: دیکھ لیے دل خوش ہوا۔

حال نمبر ۴۰۳ : یہ طالب خط نمبر ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ "میرے خیال کا جہاں تک تعلق ہے ان میں سے کوئی بیماری میرے اندر نہیں" جب یہ خط دیکھا تو احقر ایک طرف اس کی اپنے خیال میں حالت اچھی پاتا تھا کہ ممکن ہے، صحیح ہی ہو۔ مگر دوسری طرف اس بات کا بہت خیال آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ تقریباً اسی قسم کے مضمون پر ایک طالب کو بہت ڈانٹا تھا۔ جس کے اثر سے اس نے لکھا تھا کہ اب تو سب بیماریاں اپنے اندر محسوس ہوتی ہیں، اور دل بہت گندہ ہے۔

ارشاد : حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فرمایا کہ میں تو اپنی نماز کو گناہ سمجھتا ہوں، جیسے چاہیئے ایسی نہیں۔

حال نمبر ۴۰۴ : تو سمجھ میں نہ آیا کہ اس کو کیا جواب دیا جاوے۔ آخر اس کی فہرست میں غیبت کا اندراج نہیں تھا۔ احقر نے لکھا کہ "غیبت کس کو کہتے ہیں اور تم میں ہے یا نہیں؟" تو اس پر وہ غیبت کی تعریف لکھ کر لکھتے ہیں کہ "اللہ کا شکر ہے کہ غیبت سننے اور کرنے کا مرض تو جاتا رہا۔ لیکن جب بھولے سے کسی کی غیبت جیسے الفاظ زبان سے نکل جاتے ہیں تو دل پشیمان ہوتا ہے اور استغفار کرتا ہوں۔ تو عرض یہ ہے کہ رذائل کے ازالہ میں اس کے قول کو تسلیم کر لوں یا مزید تجسس کی ضرورت ہے۔

ارشاد : نہ آپ کاوش کریں، نہ بے فکر رہیں کہ آئندہ مرض کا عود ہو سکتا ہے۔ بخار دور ہو جاوے، پھر آجاتا ہے۔

حال نمبر ۴۰۵ : ویسے احقر کا خیال ہے کہ وہ صحیح ہی کہتے ہیں۔

ارشاد : ٹھیک ہے۔

حال نمبر ۴۰۶ : مگر چونکہ تردد تھا، اس لیے اس بارے میں حکم چاہتا ہوں۔ دوسری عرض

یہ ہے کہ ابھی تک اس کو کوئی ذکر وغیرہ نہیں بتایا ہے۔ آیا ذکر بتادیا جاوے۔

ارشاد: جی، بتادیا جاوے۔

حال نمبر ۴۰۷: اور کون سا ذکر زیادہ مفید رہے گا۔

ارشاد: جو آپ کا دل چاہے۔

حال نمبر ۴۰۸: نیز اس کے بعد کیا اس کو اخلاقِ حمیدہ کی طرف متوجہ کیا جاوے۔

ارشاد: جی۔

حال نمبر ۴۰۹: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت جی! یہ خط والدہ صاحبہ لکھوا رہی ہیں
آج پانچ روز سے والدہ صاحبہ کو بہت تکلیف ہے۔ پیٹ کے اندر
پتہ کے ساتھ سخت ورم ہے۔

ارشاد: انا للہ۔

حال نمبر ۴۱۰: آج بہت رو رہی تھیں کہ نزع، قبر، حشر، میدانِ قیامت، پل صراط،
میزان، وغیرہ وغیرہ میں کیسے پوری اتروں گی۔

ارشاد: سبحان اللہ یہ رونا ہزار خندہ سے مبارک ہے۔

حال نمبر ۴۱۱: جب یہاں کی تکلیفیں نہیں برداشت ہو سکتیں تو وہاں کیا کروں گی۔

ارشاد: اللہ جس کو یہ فکر دیتے ہیں، اس کو سب منازل آسان کر دیتے ہیں۔

حال نمبر ۴۱۲: اور نیز یہ کہ یہاں تو سارے گھر والے خدمت کر رہے ہیں۔

ارشاد: وہاں بہتر خدام ہوں گے۔

حال نمبر ۴۱۳: وہاں تو کوئی بھی ساتھ نہ ہو گا۔

ارشاد: یہ غلط ہے۔

حال نمبر ۴۱۴: احقر نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت سے سب کچھ ہو گا اور بھی جو مضامین
رحمت اور عنایاتِ الٰہیہ کے ذہن میں آئے، عرض کئے تا کہ یاس نہ ہو

اور امید خداوندی غالب رہے۔

ارشاد: خصوصاً مرض میں رحمت پر نظر رہے۔

حال نمبر ۱۴۵: ان مضامین سے والدہ صاحبہ کو کچھ تسلی ہوئی، مگر فرمانے لگیں کہ حضرت مفتی صاحب کو لکھو کہ میرے لیے دعا کریں۔ کچھ اور نہیں مانگتی ہوں۔ صرف ایمان پر خاتمہ اور عاقبت کی اچھائی مانگتی ہوں۔

ارشاد: یہ خیال بھی ان کا عطا کیا ہوا ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔ سلام بھی عرض کردیں۔

حال نمبر ۱۴۶: آنحضرت کے والا نامہ سے اس ناکاری کو بہت تسلی ہوئی۔ میری بہت خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے بزرگ میرے لیے دل سے دعا کرتے ہیں۔ میرے پاس کوئی عمل نہیں۔ صرف آپ حضرات کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سہارا ہے۔ جب سے بیمار ہوئی ہوں، روزانہ کئی دفعہ گناہوں کے پیشِ نظر موت۔ حشر۔ پل صراط۔ میزان وغیرہ کے ڈر کی وجہ سے روتی ہوں۔

ارشاد: آپ کی حالت بہت مبارک ہے۔ حق تعالیٰ ایسی حالت سب کو عطا فرمادیں۔

حال نمبر ۱۴۷: مجھے مرنے کا بالکل خوف نہیں، وہ جو جتنی مقدر ہے، اتنی ہی ملے گی۔

ارشاد: سبحان اللہ۔

حال نمبر ۱۴۸: صرف یہ ڈر ہے کہ معلوم نہیں خاتمہ کیسا ہوتا ہے۔

ارشاد: ڈر کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ

حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دنیا میں حق تعالیٰ سے ڈرتے رہے موت

کے وقت اُن پر فرشتے آتے ہیں اور تسلّی دیتے ہیں کہ مت ڈرو اور مت فکر کرو اور تم کو جنت کی خوشخبری ہو، جس کا تم سے وعدہ تھا۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس بشارت سے آدمی خوب خوش ہوگا ایسی خوشی دنیا میں کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔ مولینا رومؒ ایک بڑے ولی اللہ گذرے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

لا تخافوا مژدۂ ترسندہ است ہر کہ می ترسد مبارک بندہ است

جو ڈرتا تھا اس کو فرشتے کہیں گے کہ نہ ڈرا اور جو دنیا میں نہیں ڈرتا تھا۔ اس کو یہ بشارت نہ دیں گے۔

حال نمبر ۴۱۹: بس یہی آرزو اور تمنّا ہے کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور عاقبت اچھی ہو۔

ارشاد: اسی کی امید ہے۔

حال نمبر ۴۲۰: مہربانی فرما کر اگر مناسب سمجھیں تو مجھے کچھ پڑھنے کو بتا دیں تاکہ تندرست ہو کر اس کو پڑھا کروں۔

ارشاد: کلمہ شریف کو جس قدر آسان ہو وظیفہ میں زیادہ کردو، جب پڑھا کرو، یہ خیال کر لیا کرو کہ دل بھی پڑھ رہا ہے۔

حال نمبر ۴۲۱: حضرت جی! حسب الارشاد لڑکی کے رشتہ کے بارہ میں استخارہ کیا، پہلے تو دونوں طرف خیال تھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ استخارہ کے بعد صرف چچا صاحب کے لڑکے ہی کی طرف خیال ہو گیا۔

ارشاد: حق تعالیٰ اس میں برکت فرما دیں۔

حال نمبر ۴۲۲: آنحضرت کی توجہ اور دعا اور حق تعالیٰ کی مہربانیوں سے اس کی ابتداء اس طرح بھی ہوئی کہ ایک روز والدہ صاحبہ اور اہلیہ کے سامنے اس

سلسلہ میں گفتگو کر رہا تھا کہ مثلاً ایسے محسوس ہوا کہ بائیں جانب جو خالی تھی جناب سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع حضرت والد صاحب مرحوم تشریف فرما ہیں۔

ارشاد: لاکھ لاکھ شکر کرو۔

حال نمبر ۴۲۳: لڑکی اور اس لڑکے کا نکاح فرما رہے ہیں۔

ارشاد: الحمد للہ۔

حال نمبر ۴۲۴: ایک دو روز تو اس کو قوتِ متخیلہ کا تصرّف سمجھتا رہا۔ مگر بار بار خیال آنے لگا اور انشراح بڑھنے لگا تو ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ یہ تو حق تعالیٰ کا انعام عظیم معلوم ہوتا ہے۔ اس پر تو بہت شکر کرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ناشکری ہو جائے اس خیال سے دل نے چاہا کہ خدمتِ اقدس میں عرض کر دوں، تا کہ حقیقت حال معلوم ہو جائے۔

ارشاد: جزاکم اللہ۔

حال نمبر ۴۲۵: نیز انہی دنوں میں ایک روز قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا، خیال آیا کہ قرآن کریم میں دیکھوں، اس لڑکے کا خیال کر کے قرآن مجید کھولا تو یہ الفاظ تھے "مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ" سابقہ الفاظ مبارکہ ملائے تو یہ مضمون بنا "وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ۔" اس سے بھی بظاہر تاکید معلوم ہوئی۔

ارشاد: یہ بشارات مبارک ہوں۔

حال نمبر ۴۲۶: اب سب حالات عرض کر دیئے ہیں، چچا صاحب کی طرف کی ہر طرح تاکید و تائید معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی خلاف بات ہو تو آگاہ فرما کر ممنون و مشکور فرما دیں۔

ارشاد: کوئی خلاف بات نہیں۔ تاثرات سے دل بہت خوش ہوا۔ الحمد للہ کہ سکون ہوا۔

حال نمبر۴۲۷: حضرت جی! نہایت ادب سے التجا ہے کہ اس خط کے ہمراہ ایک طالب... صاحب کے دو خط بھیج رہا ہوں۔ آنحضرت کے حکم سے انہوں نے احقر کی طرف رجوع کیا ہے۔ یہ ضلع..... کے خط ہیں۔ ۲۰ ر دسمبر والا خط آیا تھا۔ جواب ٹھیک سے سمجھ میں نہ آیا تو اس کا ماقبل خط منگوایا۔ پھر بھی آج تین روز ہو گئے ہیں، روزانہ سوچتا ہوں، جواب سمجھ نہ آنے کی وجہ سے رکھ دیتا ہوں۔ آج کچھ جواب لکھا۔ آگے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے خیال آیا کہ آنحضرت کی خدمتِ بابرکت میں بھیج کر جواب سمجھ لوں۔

ایک تو یہ خیال آتا ہے کہ ان کو لکھوں کہ صرف ایک بات لکھا کریں تاکہ وہ صحیح طور پر حل ہو جاوے۔ پھر دوسری بات شروع کریں۔

ارشاد: یہی ٹھیک ہے۔ یہی لکھو۔

حال نمبر۴۲۸: انہوں نے بہت سے وظائف لکھے ہیں، اس کے متعلق یہ خیال آتا ہے کہ ان وظائف کو ترک کرادوں۔

ارشاد: یہی ٹھیک ہے۔

حال نمبر۴۲۹: تاکہ مقصود اصلی اصلاح کی طرف ان کو توجہ ہو جاوے۔ پھر خیال آتا ہے کہ عموماً حضرت[1] رحمۃ اللہ علیہ سالک کے پہلے وظائف کو برقرار رکھتے تھے۔

---

[1] حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہٗ۔

ارشاد: وہ اصلاح کی فکر کے بعد۔ اصلاح وظائف سے بہرحال مقدم ہے۔ جب اصلاح کا اہتمام وہ کرنے لگے، پھر وظائف کی اجازت دیویں۔

حال نمبر ۴۳۰: یہ صاحب لکھتے ہیں کہ تین چار ماہ سے پابندی سے کر رہا ہوں ممکن ہے ابھی جوش میں کر رہے ہوں۔ پھر شاید پابندی سے نہ کر سکیں۔ تو اس کے متعلق کیا جواب ان کو دینا چاہیئے۔ آگے چل کر دینی خدمت کے لیے پوچھتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو عام خطاب کے لیے پہلے اصلاح کرا لینے کو پسند فرماتے ہیں۔

ارشاد: دینی خدمت سے مراد ان کی کیا ہے؟

حال نمبر ۴۳۱: تو اس سلسلہ میں کیا جواب لکھوں۔

ارشاد: دینی خدمت کی مراد جب متعین ہو، پھر جواب لکھیں۔

حال نمبر ۴۳۲: اگر ان کو فی الحال روک دیا جاوے تو تبلیغ کی رکاوٹ میں تو نہ آ دے گی۔

ارشاد: نہیں۔ بلکہ تبلیغ کی قابلیت کی تیاری ہوگی۔

حال نمبر ۴۳۳: حضرت جی! عرصہ نو سال سے طبیعت عجیب سی چل رہی ہے حق تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے طاعات کی توفیق مرحمت فرما دیتے ہیں۔ اپنا کام کرنے کا ہے۔ جو بحمد اللہ پورا ہو رہا ہے، مگر بے کیف جیسا ہر وقت ایک قبض جیسی رہتی ہے۔ ہنسی بھی شاذ و نادر ہی آتی ہے والدہ صاحبہ کے سامنے خوشی کے لب و لہجہ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں مگر بہ تکلف بھی قادر نہیں ہو سکتا۔ گھر والوں سے بھی یہی حال ہوتا ہے۔

ارشاد: یہ بھی ایک حال ہے، اس پر راضی رہو، جو وہاں سے ملے، اس پر خوش رہو۔

حال نمبر ۴۲۴: نماز میں تعدیل ارکان اور سکون جوارح تو میسر ہو جاتا ہے مگر توجہ اور دھیان
پورا چھوڑ ادھورا بھی نصیب نہیں ہوتا۔ ویسے بحمد اللہ اختیاری طور پر کوشش
میں لگا رہتا ہوں۔ مگر آج تک کامیابی نہیں ہوسکی اور یہ بھی یقین ہے کہ عمر
بھر اگر کامیابی نہ ہو تو بھی کام میں لگا رہنا چاہیئے۔

ارشاد: بس کوشش ہی کا مکلف ہے۔ کامیابی ان کے ہاتھ میں ہے۔

حال نمبر ۴۲۵: مگر حالات کی اطلاع اور دعا کی غرض سے عرض کر رہا ہوں کہ آنحضرت
دعا فرمادیں کہ توجہ اور دھیان نصیب ہو۔ دنیا کی بڑی سے بڑی خوشی بھی
خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور جناب کی خوشی کے مقابلہ میں معمولی معلوم
ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ اور ان کے مقبولوں کی رضامندی سب سے بالاتر
سمجھتا ہوں۔ مگر کوئی عمل قابل قبولیت معلوم نہیں ہوتا۔ سب رد کرنے
کے قابل ہے بلکہ تمام اعمال گناہ معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس ناکارہ کے
لیے دعا فرمادیں کہ حق تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم اور احسان سے اعمال
کی توفیق عطا فرما کر قبول بھی فرمالیویں۔

ارشاد: دعا کرتا ہوں۔

حال نمبر ۴۲۶: اتنا دعویٰ تو نہیں کر سکتا، چھوٹا منہ بڑی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہلکی سی
مشابہت ضرور معلوم ہوتی ہے کہ جیسے گڑیا کو بچے کھلاتے ہیں، جدھر
رکھو، جدھر لٹا دو، اس کے ساتھ جیسے کرو، ویسے ہی ہو جاتی ہے۔
حق جل شانہٗ کے ساتھ کچھ تھوڑا سا ایسا معاملہ معلوم ہوتا ہے اور یہ
بھی بیان نہیں ہو سکتا۔ حق تعالےٰ مجھے معاف فرمادیں، اکو ڈمرتبہ توبہ
کر کے معافی چاہتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ یہ عرض کروں کہ حق تعالیٰ
محض اپنے فضل و احسان سے اعمال صالحہ کی توفیق مرحمت فرما کر موت

کے وقت حُسنِ خاتمہ نصیب فرماویں۔

ارشاد: محبت نامہ کا ایک ایک حرف سُن لیا ہے۔ دعا کی درخواست بھی کرتا ہوں حسن خاتمہ نصیب ہو۔

حال نمبر ۴۳۷: عرصہ چار ماہ کا ہوا کہ احقر غالباً لیٹا ہوا تھا اور غالباً دفعۃً بین النوم والیقظہ کی حالت ہوئی اور ایک جھلک کسی مجسمہ کی محسوس ہوئی اسی وقت یہ ذہن میں آیا کہ حور کی جھلک ہے اس سے دل میں ایسی بشاشت اور روحانی کیف محسوس ہوا جیسے ذکر میں تعلق مع اللہ سے دل کا کیف محسوس ہوتا ہے مگر حقیقۃً وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ نیز اس میں شہوانی خیال کا مطلق شائبہ بھی نہ تھا۔ مگر اس وقت احقر نے اس کو دماغی تخیل سمجھ کر اس کی طرف التفات اور توجہ نہ کی۔ دوسرے روز جب پھر ذہن میں اس کا منظر مستحضر ہوا تو وہی روحانی کیف محسوس ہوا۔ مگر پھر بھی توجہ نہ کی۔ حتیٰ کہ اس چار ماہ کے عرصہ میں کئی مرتبہ ذہنی تخیل میں وہ منظر پیش ہوا تو وہی کیف محسوس ہوا۔

کئی روز سے تقاضا تھا کہ خدمتِ اقدس میں عرض کر کے اس حال کی اصلاح کراؤں۔

ارشاد: یہ مبارک حال ہے۔

بیعت کرنے کا طریقہ

جو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے صاحب مکتوب سید شد بدَّ فیوضہٗ کو تعلیم فرمایا

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّٰدقین۔ یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجراً عظیماً۔

کلمہ شریف پڑھایا جائے:۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد انّ محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

پھر توبہ کرائی جائے باین الفاظ کہ توبہ کرتا ہوں۔ کفر سے، شرک سے، بدعت سے، اور بڑے چھوٹے تمام گناہوں سے، اور وعدہ کرتا ہوں کہ نماز پڑھوں گا۔ روزہ

رکھوں گا۔ مال اگر پاس ہوا تو زکوٰۃ دوں گا، اور اگر مال زیادہ ہوا تو حج کروں گا۔ گناہوں سے بچوں گا۔ اگر گناہ ہو گئے تو توبہ کروں گا۔

"بیعت کرتا ہوں چار سلسلوں میں، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی یا اللہ ان لوگوں کی محبت عنایت فرما۔ دنیا میں ان کے ساتھ رکھ۔ قیامت میں حشر ان کے ساتھ ہو۔ اس کے بعد ذکر و شغل جو مناسب ہو تلقین کریں۔"

دستور العمل برائے سالک

ایک سالک حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں چند روز کے قیام کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان کے لیے قیام کے دوران میں مندرجہ ذیل دستور العمل ارشاد فرمایا:

صبح درس قرآن مجید اور شام ساڑھے تین بجے مجلس کا وقت ہے دونوں وقت ہو سکے تو آ جایا کرو۔ اگلے دن دوازدہ تسبیح کی تعلیم ارشاد فرمائی کہ جب تک یہاں قیام ہے۔ دوازدہ تسبیح کر کے جتنا ذکر اسم ذات ہو سکے، کر کے اطلاع دو۔ دوازدہ تسبیح کا طریقہ مندرجہ ذیل طرز پر تعلیم فرمایا:

اوّل گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھنا۔

پھر گیارہ مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ پڑھنا۔

پھر گیارہ مرتبہ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الْغَیْرِ۔

پھر تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ اَبَدًا اَبَدًا یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔

(یہ سب کچھ قصد اور توجہ کے ساتھ دل اور زبان ملا کر پڑھیں)

ازاں بعد مراقبۂ موت کیا جاوے یہ سوچے کہ:

"موت کے وقت اور موت کے بعد حشر تک کیا حالات پیش آئیں گے مثلاً یہ کہ بیمار ہوں گا۔ پتہ نہیں۔ کیا کیا اور کیسی کیسی تکلیف دہ بیماریاں ہوں گی۔ معالج علاج کریں گے۔ علاج میں نہ معلوم کون کون سی تکلیف ہو۔ پھر معالج نا امید ہو جائیں گے۔ پھر سکرات کی حالت ہوگی، معلوم نہیں کس مشکل سے سانس نکل کر موت واقع ہوگی۔ جان نکل کر لاش رہ جاوے گی۔ لاش کو پھر غسل دیا جاوے گا۔ معلوم نہیں لاش کہاں ہو۔ کس حالت میں ہو اور اس کے ساتھ کیا حشر ہو۔ کوئی غسل دینے والا ملے بھی یا نہ۔ اگر ملے تو غسل دینا چاہے یا گنہگار لاش کو غسل دینے کے لیے ہی کوئی آمادہ نہ ہو اور ویسے ہی پھینک دی جاوے یا ایسی گل سڑ جاوے کہ بدبو کی وجہ سے کوئی قریب ہی نہ آسکے اور مُردار کی طرح گڑھے میں دبا دی جاوے۔ اگر لاش درست بھی رہے پھر بھی غسال کے رحم و کرم پر آسیر ا ہو گا۔ کس طرح غسل دے گا۔ لاش بے چاری اس کے سامنے کتنی بے بس ہوگی۔ پھر کفنایا جائے گا۔ اور کفن میں بالکل بند کر دیا جائے گا۔ اپنی میت اپنے منہ سے کپڑا بھی نہیں ہٹا سکے گی۔ پھر جنازہ تیار ہوگا۔ اس کو نماز کے لیے لے جاویں گے۔ معلوم نہیں نمازِ جنازہ بھی نصیب ہو یا نہ ہو۔ پھر دفنانے کی تیاری ہوگی۔ بس اب آخری دیدار اور آخری اعزہ اور اقربا اور دوستوں سے ملاقات ہے۔ بچے اور بھائی اور ماں باپ نم آنکھوں سے روتے ہوئے اٹھا کر قبر میں رکھنے لگے ہیں۔ کوئی روتا ہے کوئی پڑھ کر بخش رہا ہے۔ کوئی سرد آہیں نکال رہا ہے۔ اپنی اپنی فکر ہے کہ ہمارا باپ گیا۔ بھائی گیا۔ بیٹا گیا۔ دوست گیا۔ مگر یہ فکر نہیں، قبر میں اس بیچارے کا کیا حال ہوگا۔ الغرض اس غم اور کرب و بلا کے ساتھ دفنایا

جائے گا۔ قبر معلوم نہیں ۔ جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا ۔ قبر میں رکھ کر مٹی اوپر ڈال دیں گے ۔ بند کر کے دوست اور رشتہ دار سب چلے آویں گے ۔ اس کے بعد معلوم نہیں ۔ قبر کے عذاب سے کیا حال ہو گا ۔ منکر نکیر کے جواب معلوم نہیں دے سکوں گا یا نہیں ۔ قبر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے فراخ ہو گئی تو اس کا احسان اور عنایت ۔ ورنہ اپنے اعمال سے تو امید نہیں ۔ پھر حشر کے روز قبر سے نکلنا ہو گا ۔ معلوم نہیں خاتمہ ایمان پر ہوا ہو گا یا نہیں ۔ اگر نہیں تو اس روز بہت رسوائی ہو گی ۔ حشر کا میدان ہو گا ۔ دربار خداوندی کی حاضری ہو گی ۔ حساب کتاب کا ہونا ۔ اعمال نامے ملنے ۔ جنت جہنم کا حکم ملنا ۔ پل صراط پر چلنا ۔ معلوم نہیں ۔ جہنم کے گہرے گڑھے میں گریں گے ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے ذریعہ ہی جنت مل سکے گی ۔

یہ مراقبہ ایک دفعہ کرنا ہے ۔ خوب دل لگا کر اور دھیان سے اس کے بعد پھر تسبیح دوازدہ شروع کرے ۔ اگر پہلے دوازدہ تسبیح پڑھیں اور مراقبہ اس کے بعد میں کر لیں یا مراقبہ کسی اور وقت کر لیں ، تب بھی ٹھیک ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اوپر والی دعاؤں کے بعد مراقبہ کر کے پھر دوازدہ تسبیح شروع کریں ۔

دوازدہ تسبیح کا طریقہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (نفی اثبات) دو صد مرتبہ ۔ ضرب خفیف کے ساتھ پڑھے ۔ آٹھ ، دس دفعہ کے بعد مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کہے ۔ اسی طرح دونوں تسبیح میں آٹھ دس بار کے بعد محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتا جاوے اور دو سو بار پورا کرے۔ ان دو تسبیحوں اور اسی طرح آئندہ تسبیحات میں دل کو متوجہ رکھے اور خوب دھیان سے ذکر کرے۔ مگر کاوش بہت نہ کرے۔ دل سے سوچے۔ زبان سے ذکر کرے۔

یہ ضرب اور آواز کا زور دینا اور جھٹکا لگانا، اس کو شغل کہتے ہیں۔ اس سے قلب میں حرکت اور تأثر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس میں مبالغہ نہ کرے۔ اس سے دماغ ماؤف ہو جاتا ہے۔ معمولی ضرب اور آواز کا جھٹکا دینا کافی ہے۔ اگر اس سے بھی تکلیف ہو تو ضرب چھوڑ دے اس ذکر کو نفی اثبات کہتے ہیں۔

اس کے بعد صرف اثبات اِلاَّ اللہ کی چار تسبیحات خفیف ضرب سے۔

پھر ذکر اسم ذات دو ضربی اَللہُ اَللہ پہلی بار ضمہ یعنی پیش اور دوسری بار پر وقف کرنا ہے، اس کی چھ تسبیحات یعنی چھ سو بار۔ دونوں اسم ذات مل کر ایک بار شمار ہوں گے۔

پھر اسم ذات اَللہ بار موقوفہ کے ساتھ ایک سو بار۔ یہ تسبیحات شمار میں سیزدہ یعنی تیرہ ہیں مگر اصطلاحاً ان کو دوازدہ تسبیح یعنی بارہ تسبیح بولا جاتا ہے۔ یہ تمام ایک نشست میں ہوں اور بغیر سخت مجبوری کے درمیان گفتگو وغیرہ میں مشغول نہ ہو۔

دوازدہ تسبیحات کے علاوہ ذکر اسم توجہ اور دھیان کے ساتھ جتنا ہو سکے، وقتِ فرصت کیا جاوے۔ ارشاد فرمایا کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک نشست میں چوبیس ہزار مرتبہ ذکر بلا تکلف کے

کر لیتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

"معیار تعداد کا یہ ہے کہ کم از کم اتنا ذکر شریف معمول بنا دے، جس سے کچھ تھکان محسوس ہو۔"

ان سب اذکار میں توجہ اور دھیان کو ہاتھ سے نہ جانے دے ورنہ اس سے اصلاح کا خاص ثمرہ حاصل نہ ہوگا۔ اخلاقِ رذیلہ کے دور کرنے کی اور حمیدہ اخلاق کے پیدا کرنے کی سعی میں لگا رہنا چاہیئے اخلاق کے مناشی اور صفات زائل نہیں ہوتے، بلکہ افعال اور آثار ان کے بدل جاتے ہیں۔ پہلے جن مناشی اور افعال سے افعال بد پیدا ہوتے تھے۔ اصلاح کے بعد افعالِ حمیدہ کا صدور ہونے لگتا ہے مثلاً جس قوت سے پہلے انسان گناہ کرتا تھا، اب اصلاح کے بعد وہی قوت نیکی میں استعمال ہو رہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے، انسان اگر ہوشیار اور چوکنا نہ رہے تو اصلاح کے بعد پھر رذائل اُبھر پڑتے ہیں۔ اس سے سالک پریشان ہوتا ہے، اور خیال کرتا ہے، زائل ہونے کے بعد پھر مفاسد کہاں سے پیدا ہو گئے۔ حالانکہ زوال بمعنی اضمحلال ہوا تھا، مجاہدہ کو ترک کرنے سے پھر رذائل عود کر آتے ہیں۔ لہٰذا عمر بھر اخلاقِ رذیلہ سے بے فکر نہ ہوا اور اخلاق حسنہ کے لیے کوشاں رہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اذکار میں اصل ذکر کے علاوہ وقتاً فوقتاً متعلقات میں کمی بیشی بھی فرماتے رہتے تھے۔ اور توجہ قائم رکھنے کے طریقے بھی مختلف سمجھاتے تھے۔ مثلاً ایک بار ایک سالک کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ ذکر کرتے وقت یہ مراقبہ کرو کہ یہ میرا شاید آخری

سانس ہو اور پھر دوبارہ نام مبارک لینا نصیب نہ ہو۔

اس دستور العمل میں قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل وغیرہ ان اذکار مذکورہ کے علاوہ ہے، اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔
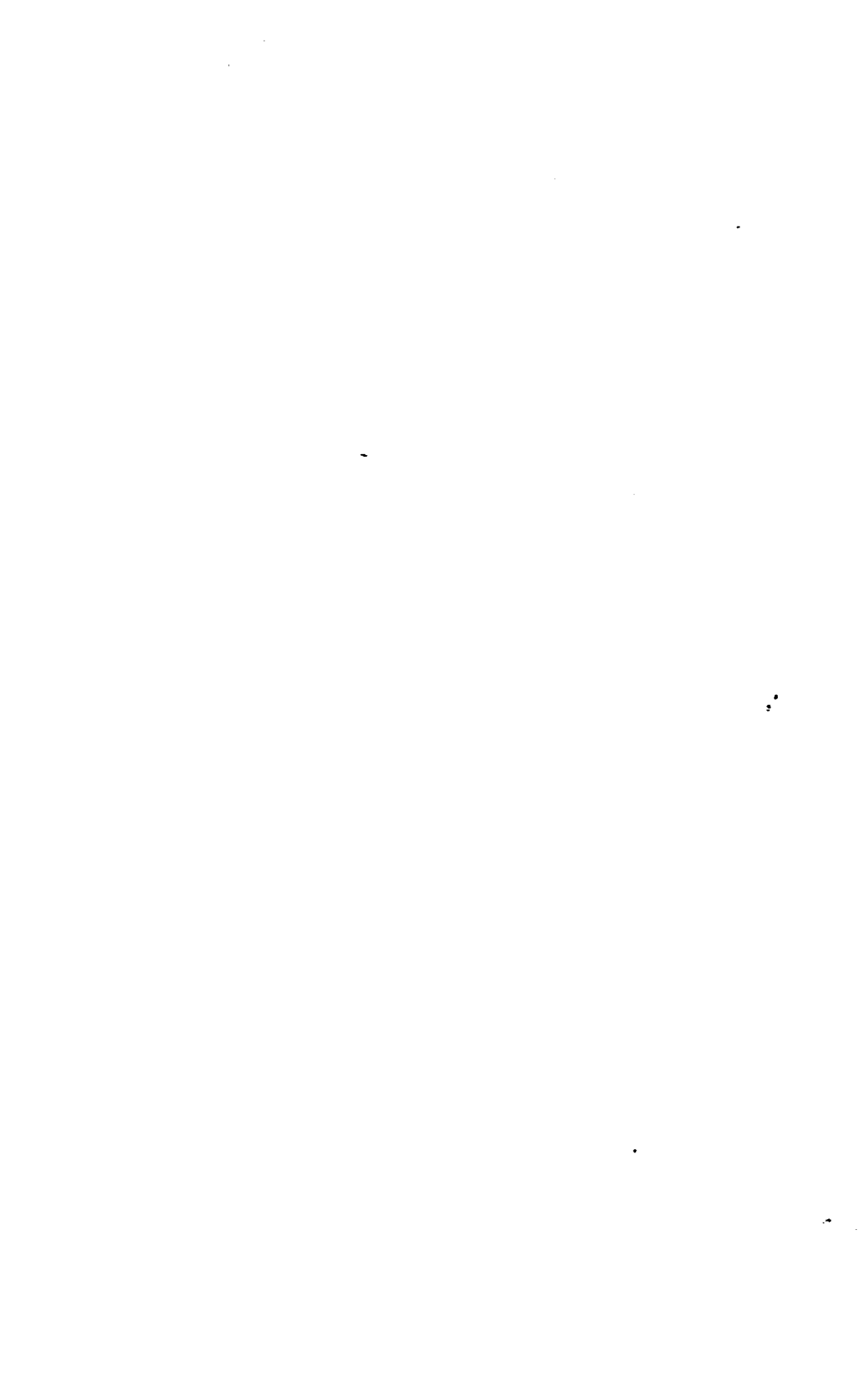
وفات

حسرت آیات

سرو سیمینا بصحرا می روی !
سخت بے مہری کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا می روی

یہ مضمون حضرت الحاج نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ آج انہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہوئے اندر سے دل دکھتا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ قبل زیرِ نظر کتاب کی ترتیب کے وقت حیات تھے، اور بے چینی سے اس کی اشاعت کا انتظار فرما رہے تھے۔ کسے معلوم تھا کہ اتنی جلدی وہ اپنے مرشد کی خدمتِ اقدس میں پہنچ جائیں گے۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔

حضرت بٹ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شمار حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے انتہائی چہیتے خلفائے کرام میں ہوتا ہے۔ بذاتِ خود مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان مبارک و مقدس الفاظ کے ساتھ ان کی تعریف کی ہے:

"خدمت کا جذبہ تو بہت سوں میں ہوتا ہے مگر اس کا سلیقہ کم ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ بٹ صاحب میں جذبہ بھی موجود ہے اور سلیقہ بھی۔"

حق تعالیٰ بٹ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا قربِ خاص اپنی رضائے کاملہ اور اپنے پیاروں کی معیت عطا فرمائیں اور ان کے صدقہ میں احقر جامع کو بھی آخرت میں ان بزرگوں کی جوتیوں میں جگہ مل جائے۔ آمین!

یوں تو حضرتِ والا کی صحت ۱۲ر جولائی ۱۹۵۲ء کے دورۂ فالج سے کھوئی گئی تھی مگر اس کمزوری اور نقاہت کے باوجود خدمتِ خلق اور ترقیاتِ مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں حتی الامکان کسی محنت اور مشقت سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ دوسری طرف ایک عجیب حال سفرِ آخرت کا حضرت کی طبیعت پر غالب ہو چکا تھا۔ حتیٰ کہ پند و نصائح کے وقت بھی سفرِ آخرت کا ذکر ایک ضروری امر ہو چکا تھا، جس کی تفصیل کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

دراصل حضرتِ والا اس دورۂ فالج کو سفرِ آخرت کی ایک عظیم الشان خبر اور پیغام تصور فرماتے تھے اور حقیقتاً یہ امر بالکل کھلا ہوا اور علیٰ حال کے مطابق تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد مختلف ادویات کے استعمال سے حضرتِ والا کو تقریباً شفا تو ہو گئی۔ مگر حضرتِ والا نے چلنا پھرنا وغیرہ سب ہی موقوف کر دیا تھا۔ بس اب تو جمعہ کی نماز کے لیے حضرتِ والا مسجد نیلا گنبد میں تشریف لے جاتے تھے وہ بھی موقوف ہو گیا اور حضرت نے نماز

بھی مکان پر ہی ادا کرنا شروع کر دی - اب حضرت والا بس مکان کی چار دیواری ہی میں محبوس ہو کر رہ گئے مگر فیض کا سلسلہ دولت خانہ ہی پر جاری رہا۔ دوپہر کے بعد روزانہ مجلس تا قبل از نماز عصر کا دستور جاری رہا۔ اور طالبین اپنی اپنی اصلاح حاصل کرتے رہے اور یہ سلسلہ گزشتہ تین سال تادمِ حیات اسی طرح قائم دائم رہا۔ مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ مشاہدہ بھی ہوتا رہا کہ حضرتِ والا کی صحت روز بروز گرتی ہی گئی اور سردی اور گرمی کے موسم اپنی شدت کے زمانہ میں حضرتِ والا کے لیے باعث تردد و پریشانی اور جسمانی تکالیف کا سبب رہے۔ سردیوں کا زمانہ تو کسی نہ کسی طرح کمرے کو بند کر کے بجلی کی انگیٹھی جلا کر اور گرم کپڑے اور کمبلوں اور لحاف میں گزر جاتا مگر گرمیوں کے ایام خصوصاً مئی۔ جون۔ جولائی۔ اگست وغیرہ کا کوئی انتظام خاطر خواہ نہ ہو سکا۔

ایبٹ آباد کا سفر

حضرتِ والا کو احباب کی طرف سے ہمیشہ یہی ترغیب دی جاتی کہ وہ ایبٹ آباد جناب حاجی فیروزالدین رئیس ایبٹ آباد (جو حضرتِ والا کے خاص مریدین و مخلصین میں سے ہیں) کے دولت خانہ پر تشریف لے جائیں۔ چنانچہ ان گزشتہ تین چار سالوں میں موسم گرما میں یہی دستور رہا ہے کہ حضرتِ والا ایبٹ آباد تشریف لے جاتے رہے اور دیگر احباب اور خدام اور طالبین کا مجمع بھی حضرتِ والا کے فیوض باطنی حاصل کرنے کے لیے قدم بوسی کا شرف وہیں حاصل کرتا رہا۔ چنانچہ احقر کو بھی متعدد بار یہ شرف نصیب ہوا اور بندہ بھی بار بار حضرتِ والا کی خدمت میں جناب مکرمی حاجی فیروزالدین صاحب مدظلہٗ کے دولت خانے پر حاضری دیتا رہا۔ جناب حاجی صاحب نہایت مخلص بزرگ اور نہایت درجہ کے مہمان نواز واقع ہوئے ہیں۔ کبھی مہمانوں کی کثرت اتنی ہو جایا کرتی تھی کہ ایک وقت میں کئی کئی مہمان جمع ہو جایا کرتے اور ان سب کا خورد و نوش اور رہائش کا کل انتظام جناب حاجی (فیروزالدین) صاحب کے ذمہ رہتا۔ اور حضرتِ والا اپنے ان سب

احباب کو مل کر بے حد خوش ہوتے حسب معمول لاہور، ایبٹ آباد میں بھی دوپہر کے بعد قبل نماز عصر تک مجلس عام ہوا کرتی تھی، اور بوقت نماز عصر مجلس کا اختتام ہو جایا کرتا تھا۔ اکثر اوقات حاجی صاحب مہمان خانہ کے بڑے کمرہ میں ہی نماز عصر باجماعت ہو جایا کرتی تھی۔ اکثر احباب چند یوم قیام فرما کر چلے جاتے اور دوسرے احباب ان کی جگہ تشریف لے آتے۔ غرض یہ حضرت والا کے فیوض باطنی کا، سفر ہو یا حضر، ہر وقت جاری ہی رہتا۔

فکرِ آخرت ایک سفر میں حضرتِ والا جب ایبٹ آباد تشریف فرما تھے، تو یکایک طبیعت بے چین ہو گئی اور غیر معمولی طور پر اپنے اقرباء کو جو کہ ہمراہِ سفر تھے۔ جمع فرمایا اور ایک گھبراہٹ کے عالم میں ایک وصیت نامہ مرتب فرمایا اور اندیشہ ظاہر فرمایا کہ اگر خدانخواستہ میرا یہاں ہی انتقال ہو جائے تو مجھے لاہور منتقل نہ کیا جائے اور نہ ہی میری تجہیز و تکفین میں دیر کی جاوے بلکہ جلد از جلد مجھے سپردِ خاک کیا جاوے۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ کس قدر اتباعِ سنّت اور سلف صالحین کے طریقہ کو عزیز رکھتے تھے چنانچہ اس قسم کے نصائح اور امورِ شرعیہ کا ذکر وقتاً فوقتاً قریب کے احباب سے اکثر فرماتے رہتے۔

میرے چھوٹے خالہ زاد بھائی جناب اقبال بٹ صاحب جو میرے پیر بھائی ہونے کے علاوہ مجھے بے حد عزیز ہیں۔ انہیں حضرتِ والا کی خدمت میں رہنے کی اس قدر دولت ملی ہے کہ بہت کم احباب کو یہ بات نصیب ہوئی۔ یہ حضرت والا کی خدمت میں ہر شب بعد نماز مغرب بلا ناغہ حاضر ہوتے اور ہر سفر میں جو کہ گوجرانوالہ، راولپنڈی، اور ایبٹ آباد کے سلسلہ میں حضرت کیا کرتے، ان کو شرف مصاحبت کا حاصل ہوتا اور اکثر حضرتِ والا اس عاجز کو بھی اپنے ہمراہ سفر میں شرفِ مصاحبت عطا فرماتے اکثر

حضرتِ والا انہی کی کار میں سفر فرماتے تھے اور اس احقر کو بھی ان بہت سے مواقع ملے حضرتِ والا کی خدمت میں حاضری کا شرف رہا ہے، اور بڑی محبت اور پیار سے حضرتِ والا اس عاجز کو بھی اپنے ہمراہ سفر میں مصاحبت کی اجازت فرما دیا کرتے تھے۔ جو فیوض حضرتِ والا کے دورانِ سفر میں ہوتے، وہ قابل قدر ہی کیا بلکہ اس قدر عجیب اور باعث منفعت ہوتے کہ میں تو ان کو سپردِ قلم کرنے سے قاصر ہوں۔

احقر نے سال گزشتہ حضرتِ والا کی خدمتِ اقدس میں حاضری کے لیے ۱۱ جولائی کو لاہور سے بذریعہ کار جناب اقبال بٹ صاحب اور ان کے فرزند اکبر اور عزیزی منصور اقبال بٹ کے ہمراہ ایبٹ آباد کا سفر کیا۔ راستہ میں طوفان سے سابقہ پڑا، جو نہایت دشوار گزار تھا، اور نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی اور رحمت فرمائی کہ اس عظیم الشان ۱۱ جولائی کے طوفان سے دوچار ہوتے ہوئے کسی نہ کسی طرح کھاریاں چھاؤنی میں جناب اقبال بٹ صاحب کے بھانجہ ڈاکٹر کیپٹن ریاض احمد صاحب کے فوجی مکان پر شام کو پہنچ گئے۔ ایبٹ آباد میں حضرتِ والا ہماری آمد کی خبر سُن چکے تھے۔ اس لیے بے حد پریشان تھے اور شب و روز اپنا وقت دعاؤں میں صَرف فرما کر ہمارے انتظار میں محو تھے کہ اچانک حضرتِ والا کو دوسرے دن ہی علی الصبح کھاریاں کا دیا ہوا تار خیریت کا مل گیا تو حضرتِ والا نے مجھے ایبٹ آباد پہنچنے پر فرمایا کہ تار سے اس قدر میری طبیعت کا بار دور ہوا کہ ہزاروں من بوجھ میرے اوپر سے اتر گیا۔ کمال تو یہ ہے کہ جو حضرتِ والا کا ہی حصّہ ہے اور فرمایا:

"بٹ صاحب نے تو یہ تار دے کر مجھ پر بڑا احسان کیا۔"

میں نے کہا کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں، اور حضرتِ والا نے یہ بھی فرمایا:

"مجھے تم لوگوں کی آمد کا انتظار تھا کہ کہیں طوفان کی وجہ سے راستہ میں

تکلیف نہ ہو۔"

اس قدر حضرتِ والا کو ہماری خیریت سے پہنچنے اور اس ۱۱ر جولائی کے طوفان سے بچ کر نکل آنے کی خوشی تھی۔

حضرتِ والا ۱۴ر جون کو بوجہ شدتِ گرمی لاہور میں ہونے سے ایبٹ آباد تشریف لے گئے تھے اور غالباً ۲۴ر اگست ۱۹۶۰ء / ۱۳۷۹ھ تک وہاں قیام فرمایا تھا۔ اس طرح متعدد سفر حضرتِ والا کے راولپنڈی۔ ایبٹ آباد۔ واہ۔ حسن ابدال وغیرہ وغیرہ۔ ان گذشتہ سالوں میں ہوتے رہے۔ اور اسی طرح حضرتِ والا نے ۱۹۵۲ء / ۱۳۷۱ھ سے ۱۹۶۱ء / ۱۳۸۰ھ تک متعدد سفر کراچی کے فرمائے۔ جن میں سے ۱۹۵۳ء / ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹۵۴ء / ۱۳۷۳ھ۔ ۱۹۵۵ء / ۱۳۷۴ھ کے سالوں میں حضرتِ والا نے ماہ رمضان المبارک کراچی ہی میں احقر کے غریب خانہ پر گذارنے کا شرف بخشا۔ علاوہ ازیں دیگر مقامات پر دیگر دینی امور کے سلسلہ میں اور دیگر احباب کی دعوت پر کبھی کبھی دو تین مرتبہ حضرتِ والا کا کراچی میں دیگر جلسوں میں اور ضروری مشوروں میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ اور حضرتِ والا ہفتہ عشرہ کے لیے کراچی تشریف فرما رہے مگر کوئی دن بھی احباب کی تربیت باطنی اور عام مجالس سے خالی نہ جاتا تھا۔ کراچی میں ہمیشہ حضرتِ والا کی آمد کی خبر بجلی کی رفتار کی طرح پھیل جاتی تھی اور احباب ملاقات کے لیے کثرت سے آتے تھے۔ باوجود اس کثیر مصروفیت اور طبع علیل کے اور کمزوری انتہا درجہ پر ہونے کے مشقت برداشت فرما کر شرفِ زیارت سے نہ روکتے تھے۔ اور اس قدر شفقت اور محبت سے پیش آتے کہ ہر ملاقاتی یہ سمجھتا کہ مجھ سے زیادہ محبت اور مروّت کا برتاؤ کسی دوسرے سے نہیں ہوگا۔

سال گذشتہ ۱۹۶۰ء / ۱۳۷۹ھ کو حضرتِ والا لاہور کی بے پناہ گرمی کی تاب نہ لا سکے۔ اس لیے جناب شیر بہادر خاں صاحب سیشن جج، پشاور مرحوم، اور ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب دام ظلہ (جو کہ حضرتِ والا کے خصوصی خادم اور معالج تھے) اور دیگر احباب کے مشورہ سے جناب حاجی فیروزالدین صاحب رئیس ایبٹ آباد کی دعوت پر تشریف

لے گئے اور تقریباً ماہ اگست کے اختتام پر لاہور واپس تشریف لائے۔ گو اب بھی ان ایام میں کافی گرمی تھی مگر قابلِ برداشت۔ اور کمرے میں پنکھے چلانے سے حضرت والا کا وقت بقایا ایام کا گزر گیا۔ گو اس امر کا خیال پیدا ہو گیا تھا کہ حضرت والا آئندہ سال بھی موسمِ گرما میں لاہور قیام نہ فرما دیں گے۔ اس لیے احقر نے گزشتہ سال ہی جلدی جلدی سے ایک بڑا کمرہ اور اس کے ملحق غسل خانہ تیار کروا لیا تھا اور حضرتِ والا کو اطلاع بھی کر دی تھی کہ مکان آپ کی رہائش کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ جناب حافظ عبدالرحیم صاحب مرحوم اپنے سفرِ حج میں اسی میں قیام پذیر رہے اور صاحبزادہ جناب حافظ مولٰنا عبیداللہ صاحب مدظلہ بھی گزشتہ سال اپنے برادرِ خورد کے استقبال کے موقع پر اسی کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔ چنانچہ احقر کو خیال ہوا کہ حضرتِ والا موسمِ گرما اس سال بجائے ایبٹ آباد کے کراچی ہی میں گزاریں تو بہتر ہو۔

مرض الوفات

بندہ اس سلسلہ میں اور اس خیال میں بے چین تھا کہ یکایک اخیر رمضان المبارک میں برادرم حاجی اقبال بٹ صاحب نے مجھے بذریعہ فون ایک شب یہ خبر دے کر مضطرب اور پریشان کر دیا کہ حضرت والا پر بیماری کا شدید حملہ ہو گیا ہے اور طبیعت مبارک نہایت کمزور اور پریشان کن ہے۔ دوسرے یوم کو اس سے زیادہ پریشان کن خبریں آئیں اور ہم نے رمضان المبارک کی آخری تاریخیں بڑی بے چینی اور اضطراب میں کاٹیں۔ گھر کا گھر شب و روز حضرت والا کی صحت اور سلامتی اور درازیٔ عمر کی دعاؤں میں لگا ہوا تھا۔ نہ شب کو نیند۔ نہ دن کو آرام۔ کشاں کشاں یہ خبر آئی کہ اب حالت قدرے بہتر ہونے لگی ہے مگر خطرہ بدستور محسوس ہو رہا ہے اور حضرتِ والا کی کمزوری کا حال بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ صحت عطا فرمائیں وغیرہ وغیرہ۔

بندہ حضرتِ والا کو دیکھنے کے لیے بے چین اور بے قرار تھا۔ مگر لاہور کی

آئندہ اطلاع سے یہ بتایا گیا کہ ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔ صرف ڈاکٹر صاحب چند منٹ کے لیے کمرے میں داخل ہوتے ہیں اور بس۔ اور حضرت والا میں ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے کہ کسی کو دیکھ بھی سکیں۔ چنانچہ مجھے اس وقت تک انتظار کرنا پڑا کہ جب تک ملاقات کی اجازت نہ ہو۔ جب یہ اجازت آئی کہ اب چند منٹ (جو مقدار میں پانچ منٹ یا سات منٹ ہوتے ہیں) سے زیادہ کی اجازت ملاقات کی نہیں ہے مگر ملاقات ہو سکتی ہے اور جناب محترم شیر بہادر خاں صاحب سیشن جج پشاور کی اطلاع بھی ہے، وہ بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ بندہ نے بھی لاہور کا ارادہ کر لیا۔ اور ۹ر اپریل کو بندہ حاضر خدمت حضرت والا ہو گیا۔ اور یکم مئی ۱۹۶۱ء تک لاہور قیام کیا اس دوران میں حضرت والا کی صحت قدرے قابل اطمینان تو ہو گئی تھی، مگر پھر بھی ضعف طبیعت اور ضعف دماغ کثرت سے تھا اور دن میں دو ایک مرتبہ حضرت والا کی طبیعت کا میلان مرض کی طرف ہو جایا کرتا تھا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ صحت کا غلبہ ہوتا جا رہا تھا۔ مگر پھر بھی متعلقین کی طبیعت متفکر رہتی تھی۔ چنانچہ میں بھی حضرتِ والا کو بار بار دیکھتا اور پریشان ہوتا اور احباب سے بار بار دعا کے لیے عرض کرتا اور ساتھ ہی ساتھ میں اس نتیجہ پر پہنچ رہا تھا کہ حضرتِ والا کا سفر ایبٹ آباد یا کراچی کی طرف تو درکنار گوجرانوالہ تک بھی سفر نہیں فرما سکتے۔ چنانچہ اس کا مشاہدہ اس طرح ہوا کہ حضرتِ والا نے ارشاد فرمایا کہ میں آج شام کو باہر جانا چاہتا ہوں اور میرا ارادہ حضرت مولینا احمد علی صاحب اور مولینا سید داؤد صاحب غزنوی سے ملاقات کا ہے۔ (یہ ملاقات کراچی تشریف لے جانے سے پانچ چھ دن قبل ہوئی) یہ حضرتِ والا کی عجیب شان تھی کہ اس ضعف اور ناتوانی میں بھی قوم کا درد اور خدمتِ خلق کا جذبہ جوش مارتا تھا اور کسی قومی اصلاحی کام کے سلسلہ میں ان حضرات سے مشورہ کرنے یا اطلاع دینے یا خود تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ اس پر احقر نے عرض بھی کیا کہ حضرت والا کی طبیعت تو اتنی

کمزور ہے کس طرح آپ یہ مشقت برداشت فرمائیں گے تو مسکرا کر فرمایا:

"انشاءاللہ خیر ہو گی"

چنانچہ جب بعد نماز عصر حضرت والا کو جناب چوہدری حسن دین صاحب اپنی کمر پر اٹھا کر لائے اور کار میں بٹھلایا تو میں حضرت والا کی طبیعت کا حال دیکھ کر اس قدر پریشان اور متفکر ہوا کہ توبہ توبہ۔ چہرہ مبارک کا رنگ بالکل زرد پڑ گیا تھا اور تنفس میں تیزی ہو گئی تھی اور کمزوری کی وجہ سے گفتگو تک فرمانے کی قوت نہیں تھی اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اوپر سے نیچے حرکت میں طبیعت پر بار پڑا اور کمزوری نے ایسی حالت پیدا کر دی۔ میں نے فوراً اسی وقت اندازہ کر لیا کہ حضرت تو شہر میں بھی کسی کی ملاقات کو نہیں جا سکتے پھر جائیکہ کراچی کا سفر۔ اور اسی بنا پر حضرت والا کے کمرہ کو ایرکنڈیشن کر دیا گیا تھا کہ آپ موسم گرما میں گھر سے باہر ایسی کمزوری کی حالت میں نہیں جا سکتے اور کسی قسم کا کوئی سفر نہیں فرما سکتے۔ چنانچہ عزیز منصور یہ کام کمرہ کے ٹھنڈا کرنے کا مکمل کرا کر ۴ مئی کو واپس آ گئے۔

کراچی کا سفر اب ہم اس خیال میں شب و روز مستغرق تھے کہ حضرت والا کو ایرکنڈیشن کی وجہ سے آرام ہو گیا اور کسی بھی سفر کی اب حاجت باقی نہیں رہی ...... کہ یکایک ایک شب کو جناب برادرم اقبال بٹ صاحب کا فون آیا۔ یہ غالباً مئی کی بیس تاریخ ہو گی کہ حضرت والا چند ایام کے لیے بسلسلۂ استقبال برادران حافظ فضل الرحیم و مولانا حافظ عبیداللہ صاحب مدظلہم حج سے واپس تشریف لا رہے ہیں۔ کراچی کے سفر کا ارادہ کر رہے ہیں اور میری طرف سے اگر اس کی حوصلہ افزائی ہو جائے تو شاید حضرت والا یہ سفر اختیار فرمائیں۔ گو یہ سفر صرف ہوائی جہاز سے ہی ہو سکے گا۔ مگر امکان اس سفر کا ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں اس سفر سے خوش تو بہت ہوا کہ زہے قسمت حضرت والا کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کا موقع نصیب ہو گا۔ مگر ساتھ

ہی ساتھ میری پریشانی میں بھی اضافہ ہوا کہ اس حالت میں سفر کرنا کہاں تک صحیح ہوگا چنانچہ میں نے اقبال بٹ صاحب سے دریافت کیا کہ کرنل ضیاء اللہ صاحب حضرت والا کے معالج خصوصی اس امر میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ خوش ہیں کہ حضرت والا ضرور تشریف لے جائیں یہ باعث صحت ہوگا۔ اور یہاں پر حضرت والا اپنی صحت میں ترقی نہیں کر رہے ہیں۔ کراچی جانے سے صحت میں اضافہ ہوگا اور تبدیلی آب و ہوا میں راحت اور سکون اور قوت میں اضافہ ہوگا۔ بس چشم ماروشن دلِ ماشاد۔ میں نے فوراً عریضہ ارسال خدمت کر دیا اور فون پر شب کو والدہ منصور نے محترمہ آپا جی صاحبہ سے مفصل گفتگو کراچی کے سفر کے متعلق کرلی اور طے ہوا کہ کراچی ضرور آئیں گے۔ تاریخ روانگی کے متعلق ابھی کچھ طے نہیں ہوا تھا کہ مجھے تقریباً ۲۵ مئی کو بذریعہ فون اطلاع ملی کہ ۲۹ مئی پیر کو حضرت محترم مع اہلیہ محترمہ و برادرم حافظ عبدالرحیم صاحب بذریعہ ہوائی جہاز صبح نو بجے کراچی پہنچ رہے ہیں اور سیٹ بک کرالی گئی ہے۔ (مولانا وکیل احمد صاحب فرماتے ہیں:)

لاہور میں جب لوگوں کو حضرت والا کے تشریف لے جانے کا معلوم ہوا تو متعدد حضرات ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ جن میں سے بعض حضرات کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ استاذ جامعہ اشرفیہ۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ۔ مفتی جامعہ اشرفیہ۔ حضرت مولانا سید داؤد صاحبؒ غزنوی۔ جناب مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی خطیب ماڈل ٹاؤن لاہور وغیرہم۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت مفتی صاحبؒ سے کہا کہ فلاں کام حضرتِ والا کے بغیر مشورہ کے نہیں کیا جائے گا۔ اس پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک مخصوص

انداز میں فرمایا:

"مولینا! اب تو میں قبر کی طرف جا رہا ہوں۔ اب کمر ٹوٹ چکی ہے"

اسی طریقہ سے حضرت مولینا مفتی جمیل احمد صاحب مدظلہٗ کے استفسار کے جواب میں کہ حضرت والا کی واپسی کب تک ہوگی، فرمایا:

"کیا معلوم واپسی ہوگی بھی یا نہیں!"

پیر کی شب کو حضرت مولینا سید داؤد صاحبؒ غزنوی تشریف لائے۔ چونکہ مولینا غزنوی صاحبؒ سے حضرت والا کے تعلقات بہت گہرے تھے، اس لیے مولینا نے کثرتِ ضعف کی بناء پر تشریف نہ لے جانے کا مشورہ دیا اور فرمایا:

"آپ کی صحت کے پیش نظر وہاں جانا مناسب نہیں ہے"

اس پر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا:

"میں خود بھی کراچی جانے پر رضامند نہیں ہوں ..... مگر کیا کروں؟ یہ میرے دوست اور ڈاکٹر سب ہی کراچی کی طرف دھکیل رہے ہیں"

مولینا نے جب یہ جملہ سنا تو فوراً نیچے مدرسہ کے صحن میں تشریف لائے اور کتب خانہ میں بیٹھ کر مولینا محمد طفیل صاحب اور جناب ملک علی احمد صاحب ناظم جامعہ اشرفیہ کی موجودگی میں جناب ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کو فون کیا، مگر وقت کی بات کہ وہ گھر پر موجود نہیں تھے۔ آخر مجبور ہو کر مولینا گھر تشریف لے گئے۔

غرضیکہ پیر کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد روانگی کا وقت مقرر ہو گیا۔ چنانچہ صبح کو جناب الحاج اقبال بٹ صاحب مع کار کے حاضر ہو گئے اور اوپر سے سامان سفر آنا شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ بھی جناب چودھری حسن دین صاحب

کی پشت پر پیچھے تشریف لائے۔ حاضرین نے حضرت والا سے مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت بھی بہت سے حضرات موجود تھے مثلاً حضرت پیر جی عبداللطیف صاحب جناب چودھری روشن علی صاحب۔ جناب ملک علی احمد صاحب۔ جناب شیخ یامین صاحب۔ جناب نیاز سماں صاحب (خادم حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ) جناب محمد انور صاحب۔ جناب مولوی محمد موسیٰ صاحب۔ جناب الحاج شیخ بشیر الدین صاحب، جناب مولوی محمد عرفان صاحب۔ جناب چودھری سردار محمد صاحب (پرنسپل گورنمنٹ کالج، شیخوپورہ) اور مولانا وکیل احمد صاحب (راوی سطور ہذا)۔ اور بعض حضرات ہوائی اڈے پر بھی تشریف لے گئے۔ مثلاً جناب میاں نصیر احمد صاحب ممبر ریونیو بورڈ۔ جناب کرنل ضیاء اللہ صاحب۔ جناب مولوی محمد عیسےٰ صاحب، جناب مولانا شیر محمد صاحب (خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ)، جناب مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب۔ جناب عبداللہ صاحب (صاحبزادگان حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) اور جناب پیر جی عبداللطیف صاحب۔ جناب چودھری روشن علی صاحب جناب ڈاکٹر حافظ سعید احمد صاحب داماد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ۔ ڈاکٹر سید امداد علی صاحب اور دیگر کئی احباب و خدام و مریدین۔

حضرت والا کے صاحبزادے جناب مولانا مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ جب حضرت والا ائیرپورٹ کی گاڑی کے اندر ہوائی جہاز پر سوار ہونے کیلئے تشریف لے چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے جا رہا تھا تو حضرت والا نے قریب بلا کر پانچ دفعہ مجھ سے فرمایا:

"اچھا عبدالرحمٰن! سب کچھ اللہ کے حوالے۔ مدرسہ بھی اللہ کے حوالے اور تم بھی اللہ کے حوالے"

جناب ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے کراچی جانے کی اجازت

دے دی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ اُس وقت ہر شخص کی زبان پر جیسے مُہر لگا دی گئی تھی کہ کوئی شخص آپ کو جانے سے نہیں روکتا تھا بجز مولینا سیّد داؤد صاحب غزنوی رح کے۔ حضرت پیر جی عبد اللطیف صاحب فرماتے ہیں کہ اس دفعہ جب میں نے ہوائی اڈہ پر دوبارہ مصافحہ کیا ہے تو خود بخود دل بھر آیا اور آنسو جاری ہو گئے اور رو کر درخواست کی :

"حضرت! جلد واپس تشریف لاویں۔ دل اُداس ہے اور بیٹھا جاتا ہے۔ ایسی حالت اس سے قبل کسی سفر کے وقت پیش نہیں آئی۔"

تین بار فرمایا :

"اللہ خوش رکھے۔ خدا حافظ۔"

(یہ کلمات بھی اس بار ہی فرمائے۔ اس سے قبل کبھی کسی سفر میں نہ فرمائے تھے۔)

کراچی میں استقبال

غرضیکہ حضرتِ والا ساڑھے سات بجے کراچی کو روانہ ہو کر بخیر و عافیت نو بجے کے قریب کراچی پہنچ گئے ایئرپورٹ پر استقبال کرنے والوں میں علاوہ ہمارے جناب محمد افضل صاحب مع اپنے فرزندان اور ڈاکٹر بشیر جلال الدین صاحب و دیگر احباب جمع تھے۔ حضرت والا کو احقر کے چھوٹے لڑکے ہمایوں اقبال بٹ نے اپنی گود میں ہوائی جہاز سے اتارا اور ایئرپورٹ والی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ جس کو ملازمین نے باہر کار تک پہنچا دیا۔ ایئرپورٹ کے خصوصی افسران نے حضرت والا کا استقبال کیا اور باہر کار تک چھوڑنے آئے۔ راستہ میں میں نے سلام عرض کیا۔

فرمایا: "وعلیکم السلام۔ اچھا تو آخر تم نے مجھے بلا لیا؟"

میں نے جواباً عرض کیا "حضرت جی! میں کون بلانے والا ہوں۔ یہ تو اللہ کریم کا انعام ہے کہ آپ تشریف لے آئے۔"

فرمایا: "جی ہاں - واقعہ ایسا ہی ہے"

کار میں حضرت والا کو فرنٹ سیٹ پر بٹھا دیا گیا اور پچھلی سیٹ پر مستورات تھیں یعنی ہمارے گھر کے لوگ اور جناب محترمہ آپا جی صاحبہ۔ دوسری گاڑی میں حافظ عبدالرحیم صاحب اور برخوردار منصور اقبال اور میں۔ یہ کار حضرت والا کی کار کے پیچھے پیچھے چلی تھوڑی دور جانے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت والا خود اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتے اس لیے گاڑی کو فوراً رکوایا گیا اور حافظ عبدالرحیم صاحب کو حضرت والا کی امداد کے لیے حضرت کے پاس بٹھا دیا گیا۔ اس طرح پر ہم لوگ تقریباً نصف گھنٹہ میں ایرپورٹ سے گھر تقریباً دس بجے صبح پہنچ گئے۔

مکان پر پہنچتے ہی حضرت والا کو کچھ شربت اور کچھ گلوکوز کا پانی پیش کیا گیا جو تھوڑا تھوڑا نوش فرمایا اور اس کے بعد حضرت والا آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے بندہ تو ایک گھنٹہ کے قیام کے بعد اپنے دفتر کے کام پر چلا گیا اور گھر والوں کو ہدایت کر دی کہ حضرت والا کی خاطر مدارات میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھیں۔ اگرچہ گھر والوں کو بھی اس امر کا خیال تھا مگر ویسے ہی میں نے فطری طور پر عرض کر دیا۔ بعد دوپہر بندہ جلد از جلد گھر پہنچ گیا۔ حافظ عبدالرحیم صاحب سے حضرت والا کی خیریت معلوم کی۔ فرمایا:

"الحمد للہ۔ بالکل خوش ہیں"

تھوڑی دیر بعد متعدد اصحاب کا مجمع ہو گیا۔ جن میں قابل ذکر جناب میجر طٰہٰ صاحب جناب حاجی محمد افضل صاحب۔ ڈاکٹر بشیر صاحب۔ جناب حاجی محمد لطیف صاحب جناب حاجی محمد سعید صاحب، اور دیگر کئی احباب جن کا حضرت والا سے اصلاحی تعلق تھا۔ حضرتِ والا نے سب کو اندر اپنے کمرے میں بلا لیا اور بہت دیر تک مختلف نصائح بیان فرماتے رہے اور اس شد و مد سے بیان فرماتے تھے کہ جیسا حضرت والا اپنے زمانہ صحت میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ جن میں سے ایک ملفوظ جو

اپنے مضمون کے لحاظ سے نہایت عمدہ ہے، نقل کیا جاتا ہے۔

ملفوظ مبارک ایک صاحب نے عرض کیا: "حضرت حقیقی خوشی تو دشواری سے نصیب ہوتی ہے"!

فرمایا:

"یہاں دنیا میں حقیقی خوشی کہاں۔ حقیقی خوشی تو ایمان پر خاتمہ ہو جانے پر شروع ہوتی ہے۔ ادھر ایمان پر خاتمہ ہوا، ادھر حقیقی خوشی حاصل ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ تو فرمایا کہ خوف تو اس امر کا ہوتا ہے کہ گناہ پر پکڑ ہو، تو اس کے لیے فرمایا کہ عذاب کا خوف نہ کرو۔ آگے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ فرمایا یعنی نہ ہی وہ غم کریں گے۔ حُزْن دراصل کہتے ہیں کسی محبوب چیز کی جدائی کو۔ چونکہ جنت انعام میں عطا فرمائیں گے تو بشارت فرمائی کہ یہ انعام واپس نہیں ہوگا اور یہ خوشی ہمیشہ رہے گی۔ کبھی اس سے جدائی نہ ہوگی۔ اس لیے اس کو وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ سے تعبیر فرمایا کہ یہ محبوب چیز جدا نہیں ہوگی تو فرمایا کہ حقیقی خوشی کا پیمانہ تو بس حُسنِ خاتمہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ایمان پر خاتمہ فرمائیں۔ آمین!"

اسی طرح پر تقریباً چھ بجے شام تک کچھ نہ کچھ بیان فرماتے رہے اور احباب کی مزاج پرسی بھی فرماتے رہے۔ اسی روز شام کے وقت اس مجلس کے بعد فرمایا کہ میرا بستر باہر صحن میں لگا دیا جائے۔ چنانچہ فوراً حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت والا باہر تشریف لے آئے۔ طبیعت باوجود انبساط کے کسی ایک چیز کے لیے بے چین اور مضطرب معلوم ہوتی تھی جس کا کہ فوراً ہی انکشاف ہو گیا۔ ایک زوردار جھونکا ہوا کا چلا۔ میں نے عرض کیا:-

"حضرت جی! دیکھئے کراچی میں یہ نعمت ہے باری تعالیٰ کی۔ شام ہونے پر ٹھنڈی ہوا چلنے لگ جاتی ہے اور موسم خوشگوار ہو جاتا ہے جیسا کہ اب اس وقت ہو گیا۔"

تو ایک نظر حیرت اور حسرت کی فرما کر اور ایک لمبا سانس لے کر ارشاد فرمایا:

"حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین میں سے ایک رئیس صاحب کانپور کے رہنے والے تھے۔ بڑے دولت مند تھے۔ بڑی جائیداد کے مالک بھی تھے۔ موسم گرما زوروں پر تھا۔ گرمی کی شدت تھی وہ اپنی کار لے کر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: "حضرت! یہاں تو گرمی شدت پر ہے، اور طبیعت بے چین ہے یہاں سے دو گھنٹہ کے راستہ پر منصوری پہاڑ ہے۔ وہاں پر اس غلام کی دو کوٹھیاں خالی پڑی ہیں اور ہر طرح کا سامان راحت نوکر چاکر سب ہی موجود ہے۔ مناسب ہوتا اگر حضرت چند ایام کے لیے تبدیل آب و ہوا کی غرض سے منصوری پہاڑ پر تشریف لے چلتے۔"

اتنا فرمانے کے بعد طبیعت میں ایک جوش سا پیدا ہوا اور حضرت (مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) بڑے جوش سے فرمانے لگے:

"یہ سن کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواباً فرمایا کہ یہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر یہ فرمایئے یہ احباب میرے وہاں پر ہوں گے؟ جب یہ نہیں ہوں گے تو پھر مجھے کو ٹھیوں کو چاٹنا ہے۔ مجھے کوٹھیوں کو کیا کرنا ہے؟ یہ الفاظ تکراراً دو تین مرتبہ دہرائے۔ مجھے کوٹھیوں کو چاٹنا ہے؟ مجھے کیا کرنا ہے جب کہ یہ میرے احباب وہاں نہیں جائیں گے تو میں منصوری جا کر کیا کروں گا؟ اس کے بعد شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ایک

شعر پڑھا جس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ میں ایسے احباب کی خاطر ملک
شام کے باغیچوں کو اور ٹھنڈی ہواؤں کو اور سرسبز اور شاداب علاقہ چھوڑ کر
ان شیراز کے کھنڈرات میں آگیا کہ یہاں میرے احباب ہیں۔"

گویا ہر لفظ سے لاہور کی جدائی کا صدمہ اور احباب کی دوری کا رنج ٹپک رہا تھا۔
حتیٰ کہ میرے دل پر حضرت والا کے اس رنج سے بڑا صدمہ ہوا اور میں دل شکستہ خاموشی
سے اُٹھ کر اندر مہمان خانہ میں چلا گیا اور چونکہ چہرہ پر رنج اور غم کے آثار تھے، گھر کے
لوگوں نے اس صدمہ کا بار بار سبب پوچھا۔ آخر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا تو والدہ منصور
سے تنہائی میں عرض کیا:

"حضرت والا کو اس سفر کراچی کا دلی صدمہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر حضرت والا
پر باعثِ مسرت نہ ہوا۔ میں نے گزشتہ نو سال میں مختلف مواقع پر اور
کسی بھی سفر میں حضرتِ والا سے ایسے دل شکستہ الفاظ نہیں سُنے۔"

میری اس کیفیت کی خبر گھوم گھام کر دوسرے ہی روز صبح حضرتِ والا کو پہنچ گئی، بس
پھر تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ حضرتِ والا نے نہ معلوم کس طرح سے اپنی طبیعت کو حالات
سے ہموار کر لیا کہ میں تحریر میں اس تبدیلی کو پیش نہیں کر سکتا۔ میری دلجوئی کے لیے
فرمانے لگے "بٹ صاحب!"

میں نے عرض کیا "جی حضور!"

ارشاد فرمایا:

"گھر کے لوگ یہاں بہت خوش ہیں اور میری طبیعت بھی یہاں اب
خوش ہے۔ مجھے یہاں اپنی صحت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ بالکل
فکر نہ کرو۔ اور والدہ منصور کو تنگ نہ کرو۔ انہیں کچھ نہ کہو۔ ہمیں یہاں
بہت آرام ہے۔ سب راحت ہے۔ سمجھ گئے ہو کہ نہیں؟ والدہ منصور

کو تنگ نہ کرو۔"

دو تین مرتبہ ان الفاظ کو ادا فرمایا۔

دوسرے دن کی کیفیت

دوسرے دن صبح کا وقت تھا۔ تقریباً ساڑھے نو بجے ہوں گے۔ فرمایا:

"کیا پروگرام ہے؟"

میں نے عرض کیا "جو حضرت فرمادیں۔"

فرمایا: "کئی احباب سے ملاقات کرنی ہے.... اور ہاں! حاجیوں کا جہاز کب آرہا ہے؟"

میں نے عرض کیا "حضرت! پہلے تو ۹ر تاریخ کو آنے والا تھا۔ اب سُنا ہے ۱۳ر جون کو آئے گا۔"

فرمایا "اچھا کتنے دن ہوتے ہیں؟"

میں نے حساب کر کے بتلا دیا اور عرض کیا "حضرت جی! دن تو بہت کافی ہیں سولہ دن سے کچھ زائد ہیں۔"

پھر حضرتِ والا خاموش ہو گئے اور دوسرا سلسلہ گفتگو کا شروع فرمادیا۔ مشاہدہ سے یہ بات معلوم ہوتی تھی کہ اب تک نماز قصر ہی پڑھتے رہے۔ شاید دل میں واپسی کا خیال جلدی کا ہو یا نہ معلوم کیا طے فرمایا ہو۔ واللہ اعلم۔

رخصت لے کر بندہ تو حسبِ معمول اپنے دفتر چلا گیا۔ اور حسب دستور عصر سے قبل گھر حاضر ہو گیا۔ یہ وقت احباب کے لیے ملنے کا مقرر ہوا تھا۔ باہر صحن میں کرسیاں لگائی ہوئی تھیں۔ مختلف حضرات تشریف لانے شروع ہوئے اور چند منٹ میں کئی احباب جمع ہو گئے۔ باوجودیکہ حضرتِ والا کی آمد کو بالکل پوشیدہ رکھا گیا تھا کہ آہستہ آہستہ خبر ہونے پر حضرت والا کی صحت بھی ٹھیک

ہوتی رہے گی اور مجمع بھی بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ آج سیّد طلحہ صاحب جو اپنے وقت کے ایک معزز بزرگ اور اہلِ حدیث جماعت سے تعلق رکھنے کے باوجود ہمارے مسلک اور طریقہ سے زیادہ قریب اور عربی کے بڑے ماہر اور دین کے عالم بھی یہاں تشریف لائے۔ یہ بزرگ گورنمنٹ کالج میں پروفیسر بھی عرصۂ دراز تک رہ چکے ہیں۔ حضرتِ والا سے ملنے کے مشتاق تھے۔ اور مجھے میری نوٹ بک میں ماہ اپریل ہی میں نوٹ کرا گئے تھے کہ جب حضرت والا تشریف لائیں، مجھے بذریعہ کارڈ اطلاع دیں۔ چنانچہ میں نے اتفاق سے اسی روز یہ خط تحریر کر دیا۔ تو یہ بزرگ بھی تشریف لے آئے اور شریک مجلس ہوئے اور حضرت والا کی طرف بڑی کشش اور محبت سے اور جوش کے ساتھ آگے بڑھ کر مصافحہ کے لیے دست مبارک دراز فرمائے حضرت والا نے دریافت فرمایا: "کون صاحب ہیں؟"

میں نے عرض کیا "حضرت جی! سیّد طلحہ صاحب لکھنؤ والے بزرگ ہیں"

فرمایا "ہاں ہاں یاد آیا۔ یاد آیا"

مصافحہ فرماتے ہوئے خیریت دریافت فرما کر احباب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"لکھنؤ میں ان حضرات نے وعظ کی فرمائش کی تھی۔ چنانچہ وعظ ہوا اور بعد وعظ کے جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"آپ کا وعظ تو مغز ہی مغز تھا۔ چھلکا نام کو بھی نہ تھا"

اور جب حضرت (تھانوی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہوا تو حضرت نے فرمایا "وعظ تو بس یہ تھا"

فرمایا: "میں نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا:

"حضرت! میں نے تو بس آپ سے سُنے سنائے بہت سے ملفوظات

اپنے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بیان کر دیئے "
تو اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:
"بس وعظ تو یہی ہے"
اس کے بعد (حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے) فرمایا:
"اب عصر کا وقت ہو گیا ہے؟"
میں نے عرض کیا "حضرت جی! اس وقت چھ بجا چاہتے ہیں۔ کچھ دیر ہی ہو گئی ہے۔ جماعت تو پونے چھ بجے ہوتی ہے"
فرمایا "اچھا جائیں، نماز پڑھیں"

علماء سے ملاقات

حضرت والا یہ پہلے ہی فرما چکے تھے کہ نماز عصر کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ، اور جناب مولانا مولوی شبیر علی صاحب تھانوی مدظلہ (برادر زادہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) کی ملاقات کو جانا ہے۔

چنانچہ بعد نماز عصر احباب کو رخصت کر دینے کے بعد حضرت والا بڑی کار میں تشریف لے گئے۔ عزیزی ہمایوں نے اپنی گود میں اٹھا کر حضرت والا کو کار پر بٹھا دیا حسن اتفاق سے جناب حضرت مفتی صاحب گھر پر ہی تشریف فرما تھے۔ میں ان کے مکان میں داخل ہوا اور مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت والا ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ جناب مفتی صاحب کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور فوراً کمرے سے اٹھ کر میرے ہمراہ باہر کار پر تشریف لائے۔ میں دوبارہ حضرت کو اطلاع کر کے جناب مفتی صاحب کے مکان کے مشرقی حصے میں جو سڑک کے دوسری طرف ہے، جناب مولانا شبیر علی صاحب تھانوی مدظلہ کو بلانے چلا گیا۔ حسن اتفاق سے یہ حضرت بھی مکان پر ہی موجود تھے۔ ملاقات کو باہر تشریف لائے۔ میں نے انہیں یہ نہیں

بتلایا کہ جناب، حضرت والا کی ملاقات کو چلیئے ۔ بلکہ یہ کہا میں آپ کو ایک ایسی چیز دکھاتا ہوں کہ آپ خوش ہو جائیں گے ۔ بس یہ ساتھ ہو لیے اور حضرت والا کو مصروف بہ گفتگو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے ۔ مگر بے تابی سے فوراً السلام علیکم کر کے جلدی حضرت والا کی طرف بڑھ کر مصافحہ فرمایا ۔ حضرت والا بھی بڑے جوش و خروش سے حسب عادت ملے بعد مصافحہ خیر و عافیت دریافت فرما کر کار میں تشریف رکھنے کو فرمایا ۔ چنانچہ مولانا کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے ۔ اور مجھے بھی ساتھ ہی بٹھا لیا، اور حافظ عبدالرحیم صاحب بھی ہمارے ہمراہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے ۔ دیر تک حضرت والا حضرات مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ اور مولانا شبیر علی صاحب مدظلہٗ سے تبادلۂ خیالات فرماتے رہے اور ان دونوں بزرگوں کی رائے اور خیالات سے باخبر ہوئے ۔ ان حضرات سے مل کر کس قدر مسرت اور خوشی حضرت والا کو ہوئی، اس کا تجربہ تو حضرت والا کے متعلقین ہی کو ہو سکتا ہے کہ حضرت کو کس قدر خوشی اور مسرت ایسے مقام پر ہوتی ہے ۔ کافی دیر تک حضرت مفتی صاحب کے مکان کے باہر کار کھڑی رہی اور یہ حضرات مصروف با کار رہے ۔ یہاں تک کہ میں نے محسوس کیا کہ اب مغرب کی نماز کا وقت بالکل قریب ہے ۔ تو پھر کچھ جرأت کر کے حافظ عبدالرحیم صاحب نے میرے اشارہ پر حضرت والا کو متوجہ فرمایا اور ساتھ ہی ساتھ میں نے بھی عرض کیا یہ حضرت جی! اب وقت تنگ ہو گیا ہے ۔ واپس چلنا چاہیئے ۔ چنانچہ حضرت والا نے مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہٗ سے رخصتی سے کر السلام علیکم فرمایا ۔ مگر مولانا شبیر علی صاحب مدظلہٗ ہمارے ہمراہ کار ہی میں حضرت والا سے گفتگو فرماتے ہوئے مکان تشریف لے آئے اور گھر پہنچ کر بھی حضرت والا سے برابر تا وقت نماز مغرب گفتگو فرماتے رہے ۔ چونکہ حضرت والا کو باہر صحن میں بٹھلا دیا تھا اس لیے صحن کو حضرت والا کے لیے خالی کر دیا اور ہم صحن کے دوسرے حصہ میں، جو مشرق کی جانب ہے اور اکثر مستورات کے استعمال کے لیے

رہتا ہے چلے گئے۔ اور جماعت سے نماز مغرب جناب مولانا شبیر علی صاحب مدظلہ کی معیت میں ادا کی۔ نماز مغرب کے بعد بھی کچھ دیر تک پھر مولانا صاحب حضرت والا سے تبادلۂ خیالات فرماتے رہے اور بالآخر تھوڑی دیر بعد رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرتِ والا تھوڑی دیر کے لیے بالکل تخلیہ فرما کر آرام فرمانے کے لیے لیٹ گئے۔ پھر شب کے کھانے اور نماز عشاء میں تقریباً دس بج گئے تو حضرتِ والا آرام فرمانے کے لیے اپنے بستر پر تشریف لے جا کر سو گئے۔

تیسرے دن کی کیفیت حسب دستور حضرت والا سے بعد ناشتہ ملاقات ہوئی اور کافی دیر تک حضرت والا مختلف احباب کا ذکر فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا:

"انشاء اللہ آج شام کو جناب مولانا احتشام الحق صاحب مدظلہ کی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ بعد عصر کوشش کریں گے۔"

اس دوران میں جناب غلام یٰسین صاحب ریٹائرڈ انجنیئر پی۔ ڈبلیو۔ ڈی۔ جو حیدر آباد محلہ ہیر آباد میں مقیم ہیں، حضرتِ والا کے پاس تشریف فرما تھے (یہ حضرت بڑے ہی نیک ہیں اور حضرت والا کے دلدادہ اور سچے فدائی اور جاں نثار ہیں) اور میں بھی اسی دوران حاضرِ خدمت ہو کر چند منٹ حضرتِ والا کے پاس بیٹھا۔ مختلف امور پر گفتگو فرما کر حضرت والا نے مجھ سے فرمایا:

"اچھا اب کیا پروگرام ہے؟"

میں نے عرض کیا "حضرت جی! بس اب دفتر کا وقت ہو گیا ہے۔ اجازت چاہتا ہوں۔"

فرمایا "اچھا۔ ٹھیک ہے۔"

بعض اوقات ایسے مواقع پر خاموشی اختیار فرماتے تھے، جس سے اجازت

مراد ہوتی تھی۔ چنانچہ بندہ گھر سے رخصت ہو کر دفتر اور دفتر سے پھر بوقت چار بجے گھر واپس آیا اور آتے ہی جناب حافظ عبدالرحیم صاحب سے حضرت والا کی خیریت دریافت کی۔ حافظ صاحب نے بڑے جوش سے فرمایا:

"الحمد للہ! بالکل خیریت ہے۔"

میں دیگر امورِ خانہ میں مصروف ہو گیا اور پھر وقتِ مقررہ یعنی پانچ یا سوا پانچ بجے پھر حضرت والا کی خدمت میں مع دیگر احباب کے جو جمع ہو چکے تھے، حاضر ہوا۔ احباب سے خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد فرمایا کہ آج حضرت والا (حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ملفوظات پڑھنے چاہئیں۔ میں نے عرض کیا "جی ہاں! حضرت ٹھیک فرماتے ہیں۔ حافظ صاحب بھی موجود ہیں اور ملفوظات بھی بندہ کے پاس موجود ہیں۔"

چنانچہ ان میں سے ایک حصہ خود ہی جناب حافظ صاحب نے انتخاب فرما کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اور درمیان میں حسبِ عادت حضرت والا تشریحات فرماتے جاتے تھے۔ ماشاء اللہ ایسی قوت سے بیان فرماتے تھے کہ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ آج بھی احباب اُس دن کی تقریر کو جو بڑی قوت اور جوش میں بیان فرمائی تھی۔ یاد کرتے ہیں مگر وائے قسمت کس کو یہ معلوم تھا کہ آئندہ آنے والی کل کو یہ شمع ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گُل ہو جانے والی ہے اور ہمیں داغِ مفارقت دے کر یہ مہرِ تاباں ہم سے جدا ہو کر اپنے محبوبِ حقیقی کے پاس جانے والا ہے۔

نمازِ عصر کے بعد تقریباً چھ بجے فراغت ہوئی۔ نماز کے بعد احباب تو رخصت ہو گئے اور حضرت والا نے نمازِ عصر پڑھنے کے بعد کچھ کمزوری کا اظہار فرمایا اور آرام فرمانے کے لیے اندر کمرہ میں لیٹ گئے۔ اور ادھر حافظ عبدالرحیم صاحب کو غالباً فرمایا کہ میں تو آرام کروں گا۔ تم اپنی والدہ کو نصف گھنٹہ کے لیے مرحوم میاں محمد شفیع کے

مکان پر ان کی اہلیہ کے پاس اظہارِ تعزیت اور ہمدردی کے لیے لے جاؤ۔ اس غریب پر عجیب حادثہ ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ صاحب ادھر تشریف لے گئے اندنیں تے صحن میں باہر کرسی بچھالی اور بالکل حضرت والا کی چارپائی پر نظر رکھتے ہوئے بیٹھ گیا اور ساتھ ہی گھر کے چھوٹے خادم کو حضرت والا کی چارپائی سے قدرے دور بٹھادیا کہ شاید حضرت والا کو کسی چیز کی ضرورت پڑے تو فوراً حاضر کردی جائے۔ مگر الحمدللہ حضرت والا خوب آرام سے کافی دیر تک لیٹے رہے اور یہاں تک وقت ہوگیا کہ میں نماز مغرب سے فارغ بھی ہو چلا تھا۔ دورانِ نوافل جو سلام پھیر کر دیکھا تو حضرت والا نماز مغرب میں مصروف تھے۔ جناب حافظ صاحب بھی تشریف لا چکے تھے۔ میں نماز سے فارغ ہو کر اندرون خانہ پانی لینے چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد باہر جو آیا تو دیکھا کہ اس وقت حضرت والا صحن میں باہر تشریف لا چکے تھے۔ صحن میں ایک علیحدہ چارپائی حضرت والا کے لیے لگائی ہوئی تھی۔ ماشاءاللہ طبیعت نہایت ہی ہشاش بشاش تھی۔ قدرے کچھ دن کی مصروفیات کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا:

"آج مولینا احتشام الحق صاحب مدظلہ کی طرف جانا تھا۔ مگر نہ جا سکے مولینا کے پاس تو کار بھی ہے۔ اگر وہ خود ہی تکلیف فرما کر تشریف لے آئیں تو چند ضروری باتیں ہو جائیں اور ملاقات بھی ہو جائے"

چنانچہ میں نے جواباً عرض کیا "اگر آپ فرمائیں تو میں فون کردوں اور وہ جو کچھ فرمائیں، آکر عرض کردوں"

اور ساتھ ہی یہ بھی اجازت چاہ لی کہ اگر انہوں نے ابھی تشریف لانے کو فرمایا؟

قدرے ذرا زور سے جواباً فرمایا "ہاں ہاں ضرور"

گویا حضرت والا یہ چاہتے تھے کہ آنا تو ابھی ہی چاہیئے۔ چنانچہ میں ان تاثرات پر فون پر گیا۔ اتفاق سے گھنٹی پر مولینا مل گئے۔ بعد سلام دعا کے بندہ نے حضرت والا

کا پیغام پہنچا کر عرض کر دیا کہ آپ کی یاد ہو رہی ہے۔

مولینا نے فرمایا "انشاء اللہ کل صبح حاضر ہوں گا" یا شاید کہا "کل کسی وقت آجاؤں گا"

بندہ سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا "اگر آپ ابھی تشریف لے آئیں تو بہتر ہو گا"

فرمایا "اچھا، ابھی آتا ہوں"

چنانچہ میں نے خدمتِ اقدس میں جا کر عرض کر دیا "مولینا سے ملاقات ہو گئی ہے ابھی ابھی تشریف لا رہے ہیں"

یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ میں قریب ہی بیٹھ گیا۔ کچھ امور خانہ داری کے متعلق ہدایات فرمانے لگے۔ اور پھر اس کا اعادہ کیا "والدہ منصور کو تنگ نہ کرو۔ والدہ منصور کو تنگ نہ کرو"

یہ دو بار فرما کر دریافت فرمایا "سمجھے بھی؟"

میں نے عرض کیا "جی حضور! بالکل تنگ نہیں کروں گا"

پھر فرمایا "ہمیں یہاں بہت آرام ہے۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ" وغیرہ۔ بس اسی گفتگو میں تھے کہ مولینا احتشام الحق صاحب تشریف لے آئے اور کوئی ایک آدھ منٹ کے بعد ہم سب کو اٹھا دیا اور فرمایا کہ مولینا سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنی ہے۔ چنانچہ جب مولینا صاحب تشریف لائے تو میں نے باہر بھی مولینا کی خدمت میں عرض کر دیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت ہے کہ حضرت والا کے ساتھ بہت سا وقت صرف نہ کیا جاوے۔ صرف چند منٹ لگا کر ہر شخص چلا جائے تو بہتر ہے چنانچہ مولینا نے ایسا ہی کیا کہ کچھ ضروری گفتگو کرنے کے بعد تشریف لے آئے اس کے بعد حضرت والا نمازِ عشاء میں مصروف ہو گئے اور تقریباً ساڑھے

نو بجے دو تین بچے جناب مولینا ڈاکٹر عبدالحی صاحب کے ملاقات کرنے کو تشریف لائے جو حضرت والا کے پاس تو صرف دس بجے تک اور باقی گھر میں تقریباً گیارہ بجے شب تک قیام کر کے تشریف لے گئے۔ بعدہٗ حضرت والا تو شب کے آرام کے لیے بستر مبارک پر سو چکے تھے۔

یوم وفات

ہچکیاں بھی میری سن لو میرے نالے تو سُنے
مطہر اک نغمہ ابھی باقی ہے میرے ساز میں!

یکم جون ۱۹۶۱ء ۱۳۸۰ھ بروز جمعرات کی صبح قیامت کی صبح ہے۔ چاروں طرف بظاہر باوجود ہرا طمینان اور سکون کے ایک نامعلوم گھبراہٹ سی تھی۔ چنانچہ میں غیر معمولی طور پر آج صبح آٹھ بجے برآمدہ کی طرف غیر اختیاری طور پر چلا گیا تو حضرت والا کی زیارت ہو گئی معلوم ہوا کہ چارپائی ہی پر نماز اشراق سے فارغ ہونے کے بعد جو لیٹے تھے نواب اٹھے ہیں اور اندر کمرے میں جانے کے لیے شاید حافظ صاحب کا انتظار فرما رہے ہیں۔ بہر حال میں تو دوبارہ اندر چلا گیا اور ٹھیک ساڑھے نو بجے صبح اطلاع ملنے پر کہ حضرت والا ناشتہ سے فارغ ہو کر جناب غلام یٰسین صاحب سے گفتگو فرما رہے ہیں، میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ چونکہ میرا دفتر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ لہذا عزیزی ہمایوں اقبال بٹ بھی میرے ہمراہ حضرت والا کے کمرہ میں چلے گئے اور حضرت والا کو سلام عرض کر کے سامنے بیٹھ گئے۔

حضرت والا جناب غلام یٰسین صاحب سے سکھر کے پُل کے متعلق کچھ استفسار فرما رہے تھے۔ جناب غلام یٰسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! وہ بغیر ستون کے ہے، اور دونوں سروں کو پہاڑ کے دامن میں پیوست کر دیا گیا ہے اور دریا پر بغیر ستون کے قائم ہے وغیرہ۔

اس کے بعد حضرت والا نے بھرپور نظر التفات سے دیکھا۔ میں نے فوراً دریافت کیا "حضرت جی! طبیعت کیسی ہے؟"

ایک دم کمر مبارک سیدھی فرما کر زور سے فرمایا "الحمد للہ۔ اچھی ہے۔ بہت اچھی ہے"

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ عجیب حیرت کا مقام ہے کہ ٹھیک تین گھنٹے کے بعد اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرما چکے ہوں گے۔ اور اب اس وقت فرما رہے ہیں کہ طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ اور ساتھ ہی مجھ سے دریافت فرمایا:

"یہ کون ہے؟"

میں نے عرض کیا "حضرت! یہ ہمایوں ہے"

ادھر ہمایوں نے کہا "حضرت جی! میں ہمایوں ہوں"

حضرت والا بہت زور سے مسکرائے اور ہنسے اور فرمایا:

"ہاں! یہ روزہ افطار کرنے کے بعد ایک جگ پانی کا پی کر پھر نماز میں کسل کرتا ہے۔ کیوں بھائی ٹھیک ہے نا؟"

اس نے کہا "حضرت جی! ایسا نہیں ہے۔ میں تو کبھی بھی نماز میں کسل نہیں کرتا"

پھر حضرت والا نے کچھ اور فرمایا۔ اور اسی طرح بڑے ہشاش بشاش لہجہ میں گفتگو فرماتے رہے۔ مجھ سے دریافت فرمایا:

"کیا پروگرام ہے؟"

میں نے عرض کیا " جو حضرت والا فرمائیں۔ ورنہ میں تو دفتر جانے کے لیے اجازت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں"

فرمانے لگے " بھائی۔ ایک تو میاں محمد شفیع صاحب کے گھر کے لوگ بہت پریشان ہیں۔ بڑا حادثہ ہے۔ بڑا حادثہ ہے۔ انہوں نے خبر بھجوائی ہے کہ کسی طرح اگر ہو سکے ان کی قبر تک جانا"

آہ! یہ کسے معلوم تھا کہ آج ہی حضرت والا اسی جگہ ہمیشہ ہمیشہ قیام فرمانے کے لیے خود بھی تشریف لے جانے والے ہیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔

دوم یہ فرمایا:

" جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ سے ملاقات کو جی چاہتا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے" پھر فرمایا۔ " نہیں، نہیں۔ بلکہ ان کے اور ہمارے استاذ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصنیف کی ہے۔ انہوں نے اس کا حاشیہ لکھا ہے اور مجھے ایک نسخہ بھیجا ہے۔ نیک، صالح اور بڑے مخلص ہیں"

میں نے عرض کیا " حضرت جی! وہ تو حج پہ تشریف لے گئے ہیں۔ صبح شام میں آنے والے ہیں۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ جلدی ہی معلوم کر کے اطلاع دوں گا"

ساتھ ہی ساتھ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا:

" وہیں پر جناب خان بہادر حاجی وجیہہ الدین صاحب کے صاحبزادہ جمیل الدین صاحب بھی رہتے ہیں۔ اُن سے بھی ملاقات کرنی ہے۔ یہ لوگ بھی ماشاء اللہ نیک اور مخلص ہیں"

میں نے عرض کیا " جی حضور! صحیح فرماتے ہیں"

اس کے بعد فرمانے لگے " وہ ڈاکٹر صاحب جو گزشتہ سالوں میں آکر بلڈ پریشر

دیکھتے رہے ہیں اوہ کیا ہو گئے؟"

میں نے عرض کیا "حضرت جی! انہیں اطلاع کر دی گئی ہے۔ انشاء اللہ وہ آج ہی تشریف لائیں گے"۔

فرمایا "بہت اچھا۔ ٹھیک ہے۔ وہ ذرا بلڈ پریشر دیکھ لیں"

اس کے بعد میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا "اچھا حضرت جی! میں تو دفتر چلتا ہوں"

فوراً معمول کے خلاف فرمایا "اچھا مصافحہ کر لو"

اس جذبات سے میرے اوپر فوراً ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ میں ان الفاظ سے متحیر ہو گیا اور ایک عظیم الشان وسوسہ طبیعت میں بجلی کی مانند آیا اور چلا گیا کہ یہ آج معمول کے خلاف مصافحہ کیوں فرمایا۔ کبھی بھی اتنے سالوں میں ایسا واقعہ نہیں ہوا کہ جب کبھی میں نے جانے کی اجازت طلب کی تو مصافحہ فرمایا ہو۔ بس میں اسی فکر میں کمرہ سے باہر آیا تو باہر غلام یٰسین صاحب اور جناب حافظ عبدالرحیم صاحب سے کرسیوں پر ملاقات کی تو انہوں نے میری طبیعت میں ایک شبہ ڈال دیا کہ ڈاکٹر آجائے تو اچھا ہے کیونکہ حضرت کا سانس آج صبح قدرے گرانی سے آرہا ہے۔ میں اس خبر سے فوراً فون پر بھاگا۔ ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب سے عرض کیا "آپ فوراً تشریف لے آئیں حضرت والا آئے ہوئے ہیں اور بلڈ پریشر کے علاوہ کچھ سانس بھی گرانی سے آرہا ہے"۔

میری درخواست پر ڈاکٹر صاحب اپنا مطب چھوڑنے کے لیے فوراً تیار ہو گئے اور فرمایا "کار روانہ کر دو۔ میں آجاتا ہوں"۔

چنانچہ ڈرائیور کے ہاتھ فوراً کار روانہ کر دی۔ گھر پر عزیزی منصور اقبال بٹ اور حافظ عبدالرحیم صاحب اور غلام یٰسین صاحب تھے۔ میں نے حافظ صاحب سے عرض کیا:

"میں سردست دفتر جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر کے آنے پر مجھے کیفیت سے مطلع کریں، اور میرا ارادہ ہے کہ جناب کرنل شاہ کو بھی جو کہ امراضِ قلب کے ماہر ہیں۔ دکھایا جائے تاکہ حضرت کا علاج مکمل طور پہ ہو سکے۔"

چنانچہ میں تو ایک دو ضروری امور کے لیے دفتر چلا گیا۔ مگر میرا خیال اور فکر گھر کی طرف رہا اور گھر سے عزیزی منصور کے فون کا انتظار کرتا رہا۔ باوجودیکہ بظاہر کوئی چیز گھبراہٹ اور بے چینی کی نہ تھی۔ مگر نہ معلوم باطنی طور پر غم کا عظیم الشان پہاڑ اور فکر کا سمندر موجزن تھا۔ دفتر میں پہنچتے ہی اتفاق سے جناب میجر صاحب تشریف لے آئے اور ساتھ ہی میرے ایک قدیمی کراچی کے دوست لالہ عبدالجبار خاں صاحب تشریف لے آئے۔ گھر سے عزیزی منصور کا فون آیا:

"ڈاکٹر صاحب آئے ہیں اور مجھے فکر میں ڈال دیا ہے کہ حضرت والا باوجودیکہ ہوشمند اور بظاہر اچھے معلوم ہو رہے ہیں۔ مگر باطنی طور پر حالت خطرناک ہے۔ نبض ایک سو پینسٹھ چل رہی ہے اور دل بہت زیادہ کمزور ہے اور دیگر کمزوری بھی بہت ہے۔ نہ معلوم یہ سب کچھ کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک دوا تجویز کی ہے جو ابھی سولجر بازار سے منگوا رہا ہوں۔ اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب کو یہ کہدیا ہے کہ کرنل شاہ کو ابّا جی نے بلانے کے لیے کہا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ کرنل صاحب کو وقت بہت دشواری سے ملتا ہے۔ مگر میں کوشش کر کے ابھی انہیں لے آتا ہوں۔ چنانچہ وہ اب واپس ہسپتال گئے ہیں۔ کرنل شاہ سے وقت لے لیا ہے، وہ بارہ بجے آئیں گے۔"

یہ سب گفتگو گیارہ بجے دن کے ہو رہی تھی۔ میں یہ خبر سن کر اس قدر متاثر ہوا

کہ میرے پیٹ میں ایک مروڑ پڑا اور میں ساتھ ہی غسل خانہ میں قضائے حاجت کے لیے
چلا گیا۔ میری جو حالت غسل خانہ میں گزری وہ میرے اور میرے مولا کے درمیان ایک
راز ہے، جسے بیان کرنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد میری حالت نہایت درجہ غمگینی
اور پریشانی سے بدل گئی۔ میں وضو کرنے کے بعد فوراً ان صاحبان سے رخصت ہو کر گھر
روانہ ہو گیا تاکہ ڈاکٹر کرنل شاہ اور ڈاکٹر عبدالعلیم کی موجودگی میں حضرت والا کا حال دیکھ سکوں۔
گھر پہنچا تو یہ دونوں صاحب حضرت والا کے معائنہ میں لگے ہوئے تھے۔ تمام گھر میں
ایک اداسی اور ہیبت اور پریشانی کا عالم چھایا ہوا تھا۔ گھر کے بچہ بچہ کا حال پریشان
تھا۔ تمام کے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھے ہوئے تھے۔ اور آنکھوں میں آنسو اور دل
میں فریاد اور پکار تھی کہ یا مولا! یہ کیا ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر کیا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے دیکھتے
خوش و خرم حضرت والا یکبارگی کس عالم میں پہنچ گئے۔ یا اللہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کے صدقہ میں رحم فرما۔ بے شک آپ بڑے رحیم و کریم ہیں۔ بہرحال اس وقت
جو عرض کر سکتا تھا کیا۔ میں اس وقت کمرے میں گیا تو عزیزی منصور و حافظ صاحب اور
ڈاکٹر صاحب حضرت والا کے ارد گرد جمع تھے۔ اور حضرت والا کا معائنہ کر رہے تھے
گلوکوز کا انجکشن اور ایک اور دوا کا انجکشن دے کر پورے آرام کے لیے فرما رہے
تھے۔ اور محترمہ مکرمہ جناب آپا جی صاحبہ جو حضرت والا کے دَم کے ساتھ دو قالب
اور ایک جان بنی ہوئی تھیں۔ اپنی پوری جاں نثاری سے اپنے برقعہ ہی میں ملبوس ہو
کر حضرت والا کے سرہانے مضطرب اور پریشانی کی حالت میں بیٹھی ہوئی تھیں، اور
حضرت والا کے بازو پکڑے ہوئے اس قیامت خیز وقت میں صبر و استقلال کو اپنے
ساتھ دامن گیر کیے ہوئے حضرت والا کی پوری پوری خدمت اور تیمارداری میں اپنے
خون کے ہر ہر قطرہ کو بہانے کے لیے بیٹھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان میں
سرخرو فرما دیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ مقرب بنائیں۔ ان نیک اور مقبول بی بی نے

حق خدمت ایسا ادا کیا کہ جس کی مثال میری نظر میں نہیں ہے۔ حضرت والا نے اپنی حیات میں جو بھی حضرت آپا جی صاحبہ کے متعلق اور ان کی خدمت کے متعلق فرمایا ہے وہ متعلقین اور منسلکین سے پوشیدہ نہیں ہے۔

چونکہ ڈاکٹروں نے تجویز کردیا تھا کہ آکسیجن لگائی جائے تاکہ سانس لینے میں آسانی ہو۔ اس لیے عزیزی منصور بٹ فوراً ڈاکٹر عبدالعلیم کو اپنے ساتھ لے کر آکسیجن لینے چلے گئے اور ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب نے فرمایا کہ میں ایک نیچے اپنا مطب بند کر کے واپس آتا ہوں اور خود آکر آکسیجن لگاؤں گا۔ اس وقت بارہ بج کر تینتیس یا چالیس منٹ ہو چکے تھے۔ کرنل شاہ صاحب بھی جا چکے تھے اور ڈاکٹر عبدالعلیم صاحب بھی، عزیزی منصور بازار آکسیجن اور دیگر ادویات لینے چلے گئے۔

وصال

برآمدہ میں غلام یٰسین صاحب بیٹھے ہوئے دعائیں مانگ رہے تھے کمرہ میں حافظ عبدالرحیم صاحب اور محترمہ آپا جی صاحبہ کی پشت پر میں کھڑا ہوا حضرت والا کو اس تکلیف کے عالم میں دیکھ رہا تھا اور خفیف سا موقعہ تنہائی کا کمرہ میں پیدا کرنے کی خاطر باہر برآمدہ میں جناب غلام یٰسین صاحب کے پاس آگیا۔ مشکل سے ایک آدھ منٹ ہوا ہوگا کہ جناب حافظ صاحب روتے ہوئے باہر آئے اور یہ قیامت خیز الفاظ اپنی زبان سے فرما گئے۔

" بٹ صاحب! آپا جی ..... آپا جی کا وصال ہو گیا۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اس وقت اس خبر اور اس حالت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ بس ایک ذات باری تعالےٰ کی ہے جو ان اوقات میں مددگار اور معاون حقیقی ہے ورنہ میں کیسے اس جانکاہ واقعہ کو بیان کرسکوں۔ ہاں احباب سے امید ہے کہ وہ اس کمی کو اپنی علمی قابلیت اور جذب باطنی اور ذوق شوق سے پورا فرمائیں گے۔ میں نے تو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس

بہا نگداز واقعہ کو بیان کرنے کی کوشش کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما دیں اور اپنی خوشنودی کا سبب بنائیں اور جو غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئی ہوں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرمائیں۔ آمین۔

وصال کے وقت ایک واقعہ

حضرت والا کے وصال کے وقت گھر کے ملازم کے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا جو قابل ذکر ہے۔ واقعہ کی نوعیت یہ ہے کہ عین اس وقت جب کہ میں حضرت والا کے کمرہ میں حیران و پریشان اور بے بسی کی حالت میں حضرت والا کی طرف اپنی آنکھیں لگائے امید و یاس کی حالت میں سرگرداں اور پریشان تھا۔ یہ بندۂ خدا جس کا نام عبدالسلام ہے ایک عجیب حالت میں تھا۔ اس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں باورچی خانہ میں کھانے کے لیے روٹیاں پکا رہا تھا اور میرا خیال اور دھیان حضرت والا کی طرف شدت سے تھا۔ اس سرگردانی اور حیرانی ہی میں تھا کہ یک بیک مجھ پر بغیر اختیاری طور پر ایک کیفیت طاری ہوئی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ میں نے دیکھا کہ باہر کا پھاٹک بلا کسی رکاوٹ کے مجھ کو نظر آرہا ہے (حالانکہ پھاٹک اور عبدالسلام کے درمیان کئی عمارتیں حائل تھیں) مجھ کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ درمیان میں کوئی چیز حائل نہیں اور پھاٹک کا بیرونی حصہ بلا حجاب درمیانی مکان سے میرے سامنے ہے اور باہر والے گیٹ "جس کو میں دیکھ رہا ہوں" کے قریب ایک بزرگ صورت شکل انسانی میں نظر آئے، جن کا لباس گاڑھے کے کپڑوں کا تھا اور نیچے کے حصہ میں تہبند اور اوپر کرتہ۔ اور سر پر میں خیال نہ کر سکا کہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ سفید ریش انسان اس مقام سے اوپر کی طرف ہوا میں چلنے لگے۔ اور ایسے چلے جیسے کوئی سیڑھیوں پر چڑھتا ہے۔ میں نے متحیر ہو کر سارا دھیان ان کے چلنے پر دیا تو مجھے اُن کے سرخ رنگ کی دیسی جوتی نظر آئی تو میں زیادہ غور سے ان کی ہوائی رفتار پر متغیر رہا کہ وہ اوپر ہوا میں چل کر قدم اُٹھاتے اور اس مکان کی پہلی چھت

پر بیٹھ کر حضرت والا تشریف فرما تھے۔ بیٹھ کر پھر دوبارہ نیچے اسی مقام پر واپس آ جاتے جہاں سے وہ اوپر چڑھتے تھے۔ اور نیچے آکر جیسے وضو کے لیے (اکثر) بیٹھتے ہیں، بیٹھ جاتے، اور ان کا چہرہ حضرت والا کے رہائشی کمرے کی طرف تھا۔ الغرض میں یہی منظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے باہر جاکر دیکھنا بھی چاہا۔ مگر میرے قدم اُٹھ نہیں سکے۔ میں اسی عجیب حال میں تھا کہ اچانک آپ روتے ہوئے آئے اور کہا کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ پس بجلی کی چمک کی طرح یہ سارا منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ یہ واقعہ میں نے حضرت مولینا ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب مدظلہٗ (خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرّہٗ) سے بیان کیا۔ انہوں نے صاحبِ واقعہ کو اپنے پاس بٹھا کر یہ واقعہ خود اس کی زبان سے سُنا اور پھر فرمایا:

"میرے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو سکتے ہیں۔ ورنہ لطائفِ غیبی تو ہوتے ہی ہیں"

میں نے عرض کیا:

"کل یہی واقعہ گھر کے لوگوں نے جناب محمد افضل صاحب کے گھر والوں سے بیان کیا تو فرمانے لگے کہ شاید حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرّہٗ کی شکل میں لطیفۂ غیبی ہو"

الغرض یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ مگر یہ واقعہ اسی طرح ہوا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مجھے جناب حافظ صاحب نے آکر اطلاع دی کہ حضرت والا وصال فرما گئے یعنی نور چھپ گیا۔ ایک سورج تھا کہ ڈوب گیا۔ ایک آسمان تھا کہ ٹوٹ گیا چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی چھا گئی۔ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ عقل معطّل ہو گئی مگر میں ایک سیکنڈ کے سیکنڈ میں اس اضطراب اور گھبراہٹ کی حالت میں حضرت والا کے سرہانے جا موجود ہوا۔ وہ ایک قیامت کا منظر تھا۔ نہ قلم لکھ سکتا ہے اور نہ زبان سے

بیان ہو سکتا ہے۔ مگر مختصر سا حال جو چشم دید ہے، آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

جناب حافظ صاحب سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے میری نظر حضرت والا کے چہرۂ مبارک پر تھی جو اللہ تعالیٰ کے نور سے پُر نور اور معصومیت سے بھرا اور محبوبیت کے آثار بالکل روشن اور نمایاں طور پر ایسے معلوم ہوتے تھے کہ کوئی عاشق اپنے محبوب کی تلاش میں سا تھا، وہ یک بیک اس کو مل گیا، اور اب وہ اس کی گود میں لیٹا ہوا اپنے محبوب کے وصال کی لامتناہی رحمتوں میں مدہوش ہو کر رہ گیا ہے۔ میں کیا عرض کروں کہ کیا تھا۔ جناب محترمہ آپا جی صاحبہ نہایت استقلال اور بے پناہ صبر کے ساتھ حضرت والا کی ریش مبارک سنبھالنے اور چشم مبارک بند فرمانے میں مشغول تھیں۔ غور سے حضرت والا کی طرف دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ زبان مبارک اب بھی اپنے محبوب کے ذکر میں لگی ہوئی ہے۔ اور کچھ نہ کچھ حرکت باقی ہے۔ گو جسم مبارک کا ہر عضو ساکت ہو چکا ہے۔ جناب آپا جی صاحبہ کمال درجہ کی محبت اور شفقت کے ساتھ حضرت والا کی آخری خدمت میں مصروف تھیں اور ایک آواز بار بار بلند ہو رہی ہے اور وہ آواز درد و سوز سے ایسی بھری ہوئی تھی کہ دل کو پارہ پارہ کر رہی تھی۔ یہ آواز حضرت والا نے انہیں عمر بھر سکھلائی تھی، اور وہ اسی کا ورد کر رہی تھیں۔ اور میں بھی اس میں اسی طرح شامل ہو گیا۔ اور یہ آواز آیت قرآنی کی تھی جو اللہ رب العزت نے اپنے پیارے اور مقرب فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے اپنے محبوب حقیقی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے مواقع پر پڑھنے کے لیے نازل فرمائی تھی یعنی وہ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ کی آواز

تھی۔ بس بار بار اسی کا ورد تھا۔ یں بھی یہی کلمات پڑھتا ہوا بے خبری کے عالم میں حضرت والا کے قدم مبارک سے جا لپٹا۔ بس ایک سرہانہ پر جناب آپا جی صاحبہ اور قدموں میں یہ خادم اور درمیان میں حافظ عبدالرحیم صاحب سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت کر رہے تھے، اور وہ اللہ کا عاشق اپنے آخری وقت میں اپنے محبوب کے پاس یہ فرماتا ہوا پرواز کر گیا کہ اے اللہ ایمان پر خاتمہ فرما۔ اے اللہ مجھے معاف فرما۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی تکرار تھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مومنین کا انجام ایمان پر فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بس یہ تھی ایک عظیم الشان اللہ کے ولی کی رخصت اور اس کا سفر آخرت کہ باوجود اپنی کثیر اداسی کے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اس وقت اس قدر انوار کا نزول تھا کہ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ اور ہوتا کیوں نہیں جب کہ ایک اللہ تعالیٰ کے دوست کا وقتِ وصال تھا۔

اُسی وقت چاروں طرف ٹیلی فون کے ذریعہ اطلاعات کر دی گئیں کہ حضرتِ والا کی وفات ہو گئی اور کمال یہ ہے کہ لاہور میں صرف پانچ منٹ کے اندر اطلاع پہنچ گئی۔ یہ ٹیلیفون جو بعض اوقات گھنٹوں نہیں ملتا۔ اس وقت صرف پانچ منٹ میں مل گیا، اور تین مقامات پر فون کر دیا گیا۔

۱۔ جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد، لاہور۔
۲۔ ڈاکٹر سعید جلال الدین صاحب۔ مال روڈ، لاہور۔
۳۔ ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب، لاہور۔

جناب اقبال بٹ صاحب کو بھی فون کرنے کی سعی کی، مگر اُن کا فون خراب تھا۔

یہاں مولانا وکیل احمد صاحب اضافہ فرماتے ہیں:

"جس وقت کراچی سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال

کی اطلاع پہنچی ہے اس وقت جامعہ اشرفیہ کے ایک ایک فرد پر غم والم
کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت والا کے وصال کی اطلاع پورے لاہور میں بجلی
کی طرح پھیل گئی۔ لوگوں کی آمد ورفت شروع ہوگئی اور دن بدن اس میں اضافہ
ہی ہوتا گیا۔ متوسلین ومعتقدین اور متبعین کے علاوہ حضرت کے وطن
کے لوگ اور دیگر شناسا حضرات بھی کئی دن تک آتے رہے اور پہلے روز
تو لوگ شب کے بارہ ایک بجے تک آ گئے۔ غرضیکہ جس کو جیسے خبر ملی
فوراً آ گیا۔ آنے والے حضرات میں جناب مولانا سید داؤد صاحب غزنویؒ
جناب مولانا ابو الاعلیٰ مودودی صاحب۔ حضرت ڈپٹی سجاد صاحب (مجاز
حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ) جناب مولانا ضیاء الحق صاحب۔ جناب
عبدالحمید خان صاحب، نامہ نگار کوہستان، جناب مولانا بہاء الحق
صاحب قاسمی خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن، جناب مولانا مفتی محمد شفیع
صاحب سرگودھوی ناظم سراج العلوم سرگودھا۔ جناب الحاج شیخ محمد غیاث
صاحب ایڈووکیٹ۔ جناب مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، جناب
نوابزادہ ذاکر حسین صاحب، جناب میاں نصیر احمد صاحب، جناب
مولانا قاضی نور الرحمٰن صاحب مردان، شیخ الحدیث حضرت مولانا
محمد ادریس صاحب مدظلہٗ۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی،
جناب مولانا عبدالمالک صاحب استاذ حدیث دار العلوم اشرف آباد کے
اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر بے شمار آنے
والے حضرات کے اسمائے گرامی لکھنے کے لیے تو شاید پورے ایک
دفتر کی ضرورت پڑے۔"

حضرتِ والا کو لاہور منتقل کرنے کا مسئلہ

مولینا وکیل احمد صاحب لاہور کے حالات کے متعلق مزید فرماتے ہیں:

"صاحبزادہ جناب عبدالرحمٰن صاحب مدظلہا و دیگر احباب اور جناب اقبال بٹ صاحب اور جناب شیخ یامین صاحب کی رائے تھی کہ حضرت والا کا جنازہ لاہور لایا جائے۔ چنانچہ جناب صاحبزادہ مولینا عبدالرحمٰن صاحب نے جناب الحاج نور محمد صاحب بٹ دام مجدہٗ (اور اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کو فون کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے جلد از جلد حضرت والا کو لاہور منتقل کیا جاوے۔ تھوڑی دیر بعد جواب آیا کہ اس وقت کوئی ہوائی جہاز نہیں آ رہا ہے اور ادھر آپا جی مدظلہا (اہلیہ محترمہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) کی رائے ہے کہ حضرت کو کراچی ہی میں دفن کیا جائے۔ لاہور منتقل نہ کیا جائے گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت کی بھی یہی وصیت تھی کہ میرے کفن دفن میں جلدی کی جاوے یعنی کہ میرے اہل کا بھی انتظار نہ کیا جاوے غرضیکہ لاہور والوں نے بے حد کوشش کی اور کئی مرتبہ فون کیا مگر سب بیکار۔ جناب الحاج شیخ یامین صاحب نے اپنے ایک خصوصی دوست کو فون کیا اور کہا کہ ہوائی جہاز والوں سے جا کر کہو کہ ہم پورا کرایہ دینے کو تیار ہیں۔ اسی وقت آپ لاہور چلیں اور یہ بھی کہا کہ آپ الحاج نور محمد صاحب بٹ اور جناب مولینا احتشام الحق صاحب سے جا کر کہیں اور ان پر زور دیں اور کہیں کہ جس طرح ہو سکے حضرت والا کو لاہور منتقل کریں اگر پانچ بجے جواب آیا کہ حضرت کا جنازہ مکان سے نیوٹاؤن کی جامع مسجد میں جا چکا ہے۔ وہاں نمازِ جنازہ ہو رہی ہے اور میں نے بہت کہا مگر میری تمام

کوششیں ناکام رہیں، جس وقت یہ اطلاع لاہور پہنچی ہے، اس وقت احباب کا حال دیکھنے کے قابل تھا اور رنج وغم کی کوئی حد نہ تھی کہ افسوس ایک تو ہم حضرت کی آخری زیارت سے محروم رہ گئے اور مزار شریف بھی لاہور نہ ہوا کہ احباب اپنا غم حاضر ہو کر ہلکا کرتے۔

کراچی میں حسنِ اتفاق سے یہ عجیب موقع تھا بلکہ حضرت والا کی کرامت کہنا چاہیئے کہ حضرت سے تعلق رکھنے والے تمام اکابر سب کے سب نصف گھنٹہ میں جمع ہو گئے سب اپنے اپنے مکان پر موجود تھے، جن میں قابلِ ذکر حسب ذیل حضرات ہیں:

۱۔ جناب حضرت مولانا الحاج شبیر علی صاحب تھانوی مد ظلہ، برادر زادہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ۔

۲۔ جناب حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی مد ظلہ۔

۳۔ مفتی اعظم پاکستان جناب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مد ظلہ۔

۴۔ جناب حضرت مولانا شاہ محمد عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۵۔ جناب حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الحی صاحب عارفی مد ظلہ۔

۶۔ جناب حضرت مولانا محمد حسن صاحب لکھنوی مد ظلہ۔

۷۔ حضرت محترم جناب عزیز الحق صاحب مد ظلہ۔

ان حضرات کے علاوہ جناب میجر طور صاحب، جناب حاجی محمد افضل صاحب جناب حافظ محمد سعید صاحب (بی پی فیکٹری) اور جناب ڈاکٹر محمد بشیر صاحب وغیرہم موجود تھے۔ ان کے علاوہ دیگر اکابرین و منسلکین کا عظیم الشان مجمع دیکھتے ہی دیکھتے اکٹھا ہو گیا۔

لاہور سے بار بار فون آنے پر پھر یہ مسئلہ واضح طور پر موجودہ اکابر (جو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے مجاز یا عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب قبلہ کے

کے خواص احباب میں سے بھی ہیں) کے سامنے رکھا گیا۔ سب اکابرین کا متفقہ فیصلہ یہی ہوا کہ حضرت والا کو یہیں دفن کیا جائے۔ لاہور منتقل نہ کیا جاوے کیونکہ ایک تو یہ شریعت مقدسہ کے بھی خلاف ہے دوسرے یہ ہمارے بزرگوں کے مسلک کے بھی خلاف ہے تیسرے یہ کہ حضرت والا کی وصیت تھی کہ جہاں میرا انتقال ہو وہیں مجھ کو دفن کیا جاوے۔ ادھر مجھ کو آپا جی صاحبہ مدظلہا نے بلا کر بڑے شد و مد سے فرمایا کہ تم لوگ حضرت والا کی تجہیز و تکفین میں کیوں دیر کر رہے ہو۔ یہ حضرت والا کی وصیت کے خلاف ہے اور لاہور جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہیئے۔

مزار مبارک کے لیے جگہ کا تعین

مفتی پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہ کی اپنی خواہش یہ تھی کہ حضرت والا کو لانڈھی میں دار العلوم کے قریب جو قبرستان ہے وہاں لے جایا جاوے اور جناب مولینا احتشام الحق صاحب مدظلہ، اور مولینا عزیز الحق صاحب کی رائے تھی کہ سوسائٹی کے قبرستان میں جو جگہ ان کے والد بزرگوار کے قریب ہے، اس میں دفن کیا جاوے۔ چنانچہ احباب اور اکابر کی رائے کے بعد مولینا کی رائے کو ترجیح دی گئی۔ چنانچہ مولینا احتشام الحق صاحب مدظلہ یہ فرما کر چلے گئے کہ میں جا کر قبر شریف کا بندوبست کرتا ہوں۔ آپ لوگ تیاری میں لگ جاویں۔ تجویز کیا گیا کہ پونے چھ بجے بعد نماز عصر جامع مسجد نیو ٹاؤن میں نماز جنازہ ہوگی اور مکان سے سوا پانچ بجے روانگی ہوگی چنانچہ ٹھیک تین بجے کے بعد یہ کام شروع کیا گیا۔

غسل

حضرت والا کو غسل دینے میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

جناب حاجی غلام یٰسین صاحب (انہوں نے تو تقریباً سارا ہی کام کیا ہے)، جناب حاجی محمد افضل صاحب۔ جناب ڈاکٹر بشیر جلال الدین صاحب جناب حافظ عبد الرحیم صاحب۔ جناب حضرت مولینا شبیر علی صاحب

تھانوی رحمۃ اللہ۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہٗ اور یہ عاجز بھی ان کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔

عجیب حیرت کی بات تو یہ تھی کہ دوران غسل یہ بات بالکل محسوس نہ ہوتی تھی کہ کسی مردہ کو غسل دیا جا رہا ہے۔ بلکہ یہ محسوس ہوتا تھا کہ کسی خوابیدہ انسان کو غسل دیا جا رہا ہے۔ جو ذرا آنکھ کا پلک مبارک کھلا تو آنکھوں میں مثل زندہ انسان کے روشنی تھی۔ پلک مبارک کو فوراً ہی بند کر دیا گیا۔

تجہیز و تکفین

جو حضرات غسل میں شریک تھے تقریباً وہی حضرات کفن پہنانے میں بھی شریک رہے۔ دیکھئے عجیب بات یہ ہے کہ میری والدہ محترمہ جو سفر حج سے اپنے لیے زمزم شریف سے بھگو کر کفن کا کپڑا لائی تھیں وہ انہوں نے بڑی خوشی اور مسرت سے حضرت والا کے لیے پیش کر دیا۔ چنانچہ زمزم شریف کا تبرک کپڑا حضرت والا کے کفن کو نصیب ہوا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔

نماز جنازہ

پھر مقررہ وقت پر ساڑھے پانچ بجے تجہیز و تکفین کے بعد جنازہ باہر نکالا اور جامع مسجد نیو ٹاؤن جہاں حضرت والا کے جنازہ کی نماز ہونی تھی لے چلے۔ چھ بجے تقریباً جامع مسجد نیو ٹاؤن پہنچ گئے۔ چونکہ حضرت والا کے وصال کی اطلاع کراچی میں عام نہ تھی اور لوگوں کے انتظار میں دیر لگنے کا بھی اندیشہ تھا اور ادھر حضرت والا کی بھی وصیت یہی تھی کہ جہاں تک ہو سکے تدفین میں عجلت کی جاوے اس لیے مجمع کراچی کے لحاظ سے زیادہ نہ ہو سکا۔ پھر بھی جنازہ کے ہمراہ کافی لوگ تھے۔ نماز جنازہ کے اندر شہر کے بڑے بڑے علماء و صلحاء اور طلباء کا مجمع تھا۔ جنازہ کی نماز جناب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ نے پڑھائی۔

نیوٹاؤن سے آخری آرام گاہ کی طرف روانگی

جامع مسجد نیوٹاؤن سے بعد نمازِ تقریباً ساڑھے چھ بجے شام قبرستان کی طرف روانگی ہوئی، باوجودیکہ ایک دو بڑی بسیں منگوائی گئی تھیں۔ مگر یہ پسند کیا گیا کہ جنازہ مکان سے مسجد نیوٹاؤن تک اور نیوٹاؤن سے قبرستان تک کاندھوں ہی پہ لے جایا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ راستہ میں بڑا مجمع ساتھ ہو گیا تھا اور قبرستان تک مجمع برابر بڑھتا ہی رہا۔

قبرستان پہنچنے پر معلوم ہوا کہ قبر شریف کی کھدائی میں ابھی دیر ہے۔ ہم سب لوگ تیاری کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ مگر تھوڑی دیر میں مولانا احتشام الحق صاحب مدظلہ اور دیگر اکابر حضرات کی رائے ایک دوسری جگہ کے لیے ہوئی جو مسجد کے صحن سے خارج ہے اور صحن کے اخیر میں واقع ہے اور پہلی جگہ سے یہ جگہ اچھی بھی ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ مسجد بالکل قریب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ پہلے ہی سے اس چھوٹی سی جگہ کے چاروں طرف چار دیواری بنی ہوئی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اس جگہ کو پسند کر لیا گیا۔ اور اسی جگہ قبر کھودنے کا حکم دیا گیا۔ قدرتی بات ہے کہ قبر بھی اندر سے ایسی نکلی جیسے پتھر کی چٹان سے کاٹ کر بنائی گئی ہو۔

جب قبر بالکل تیار ہو گئی تو حضرت والا کو اس کے اندر عین غروب آفتاب کے وقت اُتارا گیا۔ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہٗ (خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ) نے اس وقت ایک عجیب و غریب جملہ ادا فرمایا:

"ایک طرف آسمان کا سورج غروب ہو رہا ہے اور دوسری طرف زمین کا سورج غروب ہو رہا ہے"

چونکہ اس وقت مغرب کی اذان ہو چکی تھی، اس لیے اس کام کو ادھورا چھوڑ کر تمام احباب مسجد میں جمع ہو گئے۔ امامت جناب حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ بقایا کام بعد نماز کے انجام دیا گیا۔

واپسی غرض علوم و معارف کے اس خزانے اور نمونۂ اشرف کو دفینۂ جواہرات، علمیہ و عملیہ کی صورت میں منتقل کر کے اور ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور پھر ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ کر گردن جھکائے اپنے آپ کو سراپا تصویر حسرت بنائے حیران بنائے ہوئے خاموشی کے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے شب تک اپنے اپنے گھر چلے آئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

لاہور سے جناب مولوی عبدالرحمٰن (صاحبزادہ) کے بذریعہ ہوائی جہاز آنے کی اطلاع آ چکی تھی۔ اس لیے میں نے عزیزی ہمایوں اور حافظ صاحب کو ائیرپورٹ پر بھیج دیا۔ مگر اب بجائے مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے (صاحبزادہ) عبداللہ صاحب تشریف لائے اور سیدھے حضرت والا کے مزار شریف پر حاضری دے کر گھر پہنچے۔ تقریباً شب کے بارہ بجے ہوں گے کہ ان کی کار گھر پر آئی۔ میں تقریباً بیدار ہی تھا۔ ابھی ابھی بستر پر تمام دن کی کوفت کے بعد لیٹا ہی تھا۔

نماز عشاء سے قبل جناب حافظ عبدالرحیم صاحب فرما چکے تھے کہ آپا جی صاحبہ کا صبح کو لاہور روانگی کا ارادہ ہے تاکہ وہ ایام عدت آسانی سے گھر پر گزار سکیں۔ اور اس معاملہ میں جناب والدہ صاحبہ نے محترمہ والدہ صاحبہ ہمایوں صاحب سے بھی مشورہ کر لیا ہے۔ پی۔ آئی۔ اے والوں سے گفتگو کے بعد معلوم ہوا کہ صبح کے جہاز سے روانگی ناممکن ہے، کیونکہ کوئی سیٹ خالی نہیں۔ دوسرے دن صبح کو جمعۃ المبارک تھا۔ اس لیے جمعہ کے بعد جانے والے ہوائی جہاز میں تین سیٹوں کا انتظام کر دیا۔ عصر کی نماز کے بعد یہ تینوں حضرات جناب آپا جی صاحبہ مدظلہا۔ جناب حافظ عبدالرحیم صاحب اور جناب عبداللہ صاحب لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔

ادھر احباب اور متعلقین و منسلکین کی آمد و رفت روز بروز بڑھتی گئی اور اصل انتظار

تو ان دو صاحبزادگان کا تھا جو حج پر تشریف لے گئے تھے۔ اور حضرت والا کے زمانہ کے بعد دوسری پریشانی ان دو حضرات کے متعلق تھی کیونکہ روانگی سے پیشتر کراچی میں جب یہ دونوں حضرات لاہور سے تشریف لائے تو ان کی طبیعت حضرت والا کے متعلق بے حد پریشان اور متفکر تھی بلکہ حافظ فضل الرحیم صاحب تو وقتاً فوقتاً رو پڑتے تھے اور ایک دن تو وہ از حد مضطرب اور بے چین ہو کر فرمانے لگے۔

"مجھ پر تو حج فرض نہیں ہے۔ میں حج پر نہیں جاؤں گا۔ میں لاہور ابا جی کے پاس واپس جاتا ہوں"

کچھ تسلی دلاسہ دے کر سکون آمیز باتیں کیں پھر دوسرے روز خود بخود انہیں اطمینان سا ہو گیا اور وہ سفر حج کے لئے تیار ہو گئے۔ ان ہر دو صاحبزادگان کو حضرت والا کے کراچی پہنچنے کی اطلاع دے چکا تھا۔ اور یہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ الحمد للہ حضرت والا کی صحت یہاں پہنچ کر بہت اچھی ہے۔ چنانچہ جواباً جناب الحاج مولانا عبید اللہ صاحب کا گرامی نامہ مکہ معظمہ سے بہت ہی زیادہ مسرت آمیز آیا۔ آپ اندازہ کر سکیں گے کہ ان کو اس دردناک خبر سے کس قدر صدمہ اور رنج ہوا ہو گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب یہ حضرات حج سے واپس تشریف لائے تو ان دونوں حضرات کو آہستہ آہستہ یہ خبر وحشت ناک پہنچتے پہنچتے پہنچی۔ یہ بھی حق تعالےٰ شانہ کی خاص رحمت ہوئی کہ یک بیک اطلاع نہ ہوئی۔ بلکہ آہستہ آہستہ یہ خبر پہنچی جو باعث برداشت ہو گئی۔ بالکل پختہ طور پر جناب حافظ عبید اللہ صاحب کو خبر اس وقت ملی جب وہ کسٹم میں جہاز سے اتر کر داخل ہوئے۔ گو جہاز پر جناب میجر طور صاحب اور عزیزی منصور موجود تھے۔ اور یہ حضرات بار بار ان سے حضرت والا کا حال پوچھ رہے تھے۔ تو انہوں نے بڑی کامیابی سے ان پر اظہار حق کو پوشیدہ رکھا۔ گو یہ جواب سے مطمئن نہ ہوئے مگر چند ہی منٹوں کے بعد جہاز سے نیچے

اترکر میرے روبرو آئے اور میرا چہرہ دیکھ کر بھانپ گئے کہ جو چیز مہینوں سے دل میں کھٹک رہی تھی، آج وہ اس کو ظاہری طور پر سامنے دیکھ رہے ہیں۔ بس یہ منظر دیکھتے ہی جناب صاحبزادہ مولانا الحاج عبیداللہ صاحب میرے روبرو ایک بکس پر گر گئے۔ اور جناب فضل الرحیم صاحب بھی ایک دیوار کا سہارا لیے ہوئے بے بسی اور بے کسی کے عالم میں اور رنج و غم کے سمندر میں ڈوب گئے۔ اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ ہر طرف سے صبر و تسلی کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ ایک طرف جناب میجر طور صاحب تھے۔ دوسری طرف جناب حاجی محمد افضل صاحب اور دیگر احباب جو اندر آ سکے تھے صبر اور تسلی کے کلمات سے ان کو تسکین دلانے لگے۔

میجر طور صاحب کی برکات سے کسٹم کا کام جو شاید شب کے دس بجے تک بھی پورا نہ ہوتا، جلد پورا ہو گیا۔ مگر سامان اٹھاتے ہیں ہم سب کو مشقت اٹھانی پڑی۔ جہاز کے قلی کسی طرح بھی سامان اٹھانے کو تیار نہ تھے۔ ایک ایک قلی صرف جہاز سے نیچے اتارنے میں بیس روپیہ مانگتا تھا اور ہم نے نیچے سے کسٹم تک اور کسٹم سے باہر لا کر موٹروں تک پہنچایا۔ مگر یہ سب ایک عظیم الشان رنج اور صدمہ کے عالم میں اور بے پناہ ہمدردی اور محبت اور اخوت کے عالم میں کیا گیا۔

الغرض ہم سب لوگ ائیرپورٹ سے مع حضرت مولانا الحاج خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ کہ یہ بھی اسی جہاز سے ان حضرات کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ سیدھے گھر کی طرف روانہ ہو گئے مگر راستہ ہی میں بجائے گھر کی طرف جانے کے سیدھے مزار اقدس کی طرف چلے گئے اور بعد فاتحہ خوانی کے گھر تشریف لائے۔

چونکہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ کو اسی دن شام کو ملتان کے لیے روانہ ہونا تھا۔ اس لیے فوراً ان کے لیے سیٹیں ریزرو کرا دیں اور شام کی چائے پینے کے بعد حضرت ممدوح ملتان تشریف لے گئے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے یہ بقیہ افراد

جی ہے دیگر حضرات کے جو ان حاجی صاحبان کے استقبال کے لیے اور مزار شریف پر حاضری دینے کے لیے تشریف لائے تھے لاہور تشریف لے گئے۔

جو حضرات ان صاحبان کو لینے کے لیے تشریف لائے تھے انکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ جناب حافظ مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔

۲۔ جناب عبداللہ صاحب۔

۳۔ جناب الحاج ولی اللہ صاحب (از صاحبزادگان حضرت والا)

۴۔ جناب مولوی وکیل احمد صاحب۔

۵۔ جناب حافظ مفتی محمد عقیل صاحب مدظلہ۔

۶۔ جناب ملک علی محمد صاحب۔

۷۔ جناب الحاج محمد بشیر الدین احمد صاحب۔

۸۔ جناب مولوی محمد فخر الدین صاحب بن مولینا نصیر الدین صاحب غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ۔

۹۔ جناب مولوی محمد عرفان صاحب۔

۱۰۔ جناب چودھری حسن الدین صاحب۔

اور ان حضرات کے جانے کے بعد جو اور حضرات تشریف لائے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولینا فقیر محمد صاحب مدظلہ (خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ)۔

۲۔ جناب مولینا حافظ قاری خدا بخش صاحب رحمہ اللہ (خلیفۂ ارشد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ)۔

۳۔ جناب کرنل ڈاکٹر ضیاء اللہ صاحب دام مجدہٗ (معالج خصوصی حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ)۔

۴۔ جناب شبیر بہادر صاحب مرحوم سیشن جج۔ پشاور۔

۵۔ جناب الحاج شیخ یامین صاحب مرحوم ۔ وغیرہم۔

آخر میں اتنا اور عرض کرنا چاہتا ہوں اور اسی پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں، اور حضرت والاؒ ہی کے الفاظ ہیں جن کو وہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے بارے میں بار بار ارشاد فرماتے تھے کہ "حضرت عجیب وغریب تھے" اور اس شعر کو بھی بار بار پڑھتے تھے ؎

آفاقہا گردیدہ ام   مہر بتاں ورزیدہ ام الخ

میں بھی ان الفاظ کو حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے بارے میں دہراتا ہوں اور میں بھی اسی شعر پر اس کو ختم کرتا ہوں ؎

آفاقہا گردیدہ ام   مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام   لیکن تو چیزے دیگری

وصایا

بقلم احقر محمد حسن ۔ مورخہ ۱۰ر صفر سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۶ر دسمبر

چونکہ وصیت کے لکھنے اور کرنے کا حکم ہے۔ اس واسطے ذیل کا مضمون تجویز کرتا ہوں:

۱۔ میری ملکیت میں کچھ دینی کتابیں ہیں یا گھر کا معمولی سامان وہ شریعت کے مطابق تقسیم کی جاویں۔

۲۔ میری کتابوں میں اگر جامعہ اشرفیہ کی کتاب ہو، اس کو واپس مدرسہ میں داخل کیا جاوے۔

۳۔ جس جگہ موت واقع ہو وہاں ہی مجھ کو دفن کیا جاوے۔ کوئی رسم بعد موت نہ کی جاوے۔ قبر میں رکھ کر منہ خوب قبلہ کی طرف کیا جاوے۔ قبر کی مشرقی دیوار کا سہارا دے کر منہ قبلہ کی طرف کیا جاوے۔

۴۔ میرے لیے ایصالِ ثواب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تجویز کے مطابق کیا جاوے۔ بطریق رسم جمع ہو کر نہ کیا جاوے۔ اگر تنہا بیٹھ کر تلاوت کر کے ثواب پہنچایا جاوے تو بہت احسان ہوگا۔

۵۔ روز مرّہ یٰسین شریف اگر پڑھ کر مجھ کو ثواب پہنچایا جائے تو احسان ہوگا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو ہر روز تین بار قل شریف پڑھ کر ثواب پہنچایا جاوے۔

۶۔ میری اولاد کو لازم ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ حرزِ جان سمجھ کر کریں۔ خصوصاً بہشتی زیور۔ جزاء الاعمال۔ تعلیم الدین۔ مواعظ و ملفوظات کو ہر روز دیکھا کریں۔

۷۔ مدرسہ جامعہ اشرفیہ کو حضرت تھانویؒ کے مسلک پر چلایا جاوے۔

۸۔ اگر کسی وقت امداد کم ہو تو کام بھی کم کیا جاوے۔

۹۔ مکرر عرض ہے کہ حضرت تھانویؒ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری بنائیں۔

۱۰۔ مدرسہ کی آمدن میں بھی شریعت کے قوانین کی خوب رعایت کریں۔

۱۱۔ مدرسین وہ ہوں جو حضرت تھانویؒ کے خوب مطیع اور معتقد ہوں۔

۱۲۔ اتباع احکام شرعیہ کو سنگ پارس کا پتھر یقین کریں۔

۱۳۔ میرے دو بھائی اس وقت زندہ ہیں۔ ان کا ادب باپ کی طرح کریں۔

۱۴۔ برخوردار حافظ عبدالرحمٰن مدرسہ کی خدمت ارکانِ مدرسہ اور خصوصاً برخوردار حافظ عبیداللہ کے مشورہ سے کیا کریں۔ مدرسہ کی رقم کی حفاظت جزو ایمان سمجھیں۔ فقط۔

شامِ شبِ فرقت ہیں بھی انوارِ سحر ہیں
اے نورِ مجسّم یہ تری یاد کا عالم
(حضرت خواجہ مجذوب رح)

بشارات

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ان کے متعلقین و منسلکین کو عالمِ خواب اور سونے جاگنے کی درمیانی حالت میں ایسی بشارات ملتی رہیں، جن سے حضرت والا کی شان، بلندی اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ ان انکشافات سے جو مختلف اوقات میں مختلف حضرات کو ہوئے یقین میں اضافہ ہوتا ہے کہ بفضلہ تعالےٰ ہمارا تعلق جس سلسلہ سے ہے اسے تائیدِ ایزدی حاصل ہے اور یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ اس سلسلہ کی برکات سے انشاء اللہ تعالیٰ ایک دن ہماری اپنے مقصود یعنی رضائے حق تعالےٰ تک رسائی بھی ہو جائے گی۔

حضرتِ والا کے بیشتر متعلقین کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا خواب میں بھی اور بین الیقظۃ والنوم بھی شرف حاصل ہوا۔ اور زبانِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے اس قسم کی کامیابی کی بشارتیں بھی سنیں:

"ٹھیک ہے۔ (اسی طرح) ترقی کرتے چلو۔"

(منقول از حال)

اس کے علاوہ دیگر بہت سے صحابۂ کرام رضؓ اور اولیائے عظام کی زیارت بھی کئی حضرات کو ہوئی، ان میں سے چیدہ بشارات درج کی جاتی ہیں:

۱۔ حضرت والا کے ایک خلیفۂ ارشد اعلی اللہ مقامہم و درجاتہم کی جب مدینہ طیبہ حاضری ہوئی تو سرکار دوعالم رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے کیسی ذرہ نوازی فرمائی انہیں کے الفاظ مبارک میں سماعت فرمائیے:

"مدینہ منورہ کے قیام میں ایک روز احقر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرتا تھا کہ رقّت اور جوش کی کیفیت طاری ہوئی۔ اسی حالت میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ جن جن حضرات نے احقر کو دعا کے لیے فرمایا ہے، اللہ پاک ان کو صحیح اسلامی زندگی عطا فرمائیے، ایمان پر خاتمہ عطا فرمائیے، جہنّم سے آزاد فرما کر جنّت نصیب فرمائیے۔ اعمال صالحہ کی توفیق عطا ہو۔ آپؐ کی اور اللہ پاک کی محبّت نصیب ہو۔"

اتنا عرض کیا تھا کہ اس روسیاہ، حقیر اور ذلیل کو یوں معلوم ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہل رہے ہیں اور یوں فرما رہے ہیں "آمین۔ آمین"!

ادب کی وجہ سے اس دعا کا تکرار نہ کیا ورنہ اس طرح معلوم ہو رہا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی کئی دفعہ آمین فرماتے۔

اس موقع کو غنیمت سمجھ کر فوراً احقر نے حضرت مفتی صاحبؒ کا سلام عرض کیا تو اس پر ایسا معلوم ہوا کہ جیسے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وعلیکم السلام" یا یوں فرمایا "وعلیہ السلام"۔

اس واقعہ کے دو تین روز کے بعد احقر رقّت کی حالت میں بار بار سلام عرض

کر رہا تھا کہ "السلام علیکم یا رسول اللہ" کہ ایسا معلوم ہوا جیسے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا "وعلیک السلام۔ وعلیک السلام" ادب کی وجہ سے کہ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو، احقر نے تکرار بند کردی ورنہ ہر السلام علیک پر وعلیک السلام ارشاد گرامی ہو رہا تھا۔ فقط

احقر ناکارہ جامع عرض کرتا ہے کہ جب وہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے انہیں مذکرہ بالا خلیفہ ارشد اعلی اللہ مقامہ کی بابرکت خدمت میں بسلسلۂ اصلاح باطن گیا تو ممدوح دامت برکاتہم وفیضانہم کی مقدس توجہات اور دعاؤں کے طفیل تین چار ماہ کے اندر ہی اندر سرکار والا حضور پُر نور رحمۃ العالمین وشفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احقر ذلیل گناہگار کو بین الیقظۃ والنوم اپنی زیارت سے مشرف وسرفراز فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ کتا بہر صورت حقیر ذلیل کتا ہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اصحاب کہف کی پاک اور مقدس صحبت کے باعث ان کے ساتھ ساتھ اُسے بھی نواز دیا جائے۔ بس احقر کے لیے یہی ایک بات صد ہزار شکر ہے بلکہ جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ حق تعالی جل شانہ نے اپنے بے پایاں فضل وکرم سے ایسے پاکیزہ حضرت کی خدمت عالیہ میں پہنچا دیا جن کے مبارک پیروں کی خاک پاک بھی پارس سے بڑھ کر اثر رکھتی ہے اللہ تعالے ان کے ظاہری اور باطنی فیوض وبرکات وانوار کو قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔

۲۔ جناب حاجی محمد ظفر الدین صاحب، دار الخیر، ایبٹ آباد سے اپنے طویل خط میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنی صاحبزادی صاحبہ کا خواب عرض کرتے ہیں:

"خواب میں میری بچی کو کسی نے کہا کہ حضرت بیمار ہیں یعنی زیادہ بیمار ہیں۔ تو خواب ہی میں اس کو بڑا فکر ہوا کہ میں ابھی بیعت بھی نہیں کر سکی۔ خدانخواستہ حضرت زیادہ بیمار نہ ہو جائیں۔ اسی پریشانی میں خواب میں چل پڑی تو آگے آنحضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آتے نظر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف دیکھتے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے۔ دعا میں فرما رہے تھے:

"یا اللہ! ابھی اس انسان کی دنیا میں بڑی ضرورت ہے۔ ان کو ابھی دنیا میں ہی رہنے دے۔"

اور میری بچی کہتی ہے کہ یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جناب ہی کے لیے فرما رہے تھے اور حضورؐ کی دعا پر میں نے بھی آمین کہی:

حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف اس نے اس طرح بیان کیا ہے:

بڑے نہایت خوبصورت۔ سفید رنگ اور سُرخ رنگ ملا ہوا۔ بڑا رحمت اور نور والا جسم مبارک۔ بڑا کشادہ پُر انوار چہرۂ مبارک۔ بڑی بڑی مقدّس آنکھیں۔ عمر شریف تقریبًا ساٹھ سال۔ ریش مبارک بڑی اور بال مبارک سیاہ و سفید ملے ہوئے۔

میری بچی کہتی ہے کہ یہ اس نے رسول پاک کا دیدار خواب میں تیسری بار کیا ہے۔ یہ میری بچی بڑی نیک اور مستجابۃ الدعا ہے۔ آپ اس کے لیے دعا فرمادیں اور مہربانی فرما کر اس کو غائبانہ بیعت فرمالیں۔ وہ کہتی ہے جب سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جناب کے لیے اس شان مبارک سے دعا فرماتے دیکھا ہے۔ تب سے مجھے جناب سے بیعت کی

سعادت حاصل کرنے کی خواہش از حد پیدا ہو گئی ہے۔"

(مخترم حاجی صاحب کا یہ خط اس زمانہ کا ہے جب حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی ٹانگ قطع کی گئی تھی اور اس کے فوراً بعد پے درپے کئی خطرناک امراض حضرت والا کو ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود حضرتِ والا کئی سال تک حیات رہے گویا حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا پر حق تعالیٰ جل شانہٗ نے انہیں نئی زندگی عطا فرمادی۔ واللہ اعلم)

۳۔ ایک بزرگ جو اپنے نامِ مبارک کی شہرت پسند نہیں فرماتے، ارشاد فرماتے ہیں:

"آج سے تقریباً بیس سال قبل جب بندہ اصلاحِ نفس کے لیے حضرت والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا تو بندہ کو استخارہ کے لیے فرمایا۔ اس پر عمل کیا۔ رات کو خواب دیکھا کہ تھانہ بھون پہنچ گیا ہوں۔ چند حجرے اور مسجد دکھائی دی۔ اُن سے ملحق ایک کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں ایک میز تھی۔ اس پر ایک بیگ دکھائی دیا جو ڈاکٹروں کے بیگ سے کافی بڑا تھا۔ اس میز کے پاس مولوی محمد عرفان صاحب مدظلہٗ (حضرت والا کے بھتیجے) کو جو میرے مخلص دوست اور کرم فرما ہیں کھڑے پایا۔ بندہ نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ بیگ کیا ہے؟ فرمایا "حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حکیم ہیں اُمت کے۔ اس لیے حضرت کا بیگ ڈاکٹروں کے بیگ کی نسبت بڑا ہے۔ اس کو دیکھ لینے کے بعد بندہ اکیلا آگے بڑھا اور ایک کمرہ میں داخل ہوا۔ اس کمرہ میں ایک کرسی پر حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ تشریف فرما تھے۔ بندہ کی توجہ سامنے دیوار پر ڈالی گئی۔ اتنے میں دیوار میں ایک طاقچہ نظر آیا جو کتابوں سے

بھرا ہوا تھا۔ اسی طرح باقی دیواروں پر نگاہ ڈالتا گیا۔ دیواریں بڑھتی گئیں، طاقچوں میں کتابیں بھری پڑی تھیں۔ بندہ کو بتایا گیا کہ یہ علوم ہیں جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو عطا کئے گئے ہیں اور میرے شیخ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ اس کتب خانہ کے محافظ ہیں۔"

کچھ عرصہ بعد حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے وصال کے بعد بفضلِ خدا یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ یہ تمام علوم اب حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو منتقل کر دیئے گئے ہیں۔

۴۔ حضرت مولٰنا مولوی محمد عرفان صاحب مدظلہ جنہیں رویائے صالحہ سے ایک خاص مناسبت ہے تحریر فرماتے ہیں:

"ایک شب کو احقر محمد عرفان نے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت گولڈنگ روڈ لاہور کی کوٹھی نمبر پانچ کے برآمدہ میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احقر کو ایک رومال دھونے کے لیے دیا۔ میں رومال دھو کر دھوپ میں ڈالنے کے لیے لایا تو حضرت نے فرمایا "اس کی شکن نکال دو۔"

احقر نے شکن نکال کر دھوپ میں ڈال دیا اور خود خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "حضرت! ایمان پر خاتمہ کی دعا فرما دیں۔"

فرمایا "ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔"

پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قدرے تامل کے بعد فرمایا "تو بڑا خوش قسمت ہے کہ تجھ کو مفتی صاحب کا قرب حاصل ہے۔"

عرض کیا "بے شک! آپ درست فرماتے ہیں۔"

اس پر حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تاکیدی انداز میں فرمایا "مولٰنا موصوف کا

قرب بڑی دولت ہے"

اور کئی بار اس جملہ کو دوہرایا کہ مولینا کا قرب بڑی دولت ہے۔

۵۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے وطنی عزیزوں میں سے ایک عزیزہ نے حضرت والا رح کی وفات سے قبل اپنی والدہ صاحبہ کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہیں اور فرماتی ہیں "یہاں جنت میں حضرت مفتی صاحب رح کا انتظار ہو رہا ہے"

۶۔ جناب مولینا محمد انور صاحب نے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے سفر کراچی (جو درحقیقت سفر آخرت تھا) سے چند روز قبل ایک خواب دیکھا جس کو بعینہٖ انہیں کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:

"احقر نے دیکھا کہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد کی دوسری منزل پر دائیں جانب ایک لمبا برآمدہ ہے، جہاں احقر کھڑا ہے اور احقر کے پیچھے خالہ جان دام ظلہا (اہلیہ محترمہ حضرت مولینا جلیل احمد صاحب علی گڑھی قدس سرہ العزیز) کھڑی ہیں۔ اس برآمدہ کے اختتام پر مرکز میں ایک بہت اونچا مینار ہے اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ جامعہ اشرفیہ کی عمارت ہلنے لگی اور اس میں سے کڑکڑ کی آواز آنے لگی۔ مجھ پر اور اسی طرح خالہ جان صاحبہ پر بہت خوف طاری ہوا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ جامعہ اشرفیہ کی عمارت دھڑام سے زمین پر آگرے گی۔ کڑکڑ کی آواز بڑھتی گئی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ اس عمارت کا برج ٹوٹ کر مینار سے جدا ہونا شروع ہوا، اور تھوڑی دیر بعد مینار سے کٹ کر ہوا میں اڑنے لگا اور اڑتے اڑتے دائیں جانب بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ جامعہ اشرفیہ سے بہت دور ایک دریا کے اوپر پہنچ گیا۔ دریا پر پہنچ کر برج نے نیچے اترنا شروع کیا۔ جوں جوں برج دریا کی سطح کے قریب آرہا تھا، احقر کو شدید غم اور فکر ہو رہا تھا۔ اتنے میں وہ برج

دریا کی سطح سے ٹکرایا اور رفتہ رفتہ پانی میں غرق ہوگیا۔ ساتھ ہی نہایت شدید زلزلہ آیا کہ جس نے تمام عالم کو ہلا ڈالا۔"

آنکھ کھلتے ہی بے ساختہ علم ضروری کے طور پر قلب میں اس کی تعبیر یہ تھی:

"حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ العزیز کا وصال ہونے والا ہے اور ساتھ ہی قوّت کے ساتھ یہ بھی قلب میں آیا کہ شدید عالمگیر زلزلہ سے مراد بہت بڑے ولی اللہ کا انتقال ہے۔ اس پر احقر نے بار بار دعا کی کہ حق تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی عمر میں برکت فرمائیں اور ان کو تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھیں۔ لیکن اس خواب میں بُرج کا کٹ کر ہوا میں اڑنا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سے کیا مراد ہے۔ مگر جب مفتی صاحب قدس اللہ سرہٗ وفات سے تین روز قبل بذریعہ ہوائی جہاز جانے کے لیے جامعہ اشرفیہ سے کار میں بیٹھ کر ہوائی اڈہ کو روانہ ہو رہے تھے، اس وقت بے ساختہ یہ قلب میں آیا کہ اس سے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کا ہوائی جہاز میں سفر کرنا مراد ہے۔"

۷۔ ایک صاحب، جو حضرت والا کے خصوصی خدام میں سے ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولٰنا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین مقام عطا فرمائے) کے وصال شریف کے دوسرے تیسرے دن یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت والا کے وصایا معلوم کرنے چاہئیں۔ یہ خیال دن بدن بڑھتا گیا چند دنوں کے بعد یہ خیال قدرے کم ہوگیا۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھا رہا تھا۔ میری نشست اس طرح تھی کہ میری دائیں جانب قبلہ کی طرف تھی۔ اچانک میرے دائیں کان میں تھوڑے فاصلے سے مدھم سی آواز پیدا ہوئی۔

کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ اور اس آواز کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ آواز حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ آپ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: "میری زندگی کے پند و نصائح کو اب وصایا سمجھو۔"

بس آواز بند ہوگئی۔ یہ جملہ میں نے فوراً تحریر کرلیا تاکہ یاد رہے۔

۸۔ سکھر کے ایک عربی مدرسہ کے صدر مدرس مدظلہم نے ایک خواب دیکھا۔ یہ بزرگ بڑے نیک، پرہیزگار، متقی اور مقبولین میں سے ہیں۔ کئی لوگوں نے ان بزرگ کے متعلق بھی ایسے خواب دیکھے ہیں جن سے حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان صاحب سے خوشنودی اور محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ ان صاحب نے جو خواب دیکھا وہ اپنے شیخ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں تحریر فرمایا۔ وہ خواب اور شیخ کی تعبیر دونوں بجنسہ نقل کئے جاتے ہیں:

خواب: مخدومی مطاعی ومولائی حضرت والا مدظلہ۔ السلام علیکم۔
نہایت مؤدبانہ عرض خدمت ہے۔ چند دن ہوئے ایک خواب دیکھا ہے خواب میں کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے کہ اس مقام پر (جس کو وہ دکھلاتا ہے) وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران مبارک دفن کی جائے گی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک زنجیر یا رسی آسمان سے لٹکتی ہوئی نظر آئی۔ اس میں وہ ران مبارک ایک سفید کپڑے میں لپٹی ہوئی بندھی ہوئی ہے اور اس مقام کی طرف آہستہ آہستہ جارہی ہے۔ میرا بھی خیال ہوا کہ اس مقام پر جاؤں۔ وہ مقام تھوڑی چڑھائی پر ہے۔ میں وہاں جانے لگا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقام پر پہلے سے تشریف فرما ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج تو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے ملاقات ہوگی۔ اُن سے میں مصافحہ بھی ملاؤں گا۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ صحابی رضؓ کیسے ہوتے ہیں؟ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے کارہائے نمایاں پڑھ کر جی چاہتا تھا کہ ان کو دیکھیں کہ کیا ہماری داڑھی مونچھیں ان رضؓ کی طرز پر ہیں یا نہیں۔ یہ ایک خیال آ رہا تھا) میں اس مقام پر اوپر پہنچا تو واقعی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں۔ میں نے دور سے دیکھ کر جی میں کہا "الحمدللہ ہماری جو داڑھی ایک مشت اور مونچھیں کتری ہوئی ہیں، ویسی ہی ان کی ہیں"

سفید ریش بزرگ ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا اور مصافحہ ملایا۔ اتنے میں وہ ران مبارک جو رفتہ رفتہ اس مقام پر آ رہی تھی، اس جگہ آکر ٹھہر گئی۔ میں نے اُس رسّی یا زنجیر میں سے اس ران مبارک کو لے لیا اور لے کر بیٹھ گیا۔ اس وقت ران مبارک میں بے چینی بہت محسوس ہو رہی تھی۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید میرے پاس رہنا پسند نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گود میں لے لیا۔ اس پر سفید کپڑا چڑھا ہوا تھا۔ انہوں نے کپڑے کے اندر ران کو ہاتھ سے ہلانا شروع کیا۔ اور ہاتھ پھیرتے رہے۔ میرے ذہن میں یہ آیا کہ یہی حضرات آداب سے واقف ہیں۔ لیکن ان کے ہلاتے ہوئے بھی اس ران مبارک میں بے چینی معلوم ہوتی تھی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں مزار میں ان کو دفن کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ اچھا مقام ہے؟ اس پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمانے لگے کہ قاری محمد طیب (صاحب مدظلہٗ) آئے تھے۔ وہ اچھی طرح دیکھ کر گئے ہیں۔ یہاں دوسری ران مبارک بھی موجود ہے۔ اس لیے

یہاں اس ران کو لایا گیا ہے۔ خوب دیکھ بھال کر ایسا کر رہے ہیں۔ فقط

تعبیر از مفتیٔ پاکستان حضرت مولینا محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہم العالی:

"اتنا ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے عضو کی زیارت پھر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت، خیر ہی خیر ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اتنا کافی ہے۔

ابھی ابھی ایک خیال آیا کہ بعض اوقات متبع سنّت بزرگوں کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جاتا ہے۔ حال میں مفتی محمد حسن صاحب رح کی وفات کراچی میں ہوئی تھی، اور ان کی ایک ران جو بوجہ مرض کے لاہور میں کاٹی گئی اور وہیں دفن تھی، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور ان کی دوسری ران کو بھی یہاں منتقل فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم"

۹۔ اپنے اسم گرامی کو پردۂ اخفا میں رکھتے ہوئے ایک صاحب "جو مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے منسلکین میں سے ہیں" بیان فرماتے ہیں:

"غیر اختیاری طور پر تشویش پیدا ہوئی کہ خدا جانے ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ کیا معاملہ .... پیش آئے۔ محض اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین حضرت علیہ الرحمۃ کو ہار پہنا رہے ہیں اور خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ حضرت بڑے بشاش اور خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ چہرہ پر بڑی رونق ہے۔ بیماری کے آثار قطعی طور پر نظر نہیں آتے۔ بالکل صحت مند و توانا آدمی جیسے ہو۔ اور حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ جو برتاؤ تھا اس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر شرم و حیا

کی شان غالب نظر آتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا جیسے حضرات صحابہ رضؓ حضرتؒ سے کہہ رہے ہوں "مرحبا! آپ نے خوب کامیابی حاصل کی۔ آپ بڑے اچھے رہے" فقط

۱۰۔ حضرت اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو ایک نیک اطوار و نیک طینت بزرگ نے جو اپنے نام کی اشاعت مناسب نہیں سمجھتے خواب دیکھا کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"اللہ کی طرف پہنچنے کا آسان طریقہ یہی ہے کہ احکامِ شریعت پر خلوص سے عمل کرے۔"

۱۱۔ شیخ المحدثین والمفسرین حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب رحمہ اللہ کی صاحبزادی صاحبہ سلمہا نے خواب دیکھا جس کے بعض اہم اجزاء نقل کئے جاتے ہیں:

"محترمہ معظمہ سلمہا نے دیکھا کہ (الف) حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھ کو مومنین کی فہرست میں رکھا۔

ع مشہور تابعی بزرگ حضرت علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خواب کی تعبیر دینے کا خاص ملکہ عنایت فرمایا تھا، فرماتے ہیں: وَمَنْ رَاٰی مَیِّتًا وَسَاَلَہٗ عَنْ شَیْءٍ فَاَخْبَرَہٗ عَنْہُ فَھُوَ کَمَا اَخْبَرَہٗ مِنْ غَیْرِ زِیَادَۃٍ وَّلَا نُقْصَانٍ فَاِنْ اَخْبَرَ اَنَّہٗ فِیْ حَالٍ حَسَنٍ دَلَّ ذٰلِکَ عَلٰی حُسْنِ حَالِہٖ وَصَلَاحِ اٰخِرَتِہٖ

(اور جس نے خواب میں کسی مردے کو دیکھا اور اس سے کچھ سوال کیا اور اس نے اس کی خبر دی تو وہ بالکل صحیح ہے اس میں کسی کمی یا زیادتی کا امکان نہیں ہے یعنی اگر اس نے (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اور فرمایا کہ (ب) مجھ کو جامعہ اشرفیہ کے نلکوں سے بڑا فائدہ پہنچا۔

اور فرمایا کہ (ج) تم مولینا (حضرت مولینا محمد رسول خان صاحب، ...) سے کہو کہ میں نے آپ کے لیے بہت دعائیں کی ہیں۔ اگر ہو سکے تو شبِ جمعہ کو نفلوں کا ثواب پہنچا دیا کریں۔

حضرت مولینا محمد رسول خان صاحب فرماتے ہیں کہ نلکوں سے مراد یہی جامعہ اشرفیہ (کا صدقۂ جاریہ) ہے۔

۱۲۔ جناب محمد امین صاحب مدظلہٗ۔ ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل۔ لاہور کی ظہر سے قبل چند منٹ کی مختصر سی نیند میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے اعلیٰ ترین مقام کے متعلق اس آیتِ مبارکہ " اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (سورہ واقعہ ۱۶)

کے ذریعہ رہنمائی کی گئی اور اسی رات کو دوبارہ خواب کی کیفیت میں آیت قرآنی " فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ " کے ذریعہ حضرتِ والاؒ کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں مزید وضاحت فرمائی گئی۔

۱۳۔ ایک صاحب حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے خاص خدام میں سے ہیں، اور نہایت درجہ صالح بھی ہیں۔ ان کو مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی ہدایت تھی، کہ جب کوئی خواب دیکھا کرو تو لکھ لیا کرو۔ انہوں نے اس زمانہ میں جب بعض حضرات کا خیال تھا کہ جب پیرِ مجلس حضرتِ اقدس مفتی صاحب علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں رہے تو مجلس کیوں کی جائے، خواب دیکھا کہ حضرتِ والا فرما رہے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱۹) یہ کہا کہ وہ اچھی حالت میں ہے تو ان کی تعبیر یہی ہوگی کہ وہ اچھی حالت میں ہے اور اس کی آخرت بھی اچھی گزر رہی ہے) ۱۲۔

"مجلس روزانہ ہونی چاہیئے۔"
خواب ہی میں عرض کیا: "حضرت! جب آپ نہیں ہیں تو مجلس سے کیا فائدہ؟"
ارشاد فرمایا: "نہیں۔ مجلس ضرور ہونی چاہیئے۔ ہم بھی شریک عہ ہوا کریں گے۔"

۱۴۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہم العالی، خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

"جب بھی مفتی صاحب قدس سرہ کے مزار پر جاتا تھا، ہمیشہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جنت کی کھڑکی کھلی ہے۔ اور حضرت رح بہت خوش ہیں۔"

۱۵۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب مدظلہم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار۔۔۔

"حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مزار قدس پر رو رہا تھا کہ حضرت مفتی صاحب رح نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور تھپک تھپک کر چپ کراتے رہے اور فرمایا:

"انشاء اللہ خوش رہوگے۔ ہم بھی خوش ہیں۔"

۱۶۔ ذہن میں بات یہ تھی کہ اس دور میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ہاں اتباع کا جو اہتمام ہے وہ کہیں اور نہیں، مگر فضیلت اور مقبولیت کا جو اثر سلسلہ نقشبندیہ میں ہے وہ دیگر سلاسل میں نہیں:

" ۲۹ رجمادی الاوّل ۱۳۸۴ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۶۴ء کی سب کو خواب میں دیکھا کہ تصوف کا ایک مسئلہ سمجھنا چاہتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس سے پوچھوں؟ ایسے میں کسی نے مجھ سے کہا کہ حضرت

عہ ایسی شرکت سے مراد توجہ ہوتی ہے۔

مفتی محمد حسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن سے فرما رہے ہیں کہ:

"مولوی غلام محمد صاحب کو آپ سمجھا دیجئے"

اس خبر کو سن کر میں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حصولِ تصدیق کے لیے حاضر ہوا، دیکھا کہ کمرہ میں تشریف فرما ہیں اور مسرور ہیں، مجھ کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے ہنس پڑے اور خود ہی فرمایا:

"سبحان اللہ، رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا کہ مولوی غلام محمد صاحب کو آپ سمجھا دیجئے"

اس تصدیق سے میں اس قدر مسرور ہوا کہ اصل بات پوچھنا اور سمجھنا بھی بھول گیا۔ اور وفورِ مسرت میں دوڑتا ہوا باہر آیا اور دفعتہً دیکھا کہ نہایت ہی تناور، بلند اور وسیع، سرسبز و شاداب درخت کی ایک اونچی شاخ پر جو اس قدر چوڑی ہے کہ بلا تکلف اس پر انسان دوڑ سکتا ہے، چڑھ کر بیٹھ گیا ہوں اور سرور انگیز ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہا ہوں"

آنکھ کھلنے پر ذہنی اشکال زائل تھا، فالحمد للہ علیٰ احسانہ، یہ خواب اسی وقت لکھ کر محفوظ کر لیا گیا تھا"

احقر العباد غلام محمد

۹۶/۲ مارٹن کوارٹرز۔ کراچی نمبر ۵

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم
بگفتا من گلی ناچیز بودم
ولیکن مدّتے با گل نشستم
جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اہل وعیال

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے دو نکاح کئے تھے۔ پہلا نکاح اپنی بھاوج سے کیا جو بیوہ اور صاحبِ اولاد تھیں اور خود انہی کی اپنی خواہش تھی کہ حضرت والا انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں تو انہیں اپنے ساتھ ساتھ اولاد کی مناسب پرورش اور حسنِ تربیت کی ضمانت مل جائے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی نرم دلی۔ پاس مروت اور یتیم بھتیجوں کے خیال سے اس پیشکش کو قبول فرمالیا اور ایسا کرنے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ پر بھی عمل کی توفیق نصیب ہو گئی۔ اس سے بہت پہلے حضرتِ والا کا رشتہ ایک اور جگہ طے ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اہلیہ کلاں کی اجازت سے دوسرا نکاح بھی کچھ عرصہ بعد کر لیا گیا اور دونوں آپکی زوجیت میں تقریباً اڑسٹھ سال تک رہیں۔ پہلی اہلیہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ سے پندرہ سال قبل اس دنیا سے رحلت کر گئیں۔ دوسری اہلیہ محترمہ بفضلہ تعالیٰ تادمِ تحریر حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ممدوحہ معظمہ کو سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

ممدوحہ نیک۔ متقی۔ متوکل۔ مہمان نواز اور غریب پرور خاتون ہیں۔ حضرت والا کی خدمت اس خوبی اور اخلاص سے کرتی رہیں کہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ برملا ان کی ہمت اور خوش سلیقگی کی تعریف فرماتے تھے اور اپنے اوپر ان کا احسان خیال فرماتے اور عزیزان کو والدہ محترمہ کی خدمت کی اسی وجہ سے اور بھی تاکید فرماتے کہ انھوں نے میری بہت خدمت کی ہے، تم ان کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔

محترمہ معظمہ بیرانی صاحبہ نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ سے دوران سفر لاہور پنجشنبہ ۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۳۸ء کو لاہور حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا، جس کی تفصیل "ارمغان جاوید" میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

" جناب مولوی مفتی محمد حسن صاحب امرتسری کی اہلیہ محترمہ جو لاہور آ گئی تھیں، بیعت کی درخواست (حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ سے) کی حضرت والا (تھانوی قدس اللہ سرہٗ) کو غالباً منجانب اللہ یہ محسوس ہوا کہ ان کو کچھ شبہات ہیں اور ابھی بیعت کا عزم صادق نہیں۔ چنانچہ بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ ابھی وقت نہیں۔ پھر بوساطت (مولانا مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ) ارشاد ہوا کہ ان سے کہیے کہ جو کچھ دریافت کرنا ہے، دریافت کر لیں مگر اس طرح کہ آپ سے کہہ دیں اور مجھ تک آواز نہ پہنچے اور پھر جواب سن لیں۔ چنانچہ انھوں نے کئی شبہات پیش کیے اور تسکین حاصل کی۔ منجملہ ان کے ایک بات یہ بھی پوچھی کہ میں جو قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہوں تو دل نہیں لگتا۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ دوسرا سن رہا ہوگا تو پڑھنے کا زیادہ شوق ہوتا ہے۔ حضرت والا (تھانوی قدس اللہ سرہٗ) نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس طرح سوچ کر تلاوت کیا کیجیے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو سنا رہی ہوں۔ جناب مولانا مفتی محمد حسن صاحب کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سن کر انھوں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا اور کچھ دیر بالکل خاموش رہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر مفتی صاحب موصوف سے کہا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل چیر کر اس میں کوئی چیز ڈال دی گئی ہے۔ اب مجھ کو کوئی شک و شبہ نہیں۔"

اس کے بعد مکرر درخواستِ بیعت پیش کی۔ اب حضرت والا (تھانوی قدس اللہ سرہٗ) نے بلا تامل بیعت فرما لیا۔"

اِن عابدہ اور زاہدہ اہلیہ محترمہ سے مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے سات فرزند اور تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔ جن میں سے ایک فرزند اور دو صاحبزادیاں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ ہی میں وفات پاگئیں۔ موجودہ چھ صاحبزادوں میں سے ماشاء اللہ پانچ حافظ قرآن ہیں اور چار عالم ہیں۔ صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ جناب مولٰینا حافظ قاری محمد عُبید اللہ صاحب مدظلہم۔ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۲۔ جناب مولٰینا حافظ محمد ولی اللہ صاحب زید مجدہم۔
۳۔ جناب مولٰینا محمد عبد اللہ صاحب زید مجدہم۔
۴۔ جناب مولٰینا حافظ محمد عبد الرحمان صاحب زید مجدہم۔
۵۔ جناب مولٰینا حافظ محمد عبد الرحیم صاحب مرحوم
۶۔ جناب مولٰینا حافظ محمد فضل الرحیم صاحب زید مجدہم

جناب مولٰینا عُبید اللہ صاحب کو حضرتِ والا مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات میں مدرسہ کی انتظامیہ نے باتفاق رائے جامعہ اشرفیہ کا مہتمم منتخب کرلیا۔ مولٰینا موصوف ابھی تک اس عہدہ پر ہیں اور انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف حضرتِ والا کی یوں تو ساری اولاد گوناگوں خصوصیات کی حامل ہے اور ماشاء اللہ رگ و پے میں دین رچا ہوا ہے۔ لیکن مولٰینا عُبید اللہ صاحب کو اس لحاظ سے فوقیت حاصل ہے کہ قرآن پاک ختم ہونے پر ان کی کتابوں کی بسم اللہ حضرت مولٰینا تھانوی قدس اللہ سرہ نے کرائی تھی۔ بچپن میں مولٰینا ممدوح کو پڑھائی کا کچھ زیادہ شوق نہ تھا۔ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ سے شکایت کی تو انہوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیش گوئی فرمائی تھی۔

"انشاء اللہ بھاگتے بھاگتے ہی عالم ہو جائے گا"

یہ پیشن گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور آج مولٰینا عُبید اللہ صاحب کا شمار پاکستان

کے بڑے علماء دین میں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مولینا صاحب کو یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ دیوبند میں جب حضرت مولینا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے پاس تلاوتِ بخاری شریف ہوتی تھی تو منتخب اور چیدہ طلبہ ہی پڑھتے تھے۔ ان گنے چنے منتخب اور چیدہ طلبہ میں مولینا عبید اللہ صاحب بھی تھے۔

جیسا کہ پیشتر گزرا حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی ہونہار اولاد کے دین کو دنیا پر مقدم رکھا اور مال و دولت کی فراوانی کی مضرتوں سے بچانے کے لیے دولت و ثروت کے زہر کو بالارادہ پامال کر دیا۔ چنانچہ اراکین مدرسہ نے جب متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ مدرسہ جدید کی زمین کی رجسٹری حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے نام ہونی چاہیئے کیونکہ ہمیں ان پر کامل اعتماد ہے کہ وہ جو بھی تصرف فرمائیں گے سب دین ہی کے لیے ہوگا اور اس میں ان کو پورے پورے اختیارات بھی ہوں گے۔ مگر حضرت والا نے سختی سے اس تجویز کی مخالفت کی اور فرمایا "میرے بعد اگر میری اولاد کی نیت خراب ہو جائے اور وہ اس کو اپنی ملکیت تصور کرنے لگیں تو پھر کیا ہوگا؟ اس کا سبب میں ہی تو ہوں گا۔ یہ زمین اور عمارات سب وقف ہوں گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور رہا تو محفوظ رہیں گی۔ مگر میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ میری اولاد کی نیت میں اس کی وجہ سے ذرہ برابر بھی فتور آئے"۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی عظمت، مرتبہ اور شان آپ کے نامزد خلفاء کرام کی صحبت سے بھی بڑی حد تک معلوم کی جا سکتی ہے۔ حضرت والا نے ان مجازین کی فہرست اپنے آخری سفر، کراچی کی روانگی سے دو یوم قبل اپنے معتمد خاص اور خلیفۂ ارشد حضرت پیر جی عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمائی تھی اور ایسے انداز میں سپرد فرمائی تھی گویا کہ پھر دوبارہ لاہور تشریف نہ لائیں گے۔ حضرت پیر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اسی وقت یہ بات کھٹک گئی۔

مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے سارے کے سارے خلفاء حضرات اپنی اپنی جگہ پر روشنی کا ایک مینار ہیں اور امت مسلمہ کے لیے ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی کچھ عرصہ کی ملاقات و صحبت واضح کر دے گی کہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے ان بزرگوں کی تعمیر ظاہر و باطن کر کے امت پر کتنا بڑا احسان فرمایا ہے۔ ان میں سے ہر ایک عشق الٰہی اور حب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معمور و سرشار ہے اور گویا علوم باطنی کا پورا ایک خزانہ ہے اور اپنے فیوض، برکات اور انوار سے اپنے ماحول کو مستفیض و مستفید فرما رہا ہے اور احساس، ایقان اور قرب الٰہی کی دولتیں تقسیم فرما رہا ہے۔

"شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

کے مصداق "صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے" جس کا دل چاہے اور جب دل چاہے، کچھ دنوں ان بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر خود دیکھ لے۔

اسمائے خلفائے عظام

۱۔ جناب حضرت شیخ محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مکہ گجرات

۲۔ جناب حضرت مولوی نذیر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ محلہ سبزی فروشاں۔ نزد مسجد بہے والی۔ وزیر آباد۔

۳۔ جناب حضرت ڈاکٹر الحاج شاہ حفیظ اللہ صاحب علی اللہ مقامہم۔ اناج بازار۔ سکھر

۴۔ جناب حضرت مولینا حفیظ الرحمان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ راجپوت برادرز غلہ منڈی وزیر آباد۔

۵۔ جناب حضرت مولینا مفتی حافظ محمد خلیل صاحب مدظلہم۔ بانی و معلم مدرسہ اشرف العلوم باغبانپورہ گوجرانوالہ۔

۶۔ حضرت جناب ماسٹر عبدالرحمان صاحب مدظلہم۔ انگلش ٹیچر۔ اسلامیہ ہائی اسکول سرکلر روڈ راولپنڈی

۷۔ جناب حضرت میر واعظ محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ پی۔ ۱۵۲۸۔ خرمال روڈ راولپنڈی۔

۸۔ جناب حضرت پیر جی عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ سابق ناظم مالیات جامعہ اشرفیہ۔ نیلا گنبد لاہور۔

۹۔ جناب حضرت الحاج میاں نور محمد صاحب بٹ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مالک بٹ انجنیئرنگ اسٹورز میکلوڈ روڈ۔ کراچی نمبر ۲

۱۰۔ جناب حضرت حاجی محمد افضل صاحب پراچہ مدظلہم سابق ڈائرکٹر ایکسپورٹ بیورو کراچی

۱۱- جناب حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہم ترنگ زئی ضلع پشاور بحال شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور

۱۲- جناب حضرت مولانا قاضی نور الرحمان صاحب مدظلہم خطیب مسجد فردوس۔ ہوتی۔ مردان۔

۱۳- جناب حضرت عبدالمجید خان صاحب مدظلہم۔ محلہ دار تجیر ایبٹ آباد۔ (سابق ڈائرکٹر محکمہ تعلیمات)

۱۴- جناب حضرت حافظ محمد سعید صاحب جیبوتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ بی ای نیکٹری۔ لارنس روڈ۔ کراچی

۱۵- جناب چوہدری روشن علی صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ر عا۔ گلی ع۳۹۔ قلعہ لچھمن سنگھ۔ راوی روڈ لاہور۔

۱۶- جناب حضرت مولانا عبداللہ صاحب مدظلہم۔ مہتمم مدرسہ نعمانیہ۔ بازار بھابڑہ۔ گوجرانوالہ۔

۱۷- جناب حضرت مولانا مولوی حافظ محمد سیف الرحمن صاحب مدظلہم۔ کھٹالہ سیداں۔ ڈاک خانہ منڈی بہاء الدین۔ ضلع گجرات

۱۸- جناب حضرت مولانا مولوی سرور صاحب مدظلہم۔ امام پورہ۔ شاہ کورٹ ضلع شیخوپورہ حال مدرس جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

۱۹- جناب حضرت ڈاکٹر محمد اختر صاحب مدظلہم۔ امام اسسٹنٹ پلانٹ پیتھالوجسٹ زرعی کالج لائل پور یونیورسٹی

۲۰- جناب حضرت مولانا قاری خدا بخش صاحب مدظلہم رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ عربی اشرف المکاتب۔ یسین آباد لاہور

۲۱- جناب حضرت انیس الحق فخر الدین صاحب مدظلہم۔ فخر الدین ہاؤس۔ بانکی پور۔ پٹنہ ۴ (بھارت)

۲۲- جناب حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مدظلہم۔ مدرس مدرسہ عربی دار العلوم۔ نانک واڑہ۔ کراچی

۲۳- جناب مولانا قاری حافظ عبدالحفیظ صاحب مدظلہم خطیب جامع مسجد نور سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

عہ وصال فرما گئے۔ تنبیہ عہ۲ و ۲۲ کے اسمائے گرامی حضرت پیرجی عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلفاء کرام فہرست میں تمام درج نہیں ہیں۔ عہ۲ کے متعلق راقم نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اجازت نامہ والی تحریر دیکھی ہے جو جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہ کے پاس موجود ہے۔ عہ۲۳ کو باوجود تلاش کرنے کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر نہیں مل سکی کہیں گم ہو گئی ۱۲ افضل

ایک مکتوب شریف کی برکت کا واقعہ

۱۔ میں عرصہ تقریباً ۲۵، ۲۶ سال ہوا قبلہ حضرت مفتی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں غالباً بمقام ترنتارن سے امرتسر حاضر ہوا۔ ان چند لمحات کی صحبت میں جو خوشی نصیب ہوئی وہ پھر کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ دور سفر اور خرچ سفر کرنے کی بجائے بذریعہ خط وکتابت درس وتعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ میں نے واپسی پر حضرت قبلہ صاحب کو ایک خط لکھا جس میں یہ گذارش کی کہ نماز میں دل نہیں لگتا۔ لہٰذا آپ دعا فرمادیں جواب موصول ہوا۔

"دل لگنا مقصود نہیں، دل لگانا مقصود ہے"

ان مختصر الفاظ میں کچھ اس قدر اثر تھا کہ نماز پڑھتے وقت نماز میں اکثر دل لگ جایا کرتا تھا۔

یہ خط میں نے احتیاط سے اپنے پاس رکھا اور ہر ہفتہ عشرہ کے بعد دیکھا اور پڑھ لیا کرتا تھا۔ پھر کئی دنوں تک دل پر اثر رہتا اور نماز میں خوب لطف آتا تھا۔ تقسیم ہند کے وقت یہ خط اپنے ساتھ نہیں لا سکا۔ چودھری یعقوب علی، ڈویژنل اکونٹنٹ۔ پی ڈبلیو ڈی۔ گلی ۱ سول لائن گوجرانوالہ۔

۲۔ جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ خدانخواستہ وقت موعود کے آنے کی وجہ سے اگر جناب کے فیوض و برکات سے ہم محروم ہو گئے تو کیا اور علم سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے تو ارشاد فرمایا کہ اتنا مواد جمع ہو چکا ہے کہ کسی سے تعلق پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ فرمایا کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اچھی طرح سجدہ ادا نہیں فرماتے تھے۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ خواجہ صاحب نماز کا سجدہ اچھی طرح ادا نہیں فرماتے۔ بس اس وسوسہ کا آنا تھا کہ چھ ماہ مجھ سے بھی نماز کا سجدہ اچھی طرح ادا نہیں ہوسکا۔ شاید ان کو عذر ہوگا جس کی

طرف میرا ذہن منتقل نہیں ہوا)۔

۴۔ ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب فرماتے تھے ۲۴ ہزار بار ذکر اسم ذات ایک نشست میں کر لیتا ہوں بغیر کسی تھکاوٹ اور تھکن کے۔

۵۔ ارشاد فرمایا خواجہ صاحب جب اشرف السوانح کا کچھ حصہ لکھ کر حضرت رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی خدمت اقدس میں بغرض اصلاح پیش کرتے تھے۔ کیونکہ عشق اور محبت سے بھری ہوئی قلم سے تحریر ہوتا تھا تو حضرت رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ اس اندازِ تحریر پر فرماتے تھے۔ نری شاعری ہے شاعری ہے۔ تم دل کھول کر لکھو، میں دل کھول کر لوں گا۔

۶۔ ارشاد فرمایا کہ جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا یہ شعر؎

ہر تمنّا دل سے رخصت ہو گئی!

اب تو آجا اب تو خلوت ہو گئی!

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ پڑھتے تھے تو کم از کم تین بار پڑھے بغیر نہیں چھوڑتے تھے اور فرماتے تھے۔ اگر میرے پاس لاکھ روپے ہوں تو خواجہ صاحب کو اس ایک شعر کا دے دوں، اتنا پسند فرماتے تھے۔

۷۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ فرماتے تھے خواجہ صاحب خانقاہ شریف کے صحن پر چلتے ہوئے خوف کی حالت میں بار بار فرماتے تھے پتہ نہیں ایمان بھی ہے کہ نہیں۔ وصال کے وقت انبساط تھا۔ اور یہ دو شعر پڑھتے تھے

معمور یادِ یار ہیں اوقات آج کل!

ڈوبے ہوئے ہیں کیف میں دن رات آج کل

فیضِ یقیں سے قلب ہے محوِ مشاہدات

وساوس آج کل ہیں نہ شبہات آج کل

۸۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فرمایا کہ جب مفتی محمد شفیع صاحب دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ کردیئے گئے تو حضرتؒ نے ان کو مخاطب کرکے ایک تو دیوان حماسہ کا یہ مصرع ادنےٰ تغیر کے ساتھ پڑھا ؎

اَضَاعُوْکَ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوْا

اور دوسرا یہ فرمایا کہ جتنی مشاہرہ دارالعلوم سے آپ کو ملتا تھا اس سے زائد کا وعدہ تو نہیں کرتا اتنا تو دوں گا آپ یہاں میرے پاس بیفکری سے کام کریں۔

۹۔ احقر نے امرتسر مسجد نور کے حجرہ میں ایک بار عرض کیا کہ حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندہ کے اختیار میں کچھ نہیں۔ ہزار کوشش کرتا ہے مگر کچھ نہیں بن پڑتا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بغیر کوشش کے ہی نیک اعمال کی گاڑی چل پڑتی ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ تو یہی ہے کہ عبد کو قدرے اختیار ہے۔ مگر حق تعالےٰ کے برتاؤ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بندہ مجبور محض اور بے بس ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم ما قالہ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۰۔ ایک بار دورانِ درس قرآن مجید نیلا گنبد والی عمارت میں سورۂ بنی اسرائیل کا ابتدائی مقام تھا ارشاد فرمایا کہ ریاضی دان کہتے ہیں کہ رات کی سیاہی یعنی خود رات زمین سے اوپر ۵۲ میل تک جاتی ہے اس کے بعد رات ختم ہو جاتی ہے اوپر رات نہیں اس لیے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ سفر معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رات کے تھوڑے

لہ انھوں نے تمہیں ضائع کر دیا اور کیسی عجیب شخصیت کو ضائع کر دیا۔

سے جڑتے ہیں تھا۔ باقی سفر مبارک رات میں نہیں تھا۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔

۱۱۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے تھے کہ علم اس پہچان کا نام ہے جس کے حاصل ہو جانے کے بعد عمل کے لیے بے چین ہو جائے۔

۱۲۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں ایک خط آیا۔ اس خط والے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ شخص مدت سے اصلاح کے متعلق لکھتا تھا اور اوراد وغیرہ پوچھتا تھا مگر میرا دل اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا، وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اس خط سے رو گ معلوم ہو گیا کہ یہ شخص غیر مقلد ہے۔ خط میں لکھا ہے کہ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ آپ ۲۰ بیس تراویح پڑھتے ہیں۔ خط کا جواب تحریر فرما کر سنایا:

"کہ میرے اندر اور بھی بہت چیزیں ہیں جن کو سن کر تمہارے تعجب میں افزونی ہوگی۔ میں نے اپنا راستہ تجویز کر لیا ہے تم اپنی فکر کرو"

۱۳۔ مولانا غلام محمد صاحب حیدر آبادی مؤلف تذکرہ سلیمان رح بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کراچی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مجلس میں خلافت کا ذکر ہوا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے پاس اہل خلافت کے بے شمار خطوط آ رہے ہیں کہ ہرگز یہ نہ ہوگا ہرگز یہ نہ ہوگا۔ تو میں دیدہ دانستہ کیسے تحریک خلافت کی تائید کروں۔ لوگ ظن و قیاس سے کام لے رہے ہیں میرے لیے تو مشاہدہ کے درجہ کی چیز ہے۔ مشاہدہ کا انکار آخر کس طرح کیا جاوے۔

۱۴۔ ارشاد فرمایا کہ اگر ہم نے حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کو دیکھا ہوتا تو مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کے متعلق ہم کہہ دیتے کہ مولانا نے جھوٹ بولا ہے ؎

گر جدا بینی ز حق این خواجہ را

گم کنی ہم متن و ہم دیباچہ را

یعنی اگر اپنے شیخ کو تم نے خدا تعالےٰ سے جدا سمجھا تو تم نے نہ فن کی ابتداء سمجھی اور نہ انتہا

مگر حضرت کو دیکھ کر شعر سمجھ میں آ گیا۔ ہمیشہ رونق رہتی تھی اور یادِ الٰہی میں مشغول رہتے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ حضرت اکیلے تشریف فرما ہیں۔ مگر اس کے باوجود اکیلے اور تنہا نہیں ہیں۔

۱۰۵۔ فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے مولینا روم علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی تشریح فرماتے ہوئے ؎

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یہ فرمایا کہ اگر معلوم کرنا ہو کہ حق تعالےٰ میرے اوپر مہربان ہیں یا نہیں تو اس کی علامت یہ ہے کہ مقبولانِ الٰہی میں سے اگر کوئی اس پر مہربان ہے تو سمجھ لے کہ حق تعالےٰ بھی مجھ پر مہربان ہیں۔

۱۶۔ ارشاد فرمایا کہ خواجہ عزیزالحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ایک دفعہ بیمار ہوئے جب بیماری نے شدت اختیار کی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خواجہ صاحب نے خط کے ذریعہ صورت حال پیش خدمت کی۔ جواب میں حضرت نے لکھا۔ حق تعالےٰ ہر مسلمان میں جو بھی تصرف کریں خواہ کتنا ہی ناگوار ہو یقین کرنا فرض ہے کہ میری اسی میں خیر ہے۔ خواجہ صاحب کے صاحبزادے کا انتقال جواب آنے سے پہلے ہی ہو گیا۔ جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک تالاب تھا وہاں جنازہ رکھا گیا تا کہ جنہوں نے وضو کرنا ہو یہاں کر لیں۔ اس وقت ڈاکیے نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خط خواجہ صاحب کو دیا۔ جس میں یہ جواب مکتوب تھا۔

۱۷۔ فرمایا مولینا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم نے جو خود بہترین طریقہ پر قرآن مجید تلاوت کرتے تھے ایک دفعہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز پڑھی حضرت نے نماز میں سورۃ قیامہ تلاوت فرمائی تو کہنے لگے آج معلوم ہوا کہ راۓ مشدد پر

وقف کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

۱۸۔ فرمایا کہ میرے استاد مولینا محمد معصوم صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ۲۰ پارے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر سے خوشبو آتی تھی۔

۱۹۔ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ استنے ذہین تھے کہ ایک دفعہ سکندرپور میں جوہری پور کے پاس ایک گاؤں ہے جو اب بمنزلہ ایک محلہ کے ہو گیا ہے جناب پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم متن متین پڑھا رہے تھے۔

۲۰۔ ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے بیماری کے دوران باغپت کے نواب صاحب نے کچھ روپے خدمت اقدس میں بھیجے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے روپے واپس فرما دیئے اور ارشاد فرمایا کہ اگرچہ ہم کیسے بھی ہوں لیکن نواب صاحب کو کیا حق ہے کہ ہم کو محتاج سمجھیں کہ بیماری کی وجہ سے اس کو پیسوں کی ضرورت ہوگی اس وجہ سے روپے بھیجے۔ روپے واپس پہنچے تو نواب صاحب نے اپنے دونوں بچوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور معذرت چاہی، رقم بھی پہلے سے زیادہ بھیجی جب دونوں شہزادے حاضر خدمت ہو کر سامنے بیٹھے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا رقم واپس کی تھی اب جرمانہ بھی ساتھ لے کر آئے ہیں۔ دوران گفتگو ارشاد فرمایا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس وجہ سے ہدیہ دیا ہے اگر مہدی الیہ میں فی الواقع وہ وجہ موجود نہ ہو تو ہدیہ لینا جائز نہیں فرمایا میرے نزدیک اس میں تفصیل ہے کہ مہدی الیہ کا اگر اس میں دخل ہو اور اس نے خود ایسی حالت بنائی ہو جس کی وجہ سے اس کو ہدیہ دیں تو اس وقت لینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

۲۱۔ خواجہ محمد صادق صاحب امرتسری بیان فرماتے ہیں کہ مولوی محمد سعید صاحب کشمیری مرحوم خطیب جامع مسجد گلی لانگریان نے بیان کیا کہ سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سبق پڑھ رہا تھا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا عینک اوپر اٹھا کر فرمایا مولوی عطاء اللہ میری طرف دیکھو اور اس کے بعد کچھ نصیحت فرمائی۔ مولینا عطاء اللہ شاہ صاحب مرحوم نے فرمایا مجھے جو کچھ ملا اس ایک نظر سے ملا۔

۲۳۔ فرمایا کہ مسبب الاسباب کے ساتھ جب تک تعلق پختہ اور کامل نہ ہو تو انسان اسباب کے تابع رہتا ہے۔ اور جب خالق اور رازق اور مسبب الاسباب کے ساتھ تعلق مضبوط اور تام ہو جاوے تو اسباب انسان کے تابع ہو جاتے ہیں۔ ایک خادم کو اس بات کے سمجھانے کے لیے کہ خام کو ترک اسباب مضر ہے یہ ارشاد فرمایا:۔

۲۴۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے عالم دین کے ساتھ دورانِ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ مرتے وقت مسلمان کا ایمان چھینا نہیں جاتا۔ بلکہ جس کی حالت کفر کی مرتے وقت معلوم ہوتی ہے۔ درحقیقت اس کے پاس پہلے سے ایمان ہوتا ہی نہیں۔ ورنہ ایمان سخی اور کریم کا انعام ہے۔ اور ارحم الراحمین کا عطیہ ہے اور کریم عطیہ دے کر واپس نہیں لیتا۔

۲۵۔ آخری وعظ جو منبر پر بیٹھ کر جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن کی جامع مسجد میں باوجود حد درجہ کی کمزوری اور ضعف کے خدام کے اصرار پر ارشاد فرمایا غالباً یہ آخری وعظ تھا۔ اس وعظ کے دوران میں ارشاد فرمایا کہ من بنی للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ اس حدیث میں لام اختصاص کا جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے مسجد بنائے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا کیونکہ جنّت میں جو مکان خاص اس کے لیے تیار کیا گیا ہے وہ اس اختصاص کی وجہ

سے اسی کو ملیگا اور کسی کو نہیں مل سکتا ورنہ اختصاص کیسے ہوا اور اس کو عیب ملے گا کہ خاتمہ ایمان پر اس شخص بانی سمجھا کا ہو۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ لِلّٰہ ہو یہ بھی لام اختصاص کا ہے یعنی حق تعالے کی رضامندی اور خوشنودی کے لیے ہو۔ ریاکاری اور اغراض فاسدہ اس میں شامل نہ ہوں۔

امتنان واعتذار

شکر نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ انہوں نے ہم ناکاروں کو جو دراصل تصنیف وتالیف کے فن سے ناآشنا تھے اس خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور درحقیقت ہمارا نام ہی نام ہے حق تعالیٰ نے ایسے معاون فراہم فرمادیے جنکے تعاون سے اس تالیف کا صوری حسن نمایاں ہو سکا، ہم ان کے مشکور ہیں۔ پھر بھی ہر حالت میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف ہے اس کام میں جو خوبی اور حُسن نظر آئے وہ سب اللہ تعالے کی طرف سے ہے اور صاحب سوانح نوراللہ مرقدہٗ کی برکت اور فیض ہے اور عیب ونقص رہ گیا ہو وہ ہماری کم فہمی اور کم نظری کا اثر ہے، حق تعالیٰ اس شخص پر اپنا کرم فرمائیں جو ہمارے عیوب کی پردہ پوشی کے ساتھ اصلاح فرمادے۔

اس کتاب کی تالیف میں ہم ان سب اہل قلم حضرات کے ممنون ہیں جنہوں نے ہم سے پہلے حضرت صاحب سوانح قدس سرہٗ کے حالات قلمبند فرمائے یا حضرت کے ملفوظات جمع کر کے شائع فرمائے اور ہم کو اپنے افادات سے فائدہ اٹھانے کا موقع عطا فرمایا۔ اس تالیف میں ہم نے ایک باب باقیات الصالحات کا تجویز کیا تھا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کرام کے اجمالی حالات درج کرنے کا بھی ارادہ تھا مگر دو وجہ سے یہ باب تشنۂ تحریر رہ گیا، ایک تو یہ کہ تمام خلفاءِ کرام کے تفصیلی حالات فراہم نہ ہو سکے اور دوسرے یہ کہ خود اس باب کے جزو تالیف کرنے کے بارے میں سب خدام حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی رائے متفق نہ ہو سکی بلکہ بعض حضرات کا مشورہ یہی رہا کہ حضرت صاحب سوانح نوراللہ مرقدہٗ کے تذکرہ میں کسی اور کا ذکر نہ آنا چاہیئے اس وجہ سے فی الحال یہ باب حذف ہی کر دیا گیا ہے البتہ اگر آئندہ سب خلفاء کے حالات جمع ہو گئے اور ان کے شمول پر اتفاق رائے ہو گیا تو دوسرے ایڈیشن میں انشاء اللہ یہ بھی ترتیب کیا جا سکیگا۔ یوں بھی اصل پڑھنے اور فیض یاب ہونیکی چیز حضرت شیخ ہی کے حالات اور ملفوظات ہیں اور وہ قدر دانوں کے سامنے پیش ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس تالیف کو حضرت شیخ کے القائے فیض کا ذریعہ بنائے آمین!

تاریخی

ابیات وقطعات

کتبہ بر مزار حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

قبر دانا دل مفتی محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ

۱۹۶۱ء

اے کہ برما می روی دامن کشاں
از سر اخلاص الحمد ے بخواں

قطعہ تاریخ وفات

چو مفتی محمد حسن رخت بست — رواں شد برائے جہانے دگر
بجاں کشتۂ تیغ تسلیم شد — کہ از غیب جاں ہر زمانے دگر
بگفتم بہ یک مصرع تاریخ وسیع — بدست آمدہ صنعتِ خوب تر
زروئے بشارت بگو اصطفا
شفیعش محمد حسن راہبر

۱۶ ذی الحجہ		یکم جون
۱۳۸۰ھ	۱۳۸۰ھ = ۲ + ۱۳۷۸	۱۹۶۱ء

قصیدۃ تاریخیۃ لرحلۃ القدوۃ محمد حسنؒ

مؤسس الجامعۃ الاشرفیۃ بلاہور

حضرت مولینا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

شَیْخِیْ مُحَمَّدُ حَسَنْ جُوْزِیْتَ اِحْسَانًا ۔۔۔ اِذْ كُنْتَ بَحْرَ عُلُوْمِ اللهِ فَیْضَانًا

اے شیخ محمد حسن آپ قیامت میں عمدہ جزائیں دیئے جائینگے ۔۔۔ کہ آپ تمام علوم ظاہری و باطنی کے ایک سمندر تھے

قَدْ كُنْتَ یَا حَسَنَ الْاَحْوَالِ مَغْبُوْطًا ۔۔۔ فِیْ اِنَّكَ ازْدَدْتَ فِی الْخَیْرَاتِ اِحْسَانًا

اے عمدہ حالات والے آپ پر رشک کیا جاتا تھا ۔۔۔ کہ آپ تمام نیکیوں کے لیے درجۂ احسان میں بڑھے ہوئے تھے

هٰذَا الزَّمَانُ زَمَانُ الشَّرِّ اَجْمَعِهٖ ۔۔۔ لِلّٰهِ دَرُّكَ مَا اَهْدَاكَ عِرْفَانًا

یہ زمانہ پوری طرح بدی کا زمانہ ہے ۔۔۔ اللہ ہی آپ کی خوبی کی جزا دے کہ آپ اس زمانہ میں عرفان الٰہی کے کسقدر ہدایت بن گئے

مَا اَحْسَنَ الشَّیْخَ فِیْ خَلْقٍ وَفِیْ خُلُقٍ ۔۔۔ اَعْیَتْ مَحَاسِنُهٗ فِی الدَّهْرِ اَقْرَانًا

ظاہری و باطنی خلقت و اخلاق میں یہ بزرگ کسقدر عمدہ تھے ۔۔۔ جن کی خوبیوں نے اس زمانہ میں تمام ساتھیوں کو عاجز کر دیا تھا

شَیْخُ الطَّرِیْقَةِ اُسْتَاذُ الْعُلُوْمِ مَعًا ۔۔۔ قَدْ عَمَّ فَیْضَانُهٗ شَیْخًا وَّشُبَّانًا

طریقت کے پیر اور تمام علوم کے ماہر دونوں ساتھ ساتھ رہے ۔۔۔ آپ کا فیض بوڑھوں اور جوانوں سب کو عام تھا

شَهْمٌ، نَبِیْلٌ، ذَكِیٌّ، مَاجِدٌ فَطِنٌ ۔۔۔ فَصَیَّرَ النَّاظِرَ الْاَوْصَافُ حَیْرَانًا

تیز نظر، عالی دماغ، ذہین، بزرگ، ہوشیار ۔۔۔ اس لیے ان کے اوصاف نے تو دیکھنے والوں کو حیران کر دیا

كَانَ الْمَلَاذَ لِاَهْلِ الْعِلْمِ وَالتَّقْوٰی ۔۔۔ فَكُلُّ شَیْخٍ وَّمِفْضَالٍ لَّهٗ دَانَا

تمام اہل علم و اصحاب تقویٰ کے مرجع مشکلات تھے ۔۔۔ اس لیے ہر پیر اور ہر عالم آپ کے لیے سر تسلیم خم کرتا تھا۔

عہ مرکب امتزاجی بالامتزاج العجمی باقی کما کان ۱۲ -

سَاقِی الْمَعَارِفِ عَطْشَاهَا اِذَا وَرَدُوْا — فَكُلُّهُمْ صَادِرٌ مِّنْ بَعْدُ رَيَّانَا

معرفت کے پیاسے جب حاضر ہوتے تو آپ انکے ساقی تھے — پھر سب کے سب واپس ہونے تو سیراب ہو کر واپس ہوتے تھے

مَنْ جَاءَ مُسْتَهْدِيًا زَكَّاهُ تَزْكِيَةً — جَلَاهُ مَكْرُمَةً ، جَلَاهُ اِيْمَانًا

جو ہدایت کا طالب بنکر آتا آپ اس کو رذائل سے خوب پاک کرتے — بزرگیوں کے زیور سے آراستہ کرتے اور اسکے ایمان کو چمکا دیتے تھے

مَا كُنْتُ اَحْسَبُ اَنَّ الْكِيْمِيَا شَيْءٌ — بِنَظْرَةٍ مِّنْهُ لٰكِنْ صَارَ اِيْقَانًا

میں گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ کیمیا بھی کوئی چیز ہے — لیکن آپکی ایک نظر سے وہ یقین بن گئی

وَكَيْفَ لَا وَلَهٗ شَيْخٌ مُكَمِّلُهٗ — اَشْرَفُ عَلِيِّ الَّذِيْ يَحْكِيْكَ صُحْبَانَا

آپ کے یہ احوال کیوں نہ ہوں آپکی تکمیل کرنیوالے تو بڑے شیخ ہیں — حضرت مولانا اشرف علیؒ جو صحابہ کرامؓ کا نمونہ تھے

شَيْخُ الشُّيُوْخِ حَكِيْمُ الْاُمَّةِ اسْتَعْلٰى — فَيْضًا وَّتَرْبِيَةً لِّلْقَوْمِ شَيْخَانَا

بڑے بڑے مشائخ کے پیر حکیم الامت جو تربیت قوم اور فیض — میں سب مشائخ سے بالا مرتبہ تھے

مُجَدِّدُ الدِّيْنِ اَعْمَالًا وَّاِصْلَاحًا — مُعَامَلَاتٍ وَّاَخْلَاقًا وَّاِذْعَانًا

دین کے مجدد تھے اعمال میں بھی اور معاملات اور — اخلاق اور عقائد و اصلاح میں بھی

مُحَقِّقُ الْعَصْرِ مُهْتَمٌّ لِحُقُوْقٍ بِهٖ — اَلتَّهَانَوِيُّ الَّذِيْ فَاقَ الْوَرٰى شَانَا

زمانہ کے محقق، اس زمانہ میں حقوق کا اہتمام کرنیوالے — حضرت تھانویؒ جو ایک خاص شان میں موجود مخلوق سے فائق تھے

ثَبْتٌ وَّمُعْتَدِلٌ فِي الدِّيْنِ مَسْلَكُهٗ — قَدْ عُدَّ فِيْ عَصْرِنَا لِلْحَقِّ مِيْزَانًا

دین کے باب میں ان کا ہی مسلک بالکل تحقیق اور اعتدال ہے — اور ہمارے زمانہ میں تو وہ حق کی ترازو شمار کر لیا گیا ہے۔

لِلنَّاسِ مَسْلَكُهٗ اَهْدٰى مَسَالِكِهِمْ — كَدِيْنِهَا فَاقَ فِي الْكَوْنَيْنِ اَدْيَانًا

لوگوں کے لیے تمام مسلکوں سے زیادہ ہدایت مند ان ہی کا مسلک ہے — جیسے دنیا کے سب دینوں سے دو جہانوں میں ہمارے دین کو فوقیت حاصل ہے

مَعْرُوْفَةٌ فِيْ اِتِّبَاعِ الشَّرْعِ زُمْرَتُهٗ — وَفِي اجْتِنَابِ الَّذِيْ عَدُّوْهُ عُدْوَانًا

آپکے متوسلین کی جماعت شریعت کے کامل اتباع میں مشہور ہے — اور ان سب چیزوں سے بچنے میں بھی جن کو لوگ زیادتی شمار کرتے ہیں۔

وَفِيْ اَدَاءِ حُقُوْقِ النَّاسِ قَاطِبَةً — بِالْاِجْتِهَادِ وَالْاِسْتِكْشَافِ اِنْ مَانَا

اور تمام انسانوں کے ہر قسم کے حقوق ادا کرنے میں بھی — بڑی کوشش اور زبانوں تک تفتیشات کے ساتھ

وَالْكَفِّ عَنْ مُسْلِمٍ مَا كَانَ مُؤْذِيَهُ — حَتّٰى يَكُوْنُوْا بِهٖ فِى اللّٰهِ اِخْوَانَا

اور ہر مسلمان سے ہر اس شئے کے روکنے میں بھی جو اسے تکلیف دے — تاکہ سب لوگ اس تعلیمت اللہ والے بھائی بھائی بن جائیں

وَالذَّبِّ عَنْ دِيْنِهِمْ وَالدَّفْعِ عَنْ سَلَفٍ — وَرَدِّ مَا قِيْلَ فِيْهِمْ جَلَّ اَوْهَانَا

اور دین واسلاف پر اعتراضات والزامات کے دفع کرنے میں بھی — اور جو اُن کے بارے میں کہا جائے اسکے رد میں بھی جو بھاری ہو یا ہلکا

وَخَشْيَةِ اللّٰهِ فِىْ اَمْرٍ وَّفِىْ نَهْىٍ! — فَكُلُّهُمْ كَانَ لِلْاِسْلَامِ بُرْهَانَا

اور اللہ کے خوف میں بھی نیکی کے حکم اور بدی کے روکنے میں — تو ہر ایک اُن میں کا خود اسلام کا ایک برہان ہے

قَوْلُ الْحَمَاسِىِّ فِيْهِمْ صَادِقٌ حَقًّا — بِحَقِّ مَعْنَاهُ اِنْ اَبْصَرْتَ اِمْعَانَا

حماسہ کے ایک شاعر کا قول ان کے باب میں بالکل صحیح اور سچ ہے — اس کے صحیح معنٰی سے اگر آپ گہری نظر سے دیکھ لیں

قَوْمٌ اِذَا الشَّرُّ اَبْدٰى نَاجِذَيْهِ لَهُمْ — طَارُوْا اِلَيْهِ زَرَافَاتٍ وَّوُحْدَانَا

یہ وہ قوم ہے کہ جب بدی ان کے سامنے دانت نکالتی ہے — یہ اڑکر اس پر جا پڑتے ہیں جماعت جماعت اور تنہا تنہا

كَاَنَّ رَبَّكَ لَمْ يَخْلُقْ لِخَشْيَتِهٖ — سِوَاهُمْ مِنْ جَمِيْعِ النَّاسِ اِنْسَانَا

گویا آپکے پروردگار نے اپنے خوف اور خشیت کے لیے — ان کے سوا اور کسی انسان کو پیدا ہی نہیں کیا

عـ۲ـه

اَنْتَ الْمُحَبَّبُ حَيًّا بَعْدَهٗ شَغَفٌ
٨٢ — ١٣٨٠

آپ محبوب تھے زندگی میں اور بعد زندگی کے سراپا محبوبیت

جَزَاكَ رَبُّكَ يَا مَحْبُوْبُ رِضْوَانَا
١٣٨٠ھ

اے محبوب آپ کے پروردگار آپکو اپنی رضامندی کی جزا عطا فرمائیں

كُنْتَ فِى الْفَضْلِ وَالتُّقٰى حَسَنًا — كَيْفَ اِحْصَاءُ حُسْنِ مَكْرُمَتِكَ

آپ علم و فضل اور تقوٰی میں حسن تھے — آپ کی بزرگی کے حسن کا احاطہ کیسے ہو سکتا ہے

عـ۲ـه یعنی کل زندگی المحبب (محبوبی) ہے کہ عمر شریف ۸۲ سال ہے اور زندگی کے بعد سراپا شغف (محبوبیت) کا سال وفات سنہ ۱۳۸۰ھ ہے۔ اے محبوب آپ کی جزا اللہ تعالیٰ اپنی رضا سے عطا فرما دیں۔ یہ دوسری تاریخ اس مصرعہ

لَمْ اَحَلْ مَادِحًا قَضٰی حَقًّا — لَا اَرٰی مُحْصِیًا لِمَنْقَبَتِكْ

میں خیال نہیں کر سکتا کہ تعریف کرنیوالا حق ادا کر سکا ہو — نہ دیکھتا ہوں کہ آپکی خوبیوں کا احاطہ کوئی کرنے والا ہے

عَارِفًا بِالْقُصُوْرِ مُعْتَرِفًا — دَاعِیًا رَبِّ جُدْ بِمَغْفِرَتِكْ

ایک عارف تھے مگر قصور کے معترف — دعا کرتے تھے کہ اے رب اپنی بخشش کی سخاوت فرما

مَادِحًا قَائِلًا لِمِدْحَتِهٖ۔ — حَمْدُنَا لَیْسَ قَدْرَ مَحْمِدَتِكْ

خدا کی حمد کرنیوالے تھے مگر حمد کیلئے یوں بھی کہتے تھے — کہ ہماری حمد آپکی حمد کے موافق نہیں ہو سکتی

حَالُهُ الْیَوْمَ اِنْ خُ رِحْلَتِهٖ

ان پر جو حال طاری تھا وہی آج تاریخ رحلت ہے

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكْ

۸ ھ ۱۳

کہ ہم نے آپکو آپ کی معرفت کے حق کے موافق نہیں پہچانا

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

مرثیہ وفات حسرت آیات مفتی دوراں شیخ زمن حضرت مولینا الحاج مفتی محمد حسن صاحب امرتسری قدس سرہٗ

متوفی ۱۶ ذی الحجہ سنہ ۱۳۸۰ھ

خلیفۂ اعظم حکیم الامت حضرت مولینا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ

از شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولینا محمد ادریس صاحب دام ظلہم شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چیست دنیا یک سرائے فانی است — ہر دمے در دے نزول و رحلت است

یا خموشی کارواں بر کارواں — راہی شہر خموشاں ہر زماں

کاروانے لیک یک یک می رود — بے خبر کردہ ز یاداں می رود

علم دیں را روحِ عالم گفتہ اند — موتِ عالِم موتِ عالَم گفتہ اند

وا دریغا رفت آں شیخِ زمن — زندہ دارِ مجلسِ تھانہ بھون

عالم ظاہر بباطن اولی — جانشینِ مولوی اشرف علیؒ

ہادیٔ راہِ خدائے ذوالمنن — نام او مفتی محمد شد حسنؒ

سالکاں را بود شمعے روشنے — گلشنِ ما کردہ بر ما گلخنے

رحمتِ حق بر روانش دم بدم — کردہ جاری چشمۂ علم و حکم

چشمۂ فیضانِ او ایں جامعہ — اشرفیہ از معارف لامعہ

ہر در و دیوارِ او گریانِ او — تشنگانِ فیض جویاں کو بکو

میکدہ معمور و مستاں بے قرار — رفتِ ساقی اہلِ مجلس زار زار

من چہ گویم حال دل اے دوستاں — گلستانے پیشِ من بے باغباں

اے خدا ما ناکش او خلدِ بریں | دوستانش نیز باشند ہمنشیں
اے خدائے پاک رب ذوالجلال | بے حدی تو در عطاؤ در نوال
ایں عبید و عبد[1] رحمٰن پیش تو | کائن بو ہاشم[2] عمار لطائف انوانِ تو
ایں عبید و جملہ اخوان پیش تو
از تو می خواہیم ایں آئینِ تو | بہرِ آلِ آں ولی نیکسِ خو
بر جدار او خضر[3] را مامور کن | کنز او را از زنت محفوظ کن
اے خدائے پاک رب دو جہاں | از ہمہ آفات دہ مارا اماں!
بر درِ تو آمدہ اے ذوالمنن | خاکروب راہ تو نقارہ زن
لطف فرما اے خدائے کردگار | رو سیاہ ہم موز ویرم شرمسار
در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید | شرم می دارد ز موہائے سفید
ایں چنیں اُمید دارم اے حمید | من نیاوردم بضاعت جز اُمید
نیست از طاعت مرا سرمایہ | حُسنِ ظنّ من بتوکل مایہ
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
رحمتہ اللہ علیکم والسلام

---

[1] اشارہ بسوئے صاحبزادہ مولانا عبیداللہ صاحب سلمہ مہتمم جامعہ اشرفیہ وعزیزی مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ نائب مہتمم۔

[3] حضرت خضر علیہ السلام نے جب ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان لوگوں نے ہماری مہمانی نہیں کی تھی اس لیے اجرت لینی چاہیئے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے حکمتِ الٰہیہ کا بیان کیا تھا کہ اس دیوار کے نیچے یتیموں کا خزانہ ہے چونکہ ان کا باپ نیک تھا ہم نے اس وجہ سے ان کے خزانہ کی حفاظت کی ورنہ دیوار گرنے سے وہ ظاہر ہو کر ضائع ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ نیک باپ کی اولاد کیلئے حفاظت کا انتظام فرمایا جاتا ہے۔

قطعۂ تاریخ وفات حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ

نہ گویم کہ مفتی محمد حسن رفت — گل سرسبد رفت و روح چمن رفت

چہ گلشن چہ خواب و خیال بہاراں — خزاں کرد تاراج سرو سمن رفت

چہ میخانۂ عشق و جام و صراحی — چوں آں گردش جام خمخانہ بیرون رفت

زمانہ پر آشوب و آں رنگ اشرف — بیک لفظ تسکین رنج و محن رفت

نماند آہ تریاق زہر زمانہ — مداوائے غوغائے زاغ و زغن رفت

بجز حسرت آوارگی مصلحش کو؟ — زمانہ یتیم است و شیخ زمن رفت

زبان ذکر منصور دارد ولیکن — دریغا کہ کردار دار و رسن رفت

بیفشر برناغم و غم نگر خود — بدار السلامے ز دار المحزن رفت

چہ گوئی کہ "مرداست کشتۂ عشق"

۱۹۶۱ء

"بہ احیائے جنت محمد حسن رفت"

۱۳۸۰ھ

قطعۂ تاریخ

عارف ہوشیارپوری خازن انجمن معرفیہ لاہور

محمد حسن آیت ذوالجلال — محمد حسن راز دار جمال

فقیہ زمان مفتئ دین حق — امام خطیب عدیم المثال

رموز شریعت ز حرفش عیاں — طریقت به اسرار بر لب مقال

پیام اجل را چو لبیک گفت — روان شد روانش به نعم المآل

بغداد بر فرق وابستگان — تو گوئی که کوه غم لازوال

چو ہاتف سرم در گریبان فکر — نگون دیدہ گفت از رہ ارتجال

بگو از دل غمزدہ سال فوت

برفت از جہاں مفتی پاکباز

۷ × ۳۷ = سنہ ۱۳۸۰ھ

ط؎ یعنی غمزدہ کے درمیانی حرف "مز" کے ساتھ اگلا مصرعہ کو تو تاریخ ہو جاتی ہے
اس کو تعمیہ کہتے ہیں۔

قطعہ تاریخ

حاجی محمد اصطفا خاں صاحب لکھنوی

چو مفتی محمد حسن رخت بست — رواں شد برائے جہانے دگر

بجاں کشتۂ تیغ تسلیم شد — کہ از غیب جاں ہر زبانے دگر

بگفتم بیک مصرع تاریخ و سجع — بدست آمدہ صنعت خوب تر

روئے[ع] بشارت بگو اصطفا

شفیعش محمد حسن راہبر

۲ + ۱۳۷۸ = ۱۳۸۰ھ

ع بشارت کے چہرے یعنی اول حرف "ب" کے ۲ عدد دوسرے مصرعہ کے اعداد میں جمع کرنے سے تاریخ نکلتی ہے ۱۲ -

قطعۂ تاریخ وصال حضرت قبلہ مفتی صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ، مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

لرز اٹھیں فضائیں ملک بھر کی
ہوا یہ سانحہ کیسا المناک

فلک سے یہ پڑے شبنم کے آنسو
صبا نے کس قدر منہ پر ملی خاک

ہے غنچہ غنچہ اب جامہ دریدہ
لگیں نرگس کی آنکھیں سوئے افلاک

جمادات اس قدر ساکت پڑے ہیں
در و دیوار تک ہیں آج غمناک

پھڑکتے ہیں نباتات اس قدر سر
کہ ہمسر ہو رہے ہیں گھاس اور ڈھاک

ستارے بھی ہیں کیا حیران و ششدر
لگی ہو جیسے ان پر بھی کوئی تاک

گئے جنت کو جب "شمس شریعت"
۱۳۸۰ھ
کرے گا کون پاکستان کو اب پاک

ضرورت "شیخ ملت" کی ہے بیحد
۱۳۸۰ھ
زمانہ ہے بڑا فتان و سفاک

ملائے گا خدا سے اب ہمیں کون
چلے جب خود وہ ملنے سوئے افلاک

"شہنشاہ طریقت" کا ہوا کوچ
۱۳۸۰ھ
بنائے کون اب تقوے کی پوشاک

ہوئی ہے عرض یوں تاریخ رحلت
"وفات حق شناس عارف پاک"

۱۳۸۰ھ

قطعۂ تاریخ

مولوی محمد اشرف علی صاحب متعلم جامعہ اشرفیہ

کہاں ہیں مفتی صاحب کے فیوض آج — رہی جاتی ہے دل کی دل میں حسرت

علوم و معرفت دو آتشہ سے — بہم دونوں شریعت اور طریقت

نمونہ تھی سلف کی ذات اقدس — ہر اک دل میں جمی تھی جن کی عظمت

زمانہ کیوں نہ ہو اب تیرہ و تار — ہوئی ایک نازش لاثانی کی رحلت

برا چھی ہستیاں تو اٹھ رہی ہیں — کہاں بھٹکے گی آخر ساری خلقت

ہزارہ سے تو امرتسر تھے آئے — پھر امرتسر سے کی لاہور ہجرت

کراچی جا کے عقبیٰ کا سفر تھا — وہیں اب ہو گی مرقد کی زیارت

یہ محرومی ہے اے لاہور تیری — مزارِ شیخ کی پائی نہ عزت

اگر پوچھے کوئی تاریخ رحلت

تو کہہ دینا "غریق آب رحمت"

۱۹۶۱ء

ولہ ایضاً

وہ عالم وہ ہادیِ دینِ متیں ! — جھکے جن کے آگے کہین و مہیں

وہ جن سے ہے قائم پیامِ ازل — محبت عقیدت یہ حسنِ یقیں

زمانے میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں — رہی منتظر جن کی خلدِ بریں

یہ پوچھا جو احباب نے کون تھے — کیا ہے جنہیں دفن زیرِ زمیں

صدا دی یہ ہاتف نے تاریخ پر — محمد حسنؒ مفتیِ شرع و دیں

۱۳۸۰ھ

قطعات تاریخیہ

محترم جناب مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم

قدر نعمت ہوئی ہے بعد زوال — مفتی صاحب عجیب رحمت تھے
ہر دلِ پاکؔ کی صدا یہ ہے — "جانشینِ حکیم الامّت تھے"

۱۳۷۹

ولہ ایضاً

مفتی صاحب شیخ طریقت — ہو گئے ہم سے رخصت آہ
دل کو بناتی تھی جو گلشن — آئے کہاں سے اب وہ نگاہ
سالِ وفاتِ شیخ کامل — "شیخ شیوخ حق آگاہ"

۱۹۶۱ء

ولہ ایضاً

آں مفتی دیں یا آں شیخ طریقت کو؟ — کو کو ظاہر و باطن را آورد بجمعیت
رضوان الٰہی و صدر حمتِ حق بروے — گو در رخصت دریا دلؔ یا رحلت صدر حمت

۱۳۸۰ھ — ۱۳۸۰ھ

ؔ پاک کا دل یعنی الف کا ایک عدد اگلے مصرعہ کے اعداد میں جوڑنے سے تاریخ وفات ۱۳۸۰ھ نکل آتی ہے۔

ولہ ایضاً

انتقال آج مفتی صاحبؒ کا　　غم سا غم ہے سہو سہو نہ سہو
بے سری فوج رہ گئے سب لوگ　　اب کہیں بھی رہو رہو نہ رہو
سخت اندیشہ ہو گیا لاحق　　کہیں فتنوں کی رَو میں اب نہ بہو
حضرتِ محترم کا سالِ وفات　　"جانشین جناب شیخ" کہو

۱۳۸۰ھ

"جانشینِ جنابِ اشرف شیخ"　　عیسوی سنہ کہو کہو نہ کہو

۱۹۶۱ء

ولہ ایضاً

عالم فاضل، شیخ طریقت اہل تقویٰ اہل فراست　　حضرت مفتی صاحبؒ جیسا کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
فتنہ و شور و شر کا زمانہ مسندِ رشد و ہدایت خالی　　یارب کر دے پیدا ان کا کوئی بدل یا جانشین

اہل علم و اہل طریقت۔ ان سے پاتے تھے سب حل
"سالِ وفاتِ حضرت صاحبؒ شیخ مشائخ اہل دیں"

۱۹۶۱

ولہ ایضاً

ز لاہور بردہ کراچی قضا　　کہ دانست حکمے کہ جاری شدہ
چو رفت آہ مفتی محمد حسنؒ　　ز مہر شش جہت[1] "آہ وزاری" شدہ

۲۳۰

---

[1] کلمہ آہ وزاری کے ۲۳۰ اعداد کو شش جہت سے (یعنی چھ سے) ضرب دینے پہ تاریخ وفات نکلتی ہے۔

ولہ ایضاً

محمد حسن مفتیٔ پاک طینت امیر شریعت امامِ طریقت
بدیں عصر مایاں "یکے شیخ اعظم" بنوشید امروز جامِ شہادت

۱۹۶۱ — ۱۳۸۰ھ

ولہ ایضاً

کرد چوں شیخ مفتیٔ عالم جاں بجاں آفرینِ خود تسلیم
ہمہ اعزاز یافت در جنّت مرتبہ ہا دکوثر و تسنیم
گفت دل بعد رفتنِ حضرت
سالِ رحلت "شہادتِ تکریم"!

۱۳۸۰ھ

مجرد مادہ ہائے تاریخی

(۱)

واللہ واللہ موت العالم موت العالم

۱۳۸۰ھ

(۲)

ارتحال مفتی محمد حسن

۱۳۸۰ھ

(۳)

مختص برحم

۱۳۸۰ھ

(۴)

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْهُ

۱۹۶۱ء

(۵)

مرقد منور مفتی محمد حسن

۱۳۸۰ھ

(۶)

اشرف علی کے باادب ارشد خلیفہ

۱۹۶۱ء

(۷)

مرقد منور اشرف مفتی محمد حسن رح

۱۹۶۱ء

(۸)

اشرف جہاں مفتی محمد حسن

۱۳۸۰ھ

(۹)

رہنمائے دین شد مستور

۱۳۸۰ھ

(۱۰)

جانشین حکیم الامت اسٹھے

۱۳۸۰ھ

(۱۱)

جانشین جناب اشرف شیخ

۱۳۸۰ھ

اے کہ قول تست اُدْعُوا اَسْتَجِبْ
نَحْنُ قَدْ جِئْنٰكَ نَدْعُوا فَاسْتَجِبْ
آنچہ کارم بود آں خود کردہ شد
یارب اکنوں تو بفرما کار خود

شجرہ مبارکہ چشتیہ صابریہ امدادیہ اشرفیہ

رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثَمَرَاتِہَا۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا عبادت کا مغز ہے۔ حق تعالے کے مورد رحمت بزرگوں اور عملوں کے وسیلہ سے دعاؤں کا مقبول ہونا حدیث میں ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو اپنے وسیلہ سے دعا مانگنے کو فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنے کو کہا اور حضرات صحابہ رضؓ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالے عنہ کے وسیلہ سے دعا کی۔

مگر اب بعض لوگوں نے وسیلہ میں اتنا غلو کر لیا ہے کہ حد شرک تک پہنچا دیا یا گناہ کبیرہ

بنالیا کہ خود ان کو دینے والا سمجھنے لگے یا اللہ تعالیٰ پر ہی اس وسیلہ کو لازم قرار دے دیا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الامۃ مجدد الملت محی السنۃ حضرت مولینا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کی کتاب نشر الطیب سے وسیلہ کی جائز حد پیش کر دی جائے تاکہ لوگ گمراہی و گناہ سے بچ کر برکت حاصل کر سکیں۔ ارشاد ہے :

"حاصل توسل فی الدعاء کا یہ ہے کہ اے اللہ فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب جلب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ پس ہم پر بھی رحمت فرما"

لہٰذا قطب عالم شیخ العرب والعجم حضرت مولینا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کی نظم فرمودہ ایک مناجات جس میں بزرگوں کے توسل سے تمام خیر و سعادت طلب کی ہے، یہاں پر درج ہے۔ تاکہ اس کو ذوق و شوق سے جناب باری میں عرض کیا کریں۔ اور اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بزرگوں کے توسل سے دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ دوسرا فائدہ خاص حضرت محی السنۃ، حکیم الامت، مجدد الملت نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کے سلسلہ کے لیے یہ بھی ہے کہ ان کو اپنے سلسلہ کا اتصال معلوم ہو جائے گا۔ وھو ہٰذا۔

اوّل کے تین مثلث کے بعد اور مصرعہ " پاک کر ظلمات عصیاں سے الٰہی دل مرا " سے پہلے کے جو مثلث ہیں، وہ بعد کے متوسلین نے اپنے سلسلہ کی تکمیل کے لیے بڑھا دیئے ہیں۔

واسطے کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ پر کسی ولی کا کوئی حق ہے یا ان کی اور ان کے نام لیواؤں کی رعایت اللہ تعالےٰ پر ضروری ہے

---

۵۷ یہ خطاب مبارک ایک خواب میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی سے حضرت حکیم الامۃ پیر و مرشد نور اللہ مرقدہٗ کو عطا ہوا ہے ۱۲۔

بلکہ وہی مطلب ہے جو حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کی عبارت میں آچکا ہے کہ آپ
کے اولیاء سے محبت آپ کی رحمت کا سبب ہوتی ہے
لہٰذا اس اپنی رحمت کے سبب میری دعا
قبول فرمائیے۔ دعا تو صرف آپ سے
اور آپ کی صفت رحمت
کے سبب سے
ہے

شجرہ

پیرانِ چشت اہلِ بہشت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حمد ہے سب تیری ذاتِ کبریا کے واسطے — اور درود و نعت ختم الانبیاءؐ کے واسطے
اور سب اصحاب و آلِ مصطفےٰؐ کے واسطے

در بدر پھرتی ہے خلقت التجا کے واسطے — آسرا تیرا ہے پر مجھ بے نوا کے واسطے
رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

ان بزرگوں کو شفیع لایا ہوں میں ہو کر ملول — ہو گئی یہ عرض میری ان کی برکت سے قبول
ہاتھ اٹھاؤں جب ترے آگے دعا کے واسطے

حسنِ ظاہر، حسنِ باطن، حسنِ دنیا، حسنِ دیں — دے مجھے حسنِ طلب، حسنِ عمل، حسنِ یقیں
۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ — شہ حسن امرتسری اہلِ تقیٰ کے واسطے — کراچی

دل مرا ہر دم مئے توحید سے سرشار رکھ — بیخود عالم بنا کر اپنے سے بس ہشیار رکھ
۶ رجب ۱۳۶۲ھ — حضرت اشرف علی صدر العلیٰ کے واسطے — تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

خلق کو ہوتا ہے حجِ زیارت نہار نصیب — کر مجھے اپنی مدد سے حجِ مردانہ نصیب
جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ — حاجی امداد اللہ ذوالعلا کے واسطے — مکہ معظمہ

پاک کر ظلماتِ عصیاں سے الٰہی دل مرا — کر منور نورِ عرفاں سے الٰہی دل مرا!
۲ رمضان المبارک ۱۲۵۹ھ — حضرتِ نور محمد پر ضیاء کے واسطے — جھنجھانہ ضلع مظفر نگر

اپنے مرنے پر کروں قربان یارب لاکھ عید — اپنی تیغِ عشق سے کر لے اگر مجھ کو شہید
۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ — حاجی عبد الرحیم اہلِ عزا کے واسطے — پنجاب ملک ولایت

کردے پیدا درد وغم میرے دلِ افگار میں   بار پاؤں جس سے اے باری ترے دربار میں

۱۱ شعبان ۱۲۲۶ھ جمعہ   شیخ عبدالباری شہ بے ریا کے واسطے   امروہہ ضلع مرادآباد

شرک وعصیان وضلالت سے بچا کر اے کریم   کر ہدایت مجھ کو اب راہِ صراطِ مستقیم

۴ رمضان ۱۱۹۰ھ جمعہ   شاہ عبدالہادی پیرِ ہُدا کے واسطے   امروہہ ضلع مرادآباد

دین و دنیا کی طلب عزت نہ سرداری مجھے   اپنے کوچہ کی عطا کر ذلت وخواری مجھے

۷ رجب ۱۱۶۲ھ   شاہ عزیز الدین عزیزِ دوسرا کے واسطے   امروہہ ضلع مرادآباد

دے مجھے عشقِ محمد اور محمد یوں میں گم   ہو محمد ہی محمد وِردِ میرا رات دن

شہ محمد اور محمدی اتقیا کے واسطے

حُبِّ حق۔ حبِّ الٰہی۔ حبِّ مولیٰ۔ حُبِّ رب   الغرض کردے مجھے بحرِ محبت سب کا سب

۱۹ رجب ۱۰۵۸ھ   شہ محب اللہ شیخِ باصفا کے واسطے   الٰہ آباد

گرچہ میں غرقِ شقاوت ہوں سعادت سے بعید   پر توقع ہے کرے تجھ سے شقی کو تو سعید

ربیع الاول [illegible]   بوسعیدِ اسعدِ اہلِ ورا کے واسطے   گنگوہ ضلع سہارنپور

قال ابتر حال ابتر سب مرے ابتر ہیں کام   لطف سے اپنے مرے کر مالکِ دین کا اہتمام

۸ رجب ۱۰۳۶ھ   شہ نظام الدین بلخی مقتدا کے واسطے   بلخ

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک ومال   یعنی اپنے عشق میں کر مجھ کو باجاہ وجلال

۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ   شہ جلال الدین جلیل اصفیاء کے واسطے   تھانیسر

حُبِّ دنیا دی سے کرکے پاک مجھ کو اے حبیب   اپنے باغِ قدس کی کر سیر تو مجھ کو نصیب

۲۵ جمادی الآخر ۹۴۴ھ   عبدِ قدوسِ شہِ قدس وصفا کے واسطے   گنگوہ

کر معطر روح کو بوئے محمد سے مری   اور منور چشم کر روئے محمد سے مری

صفر ۸۹۸ھ   اے خدا شیخ محمد رہنما کے واسطے   ردولی

کر عطا راہِ شریعت روئے احمد سے مجھے — اور دکھا نورِ حقیقت روئے احمد سے مجھے
شیخ احمد عارفِ صاحب عطا کے واسطے

کھول دے راہِ طریقت قلب پر یا حق مرے — کر تجلیِ حقیقت قلب پر یا حق مرے
احمد عبد الحق شہ ملکِ بقا کے واسطے

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال — ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال
شہ جلال الدین کبیر الاولیا کے واسطے

ہے مکدر ظلمتِ عصیاں سے میرا شمسِ دیں — کر منور نور سے عرفان کے میرا شمسِ دیں
شیخ شمس الدین ترکِ باصفا کے واسطے

اے مرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل و نہار — عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بیتاب و قرار
شیخ علاؤ الدین صابر بارضا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو حق نمکینیٔ ایمان سے — اور حلاوت بخش گنجِ شکرِ عرفان سے
شہ فرید الدین شکر گنج بقا کے واسطے

عشق کی راہ میں ہوئے جو اولیا اکثر شہید — خنجرِ تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید
خواجہ قطب الدین مقتولِ ولا کے واسطے

بے ترے ہے نفس و شیطاں در پئے ایمان و دیں — جلد ہو آکر مرا یارب مدد گار و معیں
شہ معین الدین حبیب کبریا کے واسطے

یاالٰہی بخش ایسا بے خودی کا مجھ کو جام — جس سے اٹھ جائے پردۂ شرم و حیا و ننگ و نام
خواجہ عثمان باشرم و حیا کے واسطے

دور کر مجھ سے غمِ عزت و میارت — زندہ کر ذکرِ شریف حق سے اے پروردگار
شہ شریف زندنی باتقا کے واسطے

رجب ۱۳۸۴ھ

آتشِ شوق اس قدر دل میں مرے بھڑکا دے تو ۔۔۔ ہر بُنِ مو سے مرے نکلے تری الفت کا دود

خواجہ مودود چشتی پارسا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تو اب چاہِ ضلالت سے نکال ۔۔۔ بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال

شاہ بو یوسف شہِ شاہ و گدا کے واسطے

مست او سے خود بنا بوئے محمد سے مجھے ۔۔۔ محترم کر خوار کو بوئے محمد سے مجھے!

بو محمد محترم شاہ والا کے واسطے

صدقہ احمد کے یہ ہے امید تیری ذات سے ۔۔۔ کہ بدل کر دے مرے عصیاں کو حسنات سے

احمدِ ابدالِ چشتی باسخا کے واسطے

حد سے گزرا رنجِ فرقت اب تو اے پروردگار ۔۔۔ کر مری شامِ خزاں کو وصل سے روزِ بہار

شیخ ابو اسحٰق شامی خوش ادا کے واسطے

شادی و غم سے دو عالم کی مجھے آزاد کر ۔۔۔ اپنے دردِ غم سے یارب دل کو میرے شاد کر

خواجہ ممشاد علوی بوالعلا کے واسطے

ہے مرے تو پاس ہر دم لیک میں اندھا ہوں پر ۔۔۔ بخش وہ نورِ بصیرت جس سے تو آوے نظر

بو ہبیرہ شاہ بصری پیشوا کے واسطے

عیش و عشرت سے دو عالم کے نہیں مطلب مجھے ۔۔۔ چشمِ گریاں سینۂ بریاں کر عطا یارب مجھے

شیخ حذیفہ مرعشی شاہِ صفا کے واسطے

نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے ۔۔۔ بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے

شیخ ابراہیم ادہم بادشاہ کے واسطے

راہزن میرے ہیں دو قزاق با گرزِ گراں! ۔۔۔ تو پہنچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں

شہ فضیلِ ابنِ عیاض اہلِ دعا کے واسطے

کر مرے دل سے تو اے واحد دوئی کا حرف دور　　دل میں اور آنکھوں میں مجھ پر ہے سر وحدت کا نور
خواجہ عبدالواحد بن زید شہ کے واسطے

کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن　　تا کہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن
شیخ حسن بصری امام اولیاء کے واسطے

دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے اب　　کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب
ہادی عالم علی شیرِ خدا رض کے واسطے

کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے　　کر مشرف مجھ کو تو دیدارِ پُر انوار سے
سرورِ عالم محمد مصطفٰے ؐ کے واسطے

آ پڑا در پر ترے ہر سمت سے ہو کر ملول　　کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول
یا الٰہی اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں　　کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں
مجھ ذلیل و خوار و مسکین و گدا کے واسطے

اس دوئی نے کر دیا ہے دور وحدت سے مجھے　　کر دوئی کو دور کر پُر نور وحدت سے مجھے
تا ہوں سب میرے عمل خالص رضا کے واسطے

کر دیا اس عقل نے بے عقل و دیوانہ مجھے　　کر ذرا اس ہوش سے بے ہوش و مستانہ مجھے
یا حق اپنے عاشقانِ باوفا کے واسطے

کشمکش سے ناامیدی کی ہوا ہے دل میرا تباہ　　دیکھ مت میرے عمل کر لطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

[illegible] عصیاں سر پہ ہے زیر قدم بحرِ الم　　چارہ سو ہے فرجِ غم کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بے نوا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

نے فقیری چاہتا ہوں، نے امیری کی طلب نے عبادت نے زہد نے خواہشِ علم و ادب
دردِ دل پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار کی عطا تو نے مجھے پر اب تو اے پروردگار
بخش وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

گرچہ عالم میں الٰہی سعی نے بسیار کی پر نہ کچھ تحفہ ملا لائق ترے دربار کی
جان و دل لایا وے تجھ پر فدا کے واسطے

گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابلِ منظور ہے پر جو ہو مقبول کیا رحمت سے تیری دور ہے
کشتگانِ تیغِ تسلیم و رضا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا کر مری امداد، امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

جس نے یہ شجرہ دیا ہے جس نے یہ شجرہ لیا جس نے یہ شجرہ پڑھایا جس نے یہ شجرہ پڑھا
بخش دیجئے سب کو ان اہلِ صفا کے واسطے

هٰذِهٖ شَجَرَةٌ طَيِّبَةٌ چِشْتِيَّةٌ صَابِرِيَّةٌ قُدُّوسِيَّةٌ اِمْدَادِيَّةٌ نَظَمَهَا

الشَّيْخُ الْاَلْمَعِيُّ اللَّوْذَعِيُّ مَوْلٰينَا ذُوالْفِقَارِ عَلِيّ الدِّيُوبَنْدِيُّ اَلْحَقْتُ

لِمُتَوَسِّلِيْ مَوْلٰينَا الشَّيْخِ الْحَاجِّ مُحَمَّدْ اِمْدَادُ

اللّٰهِ صَاحِبْ قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ

یہ شجرہ طیبہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ امدادیہ ہے جس کو حضرت فاضل کامل مولینا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی نے نظم فرمایا ہے۔ ان لوگوں کے لیے لاحق کیا گیا ہے۔ جن کو حضرت مولینا حاجی محمد امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ کے ساتھ توسل اور تعلق ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

یا اللہ رحمت بھیج ہمارے سردار اور آقا محمد اور آپ کی آل پر اور برکت اور سلام بھیج۔

يَا دَائِمَ الْاِنْعَامِ ذَا الْاِحْسَانِ	اِرْحَمْ عَلَى الْعَبْدِ الْفَقِيْرِ الْجَانِيْ
اے ہمیشہ انعام اور احسان کرنے والے	رحم کر بندہ خطا کار محتاج پر
بِمُحَمَّدٍ حَسَنٍ لَهٗ فِيْ عَصْرِهٖ	عُلْيَا مَزَايَا الْوَجْدِ وَالْاِحْسَانِ
بوسیلہ حضرت محمد حسن کے جن کو ان کے زمانے میں	وجد و احسان کی فضیلتوں میں اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا

وَحَكِيمِ الْأُمَّةِ وَالْمُجَدِّدِ شَيْخِنَا — أَشْرَفَ عَلِيٍّ مُفَسِّرِ الْقُرْآنِ

اور بوسیلہ حکیم الامت و مجدد ہمارے شیخ — محمد اشرف علی مفسر قرآن کے

وَمَلَاذِنَا غَوْثِ الْوَرَىٰ شَمْسِ الْهُدَىٰ — مُقْتَدَى أَهْلِ الْعِشْقِ وَالْهَيَمَانِ

اور بوسیلہ ہماری جائے پناہ غوث عالم آفتاب ہدایت کے — جو اہل عشق و حیرت کے امام ہیں۔

اَلشَّيْخِ إِمْدَادِ اللهِ الْقُطْبِ الْعَالِي — الْمَاجِدِ ذِي التَّمْكِينِ وَالْعِرْفَانِ

یعنی شیخ امداد اللہ کے جو کہ قطب عالی مرتبہ — ہیں اور صاحب تمکین اور صاحب عرفان ہیں

وَبِكَاشِفِ الظُّلُمَاتِ نُورِ مُحَمَّدٍ — وَبِسَيِّدِي عَبْدِ الرَّحِيمِ الْفَانِي

اور بوسیلہ ان کے جو زائل کرنے والے ہیں ظلمات قلب کے جن کا نام نور محمد ہے اور حضرت عبدالرحیم کے جو فانی فی اللہ تھے

وَبِعَبْدِ بَارِي ذَاكَ شَيْخِ شُيُوخِنَا — وَبِعَبْدِ هَادِي لِلزَّمَانِ أَمَانِ

اور بوسیلہ شاہ عبد الباری کے جو ہمارے پیران پیر ہیں — اور بوسیلہ شاہ عبد الہادی کے جو اہل زمانہ کیلئے موجب امان تھے

وَبِحَقِّ عَضُدِ الدِّينِ حَقِّ مُحَمَّدٍ — وَمُحَمَّدِيٍّ ظَاهِرِ الْبُرْهَانِ

اور بوسیلہ شاہ عضد الدین کے اور بوسیلہ شاہ محمد — اور شاہ محمدی کے جن کی دلیل (بزرگی کی) ظاہر تھی

وَبِحَقِّ مَوْلَانَا مُحِبِّ اللهِ مَنْ — أَعْيَتْ مَآثِرُهُ وَسِيعَ بَيَانِ

اور بوسیلہ مولانا محب اللہ کے جو ایسے تھے کہ — عاجز کر دیا ان کے مناقب نے بیان وسیع کو

بِأَبِي سَعِيدٍ مَاجِدٍ مُتَوَرِّعٍ — بِنِظَامِ دِينٍ عَارِفٍ رَبَّانِي

اور بوسیلہ شاہ ابو سعید کے جو صاحب بزرگی اور صاحب ورع تھے — اور بوسیلہ شاہ نظام الدین کے جو کہ عارف ربانی تھے

بِجَلَالِ دِينٍ ذِي الْمَكَارِمِ وَالْعُلَى — وَبِعَبْدِ قُدُّوسٍ عَظِيمِ الشَّانِ

اور بوسیلہ مولانا جلال الدین کے جو صاحب بزرگی و صاحب علو تھے — اور بوسیلہ شیخ عبد القدوس کے جو عظیم شان والے تھے

بِمُحَمَّدٍ قُطْبِ الْوَرَىٰ وَبِعَارِفٍ — هُوَ لِلْوَرَىٰ كَالْمَاءِ لِلظَّمْآنِ

اور بوسیلہ شیخ محمد قطب عالم کے اور بوسیلہ شیخ عارف کے — جو خلائق کے لیے ایسے تھے جیسا پانی پیاسے کیلئے

وَبِحَقِّ عَبْدِ الْحَقِّ قُدِّسَ سِرُّهٗ — بِجَلَالِ دِيْنٍ ذَا كَبِيْرُ آوَانٍ

اور بوسیلہ شیخ عبدالحق قدس سرہٗ کے اور بوسیلہ — شیخ جلال الدین کے جو اپنے وقت کے اکابر تھے

بِالشَّيْخِ شَمْسِ الدِّيْنِ قَدْ دَرَّ عَصْرَهٗ — بِعَلَاءِ دِيْنٍ صَابِرٍ حَقَّانِيْ

اور بوسیلہ شاہ شمس الدین کے جو مقتدا تھے اپنے زمانہ کے — اور بوسیلہ مخدوم علاء الدین صابر حقانی کے

بِفَرِيْدِ دِيْنِ الْحَقِّ عَمَّ فُيُوْضُهٗ — وَبِقُطْبِ دِيْنٍ ذَاكَ قُطْبُ زَمَانٍ

اور بوسیلہ شیخ فرید الدین کے جن کے فیوض عام تھے — اور بوسیلہ شاہ قطب الدین کے جو قطب زمانہ تھے

بِمُعِيْنِ دِيْنِ اللّٰهِ صَاحِبِ سِرِّهٖ — غَوْثِ الْوَرٰى وَبِسَيِّدِيْ عُثْمَانٍ

اور بوسیلہ خواجہ معین الدین کے جو محرم راز الٰہی تھے — اور غوث عالم تھے اور بوسیلہ خواجہ عثمان کے

وَبِحُرْمَةِ الْحَاجِيْ الشَّرِيْفِ اِمَامِنَا — بِالْخَوَاجَهْ مَوْدُوْدٍ وَحِيْدِ زَمَانٍ

اور بوسیلہ حاجی شریف کے جو ہمارے امام تھے — اور بوسیلہ خواجہ مودود کے جو یکتائے زمانہ تھے

وَبِسَيِّدِيْ كَهْفِ الْوَرٰى عَلَمِ الْهُدٰى — بُوْيُوْسُفٍ فِي الْفَيْضِ كَالتَّهْتَانِ

حضرت پناہ عالم نشان ہدایت کے — یعنی خواجہ ابو یوسف جو کہ فیض میں مثل باران کے تھے

بِمُحَمَّدٍ ذِي الْمَجْدِ وَالْعَلْيَاءِ مَنْ — قَدْ فَاقَ عِزًّا فَانَا عَلَى الْاَقْرَانِ

اور بوسیلہ محمد محترم کے جو صاحب بزرگی و جناب علو تھے — اور جو کہ فائق تھے عرفان میں اپنے ہمعصروں پر

وَبِحُرْمَةِ الشَّيْخِ الْكَرِيْمِ الْمُقْتَدٰى — بُوْ اَحْمَدٍ فِي السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ

اور بوسیلہ شیخ مکرم کے — یعنی ابو احمد ابدال کے جو مقتدا تھے ظاہر و باطن میں

وَبِحَقِّ بُوْ اِسْحٰقَ مُرْشِدِ دَهْرِهٖ — وَبِحَقِّ مِمْشَادٍ عَدِيْمِ الثَّانِيْ

اور بوسیلہ شیخ ابو اسحٰق کے جو اپنے زمانہ کے مرشد تھے — اور بوسیلہ خواجہ ممشاد کے جو کہ لاثانی تھے

بِاَبِيْ هُبَيْرَةَ ذِي الْمَقَامِ الْعَالِيْ — بِحُذَيْفَةٍ هُوَ نُخْبَةُ الْاَعْيَانِ

اور بوسیلہ ابو ہبیرہ بصری کے جو صاحب مقام عالی تھے — اور بوسیلہ حذیفہ مرعشی کے جو بزرگوں میں منتخب تھے

وَبِحَقِّ اِبْرَاهِیْمَ سُلْطَانِ الْوَرٰی — بِفُضَیْلِ نِ الْهَادِیْ اِلَی الْاِحْسَانِ

اور بوسیلہ ابراہیم بن ادہم کے کہ سلطانِ خلق تھے — اور بوسیلہ فُضیل بن عیاض کے جو ہادی تھے راہِ اخلاص کی طرف

وَبِحَقِّ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْفَرْدِ الَّذِیْ — هُوَ فِی الْغَرَامِ کَطَافِحٍ سَکْرَانِ

اور بوسیلہ خواجہ عبدالواحد کے کہ کمال میں یگانہ تھے — اور یہ کہ عشقِ الٰہی میں مثل پُرجوش مست کے تھے

وَبِحَقِّ خَیْرِ الْاَصْفِیَاءِ اِمَامِهِمْ — حَسَنٍ وَلَمْ یَرَ مِثْلَهُ الْعَیْنَانِ

اور بوسیلہ افضل الاولیاء اور امام الاولیاء کے — یعنی خواجہ حسن بصری کے اور انکے مثل آنکھوں نے نہیں دیکھا

وَبِحَقِّ مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَمِیْرِهِمْ — وَاِمَامِ اَهْلِ الدِّیْنِ وَالْاِیْمَانِ

اور بوسیلہ محبوب المومنین اور امیر المومنین کے — اور امام اہل دین و اہل ایمان کے

اَعْنِیْ عَلِیًّا خَیْرَ مَنْ وَطِئَ الثَّرٰی — مَاْوَی الضِّعَافِ مُجَلِّی الْاَحْزَانِ

یعنی حضرت علیؓ کے جو اپنے وقت میں تمام زمین پر چلنے والوں سے اچھے اور پناہ تھے ضعیفوں کی اور زائل کرنے والے تھے انکے غموں کے

وَبِحَقِّ سَیِّدِنَا النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ — هُوَ لِلْخَلَائِقِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰنِ

اور بوسیلہ ہمارے سردار نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے — جو خلق کے لیے اللہ کی رحمت تھے۔

مَنْ فَاقَ کُلَّ الْخَلْقِ فَضْلًا بَاذِخًا — مَنْ سَادَ مَجْدًا عَالَمَ الْاِمْکَانِ

آپؐ ایسے ہیں کہ تمام مخلوق پر فائق ہیں عالی درجہ کے فضائل میں — اور آپؐ ایسے ہیں کہ بزرگی میں تمام عالم امکان کے سردار ہیں

وَبِفَضْلِكَ الْجَمِّ الْعَمِیْمِ اِلٰهَنَا — یَا غَافِرَ الذَّنْبِ وَالْعِصْیَانِ

اور بوسیلہ اپنے فضلِ کثیر اور عام کے، اے ہمارے معبود اے بخشنے والے گناہ اور نافرمانی کے۔

قَدْ جَاءَ عَبْدُكَ بَاکِیًا مُسْتَصْرِخًا — مُتَوَسِّلًا بِاُولٰئِكَ الْاَعْیَانِ

اب حاضر ہوا ہے تیرا بندہ روتا ہوا فریاد کرتا ہوا — اور توسل کرتا ہوا ان بزرگوں کے ساتھ

فَاغْفِرْ خَطَایَاهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهٗ — عَنْ مَا سِوَاكَ اَیَا رَجَاءَ الْعَانِیْ

سو بخش دیجئے اس کی خطائیں اور پاک کر دیجئے اس کا دل — اپنے ماسوا سے اے امید گاہ گرفتار (بلا) کے

سَلِّطْ عَلَيْهِ الْعِشْقَ حَتّٰى لَا يَرٰى مَوْلَايَ غَيْرَكَ كَائِنًا بِمَكَانِ

مسلط کر دے اس پر اپنا عشق اس طرح کہ دیکھنے نہ پاوے تیرے غیر کو خواہ وہ کہیں ہو اے میرے مولیٰ

ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى

آخر میں سلام بھیجتا ہوں نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

خَيْرِ الْوَرٰى وَرَسُوْلِكَ الْعَدْنَانِيْ

جو خیر الخلائق ہیں اور بنی عدنان سے تیرے رسول ہیں
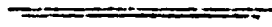
وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكُ وَاحِدٍ
وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

ترجمہ: قیس کا مرنا صرف ایک فردِ واحد کا مرنا نہیں بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھا جو منہدم ہو گئی۔

اعترافِ عظمت

حضرتِ اقدس مخدوم الامت مولانا شاہ مفتی محمد حسن صاحب قدس اللہ سرہٗ جو اس صدی میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نمونہ تھے، اس سرائے فانی میں تراسی[۸۳] برس گزار کر اپنی ابدی قیام گاہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اس سانحۂ ارتحال کی خبر ملک کے طول و عرض میں اور ہر طبقہ میں انتہائی رنج و غم کے ساتھ سنی گئی۔ ملک اور بیرونِ ملک کے بے شمار اخباروں اور رسالوں نے اس خسارہ کو خسارۂ عظمیٰ قرار دیا۔ اخبارات نے سیاہ حاشیوں میں وفات کی خبر شائع کی۔ ملک کی بعض انجمنوں نے تعزیتی جلسے کیے جن میں حضرت مخدوم الامت مفتی صاحبؒ کی خدماتِ دینی اور علمی اور عملی کارناموں پر روشنی ڈالی۔

بعض اخباروں کے مضامین دیکھ کر تو انتہائی حیرت ہوئی کہ ان لوگوں کو حضرتِ والا کے کمالات کے بارے میں اتنی واقفیت کیسے حاصل ہو گئی جب کہ حضرتِ والا نے ہمیشہ اپنے آپ کو چھپایا تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ اخبارات میں جامعہ اشرفیہ کے تذکرہ میں حضرتِ والا کا ذکر آ گیا تھا۔

مگر جب آپ کو اس کا علم ہوا تو ناگواری کا اظہار فرمایا۔ باوجود اس گمنامی کے حضرت والا کے کمالاتِ علمی وعملی کے اس طرح آشکارا ہونے کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ ایک ایسی عظیم قوت وطاقت موجود ہے جو لوگوں کو حضرتِ والا کی عظمت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

اردو کے کچھ خطوط اور جرائد جو آسانی کے ساتھ دستیاب ہو سکے، ان میں سے بعض کا پورا مضمون اور بعض کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ انگریزی، بنگالی، سندھی اور دیگر زبانوں کے مضامین جان بوجھ کر نظرانداز کر دیئے گئے ہیں۔

علم وعرفان کا آفتاب غروب ہو گیا

از عالمِ ربانی فاضلِ لاثانی حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

مخدوم العلماء مسند الاتقیاء حضرت الحاج مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری نور اللہ مرقدہٗ کے مدرسہ خیر المدارس اور احقر سراپا گنہگار کے ساتھ اس قدر گہرے اور عمیق تعلقات تھے کہ ان کا احصاء وشمار میری قدرت واستطاعت سے باہر ہے۔ آپ تقریباً ۱۳۵۱ھ سے مدرسہ خیر المدارس کے رکن وممبر تھے۔ مدرسہ کے اجتماعات اور سالانہ جلسوں میں تشریف لا کر درسِ قرآن پاک اور مواعظ حسنہ اور ملفوظات سے خدام مدرسہ کی حوصلہ افزائی فرماتے اور تشنگانِ علم وعرفان کی پیاس بجھاتے۔ احقر کے ساتھ تو اس درجہ گہرا تعلق تھا کہ ہر ملاقات میں محبت وشفقت سے فرماتے کہ میں نے آپ سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ تنہائی میں دیر تک کبھی جامعہ اشرفیہ اور مدرسین کے متعلق بعض مشورے فرماتے اور کبھی اپنے ذاتی حالات اور اولاد کے متعلق ضروری باتیں فرماتے۔ کبھی بعض خصوصی نصائح فرماتے۔ کبھی

مرشدنا و مولینا و ہادینا مجدد الملت و حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے بعض ملفوظات و معمولات کی تشریح و توضیح فرما کر مقام فنا و بقا کی سیر کراتے ہ

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ　　هُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد و ہادی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے عاشق صادق اور دیوانہ وار جاں نثار تھے۔ وہ اس نعمت عظمیٰ کے ذریعہ ہر وقت فکر آخرت اور یادِ حق اور رضائے مولا میں مشغول و محو رہتے تھے۔ اور مجلس میں آنے والوں کے متعلق بھی یوں چاہتے تھے کہ ہر شخص ایسا ہی ہو جائے۔ اسی واسطے ان کی مجلس میں سوائے آخرت اور رضائے حق کے کوئی دوسری بات نہ ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود مسلک کے اختلاف کے ان کی ذاتِ اقدس تمام فرقِ اسلامیہ کے عوام و خواص میں مرجع کل اور مسلم و مقبول تھی۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہرہ میں کامل و مکمل اور مقاماتِ باطنیہ میں بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ احقر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معقول و منقول کا اس وقت سے زیادہ معتقد ہوا جب کہ انہوں نے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں منطق کی مشہور کتاب حمد اللہ کا مشکل مقام مسئلہ وجود رابطی مولوی حافظ عبید اللہ صاحب سلمہٗ کو میرے سامنے پڑھایا اور تھوڑے سے وقت میں ایسا حل فرمایا اور عبارت کو منطبق کیا کہ میں حیران رہ گیا۔

دوسرے بارہا امرتسر کی حاضری میں درس قرآن پاک سننے کا موقع میسر آیا۔ ترجمہ کے ضمن میں لطائف و معارف کا اس قدر انبار ہوتا تھا کہ گویا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ لطف یہ کہ قرآن کے الفاظ کی حدود سے استنباط باہر نہ ہوتا تھا۔ عوام و خواص اپنی اپنی استعداد کے موافق صوفیانہ نکات اور معارف اصلاحیہ سے بہرہ اندوز ہوتے اور خدا و رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ترقی کرتے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے کمالاتِ ظاہرہ و باطنہ کے اعتبار سے

علم وعرفان کے چمکتے ہوئے آفتاب تھے۔ آپ کا خدام مسترشدین سے روپوش ہو کر عالم جاودانی میں جانا علم وعرفان کے آفتاب کا غروب ہونا ہے۔ جو عالم فانی میں تاریکی کا موجب ہوتا ہے۔ خدام! ایسے صدمہ زدہ وقت میں جس قدر صبر جمیل کے متحمل ہوں گے، اجر جزیل پائیں گے۔ آثار وعلامات سے اُمید قوی ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بفضلہٖ تعالیٰ رضائے مولا اور لقائے حق کے لذت ومزہ سے مست ہو کر حیات طیبہ کے بلند مقام پر فائز المرام ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ مَغْفِرَۃً ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً۔ وَارْحَمْہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً وَّاجْعَلْہُ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ؕ

حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ میں معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لے آئے ہیں۔ ہم خوشی سے بجائے دوسرے جہاز کے پہلے جہاز پر سوار ہوئے کر کراچی میں زیارت سے مشرف ہوں گے۔ مگر جب جہاز کراچی کے بندرگاہ پر پہنچا تو سب سے پہلے مہر ملوز صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے یہ ہوش ربا خبر سنائی تو دل پر صدمہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کسٹم سے فارغ ہو کر سب سے پہلے مزار مقدس پر گئے۔ فاتحہ پڑھی جدائی کا صدمہ بے انتہا تھا۔ مگر مزار کو دیکھ کر قلب پر رحمتوں کی بارش ہو رہی تھی اور قلب میں سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اس لیے ایک گونہ تسلی ہوئی۔ مگر کسی دوست سے ملنے کو جی نہیں چاہا۔ اسی روز ملتان روانگی ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلق ومحبت کا اس احقر سے یہ عالم تھا کہ اسی سال مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خاص آدمی کے نامعقول عمل سے مجھے تکلیف پہنچی تو اس شخص پر اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ اپنے سامنے سے ہٹا دیا بلکہ جامعہ شریفہ کے احاطہ میں داخلہ کی ممانعت فرما دی۔ اور فرمایا کہ جب تک ان کو یعنی احقر کو راضی نہیں کرو گے میرے سامنے نہیں آسکتے۔ بلکہ احقر نے محسوس کیا کہ ان کو مجھ سے بھی زیادہ صدمہ پہنچا۔ اب ایسے مہربان غمگسار مجھے کہاں ملیں گے۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرشدنا حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز کے علوم ومعارف کا خزانہ تھے۔ ان کو دیکھ کر تھانہ بھون

کی یاد تازہ ہو جاتی تھی ۔

دعا ہے کہ حق تعالےٰ ان کو جنت الفردوس میں مقام رضا عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کو ہمیشہ قائم رکھے اور جملہ پسماندگان کو عموماً اور ان کے صاحبزادگان کو خصوصاً ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق شامل حال رکھے ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔

مفتی صاحبؒ ایک زبردست عالم باعمل تھے

از حضرت مولینا اسعد اللہ صاحب مدظلہٗ خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ
ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (بھارت)

آج اخبار "سیاست جدید" کانپور سے حضرت الحاج مولینا مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر معلوم ہو کر بہت افسوس اور رنج ہوا ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

موصوف ایک زبردست عالم باعمل اور شیخ وقت تھے ۔ قدیم بزرگانہ سادگی کا پیکر اور اسلاف خصوصاً حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی یادگار تھے ۔ رشد و ہدایت اور دینی فیضان کا منبع و سرچشمہ تھے ۔ اور حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اجل خلفاء میں ایک ممتاز حیثیت و شخصیت کے مالک تھے ۔ ان کی وفات ایک ایسا نقصان عظیم ہے ۔ جس کی مستقبل قریب میں تلافی کی کوئی امید نہیں ۔ ارباب مدرسہ جناب کے اور ان کے جملہ متعلقین و متوسلین کے اس غم میں برابر کے شریک و سہیم ہیں ۔ تعزیت و اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حق تعالےٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائے ۔

موصوف مرحوم کے لیے مدرسہ (مظاہر العلوم ۔ سہارنپور بھارت) میں قرآن شریف کے ختم کرا کے ایصال ثواب کیا گیا ۔ اور دعائے مغفرت کی گئی ۔

مفتی صاحب اپنے حضرت شیخ کا نمونہ تھے

از مسیح الامت حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب مدظلہٗ خلیفہ ارشد حکیم الامۃ قدس اللہ سرہٗ
مہتمم مدرسہ عربی مفتاح العلوم۔ قصبہ جلال آباد۔ ضلع مظفر نگر (بھارت)

عزیزم مولوی وکیل احمد کے خط سے کل ۲۰، ذی الحجہ کو حضرت محترم مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کا علم ہو کر افسوس اور ملال شدید ہوا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرما دیں اور اقربا و متوسلین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عجیب خوبیوں اور کمالات کے مالک تھے۔ عنایت و رفق اور رقت و مواسات میں گویا اپنے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کا نمونہ تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کے فیوض و برکات کو جاری و ساری رکھیں۔ آمین۔ یہاں مدرسہ میں اطلاع پہنچنے پر اسی روز بعد ظہر قرآن پاک ختم کرایا گیا۔ بتوفیقہ تعالیٰ کئی قرآن پاک ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔ والسلام۔

ہم سب یتیم ہو گئے

از حضرت الحاج مولانا محمد شریف صاحب مدظلہٗ خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ انگلش ٹیچر۔ گورنمنٹ ہائی اسکول ملتان۔

حضرت والا جناب مفتی صاحب کے انتقال کا پڑھ کر بے انتہا صدمہ ہے۔ ہم سب یتیم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حق تعالیٰ حضرت اقدس کو اپنا قرب خاص الخاص عطا فرمائیں اور بہت بلند درجات سے

نوازیں۔ جملہ متعلقین کو صبر کی ہمت دیں۔ قرار نہیں آتا اور قرار طبعی کی تو کوئی تدبیر نہیں البتہ قرار عقلی کی تدبیر حق تعالیٰ کو حاکم اور حکیم[٭] سمجھنے کا مراقبہ ہے۔ ان حضرات ہی کی برکت سے یہ بات سمجھ میں آئی اور بالآخر یہی بات سہارا دے رہی ہے۔

مفتی صاحب دین کے عظیم ستون تھے

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ خلیفۂ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ مہتمم مدرسہ دارالعلوم۔ دیوبند (بھارت)

میں ایک طویل سفر سے واپس آیا تو اچانک حادثہ فاجعہ انتقال پُرملال حضرت امرتسری رحمۃ اللہ علیہ معلوم ہو کر دل پر ایک چوٹ لگی اور بجلی سی گری۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○ دین کا ایک ستون تھا جو گر پڑا۔ جس کا بدل فی زمانہ محال نہیں تو متعذر اور مشکل ضرور ہے اور عادتاً ناممکن ہے۔ اس نواح میں میری حاضری جس کشش سے ہوتی تھی اب اس میں شکستگی آگئی۔ یہی دو چار بزرگ تھے۔ جن کی کشش ہر وقت حاضری کے لیے بے چین کرتی تھی۔ افسوس صد افسوس۔ مگر کیا کیا جاوے۔ اس مرحلہ پر سب ہی عاجز و درماندہ ہیں اور سوائے صبر کے چارہ کار نہیں ہے۔ حق تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ہم گنہگاروں کی مغفرت ونجات کا وسیلہ ثابت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

میری طرف سے گھر میں والدہ صاحبہ اور سب بھائی بہنوں اور عزیزوں کی خدمت میں تعزیت پہنچا دیجئے یہ موقع تھا کہ میں سر آنکھوں سے حاضر ہوتا مگر کیا کروں۔ بات اپنے بس کی نہیں ہے

٭ یعنی حق تعالیٰ جل شانہٗ حاکم ہیں جو چاہیں سو کریں اور حکیم ہیں اس لیے جو کچھ کریں گے حکمت سے خالی نہ ہوگا بقول حضرت اقدس ڈاکٹر شاہ حفیظ اللہ صاحب اعلیٰ اللہ درجاتہٗ یہ مراقبہ تو پارس ہے۔

ویزا قبضہ کی چیز نہیں ہے۔ آپ کے حج کی مبارک باد عرض کرتا مگر یہ صدمہ اتنا عظیم پیش آگیا ہے کہ یہ تبریک بھی اس میں دب کر رہ گئی۔ بہرحال دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کی عبادت قبول فرمائے اور آپ کو حضرت مرحوم کا صحیح اور سچا جانشین بنائے۔ آمین۔ اب دنیا سے صلحاء اٹھتے جا رہے ہیں۔ آپ ہی حضرات کو ان کی قائم مقامی کرنی ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو ان کی جگہ پر بٹھلائے اور وہی کام لے جو ان سے لیا تھا۔ آمین۔ ثم آمین۔

کون کس کی تعزیت کرے؟

از حضرت مولینا عبد الباری صاحب ندوی مدظلہ۔ خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ

"کل آپ کے غم نامہ سے قبل ہی کراچی کے ایک اور دوست کا خط آچکا تھا اسی خیال سے کہ غالباً حضرت مخدومہ محترمہ (اہلیہ صاحبہ حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ) مدظلہا ابھی وہیں کراچی میں تشریف فرما ہوں۔ تعزیت نامہ ان ہی دوست کے ذریعہ ابھی ناتمام ہی تھا کہ آپ کا غم نامہ ملا۔ جامعہ اشرفیہ اور آپ حضرات ہی یتیم نہیں ہوئے۔ امت کے ایسے حضرات علماء کی رحلت دراصل پوری امت کی یتیمی ہوتی ہے۔ کون کس کی تعزیت کرے؟ سب ہی محتاج تعزیت ہیں۔ تاہم صاحبزادگان سلمہم اور حضرت ممدوحہ متعنا اللہ بطول قیامہا کی خدمت میں اس ناکارہ دور افتادہ کی طرف سے تعزیت فرمائیں۔ اور تعزیت کوئی بندہ کسی بندہ کی اس کے سوا کر کیا سکتا ہے جو خود خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو فرمائی ہے اور ان کو سکھلائی ہے کہ:

"جانے والا جس کا تھا اُس سے جا ملا اور ہم سب بھی جا ملنے والے ہیں۔"

فرق کسی بہت بڑے پلیٹ فارم کے مانند بس اس قدر ہی کا ہے کہ کوئی اس گاڑی سے چلا کوئی اس گاڑی سے۔ اور جس خوش نصیب نے جیتنے پہلے وصل محبوب کی منزل پالی بجائے خود وہ خوش نصیب ہی رہا۔ خاص کر جس کے نفس کا ہر لمحہ اس منزل محبوب کے ذوق و شوق اور لگن میں لگ رہا تھا۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ تاہم شریک سفر رفیق کی رفاقت سے محرومی و مفارقت بھی حسب تعلق طبعی مصیبت تو ہر حال میں ہے ہی اور بعض پیچھے رہ جانے والوں کے حق میں تو غم کا پہاڑ ہی ہو جاتی ہے۔ یہ پہاڑ سب سے زیادہ حضرت علیہ الرحمۃ کے اہل بیت پر ٹوٹتا ہے۔ ان کی تسلیوں کے سامان میں تو ان کے رب ہی کی طرف سے ان کے صبر و رضا پر صلوٰۃ و رحمۃ کی جو بارش ہو رہی ہوگی اس سے بڑھ کر کوئی بندہ کیا تعزیت پیش کر سکتا ہے۔

آج وہ زبان فیض ترجمان حکیم الامت بند ہو گئی

از حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی مدظلہ، صدر وفاق المدارس، خلیفہ ارشد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ

اخبارات میں حضرت اقدس جناب مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خبر وفات پڑھ کر بے حد صدمہ ہوا۔ آج وہ زبان فیض ترجمان بند ہو گئی جس سے جناب حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے فیوضات کا چشمہ جاری تھا۔ یہ وہ خلا ہے جس کے پُر ہونے کا تصور نادر العادت ہے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط

روح اقدس کو ختم کا ایصال ثواب کرایا گیا۔ آپ اور دیگر صاحبزادگان کے ساتھ اس المناک واقعہ میں ہم اور ہمارے متعلقین شریک غم ہیں۔ اور بارگاہ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مقعد صدق میں اعلیٰ مقام اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں

اور آپ اور دیگر صاحبزادگان کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات دینیہ ورد حانیہ کو جاری رکھنے کا ذریعہ بنائیں ؎

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد

ولکنہ بنیان قوم تھدما

افسوس اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کی

از جناب حضرت مولانا محمد افضل صاحب مدظلہٗ خلیفہ ارشد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ

حضرت اقدس کا دنیا سے تشریف لے جانا ہمارے لیے ایک سانحہ عظیم ہے۔ حضرت کی موجودگی کی وجہ سے جو فیوض وبرکات تھے، ان سے اب محرومی ہے۔ میرے لیے مزید حسرت یہ ہے کہ نعمتِ عظمیٰ کی قدر نہ کی۔ جب سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی اب کچھ کچھ قدر ہوئی۔ یہ تو خود غرضی کا پہلو ہے۔ دوسرا پہلو جو حضرت کی ذاتِ پاک سے وابستہ ہے وہ تو سراسر خوش کن وتسلی آمیز ہے۔ اولاً حضرت نے ایک نہایت کامیاب زندگی گذاری اور کامیابی کے ساتھ رخصت ہوئے۔ دنیا کی تکالیف سے چھوٹ گئے اور امتحان میں پورے نمبر لے کر اپنے خالق حقیقی سے اس کا مصداق ہو کر رہ گئے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

جس وقت کا یہ وقت ہے اور ہر قسم خوف تھا [illegible] تیسرے خاتمہ باللہ [illegible] بالخیر ہوا، الحمد للہ وہ دولت جتنی امت کے کسی فرد کو زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکتی ہے وہ حق تعالیٰ نے انعام میں دی۔ کیفیت اطمینان لقاء ربی۔ ہر دو جانب سے رضا کا مرتبہ نیز اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شمولیت اور اپنے اکابرین کی ملاقات اور دخول مقامِ رضا۔ یہ تقریباً مشاہدہ محسوس ہوتا تھا کہ حضرت کی ذاتِ پاک کو یقیناً زیادہ انس ہوا۔ حضرت مجدد ملت علیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے چار مجازین خلفاء نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا مولوی

شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رح نے نماز جنازہ پڑھائی۔ چند گھنٹوں میں تجہیز و تکفین ہو گئی۔ حضرت کا وصال الی اللہ پونے ایک بجے ہوا اور سات بجے تک پتھر قبر مبارک پر رکھے جا چکے تھے۔ اس درمیان میں قریب زیادہ از گھنٹہ بٹ صاحبؒ کے مکان سے نیو ٹاؤن کی جامع مسجد تک اور وہاں سے قبرستان تک پیدل گزرا ہوگا۔ نماز ظہر کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ادا ہوئی۔ میرے نزدیک حضرت کی جو خواہش تھی کہ جلد از جلد تجہیز و تکفین ہو۔ ہنگامہ نہ ہو۔ بعینہٖ پورا ہوا ؎

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں می دہد یزداں مراد متقیں

اب اس عریضہ کو ان بدویؒ کے اشعار کی طرف توجہ دلا کر ختم کرتا ہوں جو انھوں نے تقریباً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر کہے تھے۔ وہ اسی حال میں چسپاں ہیں کہ حضرت کے لیے سب سے حق تعالیٰ کا قرب بہتر ہے اور ہم سب کے لیے اجر اس لحاظ سے حضرت کی ذات بابرکات سے کہ اس میں رضا بالقضا ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس کی تعلیمات پر عمل کرنے اور قدم بقدم چلنے کی توفیق بخشیں اور حضرتؒ جیسا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

ع وہ اشعار یہ ہیں ؎

اِصْبِرْ نَكُنْ بِكَ صَابِرِيْنَ فَإِنَّمَا صَبْرُ الرَّعِيَّةِ بَعْدَ صَبْرِ الرَّأْسِ

آپ صبر کیجئے تو آپکی وجہ سے ہم صابرین بن سکیں گے کیونکہ رعیت کا صبر کرنا تو سردار کے صبر کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

خَيْرٌ مِّنَ الْعَبَّاسِ أَجْرُكَ بَعْدَهُ وَاللّٰهُ خَيْرٌ مِّنْكَ لِلْعَبَّاسِ

حضرت عباس رضؓ کے بعد تمہارا صبر کرنا تمہارے لیے ان سے بہتر ہے اور حضرت عباس رضؓ کیلئے اللہ تعالیٰ تم سے بہتر ہیں۔

بہت بڑا سایۂ عاطفت تھا جو اُٹھ گیا

از محترم ومکرم جناب مولانا محمد شریف صاحب جالندھری نائب مہتمم مدرسہ عربی
خیر المدارس ملتان

مخدومی ومطاعی وسیدی حضرت مولانا مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال پُر ملال کی خبر ایک اخبار سے معلوم ہوئی تو دل پر ایک قسم کی بجلی گری اور قلب بہت محزون ہوا کہ آج ہم یتیم ہو گئے۔ سوائے صبر کے کوئی چارہ نہ تھا۔

تمام عملہ مدرسہ خیر المدارس کو پُر ملال خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ مدرسہ ہذا میں تعطیل کر دی گئی۔ قرآن مجید کے ختم سے ایصال ثواب کرایا گیا اور دعائے مغفرت ورفع درجاتِ عالیہ کی گئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ بہت بڑا سایۂ عاطفت تھا جو اٹھ گیا۔ سیدی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت سے کمالاتِ ظاہرہ وباطنہ سے موصوف تھے جن کا احاطہ میرے جیسے کم فہم انسان سے ناممکن ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء۔ بندہ کی جس وقت بھی حاضری ہوتی تو مدرسہ خیر المدارس ملتان کے حالات وکوائف بہت شوق سے معلوم فرماتے اور مسرت کا اظہار فرماتے اور سیدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے حسن نظم وحسن تعلیم وتربیت کی بہت تحسین فرماتے اور بہت دعائیں دیتے۔

حضرت مفتی صاحب انوار وبرکات کے مینارے تھے

از جناب مولانا محمد آصف خاں صاحب مدظلہ علی گڑھ۔ خلیفہ ارشد حضرت مولانا حافظ جلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی وکیل احمد صاحب کا خط ملا جس میں ایک عجیب روح فرسا اور الم انگیز سانحہ کی اطلاع

ملی رکس طرح دل ودماغ کو یقین ہی نہ آیا کہ حضرت مخدوم العلماء سرتاج العارفین شیخ المشائخ شاہ مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ العزیز کا وصال ہوگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

فی الحقیقت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال سے پاکستان اُجڑ گیا۔ حضرت قدس اللہ سرہٗ العزیز انوار و برکات کے مینار تھے۔ جس سے نہ صرف لاہور بلکہ پورا پاکستان، نہیں بلکہ عالم اسلام منور تھا۔ ایسی ہستیاں کہاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سب ہم لوگوں کی شامت اعمال ہے جو سانحہ عظیم حضرت رح کے وصال پر دلوں پر ہوا اس کو الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ حق تعالیٰ جل شانہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ کو عالم علیا میں مراتب عالیہ سے ہمیشہ ہمیشہ سرفراز فرماتے رہیں۔ اور مرقد اقدس پر انوار و برکات کی مسلسل بارشیں ہوتی رہیں۔ آمین ثم آمین۔

مفتی محمد حسن صاحب کا انتقال نقصان عظیم ہے

از مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری۔ چیئرمین کمیشن برائے سماجی بہبود

مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔ مفتی صاحب نہ صرف ایک جید عالم تھے بلکہ بہت بڑے مبلغ اسلام بھی تھے جیسا کہ ان کی جامعہ اشرفیہ کے قیام کی اسکیم ہے۔ ہم ایک بہت بڑے عالم سے محروم ہو گئے ہیں اور یہ کمی بڑی مشکل سے پوری ہوگی۔

منقول از روزنامہ آفاق،

۳ رجون ۱۹۶۱ء

مفتی صاحب کا سانحہ ارتحال پوری ملت کے لیے حادثہ ہے

منقول از روزنامہ "کوہستان" و "امروز" لاہور - ۲ جون ۱۹۶۱ء

مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی رح فرماتے ہیں کہ مفتی محمد حسن صاحب کا سانحہ ارتحال پوری ملت کے لیے حادثہ ہے۔ مجھے ان کی صحبت میں بیٹھنے اور مجلس میں شریک ہونے کا بارہا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے ان کی مجلس میں دنیا کی باتیں نہیں سنیں۔ ہمیشہ رضائے الٰہی کے حصول اور اس کے بارے میں ارشاد فرماتے رہتے۔ مفتی صاحب اپنے علم و فضل اور زہد و تقوٰے کے لحاظ سے ہمارے ملک کی ممتاز ترین شخصیتوں میں سے تھے۔ جن حضرات کو ان کی مجلس میں بیٹھنے اور صحبت کا شرف حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کی مجلس میں دنیا کی کوئی بات نہیں ہوتی تھی وہ محض رضائے الٰہی اور زندگی کی بے ثباتی کے موضوع کیلئے سب سے بڑی سعادت ہے اور نفس کا کبر، نخوت، غرور، خود پسندی، عجب، انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے۔

مفتی صاحب کا انتقال ایک قومی حادثہ ہے

منقول از روزنامہ "کوہستان" لاہور - ۵ جون ۱۹۶۱ء

سیالکوٹ، ۴ جون: گذشتہ روز یہاں جامعہ مسجد چاہ جٹاں میں مولانا محمد حسین صاحب کی زیر صدارت ایک تعزیتی اجلاس ہوا۔ جس میں مفتی صاحب کے انتقال کو ایک قومی حادثہ قرار دیا گیا۔ اور ان کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ اس کے علاوہ سیالکوٹ کی دیگر مساجد میں بھی مفتی صاحب کے انتقال پُر ملال پر تعزیت کے ریزولیوشن پاس کئے گئے اور ان کی

پاکیزہ زندگی پر تقاریر کی گئیں۔

مفتی صاحب رح کی وفات ایک عظیم دینی نقصان ہے

از مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی منقول از روزنامہ کوہستان، لاہور۔ ۵ رجون ۱۹۶۱ء

جامع مسجد ماڈل ٹاؤن، لاہور کے اجتماع جمعۃ المبارک میں مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی خطیب نے مولانا مفتی محمد حسن صاحب کی خدماتِ دینی اور علمی و عملی کارناموں پر روشنی ڈالی بعد ازاں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ جس میں مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے لیے دعائے مغفرت کرنے کے علاوہ آپ کے تمام متعلقین سے اظہارِ ہمدردی کیا گیا۔ اس کے علاوہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کو ایک عظیم دینی نقصان قرار دیا گیا اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالےٰ انہیں اپنی جوارِ رحمت میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ آمین!

علم و عرفان کا چراغ بجھ گیا

قرارداد ہومیو پیتھک ٹرسٹ۔ لاہور

ہومیو پیتھک ٹرسٹ لاہور کا ایک اہم اجلاس زیرِ صدارت ڈاکٹر محمد مسعود صاحب چیئرمین ٹرسٹ منعقد ہوا۔ اراکین ٹرسٹ نے متفقہ طور پر مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی۔

یہ اجلاس حضرت مفتی محمد حسن صاحب علیہ الرحمۃ بانی و مہتمم جامعہ اشرفیہ۔ لاہور کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب رح نے ہمیشہ ٹرسٹ کے کارہائے خیر سے دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ ہومیو پیتھک ٹرسٹ ہسپتال کا افتتاح اپنی جسمانی معذوری اور مصروفیات کے باوجود محمد نگر آکر خود فرمایا۔ اپنی جیب خاص سے ہسپتال کے لیے

عطیہ عنایت فرمایا اور ہمیشہ اس کی کامیابیوں کے لیے دعائے خیر فرمائی ۔

اللہ تعالیٰ قبلہ مرحوم و مغفور کی روشن کی ہوئی علم و عرفان کی شمع جامعہ اشرفیہ اور ان کے افتتاح کردہ اس ادارہ کو تادیر تابندہ و پایندہ رکھے ۔ اور انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق اور صبرِ جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

مفتی محمد حسن رح کی رحلت

منقول از روزنامہ "آفاق" لاہور ۳ جون ۱۹۶۱ء

پاکستان کی مشہور درس گاہ جامعہ اشرفیہ ۔ لاہور کے بانی و سرپرست مفتی محمد حسن صاحب کل دوپہر کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

مفتی صاحب مرحوم حسن ابدال کے نواحی موضع "مل پور" میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد ماجد مولانا اللہ داد صاحب رح خود اپنے وقت کے ایک معروف محدث اور خادم دین تھے ۔ مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم حسن ابدال میں حاصل کی اور پھر مزید تحصیل علم کے لیے امرتسر میں رہے اور پھر کچھ عرصہ کے لیے دیوبند پہنچے گئے ۔ سندِ فضیلت حاصل کر کے امرتسر تشریف لائے اور مسجد خیر الدین میں سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا ۔ آپ درس و تدریس کا کام جاہ و حشمت کے لیے نہیں کرتے تھے ۔ بلکہ صرف اللہ کے لیے کرتے تھے ۔ مرحوم نے علوم باطنی کے سلسلہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے خلیفہ اعظم قرار پائے ۔ مرحوم نے تحریکِ پاکستان میں مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ...

مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے شانہ بشانہ حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور مسجد نیلا گنبد کے پیچھے ایک عمارت میں جامعہ اشرفیہ قائم کیا۔ اسلامی دستور کی تشکیل میں بھی آپ نے اپنی ضعیفی کے باوجود جوانوں سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جامعہ اشرفیہ میں طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر فیروزپور روڈ پر ایک قطعہ زمین حاصل کر کے جامع مسجد اور جامعہ اشرفیہ تعمیر کرائی۔ اس درس گاہ سے ہر سال کثیر تعداد میں طلبہ فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ آپ طلبہ سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے اور کمزوری اور اس جان لیوا بیماری کے باوجود کافی عرصہ تک درس دیتے رہے۔ آپ کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا۔ ان کے ملنے والوں اور معتقدین میں ہر قسم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سرکاری حکام تک شامل تھے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ ہر روز شام کو مدرسہ سے ملحق ان کے مکان پر مجمع رہتا تھا۔ مرحوم چھ صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی کو سوگوار چھوڑ گئے ہیں۔ آج ہر پاکستانی ان کے دکھ میں برابر کا شریک ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا مفتی محمد حسنؒ مرحوم

منقول از روزنامہ "نوائے وقت" لاہور۔ ۳ جون ۱۹۶۱ء

مولانا مفتی محمد حسن کراچی میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ مولانا مرحوم کا شمار پاکستان کے ان معدودے چند بزرگ و جید علماء میں ہوتا تھا۔ جو ہر حلقہ میں اپنے علم و فضیلت کے باعث احترام و عقیدت سے بہرہ ور ہیں۔ وہ قیام پاکستان کے وقت امرتسر سے لاہور تشریف لائے تھے، یہاں انہوں نے ایک دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے دین قیّم کی اس بے لوث

خدمت کی قدر فرمائی اور جو ادارہ صرف چودہ برس پہلے بے سروسامانی کی حالت میں ایک مختصر و محدود جگہ میں قائم کیا گیا تھا وہ مولینا مرحوم کے عزم و اخلاص اور اسلام دوست حلقوں کے تعاون سے ارضِ پاکستان کے ایک سب سے بڑے اور عظیم الشان دینی دار العلوم کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جو شخص بھی اس ادارہ کو دیکھتا ہے وہ اس کے خدا رسیدہ، ہر حلقہ میں مقبول و محترم اور عالم و فاضل بانی کے لیے دعائے خیر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ایسا شرف امتیاز صرف خاص خاص و شاذ افراد کو حاصل ہوتا ہے۔ ہماری دلی خواہش اور دعا ہے کہ مولینا مرحوم کے جانشین اور عقیدت مند دینی علم و تعلیم کے اس ادارہ کو ترقی دیں اور دعا ہے کہ وہ اپنے دین کے مخلص و بے لوث خادم کی روح کو اپنے دامن میں جگہ دیں اور ان کے ایسے جانشین پیدا کریں جو اس فیض کو جاری رکھ سکیں۔ آمین۔

ایک دیا اور بجھا اور بڑھی تاریکی

منقول از روزنامہ "کوہستان"، لاہور۔ ۳ر جون ۱۹۶۱ء

آج لاہور کے دینی حلقوں میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔ لاہور کی ایک ممتاز دینی شخصیت ایک ایسے دور میں اُٹھ گئی ہے جب کہ اسلامی اقدار و روایات پر ہر چہار سمت سے کہیں دوستی کے روپ میں اور کہیں کھلی دشمنی کے انداز میں یلغار ہو رہی ہے۔ یہ شخصیت مولینا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد تھی، جن کے دم سے نہ جانے کتنے گم کردہ راہوں نے منزل کا پتہ پایا اور کتنے ایمان کی حلاوت سے محروم لوگ عشقِ خدا اور رسول کی لذت سے آشنا ہوئے۔

مفتی صاحب مرحوم محض عالم دین ہی نہیں بلکہ عامل شریعت اور شیخ طریقت بزرگ تھے۔ آپ حکیم الامت مولینا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

خلیفۂ اعظم اور ان کے رنگ میں پوری طرح رنگے ہوئے تھے۔ تقویٰ اور احتیاط کا یہ عالم
کہ ساری عمر کبھی اخبار نہیں پڑھا۔ مبادا کسی غلط بات کا تاثر ذہن میں قائم نہ ہو جائے۔ اور
آپ کی دینداری اور پرہیزگاری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کی مجلس میں کبھی
دنیا کے چرچے اور دنیا کی باتیں نہیں آتیں بلکہ ہمیشہ آخرت کا اور خدا کے دین کی باتوں
کا چرچا رہتا۔ منکرات سے اجتناب کی یہ کیفیت کہ آپ کی مجلس میں کبھی کوئی غیبت نہیں
سنی گئی۔ دین کی تبلیغ واشاعت کا جذبہ وشوق اتنا کہ جونہی خود تحصیل علم سے کلی طور پر
فراغت حاصل کی، امرتسر میں مسجد خیرالدین میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا، اور
آپ کی تبلیغ وتلقین نے ہر طبقہ اور ہر سطح کے لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کیا۔

موت العالِم موت العالَم

از مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی زید مجدہٗ ہفت روزہ "ترجمان اسلام" لاہور

۲۴؍ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ

آج حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ہمیں داغ مفارقت
دے گئے ہیں۔ ہزاروں دل بے قرار اور آنکھیں اشکبار ہیں۔ اس زمانہ کے بہت سے
لوگ آج محسوس کر رہے ہیں کہ ہم کتنی بڑی سعادت سے محروم ہو چکے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب
علیہ الرحمہ کے روحانی اور باطنی حالات قدر کے بارے میں اس سے زیادہ اور کچھ کہنا
بے ضرورت ہے کہ آپ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب
تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ آپ نے اپنے مقتدا اور پیشوا
کے نقش قدم پر چل کر دین اسلام اور شریعت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ خدمت

نی جو رہتی دنیا تک یاد رہے گی۔ اور اپنی روحانی توجہ اور باطنی تزکیہ و تربیت سے ان شور زمینوں میں تخم ریزی فرمائی اور ان کو سبزہ زار بنا دیا جس سے روئیدگی کی کوئی امید ہی نہ تھی۔ کتنے ہی سرکاری ملازم اور اعلیٰ عہدہ دار لذت آشنائے حقیقت ہوئے اور کتنے ہی مُردہ دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوئیں۔ قلب و قلم کو سکون نہیں لیکن انا للہ و انا الیہ راجعون کی حقیقت نمائی کا مرہم صبر و اطمینان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مع ان کے متعلقین اور خصوصاً نوجوان صالح فرزندوں کو صبر جمیل عطا فرمادیں۔ آمین۔

مفتی صاحب پوری ملت پاکستان پر سایہ خداوندی سمجھے

از حضرت مولانا عبدالسلام صاحب خلیفہ ارشد حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کل کے اخبارات میں حضرت قبلہ کی رحلت کا مضمون پڑھا۔ اپنی تو دنیا ہی لٹ گئی۔ شفقتِ پدری کا سایہ جس میں ہم آرام سے چل رہے تھے۔ اٹھ گیا ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

گزشتہ سردیوں میں آخری بار قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اور اس بقر عید سے ایک دو روز پیشتر آخری خط سے نیاز حاصل کیا۔ جس کا جواب عید کے بعد ملا۔ میں جناب سے کیا تعزیت عرض کروں کہ خود ہی مجروح القلب اور محتاج شفقت ہو رہا ہوں۔ حضرت اقدس نہ صرف آپ کے بزرگ تھے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پوری ملت پاکستان پر سایہ خداوندی تھے۔ میرے خیال میں پاکستان کا امن وامان حضرت کے وجود باوجود کے برکت سے تھا گزشتہ اٹھارہ انیس سال میں جب بھی حضرت کو دیکھا۔ دل میں یہی آیا کہ جس نے قطب العالم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب کی نور اللہ مرقدہ کو نہ دیکھا ہو وہ ہمارے

حضرت مفتی صاحبؒ کو دیکھ لے۔ بلاشبہ حضرت امداد اللہ الوقت تھے۔ نسبت امدادی واشرفی کے حامل تھے۔ شفقت ورحمت کے دریائے بے پایاں تھے۔ اللہ کریم حضرتؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہو۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ۔ حضرت حکیم محمد مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ۔ جناب حکیم عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قرب اور معیت ہو۔ یہاں مدرسہ اشاعت العلوم میں جس وقت صبح اطلاع پہنچی۔ جناب مفتی سید سیاح الدین صاحب نے طلبہ کا اجتماع کیا۔ ختم قرآن مجید ہوا۔ حضرتؒ کے فضائل کا ذکر فرمایا اور دعائے ترقی درجات کی گئی۔

دلِ حزیں پہ چوٹ لگی

از مولینا عزیز الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم۔ مہتمم مدرسہ امداد العلوم
ایبٹ آباد

آج نماز جمعہ کے موقعہ پر خبر جانکاہ سن کر دلِ حزیں پہ بے حد چوٹ لگی کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے سفرِ آخرت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
کل یکم جون کو کراچی سے حضرت والا کا شفقت نامہ ملا۔ اور آج ۳ جون کو یہ پریشان کن خبر کانوں میں پڑی۔ حضرت کے جسم مبارک کو ہم کراچی کے سپرد کیا گیا۔ اس خبر سے مزید صدمہ ہوا کہ بے شمار احباب وخدام نماز جنازہ میں شمولیت سے بھی محروم ہو گئے مزارِ پُر انوار کی زیارت بھی مشکل ہو گئی۔ حق تعالیٰ حضرت والاؒ کو برزخ وآخرت میں درجات عالیہ جنت الفردوس عطا فرما دیں۔ آمین۔

مفتی صاحب عظمت و شفقت کے متحد مرج البحرین تھے

از جناب محمد عبدالسلام صاحب، عا عقب کارخانہ۔ مندر گلی

کل کے اخبارات سے حضرت اقدس کی رحلت الی دارالقرار کا علم ہوا۔ وہی وقت ہوگیا جو اٹھارہ سال قبل امرتسر میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے وصال کی خبر سن کر ہوا تھا اللہ کریم حضرت کو اپنا قرب خاص نصیب فرمائے، سلسلۂ عالیہ کو تادیر قائم رکھے۔ آپ حضرات کے ذریعہ صاحبزادگان حضرت والا کے ظاہراً و باطناً جانشین ہوں۔ جامعہ اشرفیہ کے ہر معلم و متعلم کو صلاح و فلاح دارین و برکت علم و اخلاص عمل کی دولت نصیب ہو۔ اب کوئی ایسا نظر نہیں آتا سے من غم تو میخورم تو غم مخور ٭ برمن مشفق تر م از عمد پدر

قیام امرتسر کے وقت ہی سے جب بھی حضرت کو دیکھا عظمت و شفقت کا ایک متحد مرج البحرین پایا۔ حضرتؒ کے دربار سے کبھی سیری نہیں ہوئی، حسنِ تکلم سے کبھی جی نہ بھرا۔ اللہ کریم ہم سب کو اپنی رضا پر راضی ہونے کی توفیق عطا فرمادیں اور حضرتؒ کے اتباع کی برکت سے حسنِ خاتمہ کی دولت نصیب فرمادیں۔ آمین۔

موجب حزن و ملال واقعہ

از مولینا سید سیاح الدین صاحب مدظلہٗ۔ مدرسہ اشاعت العلوم

کاکاخیل۔ لائل پور

اخبارات کے ذریعہ سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی خبر نے خرمنِ فرحت و انبساط پر بجلی بن کر بہت زیادہ صدمہ پہنچایا اور دیکھتے ہی

بے اختیار آہ کے ساتھ انا للہ الخ پڑھ کر دل مضطر کو تھامنے کی کوشش کی۔ اسی وقت مدرسہ کے طلبہ کو جمع کر کے ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن مجید کئے۔ حضرتؒ کی حیثیت ہیں اس ملک میں حضرت حکیم الامت تھانوی کے تمام خلفاء و مسترشدین میں سب سے بڑھ کر تھی۔ اور اب ہمارے لیے ان کی ذات ہی ایک مرکز عقیدت تھا۔ اس لحاظ سے بھی یہ صدمہ پورے ملک کے لیے تمام دیندار اور درد مند مسلمانوں کے لیے اور خصوصاً حضرت حکیم الامت سے بلا واسطہ اور بالواسطہ تعلق رکھنے والوں کے لیے ایک عظیم سانحہ موجب حزن و ملال واقعہ ہے۔ میں تہ دل سے دعائیں کرتا ہوں اور کروں گا۔ کل جمعہ کی نماز میں خود بھی دعائیں کیں اور حاضرین سے بھی کرائیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اعلیٰ علیین میں مدارج عالیہ عطا فرمائے اور قبر مبارک کو انوارِ رحمت و مغفرت سے منور فرمائے۔ آمین!

کوکبِ دری اس عالمِ فانی سے غروب ہو گئے

از محترم جناب خلیل الرحمٰن صاحب مدظلہٗ۔ مدرسہ اسلامیہ، ہری پور۔ سکندرپور

کل کے اخبار سے معلوم ہوا کہ وہ شخصیت کاملہ جو صرف آپ کے اور کاتب الحروف کے واسطے ظلِ رحمانی ہی نہ تھے۔ بلکہ سارے عالم کے واسطے خصوصاً پاکستان و ہندوستان کے واسطے کوکب دری تھے وہ اس عالم فانی سے غروب ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنی حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے خلیفہ اعظم حضرت مفتی صاحب مرحوم۔ اللہ تعالےٰ حضرت کو جوارِ رحمت میں عالی مقام عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

ایک شفیق مخدوم سے محروم ہو گئے

از سید محمد عبدالحنان ۔ مدرس خیر المدارس ملتان (نزیل سنی بنک ۔ مری)

آج بذریعہ اخبار ایک روح فرسا اور ہوش ربا خبر پڑھ کر بالکل سکتے میں ہوں کہ ہمارے پیر و مرشد مخدوم و مطاع حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قبلہ اچانک حرکت قلب بند ہونے پر اپنے رفیقِ حقیقی سے جا ملے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

اللہ تعالیٰ حضرت رح کے درجات کو بلند تر فرمائے اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں جگہ عطا فرمائے ۔ آمین ۔ اور ہم سب پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت رح کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں ۔ آمین ۔

ہم اور آپ بلاشبہ خصوصاً پوری امت عموماً ایک بہترین باپ، ایک حقیقی مطاع، ایک شفیق مخدوم سے محروم ہو گئے ۔ جس کا بدل ہمارے لیے کبھی پیدا نہ ہو گا ۔ حضرت رح کے فیوض و برکات کا ذکر کہاں تک کروں ۔ اللہ تعالیٰ کروڑوں نعمتیں نازل فرمائے اور حضرت رح کے درجات بلند فرمائے ۔ آمین ۔

روح پاک پر رحمتیں نازل ہوں

ایک تار از محترم جناب عبدالسمیع صاحب مدظلہٗ۔ پشاور

قبلہ حضرت صاحب رہ کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا۔ جملہ اراکین خانہ تعزیت پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ حضرت رہ کی روح پاک پر رحمتیں نازل ہوں اور حضرت کا فیض جملہ عوام کے لیے جاری رہے۔ اور حق تعالیٰ اس کمی کو پورا فرماویں۔ آمین۔

حضرت مولینا مفتی محمد حسن صاحب کا وصال اور غیر معمولی خلا

ازمدیر محترم ہفت روزہ "خدام الدین" شیرانوالہ گیٹ۔ لاہور

حضرت مولینا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات اچانک ہو جانے سے اہل ملک اور خاص کر دیندار طبقات کو غیر معمولی صدمہ ہوا۔ اس سے ملک میں ایک ایسا غیر معمولی خلاء پیدا ہوا جس کی تلافی مشکل ہے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم یہی نہیں کہ مرنجاں مرنج اور با خدا بزرگ تھے۔ بلکہ ان کی ذات سے اسلام اور علوم اسلام کو جو فوائد پہنچے وہ رہتی دنیا تک

ان کی یادگار اور صدقۂ جاریہ ہوں گے۔ بزرگان و اکابر دیوبند جن کا سلسلہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہو کر حضرت مولٰینا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند۔ اور حضرت مولٰینا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتے ہوئے حضرت شیخ الہند اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم تک پہنچتا ہے۔ اس کے بعد ان کے اخلاف و خلفاء سلسلۃ الذہب (سنہری لڑی) ہیں۔ ان سب کا امتیازی وصف یہ ہے کہ یہ صرف خانقاہی بزرگ اور تارک دنیا ہی نہیں بنے رہے اور نہ انہوں نے شریعت و طریقت میں تفریق کی۔ ان اللہ والوں نے دونوں نہروں کے آب صافی سے خلق خدا کے ظاہر و باطن کو مزکّیٰ و مصفیٰ کرنے کی مساعی جاری رکھیں۔ اور یہ حضرات کسی نہ کسی رنگ میں اپنے مذاق کے مطابق باطل کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کے اندر جب دارالعلوم دیوبند کے فیوض سے پاکستانی مسلمان محروم ہو چکے تھے۔ درس و تدریس کا روشن مینار کھڑا کیا۔ یہ انہی کا حوصلہ اور انہی کی شخصیت تھی کہ لاکھوں روپیہ کے صرف سے جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ پر اپنی شاندار جامع مسجد سمیت تیار ہو کر آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا ہے جہاں سے سینکڑوں تشنگان کتاب و سنت فیض یاب ہو کر اطراف ملک کو سیراب کر رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو الحاد اور ارتداد کے خلاف تبلیغ سے بڑی دلچسپی تھی۔ قادیان میں جب پہلی بار آل انڈیا احرار تبلیغ کانفرنس ۱۹۳۴ء میں منعقد ہوئی تھی، اس میں آپ تشریف لے گئے تھے اور آپ نے اپنی قیمتی تقریر میں قادیانیوں کی تمام قسموں کو بلکہ ان کے عقائد کی کسی طرح بھی تصدیق کرنے والوں کو خارج اسلام ثابت کیا تھا۔ اسی طرح جب علاقہ پنج کٹھار (متصل حسن ابدال و ٹیکسلا) میں خاکساری تحریک کے ضمن میں غلط عقائد کی ترویج ہو رہی تھی۔ آپ نے اس علاقہ کے دیہات میں علماء کو ساتھ لے کر نفی و اثبات کا ذکر کرتے ہوئے اجتماعی طور پر پیدل تبلیغی دورہ فرمایا۔ آپ کی

صحبت سے کثیر التعداد اونچے طبقہ کے مسلمان اور سرکاری ملازموں کو اتباع سنت کی دولت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ ان کی ان خدمات کا سلسلہ دائم وقائم رہے اور ان کی اولاد نیز ان کے خلفاء کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

سُنا ہے آپ کی وصیت[۱] کے عین مطابق کفن ودفن میں عجلت کی گئی۔ آپ کا جنازہ کراچی نیوٹاؤن میں جامع مسجد کے احاطہ میں پڑھا گیا۔ اور وہیں کراچی میں ہی قبر مبارک بنی اور اس طرح ان کو موتِ غربت کی بہت بڑی فضیلت سے بھی ممتاز فرمایا گیا ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب ہمیں کون دعائیں دے گا؟

از محترم ومکرم جناب شورش کاشمیری رمدیر ہفت روزہ "چٹان" لاہور۔
۱۲ر جون ۱۹۶۱ء

مفتی صاحب رح صرف کتابی فقیہ یا عالم ہی نہ تھے۔ ان کی صحبتیں۔ محفلیں اور مجلسیں کئی کتابوں پر حاوی تھیں۔ ان کے پاس بیٹھ کر انسان محسوس کرتا تھا کہ وہ کسی عظمت کے پاس بیٹھا

---

[۱] حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی وصیت یہ تھی کہ جہاں ان کا انتقال ہو وہاں سے کسی دوسرے شہر منتقل نہ کیا جاوے اور کفن دفن میں جلدی کی جائے ۱۲

ہے۔ میں نے ان میں کبھی غرور، تکبر، نخوت اور خشونت نہیں پائی۔ وہ صحیح معنوں میں قرونِ اولیٰ کے ان رفیقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس تھے جنہیں صحبت رسالت مآب کی خوشہ چینی کا شرف حاصل ہوا۔

مفتی صاحب رح ہمیشہ کے لیے ہمیں چھوڑ گئے۔ ان کی موت دین کیلئے ایک بڑا سانحہ ہے اور میں خراب حال اس لیے غمزدہ ہوں کہ اب میرے لیے دعائیں کرنے والا ایک بلند مرتبت دینی وجود اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ اب ہمیں کون دعائیں دے گا؟

آفتابِ تھانہ بھون کی ایک بہت بڑی شعاع غروب ہوگئی

از محمد سرور عفی عنہ۔ مدرس جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

سیدی ومولائی۔ استاذی وشیخی حضرت مفتی صاحب قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہٗ وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ وَاَعْلَی اللّٰہُ دَرَجَتَہٗ وَاَدَامَ اللّٰہُ فُیُوْضَہٗ جہاں اپنے شیخ طریقت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق صادق اور محب جاں نثار تھے وہاں اپنے شیخ کے مسلک کو قولاً وعملاً پوری طرح جاری وساری کرنے والے اور آفتاب تھانہ بھون کی ایک بہت بڑی شعاع بھی تھے جہاں آپ معقول و منقول کے بہت بڑے امام اور فقیہ تھے وہاں ایک بہت بڑے صاحب حال وصاحب کرامات شیخ طریقت اور مربی باطن بھی تھے۔ آپ کا وصال ایک طرف ہم خدام کیلئے جدائی کے غم کا پہاڑ ہے اور دوسری طرف ہماری ذمہ داریوں کو کئی گنا کرنے کا پیغام بھی ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت رکھنے والوں کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ اس طرزِ زندگی کو اپنائیں جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا اور جو وہ اپنے احباب کے لئے پسند فرماتے تھے اس طرزِ زندگی کی چند اہم باتیں مختصراً احقر کی نظر میں یہ ہیں۔ (۱) بہشتی زیور کا مطالعہ خود بھی کیا جائے اور اپنے زیر اثر حلقہ کو بھی حتی الامکان بلاناغہ کرایا جائے۔ زیر اثر سے مراد بیوی۔ بچے۔ بہن۔ بھائی۔ شاگرد

مرید۔ دوست احباب اور دوسرے وہ لوگ جو ہماری بات مانتے ہیں (۲) اپنی پوری زندگی کو بہشتی زیور کیمطابق بنایا جائے اہل علم حضرات یہ نہ سوچیں کہ ہم تو عربی میں فقہ پڑھے ہوئے ہیں ہمیں بہشتی زیور دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ بہشتی زیور ضروری مسائل کا آسان لفظوں میں خلاصہ ہے۔ تدقیقات و دلائل کی طرف ذہن لیجانا نہیں پڑتا اسلئے پوری توجہ اس امر کیطرف ہو جاتی ہے کہ کیسے یہ سب باتیں میرے عمل میں آجاویں اور رگ وریشہ میں سرایت کر جاویں اس طرز اور اس نیت سے پڑھکر تجربہ کر کے دیکھ لیں چند ہی روز میں دینی حالت ترقی کریگی اور آپ کا دل دین کے انوار سے منور ہو جاویگا۔ اہل علم حضرات صرف آزمائش کے لئے ہی کر کے دیکھ لیں (۳) اگر پہلے قرآن پاک کے حرف کی اصلاح نہیں ہوئی تو کسی اچھے قاری سے کم از کم دو تین ماہ تقریباً نصف گھنٹہ روزانہ مشق کر کے کم از کم صحیح قرآن پاک پڑھنے کا فرض درجہ حاصل کر لیا جاوے (۴) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حتی الامکان روزانہ تھوڑے تھوڑے پڑھے جائیں (یا سنے جائیں یا سنائے جائیں) خود بھی ایسا کیا جائے اور اپنے زیر اثر لوگوں کو بھی) ایسے کرنیکی پوری کوشش کی جائے یہ مواعظ بے دین کو دین کی طرف لانے اور دیندار کو مزید ترقی کرنے میں بے حد مفید ہیں بے حد مفید ہیں بے حد مفید ہیں (۵) جو نئی صورتیں دن رات کے معاملات خرید و فروخت، ملازمت وغیرہ میں پیش آئیں اور وہ بہشتی زیور میں مذکور نہ ہوں اُنکا حکم محقق مفتی حضرات سے ضرور پوچھتے رہیں بلکہ اہل علم بھی شبہ کے موقع میں دوسرے اہل علم سے بھی مشورہ کر لیا کریں کہ اپنے ہی معاملہ میں بعض دفعہ اپنی رائے صحیح فیصلہ نہیں کیا کرتی (۶) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے یا خلفاء کے خلفاء میں سے جس سے طبیعت زیادہ مانوس ہو ضرور جلد از جلد اصلاح باطن کا تعلق قائم کر لیں اور اگر تعلق پہلے سے ہے تو اس تعلق سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں کہ وقتاً فوقتاً بقدر وسعت حاضر ہوتے رہیں اور اوسط مہینہ میں دو خط دستی یا بذریعہ ڈاک بھیجتے رہیں۔ اور خطوط میں وقتی ضرورت کی باتوں کے علاوہ اخلاق کی اصلاح کا پورا اہتمام کریں کہ اصلاح باطن کی بنیادی چیز یہی ہے اور اصلاح اخلاق کی سب سے آسان صورت یہ ہے کہ کتاب تبلیغ دین جو دو تین روپے میں لاہور کراچی۔ راولپنڈی۔ ملتان وغیرہ سے باسانی مل سکتی ہے حاصل کر لیں اور اسکے تین حصوں میں سے دوسرا حصہ جس کا عنوان القسم الثانی ہے شروع کریں جس میں برے اخلاق کی تفصیل ہے پہلے اُس حصہ میں سے پہلی اصل دو تین دفعہ پڑھکر اپنے اوپر جاری کر کے دیکھیں کہ یہ عیب مجھ میں ہے یا نہ اگر ذرا سا بھی شبہ ہو تو اپنے شیخ کو لکھیں جو علاج بتلائیں اسکا استعمال کر کے اطلاع کرتے رہیں جب ایک مرض کی اصلاح ہو جاوے تو آگے دوسری اصل پڑھ کر اسی طرح علاج کرائیں جب القسم الثانی ختم ہو جائے تو القسم الثالث جو اچھے اخلاق میں ہے شروع کریں ایک ایک اصل پڑھکر اپنا حال اپنے شیخ کو لکھیں اور اچھے اخلاق کو مضبوط کرنیکی کوشش کریں اس طرح آسانی سے اخلاق کی اصلاح ہو سکے گی۔ (۷) حتی الامکان فارغ اوقات کو توجہ کیساتھ کسی نہ کسی ذکر سے پر رکھیں (۸) جائز کاموں میں ضرور اچھی نیت کر لیا کریں مثلاً حقوق العباد ادا کرنے کیلئے ملازمت کرتا ہوں تھکاوٹ دور کر کے عبادت کرونگا۔ کھانا کھا کر عبادت کروں گا (۹) ہر شکل میں دعا کرتے رہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین